گلستانِ ختمِ نبوّت کے
گلہائے رنگا رنگ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت
حضوری باغ روڈ، ملتان۔ 061-4783486

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب	:	گلستان ختم نبوت کے گلہائے رنگا رنگ
مصنف	:	مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ
صفحات	:	۶۳۲
قیمت	:	۳۵۰ روپے
مطبع	:	ناصر زین پریس لاہور
طبع اوّل	:	ستمبر ۲۰۱۷ء
ناشر	:	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

فہرست

	عرض مؤلف (مولانا اللہ وسایا)	۲۷
	(الف)	
(۹۴۵)	ابراہیم آروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد	۳۰
(۹۴۶)	ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بردوانے، مولانا محمد	۳۰
(۹۴۷)	ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۳۱
(۹۴۸)	ابراہیم پراچہ رحمۃ اللہ علیہ (کوہاٹ)، حضرت حاجی محمد	۳۱
(۹۴۹)	ابراہیم خادم رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۳۱
(۹۵۰)	ابراہیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حکیم مولانا مفتی	۳۲
(۹۵۱)	ابراہیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد	۳۲
(۹۵۲)	ابراہیم قادری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۳۲
(۹۵۳)	ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ (ٹنڈوالہ یار)، حاجی محمد	۳۳
(۹۵۴)	ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ (ڈنڈے والا)، مولانا محمد	۳۳
(۹۵۵)	ابوالحسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (المعروف حافظ محمد ثانی)، حافظ مولانا محمد	۳۴
(۹۵۶)	ابوالمؤید امروہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت	۳۴
(۹۵۷)	ابوالوفا نعمانی شاہ جہان پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۴
(۹۵۸)	احتشام الحق آسیا آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا	۳۶
(۹۵۹)	احسان الحق رحمۃ اللہ علیہ (راولپنڈی)، مولانا قاضی	۳۷
(۹۶۰)	احسان الحق قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حافظ	۳۷
(۹۶۱)	احسان دانش رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، شاعر اسلام	۳۸
(۹۶۲)	احسن شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۳۸
(۹۶۳)	احمد الدین رحمۃ اللہ علیہ (ضلع جہلم)، مولانا	۳۸
(۹۶۴)	احمد الدین رحمۃ اللہ علیہ (سکنہ بھوئی گاڑ)، مولانا	۳۹
(۹۶۵)	احمد الدین رحمۃ اللہ علیہ (سکنہ جسیال، چکوال)، حضرت مولانا	۳۹
(۹۶۶)	احمد الدین رحمۃ اللہ علیہ (سکنہ جواہر، چکوال)، مولانا	۴۰
(۹۶۷)	احمد الدین واعظ رحمۃ اللہ علیہ (دھرابی ضلع چکوال)، مولانا	۴۰
(۹۶۸)	احمد اللہ قاسمی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا پیر	۴۱
(۹۶۹)	احمد بخش امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (مدرس مدرسۃ المسلمین امرتسر)، مولانا	۴۱
(۹۷۰)	احمد بخش رحمۃ اللہ علیہ (ڈیرہ غازی خان)، الحاج	۴۲

(۹۷۱)	احمد بن عبداللہ غزنوی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۲
(۹۷۲)	احمد بن محمد سعید رام پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شیخ	۴۳
(۹۷۳)	احمد بہاول پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حاجی	۴۳
(۹۷۴)	احمد پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، قاضی	۴۴
(۹۷۵)	احمد پیلی بھیتی رحمۃ اللہ علیہ، حکیم، قاری	۴۴
(۹۷۶)	احمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (سلطان پور لودھی)، مولانا محمد	۴۵
(۹۷۷)	احمد جی رحمۃ اللہ علیہ (ایبٹ آباد)، حضرت مفتی	۴۵
(۹۷۸)	احمد چکوالی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابومحمد	۴۵
(۹۷۹)	احمد حسن رحمۃ اللہ علیہ (بھوئی گارڈ)، مولانا حکیم	۴۶
(۹۸۰)	احمد حسن شاکری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۶
(۹۸۱)	احمد حسن مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شیخ	۴۷
(۹۸۲)	احمد حسن رحمۃ اللہ علیہ (یزمان)، مولانا	۴۷
(۹۸۳)	احمد خان پتافی رحمۃ اللہ علیہ، جناب سردار	۴۸
(۹۸۴)	احمد دین رحمۃ اللہ علیہ (احمد پور شرقیہ)، مولانا حافظ	۵۰
(۹۸۵)	احمد دین درگاہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۵۰
(۹۸۶)	احمد دین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ، منشی	۵۱
(۹۸۷)	احمد دین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خلیفہ	۵۱
(۹۸۸)	احمد رام پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۵۱
(۹۸۹)	احمد سعید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۵۲
(۹۹۰)	احمد سعید میانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی	۵۳
(۹۹۱)	احمد شاہ ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید	۵۳
(۹۹۲)	احمد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، سید	۵۳
(۹۹۳)	احمد علی قصوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۵۴
(۹۹۴)	احمد علی کانپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید	۵۵
(۹۹۵)	احمد علی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۵۵
(۹۹۶)	احمد قادری اشرفی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا ابوالبرکات سید	۵۶
(۹۹۷)	احمد رحمۃ اللہ علیہ (میانوالی ضلع شیخوپورہ)، مولانا محمد	۵۶
(۹۹۸)	احمد رحمۃ اللہ علیہ (میرواعظ کشمیر)، مولانا محمد	۵۷
(۹۹۹)	احمد یار خاں روفی رحمۃ اللہ علیہ، شاعر	۵۷
(۱۰۰۰)	اختر حسین علی پوری رحمۃ اللہ علیہ، پیر سید	۵۷
(۱۰۰۱)	ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۵۷
(۱۰۰۲)	ادریس رحمۃ اللہ علیہ، مولوی محمد	۵۸

(۱۰۰۳)	ارشد پناھوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا فقیر محمد	۵۹
(۱۰۰۴)	ارشد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا، حافظ، مفتی محمد	۵۹
(۱۰۰۵)	اسحاق اجراوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۶۰
(۱۰۰۶)	اسحاق بردوانی رحمۃ اللہ علیہ (مدرس جامع العلوم کانپور)، مولانا محمد	۶۰
(۱۰۰۷)	اسحاق قادری رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، پیر طریقت مولانا محمد	۶۱
(۱۰۰۸)	اسحاق لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی محمد	۶۲
(۱۰۰۹)	اسحاق ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۶۲
(۱۰۱۰)	اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ، قاضی محمد	۶۳
(۱۰۱۱)	اسرار بن عبدالمولیٰ تاشقندی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی	۶۳
(۱۰۱۲)	اسلم چشتی رحمۃ اللہ علیہ (گوجرہ)، مولانا محمد	۷۸
(۱۰۱۳)	اسلم حیات رحمۃ اللہ علیہ (ایڈووکیٹ)، ملک	۷۹
(۱۰۱۴)	اسلم رحمۃ اللہ علیہ (سلطان فونڈری والے)، صوفی محمد	۸۰
(۱۰۱۵)	اسلم رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث مولانا قاضی محمد	۸۰
(۱۰۱۶)	اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (چناب نگر)، ماسٹر محمد	۸۱
(۱۰۱۷)	اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (خوشاب)، حضرت مولانا محمد	۸۱
(۱۰۱۸)	اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۸۲
(۱۰۱۹)	اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (سیکرٹری اسلامک سنٹر چٹاگانگ)، مولانا محمد	۸۳
(۱۰۲۰)	اسماعیل محمدی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۸۳
(۱۰۲۱)	اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (گوجرہ)، حافظ محمد	۸۴
(۱۰۲۲)	اشرف رحمۃ اللہ علیہ (آف ترنہ)، حاجی محمد	۸۴
(۱۰۲۳)	اشرف رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین پھلواری)، حضرت شاہ	۸۵
(۱۰۲۴)	اشرف علی عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۸۵
(۱۰۲۵)	اصغر حسین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا میاں	۸۶
(۱۰۲۶)	اصغر علی شاہ نیازی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید	۸۶
(۱۰۲۷)	اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ (گجرات)، مولانا	۸۶
(۱۰۲۸)	اعزاز علی امروہی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۸۷
(۱۰۲۹)	آفاق لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حکیم محمد	۸۷
(۱۰۳۰)	افتخار احمد اعوان رحمۃ اللہ علیہ، جناب	۸۸
(۱۰۳۱)	افضل بہاول پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۸۸
(۱۰۳۲)	اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا پیرزادہ	۸۹
(۱۰۳۳)	اقبال بٹ رحمۃ اللہ علیہ (چونڈہ)، جناب محمد	۸۹
(۱۰۳۴)	اقبال رحمۃ اللہ علیہ (پھالیہ)، جناب محمد	۹۰

(۱۰۳۵)	التفات احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین ردو لے مستان شاہ کابلی)، حضرت	۹۰
(۱۰۳۶)	الطاف الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (چاٹگام)، حضرت مولانا مفتی محمد	۹۰
(۱۰۳۷)	الطاف حسین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، جناب سید	۹۱
(۱۰۳۸)	اللہ بخش بہاول نگری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا	۹۲
(۱۰۳۹)	اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ (نور پور نورنگہ)، مولانا	۹۲
(۱۰۴۰)	اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، مولانا	۹۳
(۱۰۴۱)	اللہ داد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۹۳
(۱۰۴۲)	اللہ دتہ رحمۃ اللہ علیہ (جھنگ)، حضرت حاجی	۹۳
(۱۰۴۳)	اللہ ڈتہ چانڈیو رحمۃ اللہ علیہ، جناب	۹۴
(۱۰۴۴)	اللہ ڈتہ چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ، ملک	۹۵
(۱۰۴۵)	اللہ رکھا لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (چیچہ وطنی)، جناب شیخ	۹۵
(۱۰۴۶)	اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ، حافظ	۹۶
(۱۰۴۷)	الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ (ساکن مہند بہاول پور)، مولانا	۹۶
(۱۰۴۸)	الٰہی بخش شہید رحمۃ اللہ علیہ (چنیوٹ)، شیخ	۹۷
(۱۰۴۹)	الیاس رحمۃ اللہ علیہ (جامع مسجد پٹولیاں، لاہور)، مولانا محمد	۹۷
(۱۰۵۰)	الیاس رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، حافظ محمد	۹۸
(۱۰۵۱)	امام الدین رحمۃ اللہ علیہ (جلالپور جٹاں)، جناب حاجی	۹۸
(۱۰۵۲)	امام الدین رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۹۹
(۱۰۵۳)	امام الدین کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ (ضلع سیالکوٹ)، حضرت مولانا	۹۹
(۱۰۵۴)	امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ (علی گڑھ)، مولانا محمد	۱۰۰
(۱۰۵۵)	امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ، جناب چوہدری	۱۰۰
(۱۰۵۶)	امداد الحق ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، مولانا	۱۰۱
(۱۰۵۷)	امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، سید الطائفہ حضرت حاجی	۱۰۱
(۱۰۵۸)	امداد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین شاہ ابو العلا نقشبند)، حضرت پیر	۱۰۳
(۱۰۵۹)	امیر احمد کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۱۰۴
(۱۰۶۰)	امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ (حویلی لکھا)، مبلغ اسلام مولانا	۱۰۴
(۱۰۶۱)	امیر حسن خلف پیر عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ (دہلی)، حضرت	۱۰۵
(۱۰۶۲)	امیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (اجمیر)، حضرت مولانا	۱۰۵
(۱۰۶۳)	امیر علی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، سید	۱۰۵
(۱۰۶۴)	امیر قادری رحمۃ اللہ علیہ (شہید ختم نبوت)، میاں محمد	۱۰۶
(۱۰۶۵)	امین الحق رحمۃ اللہ علیہ (شیخوپورہ)، حضرت مولانا سید محمد	۱۰۶
(۱۰۶۶)	امین الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۱۰۷

(۱۰۶۷)	امین رحمۃ اللہ علیہ (بنگلور)، حضرت مولانا محمد	۱۰۸
(۱۰۶۸)	امین چکوتری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد	۱۰۸
(۱۰۶۹)	امین قادری رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، مولانا مفتی محمد	۱۰۸
(۱۰۷۰)	امین رحمۃ اللہ علیہ (فخر کشمیر)، الحاج محمد	۱۰۹
(۱۰۷۱)	انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، سید	۱۱۳
(۱۰۷۲)	انور رحمۃ اللہ علیہ (شہداد پور)، قاری محمد	۱۱۳
(۱۰۷۳)	انور فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، مولانا محمد	۱۱۳
(۱۰۷۴)	اکبر رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، حافظ محمد	۱۱۴
(۱۰۷۵)	اکرم رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا محمد	۱۱۵
(۱۰۷۶)	اکرم ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ (راولپنڈی)، مولانا حافظ محمد	۱۱۵
(۱۰۷۷)	ایاز خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ (میانوالی)، صوفی محمد	۱۱۶
(۱۰۷۸)	ایوب جان بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۱۱۶
(۱۰۷۹)	ایوب حضروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حکیم محمد	۱۱۷
(۱۰۸۰)	ایک بزرگ رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۷
	(ب)	
(۱۰۸۱)	بادل شاہ بدایونی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مرزا	۱۱۸
(۱۰۸۲)	باز گل رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۱۱۸
(۱۰۸۳)	بدرالدین الفلاییلینی رحمۃ اللہ علیہ (دمشق)، فضیلۃ الشیخ محمد	۱۱۹
(۱۰۸۴)	بدرالدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین پھلواری)، حضرت سید	۱۲۰
(۱۰۸۵)	بدیع الزمان رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۱۲۰
(۱۰۸۶)	برخوردار ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، الحاج ملک	۱۲۱
(۱۰۸۷)	برکت علی لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، ابوانیس صوفی محمد	۱۲۱
(۱۰۸۸)	برکت اللہ رحمۃ اللہ علیہ (ٹالہی)، حاجی	۱۲۲
(۱۰۸۹)	برکت علی مغل رحمۃ اللہ علیہ، مستری	۱۲۳
(۱۰۹۰)	بشیر احمد احرار رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، مرزا	۱۲۴
(۱۰۹۱)	بشیر احمد چشتی گولڑوی حافظ آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حافظ	۱۲۴
(۱۰۹۲)	بشیر احمد رحمۃ اللہ علیہ (چشتیاں)، صوفی	۱۲۵
(۱۰۹۳)	بشیر احمد رحمۃ اللہ علیہ (چیچہ وطنی)، جناب چوہدری	۱۲۵
(۱۰۹۴)	بشیر احمد دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۱۲۶
(۱۰۹۵)	بشیر احمد رضوانی رحمۃ اللہ علیہ، جناب	۱۲۶
(۱۰۹۶)	بشیر احمد سوہدری رحمۃ اللہ علیہ، پیر سید	۱۲۶
(۱۰۹۷)	بشیر احمد صحرائی رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، جناب	۱۲۷

(۱۰۹۸)	بشیر احمد قلندر رحمۃ اللہ علیہ (کنری)، جناب	۱۲۷
(۱۰۹۹)	بشیر احمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، حاجی	۱۲۸
(۱۱۰۰)	بشیر الحق صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۱۲۸
(۱۱۰۱)	بشیر رحمۃ اللہ علیہ (کوٹلی لوہاراں)، مولانا محمد	۱۲۸
(۱۱۰۲)	بشیر مرحوم، مولانا قاری محمد	۱۲۹
(۱۱۰۳)	بڈھن شاہ کلانوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت	۱۳۰
	(پ)	
(۱۱۰۴)	پردل کابلی رحمۃ اللہ علیہ، مولوی	۱۳۰
	(ث)	
(۱۱۰۵)	ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ (حافظ آباد)، ملک	۱۳۱
	(ج)	
(۱۱۰۶)	جان رحمۃ اللہ علیہ (دریا خان)، حضرت صاحبزادہ محمد	۱۳۱
(۱۱۰۷)	جان صابری چشتی مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید صوفی	۱۳۲
(۱۱۰۸)	جعفر بن اسماعیل برزنجی رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اعظم شافعیہ مدینہ منورہ)، حضرت مفتی السید	۱۳۲
(۱۱۰۹)	جلال الدین اکبر شہید رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)	۱۳۵
(۱۱۱۰)	جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید شاہ	۱۳۵
(۱۱۱۱)	جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ (بھیرہ)، مولانا	۱۳۶
(۱۱۱۲)	جلال الدین مشہدی رحمۃ اللہ علیہ، سید محمد	۱۳۶
(۱۱۱۳)	جلال الدین لبید بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ	۱۳۷
(۱۱۱۴)	جمال الدین کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ، قاضی مولانا	۱۳۷
(۱۱۱۵)	جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، حکیم	۱۳۸
(۱۱۱۶)	جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا مفتی	۱۳۸
(۱۱۱۷)	جمیل احمد میواتی رحمۃ اللہ علیہ، پیر طریقت، مولانا	۱۳۹
(۱۱۱۸)	جندوڈہ رحمۃ اللہ علیہ (راجن پور)، حضرت پیر	۱۴۰
	(چ)	
(۱۱۱۹)	چراغ عباسی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خواجہ محمد	۱۴۰
(۱۱۲۰)	چراغ حسن حسرت رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۱۴۱
	(ح)	
(۱۱۲۱)	حامد رحمۃ اللہ علیہ (چاٹگام)، حضرت مولانا مفتی	۱۴۱
(۱۱۲۲)	حبیب احمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ	۱۴۲
(۱۱۲۳)	حبیب الرحمٰن جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۱۴۲
(۱۱۲۴)	حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ فتحیہ لاہور)، مولانا	۱۴۲

(۱۱۲۵)	حبیب الرحمٰن خان کابلی رحمۃ اللہ علیہ	۱۹۳
(۱۱۲۶)	حبیب الرحمٰن خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۱۹۴
(۱۱۲۷)	حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا	۱۹۴
(۱۱۲۸)	حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۱۹۵
(۱۱۲۹)	حبیب الرحمٰن لودھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۲۰۰
(۱۱۳۰)	حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (ویسہ)، مولانا	۲۰۱
(۱۱۳۱)	حبیب الرحمٰن ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۲۰۱
(۱۱۳۲)	حبیب اللہ شاہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۲۰۲
(۱۱۳۳)	حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ (ماموں کانجن)، حافظ	۲۰۳
(۱۱۳۴)	حسن بن کرامت علی بن رستم علی امروہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شیخ محمد	۲۰۳
(۱۱۳۵)	حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید	۲۰۴
(۱۱۳۶)	حسن رئیس رحمۃ اللہ علیہ (لدھیانہ)، مولانا محمد	۲۰۴
(۱۱۳۷)	حسن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (رحیم یارخان)، مفتی محمد	۲۰۵
(۱۱۳۸)	حسین احمد ربانی رحمۃ اللہ علیہ، مولوی	۲۰۵
(۱۱۳۹)	حسین احمد صاحب مردانوی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ	۲۰۵
(۱۱۴۰)	حسین رحمۃ اللہ علیہ (کوٹلہ والے، دہلی)، حضرت مولانا محمد	۲۰۶
(۱۱۴۱)	حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، سید قاری محمد	۲۰۶
(۱۱۴۲)	حسین شاہ مودودی رحمۃ اللہ علیہ (دہلی)، حضرت سید	۲۰۶
(۱۱۴۳)	حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، سید	۲۰۷
(۱۱۴۴)	حسین رحمۃ اللہ علیہ (عبدالحکیم)، مولانا حافظ محمد	۲۰۷
(۱۱۴۵)	حسین رحمۃ اللہ علیہ (گدی نشین حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ)، حضرت محمد	۲۰۷
(۱۱۴۶)	حسین معظم آبادی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ محمد	۲۰۸
(۱۱۴۷)	حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا مفتی محمد	۲۰۸
(۱۱۴۸)	حضرت الدین رحمۃ اللہ علیہ (مبلغ جنوبی افریقہ)، مولانا محمد	۲۰۹
(۱۱۴۹)	حفیظ الدین رحمۃ اللہ علیہ (دوجانہ ضلع رہتک)، حضرت مولانا	۲۰۹
(۱۱۵۰)	حفیظ اللہ رحمۃ اللہ علیہ (بھکر)، مولانا مفتی	۲۱۰
(۱۱۵۱)	حفیظ اللہ سلفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۲۱۰
(۱۱۵۲)	حفیظ رحمۃ اللہ علیہ (قادیان)، محمد	۲۱۱
(۱۱۵۳)	حمید اللہ جان رحمۃ اللہ علیہ (لکی مروت)، مولانا مفتی	۲۱۱
(۱۱۵۴)	حنیف رضا لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب	۲۱۲
(۱۱۵۵)	حیات رحمۃ اللہ علیہ (تربت، بلوچستان)، مولانا محمد	۲۱۳
(۱۱۵۶)	حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ (جلال پور کنکیاں والے)، حضرت سید	۲۱۳

(۱۱۵۷)	حیدر شاہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۱۳
	(خ)	
(۱۱۵۸)	خادم حسین رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، جناب قاری	۲۱۴
(۱۱۵۹)	خان زمان خان رحمۃ اللہ علیہ	۲۱۶
(۱۱۶۰)	خان زمان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۲۱۷
(۱۱۶۱)	خان محمد رحمۃ اللہ علیہ (خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ)، حضرت مولانا	۲۱۷
(۱۱۶۲)	خان محمد کمتر مرحوم، جناب میاں	۲۱۹
(۱۱۶۳)	خدا بخش حضروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۲۱۹
(۱۱۶۴)	خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ، مولوی	۲۲۰
(۱۱۶۵)	خدا بخش ملتانی ثم خیر پوری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ مولانا	۲۲۰
(۱۱۶۶)	خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، مولانا	۲۲۱
(۱۱۶۷)	خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ (کفری وادی سون سکیسر)، مولانا استاذ العلماء	۲۲۳
(۱۱۶۸)	خلف بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اعظم حنابلہ مکہ مکرمہ)، حضرت مفتی	۲۲۴
(۱۱۶۹)	خلیل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، الحاج	۲۲۵
(۱۱۷۰)	خلیل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شیخ الحدیث	۲۲۶
(۱۱۷۱)	خلیل رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، مولانا مفتی محمد	۲۲۷
(۱۱۷۲)	خورشید عالم رحمۃ اللہ علیہ ایڈووکیٹ (حافظ آباد)، چوہدری	۲۲۷
(۱۱۷۳)	خیر اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، الحاج خان	۲۲۸
(۱۱۷۴)	خیر اللہ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ (اوچ شریف)، مولانا	۲۲۸
(۱۱۷۵)	خیر محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ (مدرس الحرم المکی)، مولانا	۲۲۸
	(د)	
(۱۱۷۶)	دل مراد بلوچ رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، حاجی	۲۲۹
(۱۱۷۷)	دوست محمد ساقی رحمۃ اللہ علیہ (چنیوٹ)، مولانا	۲۲۹
(۱۱۷۸)	دیدار علی الوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید	۲۳۰
(۱۱۷۹)	دین محمد خان رحمۃ اللہ علیہ (ڈھاکہ)، حضرت مولانا مفتی	۲۳۰
(۱۱۸۰)	دین محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مستری	۲۳۲
	(ذ)	
(۱۱۸۱)	ذاکر بگوی بھیروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۲۳۲
(۱۱۸۲)	ذکر اللہ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۲۳۳
	(ر)	
(۱۱۸۳)	رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ (شہداد پور)، مولانا قاری	۲۳۴
(۱۱۸۴)	رحمت اللہ مہاجر رحمۃ اللہ علیہ (بٹالہ)، مولانا	۲۳۴

(۱۱۸۵)	رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا	۲۳۵
(۱۱۸۶)	رحیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ (مدرس اکبر آباد)، مولوی محمد	۲۶۸
(۱۱۸۷)	رحیم بخش پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاری	۲۶۸
(۱۱۸۸)	رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ، حاجی	۲۷۱
(۱۱۸۹)	رستم علی خان چشتی رحمۃ اللہ علیہ، مولوی ابوالانوار نواب محمد	۲۷۱
(۱۱۹۰)	رسول خان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۲۷۱
(۱۱۹۱)	رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ (بانی جامعہ فاروقیہ شجاع آباد)، مولانا	۲۷۲
(۱۱۹۲)	رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ تپیدار	۲۷۳
(۱۱۹۳)	رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ نمبردار	۲۷۳
(۱۱۹۴)	رفیق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، حاجی محمد	۲۷۴
(۱۱۹۵)	رفیق پوری رحمۃ اللہ علیہ، جناب محمد	۲۷۴
(۱۱۹۶)	رفیق رحمۃ اللہ علیہ (جوہر آباد)، مولانا محمد	۲۷۵
(۱۱۹۷)	رفیق رحمۃ اللہ علیہ (چھوکر خورد)، مولانا حافظ محمد	۲۷۵
(۱۱۹۸)	رفیق رحمۃ اللہ علیہ (چیچہ وطنی)، مولانا حکیم محمد	۲۷۷
(۱۱۹۹)	رفیق رحمۃ اللہ علیہ (گوجرہ)، حاجی محمد	۲۷۷
(۱۲۰۰)	رمضان پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حافظ محمد	۲۷۷
(۱۲۰۱)	رمضان رحمۃ اللہ علیہ (پنڈ دادنخاں)، جناب محمد	۲۷۸
(۱۲۰۲)	رمضان لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۲۷۸
(۱۲۰۳)	رمضان رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، مولانا محمد	۲۷۹
(۱۲۰۴)	ریاست حسین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۲۷۹
(۱۲۰۵)	ریاست علی شاہ جہانپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۲۷۹
	(ز)	
(۱۲۰۶)	زکریا کراچوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۲۸۰
(۱۲۰۷)	زین العابدین احراری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۲۸۰
(۱۲۰۸)	زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ (پشاور)، شیخ الحدیث مولانا	۲۸۱
	(س)	
(۱۲۰۹)	سراج الدین ڈیروی ثم بھیروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۲۸۲
(۱۲۱۰)	سراج الدین منیر رحمۃ اللہ علیہ، غازی	۲۸۲
(۱۲۱۱)	سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ (کلورکوٹ)، مولانا حافظ	۲۸۳
(۱۲۱۲)	سرداراحمد فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالفضل	۲۸۳
(۱۲۱۳)	سعدالدین غور غشتی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۲۸۴
(۱۲۱۴)	سعید اختر رحمۃ اللہ علیہ ایڈووکیٹ (لاہور)، شیخ	۲۸۴

(۱۲۱۵)	سعید اقبال رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، میاں	۲۸۵
(۱۲۱۶)	سعید الدین شیرکوٹی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۲۸۵
(۱۲۱۷)	سعید الدین رامپوری رحمۃ اللہ علیہ (کانپور)، حضرت مولانا	۲۸۶
(۱۲۱۸)	سعید بن محمد بابصیل رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اعظم شافعیہ، مکہ مکرمہ)، مفتی محمد	۲۸۷
(۱۲۱۹)	سعید رحمۃ اللہ علیہ (حیدرآباد)، الحاج محمد	۲۸۸
(۱۲۲۰)	سعید مدراسی ثم حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد	۲۸۸
(۱۲۲۱)	سلام الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا	۲۹۰
(۱۲۲۲)	سلامت اللہ جیراجپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۲۹۰
(۱۲۲۳)	سلطان احمد رحمۃ اللہ علیہ (جڑانوالہ)، جناب بابا	۲۹۱
(۱۲۲۴)	سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ (اعوان شریف)، قاضی	۲۹۱
(۱۲۲۵)	سلطان محمود جعفر رحمۃ اللہ علیہ (تونسہ شریف)، جناب پروفیسر	۲۹۲
(۱۲۲۶)	سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ (سیالکوٹ)، مولانا	۲۹۳
(۱۲۲۷)	سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، رئیس المحدثین، حضرت مولانا	۲۹۳
(۱۲۲۸)	سلیم نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا پیر محمد	۲۹۶
(۱۲۲۹)	سلیمان احمد علاؤلپوری رحمۃ اللہ علیہ، جناب سید محمد	۲۹۶
(۱۲۳۰)	سلیمان پھگلہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۲۹۷
(۱۲۳۱)	سلیمان طارق رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۲۹۷
(۱۲۳۲)	سونہارا رحمۃ اللہ علیہ، میاں	۲۹۸
(۱۲۳۳)	سکندر خان بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۹۸
(۱۲۳۴)	سیاح الدین کاکاخیل رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی سید	۲۹۹
(۱۲۳۵)	سیف الرحمٰن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۰۰
(۱۲۳۶)	سیف اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)	۳۰۱
	(ش)	
(۱۲۳۷)	شائق احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۰۱
(۱۲۳۸)	شاہ زمان شہید رحمۃ اللہ علیہ (ٹوپی ضلع صوابی)	۳۰۲
(۱۲۳۹)	شبلی جیراجپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولوی ابوعماد محمد	۳۰۲
(۱۲۴۰)	شبیر احمد احرار رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)	۳۰۳
(۱۲۴۱)	شبیر محمد رحمۃ اللہ علیہ (سکھر)، مولانا	۳۰۳
(۱۲۴۲)	شریف الحسن جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید محمد	۳۰۳
(۱۲۴۳)	شریف رحمۃ اللہ علیہ (حاصل پور)، ڈاکٹر محمد	۳۰۴
(۱۲۴۴)	شریف قصوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد	۳۰۴
(۱۲۴۵)	شعیب رحمۃ اللہ علیہ (شیخوپورہ)، مولانا محمد	۳۰۵

(۱۲۴۶)	شفیع رحمۃ اللہ علیہ (رتو کالا تحصیل بھلوال)، مولانا محمد	۳۰۵
(۱۲۴۷)	شفیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۳۰۵
(۱۲۴۸)	شفیع رحمۃ اللہ علیہ (مظفر گڑھ)، مولانا مفتی محمد	۳۰۶
(۱۲۴۹)	شفیع رحمۃ اللہ علیہ (چک نمبر ۱۰۱، کسووال)، میاں حاجی محمد	۳۰۸
(۱۲۵۰)	شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۰۹
(۱۲۵۱)	شمس الدین حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی	۳۱۰
(۱۲۵۲)	شمس الدین مجددی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی محمد	۳۱۱
(۱۲۵۳)	شوکت علی دلدار رحمۃ اللہ علیہ، ڈاکٹر خواجہ محمد	۳۱۲
(۱۲۵۴)	شیر محمد زرگر رحمۃ اللہ علیہ، جناب صوفی	۳۱۳
	(ص)	
(۱۲۵۵)	صابر رحمۃ اللہ علیہ (شیخوپورہ)، مولانا محمد	۳۱۴
(۱۲۵۶)	صابر علی رامپوری رحمۃ اللہ علیہ، جناب حافظ	۳۱۴
(۱۲۵۷)	صابر ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، جناب ڈاکٹر	۳۱۴
(۱۲۵۸)	صاحبداد خان جمالی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی محمد	۳۱۵
(۱۲۵۹)	صادق حسین شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید	۳۱۵
(۱۲۶۰)	صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (گدی نشین رتر چھتر)، حضرت	۳۱۶
(۱۲۶۱)	صادق رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، جناب محمد	۳۱۷
(۱۲۶۲)	صالح بن کمال رحمۃ اللہ علیہ (مفتی الاحناف، مکہ مکرمہ)، حضرت مفتی محمد	۳۱۷
(۱۲۶۳)	صالح محمد چوہان رحمۃ اللہ علیہ (رحیم یار خان)، مولانا	۳۱۸
(۱۲۶۴)	صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ (سرگودھا)، مولانا حافظ	۳۱۹
(۱۲۶۵)	صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ (ہری پور ہزارہ)، مولانا قاضی محمد	۳۱۹
(۱۲۶۶)	صدر الشہید رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۲۲
(۱۲۶۷)	صدیق احمد انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۲۴
(۱۲۶۸)	صدیق رحمۃ اللہ علیہ (ہارون آباد)، مستری محمد	۳۲۴
	(ض)	
(۱۲۶۹)	ضیاء الحق دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (مدرس مدرسہ امینیہ دہلی)، مولانا	۳۲۴
(۱۲۷۰)	ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ (اوکاڑہ)، مولانا	۳۲۵
(۱۲۷۱)	ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ (بھوئی گارڈ اٹک)، مولانا قاضی	۳۲۵
	(ط)	
(۱۲۷۲)	طاؤس رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۳۲۷
(۱۲۷۳)	طاہر رحمۃ اللہ علیہ پنج پیر، شیخ التفسیر مولانا محمد	۳۲۷
(۱۲۷۴)	طفیل احرار رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، جناب چوہدری محمد	۳۲۸

(۱۲۷۵)	طفیل ہنگامی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، جناب حاجی محمد	۳۳۰
	(ظ)	
(۱۲۷۶)	ظہور الحسن رامپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۳۱
(۱۲۷۷)	ظہور الحق رحمۃ اللہ علیہ (دارالعلوم کبیر والا)، حضرت مولانا	۳۳۱
	(ع)	
(۱۲۷۸)	عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ (دیوبند)، جناب حاجی سید محمد	۳۳۲
(۱۲۷۹)	عابد رحمۃ اللہ علیہ (میلسی)، جناب	۳۳۳
(۱۲۸۰)	عابدین رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اعظم جمہوریہ شام)، الشیخ ابوالیسیر	۳۳۳
(۱۲۸۱)	عارف اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ (راولپنڈی)، مولانا سید	۳۳۴
(۱۲۸۲)	عارف سیال رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۳۳۴
(۱۲۸۳)	عالم جرار رحمۃ اللہ علیہ (شکارپور)، مولانا محمد	۳۳۵
(۱۲۸۴)	عباس بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ مولانا محمد	۳۳۶
(۱۲۸۵)	عباس رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد	۳۳۶
(۱۲۸۶)	عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (چیچہ وطنی)، حضرت مولانا	۳۳۶
(۱۲۸۷)	عبدالجبار کلکتوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب قاضی	۳۳۷
(۱۲۸۸)	عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ (مانسہرہ)، مولانا	۳۳۷
(۱۲۸۹)	عبدالحفیظ بہاری رحمۃ اللہ علیہ (دربھنگہ)، مولانا	۳۳۹
(۱۲۹۰)	عبدالحفیظ رحمۃ اللہ علیہ (ساہیوال)، جناب حاجی	۳۳۹
(۱۲۹۱)	عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا	۳۳۹
(۱۲۹۲)	عبدالحق امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، جناب حکیم	۳۴۱
(۱۲۹۳)	عبدالحق غازی رحمۃ اللہ علیہ، جناب	۳۴۱
(۱۲۹۴)	عبدالحق قادری رحمۃ اللہ علیہ (غور غشتی)، مولانا علامہ	۳۴۲
(۱۲۹۵)	عبدالحلیم مردانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۴۳
(۱۲۹۶)	عبدالحمید انصاری لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۴۳
(۱۲۹۷)	عبدالحمید بٹ رحمۃ اللہ علیہ، جناب	۳۴۴
(۱۲۹۸)	عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، مفسر قرآن حضرت مولانا	۳۴۴
(۱۲۹۹)	عبدالحمید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولوی	۳۴۵
(۱۳۰۰)	عبدالحنان رحمۃ اللہ علیہ (اوکاڑہ)، مولانا	۳۴۵
(۱۳۰۱)	عبدالحنان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (راولپنڈی)، مولانا	۳۴۶
(۱۳۰۲)	عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری رحمۃ اللہ علیہ، جناب	۳۴۶
(۱۳۰۳)	عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد	۳۴۷
(۱۳۰۴)	عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ (بانی دارالعلوم کبیر والا)، مولانا	۳۴۷

(۱۳۰۵)	عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ (کوٹلہ رحم علی شاہ)،مولانا	۳۴۸
(۱۳۰۶)	عبدالخالق ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ،مولانا قاضی	۳۴۸
(۱۳۰۷)	عبدالدیان دامانی رحمۃ اللہ علیہ،مولانا	۳۴۹
(۱۳۰۸)	عبدالرب رحمۃ اللہ علیہ (دہلی)،مولانا	۳۵۰
(۱۳۰۹)	عبدالرحمن بن ابي الشعیب برکاتی رحمۃ اللہ علیہ (مراکش)،فضیلۃ الشیخ	۳۵۰
(۱۳۱۰)	عبدالرحمن پوربی رحمۃ اللہ علیہ،مولانا حافظ	۳۵۱
(۱۳۱۱)	عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)،مولانا	۳۵۱
(۱۳۱۲)	عبدالرحمن جمالی رحمۃ اللہ علیہ (سانگھڑ عمرکوٹ)،مولانا	۳۵۲
(۱۳۱۳)	عبدالرحمن غازی جہلمی رحمۃ اللہ علیہ،جناب	۳۵۴
(۱۳۱۴)	عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ (چنوں موم)،مولانا حافظ	۳۵۵
(۱۳۱۵)	عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ (حسن ابدال)،مولانا حکیم	۳۵۶
(۱۳۱۶)	عبدالرحمن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ،مولانا	۳۵۶
(۱۳۱۷)	عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ (راہوں والے)،جناب چوہدری	۳۵۷
(۱۳۱۸)	عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ (راہوں والے)،مولوی	۳۵۷
(۱۳۱۹)	عبدالرحمن سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ،مولانا	۳۵۸
(۱۳۲۰)	عبدالرحمن شاہ چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ،مولانا پیر سید	۳۵۸
(۱۳۲۱)	عبدالرحمن قاسمی رحمۃ اللہ علیہ (چکوال)،مولانا صاحبزادہ	۳۵۹
(۱۳۲۲)	عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ (کلروالی)،مولانا	۳۵۹
(۱۳۲۳)	عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ (کیمبل پور)،مولانا	۳۵۹
(۱۳۲۴)	عبدالرحمن ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ،مولانا مفتی محمد	۳۶۰
(۱۳۲۵)	عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ (ہموکہ وجھ ضلع سرگودھا)،جناب قاری	۳۶۱
(۱۳۲۶)	عبدالرحیم چاچڑ رحمۃ اللہ علیہ،مولانا	۳۶۱
(۱۳۲۷)	عبدالرحیم غزنوی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ،مولانا سید	۳۶۱
(۱۳۲۸)	عبدالرحیم گورداسپوری رحمۃ اللہ علیہ،جناب خواجہ	۳۶۲
(۱۳۲۹)	عبدالرحیم نعمانی رحمۃ اللہ علیہ،مولانا	۳۶۳
(۱۳۳۰)	عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ (فورٹ عباس)،جناب صوفی	۳۶۳
(۱۳۳۱)	عبدالرشید ارشد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ،مولانا حافظ	۳۶۳
(۱۳۳۲)	عبدالرشید انور رحمۃ اللہ علیہ،جناب حکیم	۳۶۴
(۱۳۳۳)	عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)،مولانا قاری	۳۶۵
(۱۳۳۴)	عبدالرشید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ،مولانا	۳۶۵
(۱۳۳۵)	عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)،مولانا	۳۶۶
(۱۳۳۶)	عبدالستار توحیدی رحمۃ اللہ علیہ،مولانا	۳۶۷

(۱۳۳۷)	عبدالستار دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (سالار احرار)، جناب چوہدری	۳۶۷
(۱۳۳۸)	عبدالستار قادری رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، جناب شیخ	۳۶۸
(۱۳۳۹)	عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، مولانا مفتی	۳۶۸
(۱۳۴۰)	عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ (ساکن قادیان)، جناب ڈاکٹر	۳۶۹
(۱۳۴۱)	عبدالسلام ہزاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حکیم	۳۶۹
(۱۳۴۲)	عبدالسمیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۷۰
(۱۳۴۳)	عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ (آزاد کشمیر)، حضرت مولانا مفتی	۳۷۱
(۱۳۴۴)	عبدالشکور طوروی رحمۃ اللہ علیہ (خطیب مرکزی جامع مسجد کوئٹہ)، مولانا	۳۷۲
(۱۳۴۵)	عبدالشکور کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۷۳
(۱۳۴۶)	عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (نبی بخش [نمبردار بٹالہ])، جناب منشی	۳۷۳
(۱۳۴۷)	عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (رتوڈیرو ضلع لاڑکانہ)، مولانا	۳۷۷
(۱۳۴۸)	عبدالعزیز ایرانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۷۸
(۱۳۴۹)	عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (بانی دارالعلوم فیض محمدی فیصل آباد)، مولانا	۳۷۸
(۱۳۵۰)	عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (بیگووال)، جناب چوہدری	۳۷۸
(۱۳۵۱)	عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (دینانگر)، حضرت مولانا	۳۷۹
(۱۳۵۲)	عبدالعزیز رحیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۷۹
(۱۳۵۳)	عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (زراعتی فارم ساہیوال)، حضرت مولانا	۳۸۲
(۱۳۵۴)	عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (قادیان)، جناب حکیم	۳۸۲
(۱۳۵۵)	عبدالعزیز شاد رحمۃ اللہ علیہ (ساہیوال)، مولانا	۳۸۸
(۱۳۵۶)	عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (شہداد پور)، مولانا	۳۸۹
(۱۳۵۷)	عبدالعزیز لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۸۹
(۱۳۵۸)	عبدالعزیز لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۹۰
(۱۳۵۹)	عبدالعزیز محدث سیالوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۹۰
(۱۳۶۰)	عبدالعزیز محدث رحمۃ اللہ علیہ (لدھیانہ)، مولانا	۳۹۱
(۱۳۶۱)	عبدالعلی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۹۱
(۱۳۶۲)	عبدالعلی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (فاضل دیوبند)، مولانا	۳۹۲
(۱۳۶۳)	عبدالعلیم جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، مولانا	۳۹۲
(۱۳۶۴)	عبدالعلیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا پیر جی	۳۹۲
(۱۳۶۵)	عبدالعلیم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۹۳
(۱۳۶۶)	عبدالعلیم رحمۃ اللہ علیہ (مسجد شیخ لاہوری)، مولانا محمد	۳۹۴
(۱۳۶۷)	عبدالغفار رحمۃ اللہ علیہ (بنگلور)، حضرت مولانا	۳۹۴
(۱۳۶۸)	عبدالغفار خان رامپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۹۴

(۱۳۶۹)	عبدالغفار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۹۵
(۱۳۷۰)	عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ سانگلوی ثم ہارون آبادی، جناب ڈاکٹر	۳۹۵
(۱۳۷۱)	عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ محمد آبادی اعظم گڑھی، مولانا	۳۹۵
(۱۳۷۲)	عبدالغنی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حکیم	۳۹۶
(۱۳۷۳)	عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ (جانشین حضرت قاضی اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ، بنگلور)، حضرت مولانا	۳۹۶
(۱۳۷۴)	عبدالغنی ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۹۶
(۱۳۷۵)	عبدالغنی فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۹۷
(۱۳۷۶)	عبدالغنی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، جناب بابا	۳۹۷
(۱۳۷۷)	عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ (کنری، عمرکوٹ)، مولانا حافظ	۳۹۸
(۱۳۷۸)	عبدالقادر اعظم گڑھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۳۹۹
(۱۳۷۹)	عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ پیارم پیٹی، حضرت مولانا	۳۹۹
(۱۳۸۰)	عبدالقادر حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۳۹۹
(۱۳۸۱)	عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ (بنگلور)، حضرت قاضی شاہ	۴۰۰
(۱۳۸۲)	عبدالقوی رحمۃ اللہ علیہ (اعظم گڑھ)، مولانا	۴۰۰
(۱۳۸۳)	عبدالقوی لقمان رحمۃ اللہ علیہ، جناب ڈاکٹر	۴۰۱
(۱۳۸۴)	عبدالقیوم پوپلزئی رحمۃ اللہ علیہ (پشاور)، حضرت مولانا مفتی	۴۰۱
(۱۳۸۵)	عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ (چیچہ وطنی)، حضرت پیر جی	۴۰۱
(۱۳۸۶)	عبداللطیف شاہ رحمۃ اللہ علیہ (خلف حاجی نجم الدین شاہ)، حضرت سید	۴۰۲
(۱۳۸۷)	عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۰۲
(۱۳۸۸)	عبداللطیف مظفرنگری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۰۳
(۱۳۸۹)	عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ (ٹوپیاں والا)، جناب	۴۰۳
(۱۳۹۰)	عبداللطیف کلاچی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی	۴۰۴
(۱۳۹۱)	عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ (مدرس علی گڑھ)، مولانا	۴۰۴
(۱۳۹۲)	عبداللہ پسروری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۰۵
(۱۳۹۳)	عبداللہ پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا میر	۴۰۵
(۱۳۹۴)	عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ تلونڈی والے، حضرت مولانا	۴۰۵
(۱۳۹۵)	عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (تونسہ شریف)، قاری محمد	۴۰۶
(۱۳۹۶)	عبداللہ شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۴۰۷
(۱۳۹۷)	عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (گجرات)، مولوی محمد	۴۰۷
(۱۳۹۸)	عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، ابواحمد حضرت مولانا	۴۰۸
(۱۳۹۹)	عبداللہ مانسہروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا	۴۰۸
(۱۴۰۰)	عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، مستری محمد	۴۰۹

(۱۴۰۱)	عبداللہ مینگل رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، حاجی محمد	۴۰۹
(۱۴۰۲)	عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (ٹیلر ماسٹر)، جناب	۴۱۲
(۱۴۰۳)	عبداللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد	۴۱۲
(۱۴۰۴)	عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (کلکتہ)، شمس العلماء مفتی محمد	۴۱۳
(۱۴۰۵)	عبدالماجد رحمۃ اللہ علیہ، میر سید	۴۱۳
(۱۴۰۶)	عبدالمالک بالاکوٹی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۴۱۴
(۱۴۰۷)	عبدالمالک عباسی مرحوم (ہری پور)، جناب قاری	۴۱۵
(۱۴۰۸)	عبدالمالک قریشی رحمۃ اللہ علیہ، پیر طریقت حضرت خلیفہ	۴۱۶
(۱۴۰۹)	عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ بازارگی (ضلع سوات)، مولانا	۴۱۷
(۱۴۱۰)	عبدالمجید خان جھجروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۱۷
(۱۴۱۱)	عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ (پیرآف دیول شریف)، جناب پیر	۴۱۸
(۱۴۱۲)	عبدالمجید سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۱۸
(۱۴۱۳)	عبدالمجید عباسی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۱۹
(۱۴۱۴)	عبدالمجید لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۱۹
(۱۴۱۵)	عبدالمجید پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۱۹
(۱۴۱۶)	عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ (کوٹ نجیب اللہ، ہزارہ)، مولانا	۴۲۰
(۱۴۱۷)	عبدالمقتدر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۲۰
(۱۴۱۸)	عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ بڑیچ، حاجی	۴۲۱
(۱۴۱۹)	عبدالمنان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۲۱
(۱۴۲۰)	عبدالواحد مردانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۲۱
(۱۴۲۱)	عبدالواحد ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب سائیں	۴۲۲
(۱۴۲۲)	عبدالواحد اخوند خطی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۲۲
(۱۴۲۳)	عبدالواحد پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۲۴
(۱۴۲۴)	عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ (چیچہ وطنی)، حضرت مولانا	۴۲۵
(۱۴۲۵)	عبدالواحد شفیق درخواستی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۲۵
(۱۴۲۶)	عبدالواحد غزنوی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۲۵
(۱۴۲۷)	عبدالواسع لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، حضرت مولانا	۴۲۶
(۱۴۲۸)	عبدالوہاب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، جناب پیر	۴۲۷
(۱۴۲۹)	عبدالوہاب کانپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا	۴۲۷
(۱۴۳۰)	عبدالکریم ابدالوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالفیض	۴۲۸
(۱۴۳۱)	عبدالکریم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۲۸
(۱۴۳۲)	عبدالکریم متھلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی سید	۴۲۹

(۱۴۳۳)	عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ (کلاچی)، مولانا قاضی	۴۳۱
(۱۴۳۴)	عبدالکریم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۳۲
(۱۴۳۵)	عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ (خطیب مسجد دربار محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ اوچ شریف)، مولانا	۴۳۲
(۱۴۳۶)	عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ اشرفیہ لاہور)، حضرت مولانا	۴۳۳
(۱۴۳۷)	عبیداللہ علوی رحمۃ اللہ علیہ (ڈیرہ غازی خان)، مولانا قاضی مفتی	۴۳۴
(۱۴۳۸)	عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ (محبت پور)، جناب صوفی	۴۳۴
(۱۴۳۹)	عبیداللہ مدراسی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاضی	۴۳۴
(۱۴۴۰)	عتیق الرحمٰن ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ، صاحبزادہ قاری	۴۳۵
(۱۴۴۱)	عثمان بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ داغستانی مفتی اعظم احناف (مدینہ منورہ)، حضرت	۴۳۶
(۱۴۴۲)	عثمان علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا	۴۴۰
(۱۴۴۳)	عرض محمد رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، مولانا	۴۴۰
(۱۴۴۴)	عزیزالدین پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا	۴۴۱
(۱۴۴۵)	عزیزالرحمٰن جامعی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۴۱
(۱۴۴۶)	عزیزالرحمٰن ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۴۱
(۱۴۴۷)	عطاءاللہ چٹھہ رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، جناب حکیم	۴۴۲
(۱۴۴۸)	عطاءاللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۴۳
(۱۴۴۹)	عطاءاللہ گھوٹو رحمۃ اللہ علیہ، جناب حافظ	۴۴۳
(۱۴۵۰)	علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ (خانیوال)، جناب حافظ	۴۴۴
(۱۴۵۱)	علوی ابن عباس مالکی رحمۃ اللہ علیہ (مدینہ منورہ)	۴۴۵
(۱۴۵۲)	علی بن طاہر الوتری الحسینی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (مدینہ منورہ)، حضرت شیخ محمد	۴۴۸
(۱۴۵۳)	علی بھوپڑی واعظ رحمۃ اللہ علیہ، جناب محمد	۴۵۱
(۱۴۵۴)	علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۴۵۲
(۱۴۵۵)	علی حسین رحمۃ اللہ علیہ (کچھوچھا)، حضرت	۴۵۲
(۱۴۵۶)	علی خان خادم رحمۃ اللہ علیہ، جناب صوفی	۴۵۲
(۱۴۵۷)	علی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۴۵۳
(۱۴۵۸)	علی قصوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۴۵۵
(۱۴۵۹)	علی رحمۃ اللہ علیہ (لورالائی)، جناب حاجی مولوی محمد	۴۵۶
(۱۴۶۰)	علی نعمت رحمۃ اللہ علیہ (ساکن پھلوار ضلع پٹنہ)، مولانا	۴۵۶
(۱۴۶۱)	علی رحمۃ اللہ علیہ نمبردار (قادیان)، جناب چوہدری محمد	۴۵۷
(۱۴۶۲)	عمردین شادلدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب چوہدری	۴۵۸
(۱۴۶۳)	عمرسید خان رحمۃ اللہ علیہ، جناب	۴۵۹
(۱۴۶۴)	عنایت اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۵۹

(۱۴۶۵)	عنایت الٰہی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۹۰
(۱۴۶۶)	عیسیٰ سندھی رحمۃ اللہ علیہ، قاری محمد	۴۹۰
(۱۴۶۷)	عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ (لکھنو فرنگی محلی)، مولانا	۴۹۰
	(غ)	
(۱۴۶۸)	غریب شاہ رحمۃ اللہ علیہ، جناب سید	۴۹۱
(۱۴۶۹)	غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی	۴۹۲
(۱۴۷۰)	غلام العلی قصوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۹۲
(۱۴۷۱)	غلام اللہ قصوری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۹۳
(۱۴۷۲)	غلام جان قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، مفتی محمد	۴۹۳
(۱۴۷۳)	غلام جلال الدین جلال گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، پیر سید	۴۹۴
(۱۴۷۴)	غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالدرجات	۴۹۴
(۱۴۷۵)	غلام حبیب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (چکوال)، مولانا پیر	۴۹۵
(۱۴۷۶)	غلام حسین رحمۃ اللہ علیہ (جھنگ)، مولانا مفتی	۴۹۵
(۱۴۷۷)	غلام حسین شاہ ٹھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت	۴۹۵
(۱۴۷۸)	غلام حسین رحمۃ اللہ علیہ (لیہ)، مولانا	۴۹۶
(۱۴۷۹)	غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ ایڈووکیٹ (بٹالہ)، مولوی	۴۹۶
(۱۴۸۰)	غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ، حاجی شیخ	۴۹۸
(۱۴۸۱)	غلام دین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۴۹۸
(۱۴۸۲)	غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ (رحیم یار خان)، مولانا	۴۹۹
(۱۴۸۳)	غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ (مانسہرہ)، حضرت مولانا	۴۹۹
(۱۴۸۴)	غلام رسول امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۵۰۰
(۱۴۸۵)	غلام رسول بغوی رحمۃ اللہ علیہ (مدرس دیوبند)، مولانا	۵۰۰
(۱۴۸۶)	غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ (خانپور ضلع شکار پور)، جناب صوفی	۵۰۱
(۱۴۸۷)	غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ (ساہیوال)، علامہ مولانا	۵۰۱
(۱۴۸۸)	غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ (سمندری والے)، مولانا	۵۰۲
(۱۴۸۹)	غلام رسول سیالوی رحمۃ اللہ علیہ (محمدی شریف)، مولانا	۵۰۲
(۱۴۹۰)	غلام رسول شوق رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۵۰۳
(۱۴۹۱)	غلام رسول شہید رحمۃ اللہ علیہ (چیچہ وطنی)، جناب	۵۰۴
(۱۴۹۲)	غلام رسول نیازی رحمۃ اللہ علیہ، جناب حاجی	۵۰۴
(۱۴۹۳)	غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ (سکھر)، جناب حاجی	۵۰۴
(۱۴۹۴)	غلام سرور شاہ نقوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ (بدلی، رحیم یار خان)، جناب سید	۵۰۵
(۱۴۹۵)	غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ، جناب مفتی	۵۰۵

(۱۴۹۶)	غلام سرور نقوی رحمۃ اللہ علیہ ایڈووکیٹ (ڈیرہ غازی خان)، جناب سید	۵۰۶
(۱۴۹۷)	غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، جناب ڈاکٹر	۵۰۶
(۱۴۹۸)	غلام سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب خواجہ	۵۰۷
(۱۴۹۹)	غلام صادق رحمۃ اللہ علیہ (راولپنڈی)، جناب منشی	۵۰۷
(۱۵۰۰)	غلام صادق لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب حاجی	۵۰۷
(۱۵۰۱)	غلام عائشہ بی بی رحمۃ اللہ علیہا	۵۰۸
(۱۵۰۲)	غلام علی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۵۱۵
(۱۵۰۳)	غلام غوث آربانوی رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، مولانا	۵۱۶
(۱۵۰۴)	غلام قادر اشرفی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۵۱۶
(۱۵۰۵)	غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ (خیر پور ٹامیوالی)، حضرت مولانا مفتی	۵۱۷
(۱۵۰۶)	غلام قادر ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۵۲۱
(۱۵۰۷)	غلام محمد احرار رحمۃ اللہ علیہ (حافظ آباد)، جناب حکیم	۵۲۲
(۱۵۰۸)	غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ (انگہ)، جناب کپتان	۵۲۲
(۱۵۰۹)	غلام محمد جالندھری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حافظ	۵۲۳
(۱۵۱۰)	غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ (چوٹی زرین)، مولانا	۵۲۳
(۱۵۱۱)	غلام محمد فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۵۲۴
(۱۵۱۲)	غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ (ڈیرہ غازی خان)، مولانا	۵۲۴
(۱۵۱۳)	غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ (اسلام آباد)، مولانا	۵۲۵
(۱۵۱۴)	غلام محی الدین گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، پیر سید	۵۲۵
(۱۵۱۵)	غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، جناب مفتی	۵۲۶
(۱۵۱۶)	غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ (حسن ابدال)، پیر سید	۵۲۶
(۱۵۱۷)	غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ، صوفی حضرت شیخ	۵۲۷
(۱۵۱۸)	غلام مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی	۵۲۷
(۱۵۱۹)	غلام معین الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب خواجہ	۵۲۸
(۱۵۲۰)	غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، مولانا قاری	۵۲۹
(۱۵۲۱)	غلام نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب خواجہ	۵۳۰
(۱۵۲۲)	غلام نقشبند پسروری رحمۃ اللہ علیہ، جناب الحاج صوفی	۵۳۶
	(ف)	
(۱۵۲۳)	فاروق احمد بہاول پوری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی	۵۳۶
(۱۵۲۴)	فاروق خانپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۵۳۷
(۱۵۲۵)	فخر الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ (مدرس مدرسہ شاہی مراد آباد)، مولانا سید	۵۳۸
(۱۵۲۶)	فضل احمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا	۵۳۹

(۱۵۲۷)	فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حافظ	۵۳۹
(۱۵۲۸)	فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ (مہتمم مدرسہ مظہرالاسلام کھڈہ)، مولانا	۵۴۰
(۱۵۲۹)	فضل الرحمٰن پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۵۴۰
(۱۵۳۰)	فضل خالق مرحوم، مولانا	۵۴۰
(۱۵۳۱)	فضل دین چشتی رحمۃ اللہ علیہ (موضع فضل والا، گورداسپور)، قاری	۵۴۱
(۱۵۳۲)	فضل رازق رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۵۴۱
(۱۵۳۳)	فضل شاہ جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ، پیر سید محمد	۵۴۲
(۱۵۳۴)	فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ (مسکین پور)، پیرطریقت حضرت مولانا	۵۴۲
(۱۵۳۵)	فضل محمد رحمۃ اللہ علیہ (فقیروالی)، حضرت مولانا	۵۴۳
(۱۵۳۶)	فضل کریم نیازی رحمۃ اللہ علیہ (غازی پور)، حضرت مولانا	۵۴۴
(۱۵۳۷)	فقیراللہ رحمۃ اللہ علیہ (جتوئی)، مولانا	۵۴۴
(۱۵۳۸)	فقیراللہ رحمۃ اللہ علیہ (مدرسہ نصرت الاسلام بنگلور)، حضرت مولانا	۵۴۴
(۱۵۳۹)	فقیرمحمد نیازی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۵۴۵
(۱۵۴۰)	فہیم احمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ، جناب قاضی	۵۴۵
(۱۵۴۱)	فیروزالدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (کاہنہ نو)، جناب خواجہ	۵۴۶
(۱۵۴۲)	فیض احمد چانڈیو رحمۃ اللہ علیہ، جناب ڈاکٹر	۵۴۶
(۱۵۴۳)	فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ (بھیں ضلع چکوال)، مولانا	۵۴۷
(۱۵۴۴)	فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اعظم بنگلہ دیش)، مولانا	۵۴۸
(۱۵۴۵)	فیض علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید	۵۴۹
(۱۵۴۶)	فیض محمد خان جتوئی رحمۃ اللہ علیہ، سردار	۵۴۹
	(ق)	
(۱۵۴۷)	قادیان کے مقامی لوگ	۵۵۰
(۱۵۴۸)	قاسم رضوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب سید	۵۵۱
(۱۵۴۹)	قاسم رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین شاہ معین الدین شاہ حیدرآباد دکن)، حضرت محمد	۵۵۲
(۱۵۵۰)	قطب الدین غورغشتی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث مولانا	۵۵۲
(۱۵۵۱)	قطب علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (دیوگڑھ)، حضرت	۵۵۲
(۱۵۵۲)	قطبی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا پیر	۵۵۳
(۱۵۵۳)	قمرالدین چوہان رحمۃ اللہ علیہ، فدائے احرار مولانا	۵۵۳
(۱۵۵۴)	قمرالدین لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب شیخ	۵۵۳
(۱۵۵۵)	قیام الدین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی حافظ	۵۵۴
	(گ)	
(۱۵۵۶)	گل بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ (مردان)، مولانا سید	۵۵۴

(۱۵۵۷)	گل حسن شاہؒ (میرٹھ)، حضرت مولانا	۵۵۵
(۱۵۵۸)	گل زمان مرحوم، جناب راجہ	۵۵۵
(۱۵۵۹)	گل شیر شہیدؒ، مولانا محمد	۵۵۶
(۱۵۶۰)	گوربخش سنگھ، ڈاکٹر اور پنڈت دھرت رام	۵۵۸
	(ل)	
(۱۵۶۱)	لطافت حسین شاہؒ (سجادہ نشین لوادا)، حضرت	۵۵۹
(۱۵۶۲)	لطف اللہ مردانیؒ، حضرت مولانا محمد	۵۵۹
	(م)	
(۱۵۶۳)	مالک شہیدؒ، جناب محمد	۵۶۰
(۱۵۶۴)	مبارک حسین سنبھلیؒ، حضرت مولانا	۵۶۰
(۱۵۶۵)	متین ہاشمیؒ، مولانا سید محمد	۵۶۱
(۱۵۶۶)	مجاہد خان پشاوریؒ، مولانا محمد	۵۶۲
(۱۵۶۷)	محمد بخش بزدارؒ، مولانا	۵۶۲
(۱۵۶۸)	محمد بن شیخ حسینؒ (مفتی اعظم مالکیہ مکہ مکرمہ)، مولانا مفتی	۵۶۳
(۱۵۶۹)	محمد بن عبدالقادر باشہ فتنی حنفیؒ (پٹنہ)، مولانا	۵۶۴
(۱۵۷۰)	محمد شاہ امروٹیؒ، مولانا سید	۵۶۶
(۱۵۷۱)	محمد غازیؒ، حضرت مولانا	۵۶۶
(۱۵۷۲)	مسکینؒ (اٹک)، جناب محمد	۵۶۷
(۱۵۷۳)	محمد یارؒ (کہروڑپکا)، حضرت صوفی	۵۶۷
(۱۵۷۴)	محمود احمد شاہؒ (دیپالپور)، مولانا سید	۵۶۸
(۱۵۷۵)	محمود تونسویؒ، جناب خواجہ	۵۶۸
(۱۵۷۶)	محمود حسن سہوانیؒ، مولانا	۵۶۹
(۱۵۷۷)	محمود شاہؒ (سجادہ نشین بہار)، حضرت سید	۵۷۰
(۱۵۷۸)	محمود شاہ گجراتیؒ، مولانا سید	۵۷۰
(۱۵۷۹)	محی الدین احمد قصوریؒ، مولانا	۵۷۰
(۱۵۸۰)	محی الدینؒ (ڈھاکہ)، حضرت مولانا مفتی	۵۷۱
(۱۵۸۱)	مختار عمرؒ، مولانا میاں محمد	۵۷۲
(۱۵۸۲)	مدرار اللہ نقشبندیؒ، حضرت مولانا	۵۷۲
(۱۵۸۳)	مرید احمدؒ M.L.A، جناب قاضی	۵۷۴
(۱۵۸۴)	مستعان شاہؒ (جے پور)، حضرت مولانا	۵۷۵
(۱۵۸۵)	مسعود علی آزاد لکھنویؒ، مولانا	۵۷۵
(۱۵۸۶)	مصباح اللہ شاہؒ، مولانا سید	۵۷۵

(۱۵۸۷)	مصطفیٰ کمال التازری رحمۃ اللہ علیہ (رئیس الشئون الدنیہ تیونس)، فضیلۃ الشیخ	۵۷۶
(۱۵۸۸)	مطلع الانوار رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۵۷۶
(۱۵۸۹)	مطیع اللہ رشیدی رحمۃ اللہ علیہ (ساہیوال)، مولانا	۵۷۷
(۱۵۹۰)	مظہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین لوادہ)، حضرت سید	۵۷۷
(۱۵۹۱)	مظہر قیوم رحمۃ اللہ علیہ (مکان شریف ضلع گورداسپور)، جناب	۵۷۸
(۱۵۹۲)	معراج الدین رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، جناب سالار	۵۷۹
(۱۵۹۳)	معصوم شاہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ابوسعید (رامپور)، حضرت محمد	۵۸۰
(۱۵۹۴)	معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۵۸۰
(۱۵۹۵)	مقبول احمد بڈانی رحمۃ اللہ علیہ (خیر پور سادات)، جناب سردار	۵۸۰
(۱۵۹۶)	مقبول احمد رحمۃ اللہ علیہ (جھنگ)، جناب حاجی	۵۸۰
(۱۵۹۷)	مقصود علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (شاہ جہانپور)، مولانا سید	۵۸۱
(۱۵۹۸)	مناظر حسین نظر رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا ڈاکٹر	۵۸۱
(۱۵۹۹)	منصور علی خان مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۵۸۱
(۱۶۰۰)	منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ (چھوکر خورد)، مولانا حافظ	۵۸۲
(۱۶۰۱)	منظور الحق رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، الحاج صوفی	۵۸۳
(۱۶۰۲)	منظور الٰہی رحمۃ اللہ علیہ (سیالکوٹ)، جناب ملک	۵۸۴
(۱۶۰۳)	منور حسن صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا	۵۸۴
(۱۶۰۴)	منور شاہ رحمۃ اللہ علیہ (گوڑ گانواں)، حضرت	۵۸۵
(۱۶۰۵)	منور علی رام پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۵۸۵
(۱۶۰۶)	موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، جناب حکیم محمد	۵۸۶
(۱۶۰۷)	موسیٰ سیال رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۵۸۶
(۱۶۰۸)	موضع مسانیاں	۵۸۷
(۱۶۰۹)	میر عالم خان لغاری رحمۃ اللہ علیہ، جناب سردار	۵۸۷
(۱۶۱۰)	میرک شاہ رحمۃ اللہ علیہ (فورٹ سنڈیمن)، مولانا سید	۵۹۰
	(ن)	
(۱۶۱۱)	ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ، جناب	۵۹۰
(۱۶۱۲)	ناظر حسن رحمۃ اللہ علیہ (مدرس مدرسہ عربیہ فتح پوری دہلی)، مولانا محمد	۵۹۳
(۱۶۱۳)	ناہید جہان لودھی مرحومہ، محترمہ	۵۹۳
(۱۶۱۴)	نبیہ حسن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۵۹۳
(۱۶۱۵)	نثار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (الور)، حضرت سید	۵۹۴
(۱۶۱۶)	نذر حسن رحمۃ اللہ علیہ (ٹھیکیدار)، جناب حاجی	۵۹۴
(۱۶۱۷)	نذر محی الدین رحمۃ اللہ علیہ (بٹالہ)، جناب سید	۵۹۴

(۱۶۱۸)	نذیر احمد سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (ثم رحیم یار خان)، مولانا	۵۹۵
(۱۶۱۹)	نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ (شکر گڑھ ضلع سیالکوٹ)، مولانا	۵۹۶
(۱۶۲۰)	نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا قاری	۵۹۶
(۱۶۲۱)	نذیر حسین ولد امیر علی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا	۶۰۰
(۱۶۲۲)	نظام الدین چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا	۶۰۰
(۱۶۲۳)	نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین نیاز احمد بریلی)، حضرت علامہ	۶۰۱
(۱۶۲۴)	نواب آف چھتاری رحمۃ اللہ علیہ	۶۰۱
(۱۶۲۵)	نواب دین رحمۃ اللہ علیہ، مفتی مولانا	۶۰۱
(۱۶۲۶)	نواب علی خان رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، جناب چوہدری	۶۰۲
(۱۶۲۷)	نواز شیخ رحمۃ اللہ علیہ (واصو ضلع جھنگ)، حافظ محمد	۶۰۲
(۱۶۲۸)	نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۶۰۲
(۱۶۲۹)	نور احمد رحمۃ اللہ علیہ (ساکن کھائی کوٹلی ضلع جہلم)، مولانا	۶۰۴
(۱۶۳۰)	نور احمد رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا	۶۰۵
(۱۶۳۱)	نور الحسن رحمۃ اللہ علیہ (کیلیا نوالے)، جناب سید	۶۰۵
(۱۶۳۲)	نور الحق پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا	۶۰۵
(۱۶۳۳)	نور الدین امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۶۰۶
(۱۶۳۴)	نور محمد اچکزئی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا الحاج	۶۰۶
(۱۶۳۵)	نور محمد باغی رحمۃ اللہ علیہ (خانپور ضلع رحیم یار خان)، جناب	۶۰۷
(۱۶۳۶)	نور محمد رحمۃ اللہ علیہ (قلعہ دیدار سنگھ)، مولانا قاضی	۶۰۷
(۱۶۳۷)	نور محمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۶۰۸
(۱۶۳۸)	نور محمد مسلم رحمۃ اللہ علیہ، جناب حکیم	۶۰۸
(۱۶۳۹)	نور محمد رحمۃ اللہ علیہ (مظفر گڑھ)، مولانا حکیم	۶۰۹
(۱۶۴۰)	نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ	۶۰۹
(۱۶۴۱)	نور محمد رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، شیخ الحدیث مولانا	۶۱۰
(۱۶۴۲)	نیک محمد رحمۃ اللہ علیہ (امرتسر)، مولانا	۶۱۱
	(و)	
(۱۶۴۳)	واجد علی شاہ فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید	۶۱۲
(۱۶۴۴)	وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (مقام دیوا ضلع لکھنؤ)، حضرت حاجی	۶۱۲
(۱۶۴۵)	وجیہہ رحمۃ اللہ علیہ (حیدر آباد)، جناب مفتی محمد	۶۱۳
(۱۶۴۶)	وزیر الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین مخدوم الور)، حضرت	۶۱۳
(۱۶۴۷)	وصی احمد سورتی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۶۱۴
(۱۶۴۸)	ولی احمد ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا	۶۱۴

(۱۶۴۹)	ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (انّی والے)، مولانا	۶۱۵
(۱۶۵۰)	ولی النبی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (رامپور)، حضرت مولانا	۶۱۵
(۱۶۵۱)	ولی محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۶۱۵
(۱۶۵۲)	ولی محمد شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، جناب سید	۶۱۶
(۱۶۵۳)	وکیل احمد رحمۃ اللہ علیہ، جناب پروفیسر سید	۶۱۶
	(ک)	
(۱۶۵۴)	کامران رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، جناب محمد	۶۱۷
(۱۶۵۵)	کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ (شاہ جہانپور)، حضرت مولانا محمد	۶۱۸
(۱۶۵۶)	کرامت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۶۱۹
(۱۶۵۷)	کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ (جام پور)، مولانا	۶۱۹
(۱۶۵۸)	کریم بخش سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۶۱۹
(۱۶۵۹)	کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ (چارسدہ)، جناب حاجی	۶۲۰
(۱۶۶۰)	کنج بہاری لال عرف ربِ قادیان	۶۲۱
(۱۶۶۱)	کے.ایل گابا	۶۲۲
	(ہ)	
(۱۶۶۲)	ہدایت حسین رحمۃ اللہ علیہ (ڈھاکہ)، مولانا	۶۲۳
	(ی)	
(۱۶۶۳)	یٰسین جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۶۲۳
(۱۶۶۴)	یحییٰ بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی	۶۲۴
(۱۶۶۵)	یحییٰ سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۶۲۴
(۱۶۶۶)	یعقوب ربانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۶۲۵
(۱۶۶۷)	یعقوب رحمۃ اللہ علیہ (ساکن بھانبڑی)، جناب محمد	۶۲۷
(۱۶۶۸)	یعقوب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد ختم نبوت محمد	۶۲۸
(۱۶۶۹)	یعقوب ہوشیارپوری رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، جناب شیخ محمد	۶۲۹
(۱۶۷۰)	یوسف الحسینی رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، مولانا محمد	۶۲۹
(۱۶۷۱)	یوسف السید ہاشم الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ (وزیرالدولۃ کویت)، فضیلۃ الشیخ	۶۳۰
(۱۶۷۲)	یوسف خان کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۶۳۰
(۱۶۷۳)	یوسف رام پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	۶۳۱
(۱۶۷۴)	یوسف رحمانی رحمۃ اللہ علیہ (خانیوال)، مولانا محمد	۶۳۱
(۱۶۷۵)	یوسف سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد	۶۳۲
(۱۶۷۶)	یوسف سیال رحمۃ اللہ علیہ، جناب حافظ محمد	۶۳۲
(۱۶۷۷)	یوسف ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حاجی محمد	۶۳۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض مؤلف

الحمد للہ و کفٰی و سلام علٰے عبادہ الذین اصطفٰے. اما بعد!

اپریل ۲۰۱۶ء میں ’’چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ‘‘ کے نام پر تین جلدوں میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی شعبہ نشرواشاعت سے کتاب شائع ہوئی۔ اس کی پہلی جلد میں عالمی مجلس کے مرکزی امراء، نائب امراء، مرکزی نظمائے اعلٰی، مرکزی صدر المبلغین، مرکزی مجلس شوریٰ کے اراکین اور مبلغین حضرات پر مشتمل ایک سو اٹھارہ (۱۱۸) حضرات کا تذکرہ شامل اشاعت تھا اور یہ ایک جلد پانچ صد بارہ (۵۱۲) صفحات پر محیط تھی۔ تینوں جلدیں نو سو چوالیس (۹۴۴) حضرات کے تذکرہ پر مشتمل تھیں اور ان کے کل صفحات سولہ سو بہتر (۱۶۷۲) تھے۔ پہلی جلد کا اشاریہ حروف تہجی کے اعتبار سے الف سے یاء تک علیحدہ تھا اور دوسری دونوں جلدوں کا اشاریہ ایک ساتھ تسلسل کے ساتھ الف سے یاء پر مشتمل تھا۔ گویا من وجہ جلد اوّل علیحدہ تھی جو صرف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں کے تذکرہ پر مشتمل تھی اور من وجہ یہ کتاب کا پہلا حصہ تھی۔

کتاب کے چھپ کر آنے پر معلوم ہوا کہ (۱) مناظر اسلام، یادگار زمانہ، نامور شخصیت جن کا سب سے پہلے ’’فتویٰ تکفیر قادیان‘‘ میں فتویٰ شامل تھا حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ (۲) سب سے پہلے جنہوں نے ملعون قادیان مرزا قادیانی کی جنم بھومی قادیان میں جا کر جماعتی سطح پر قادیانوں کے خلاف کام کرنے کی داغ بیل ڈالی تھی۔ رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ (۳) قادیان میں مجلس احرار اسلام کل ہند کے شعبہ تبلیغ کی ٹیم فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ، مولانا رحمت اللہ مہاجرؒ، مولانا عبدالکریم مباہلہؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، جناب ماسٹر تاج الدین انصاریؒ اور دیگر وغیرہم کے ساتھ ہراوّل دستہ میں شامل کام کرنے والے مولانا عنایت اللہ چشتی مرحوم اور (۴) ہمارے مخدوم استاذ القراء حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتیؒ جنہوں

نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ ایسے حضرات کا تذکرہ کتاب میں شامل ہونے سے رہ گیا ہے تو چوتھی جلد کی فوری اشاعت کا داعیہ شدت سے پیدا ہوا۔ اعلان کیا گیا کہ رفقاء ''ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ'' میں مزید شامل حضرات کے تذکرے بھجوائیں۔ بعض حضرات نے محض کتاب میں شامل حضرات کے تذکرہ میں شمولیت کی خاطر بعض حضرات کے تذکرے بھجوائے۔ بعض مختصر اور بعض تفصیلی تھے۔ بعض بہ تکلف شامل کئے گئے تھے۔ ان سب پر نظر ثانی یا کانٹ چھانٹ یا حذف و ترمیم کے تقاضا کو پورا کیا کہ اس کے بغیر چارہ نہ تھا۔ بعض دوستوں نے بہت مدد کی۔ مثلاً مولانا توصیف احمد (مبلغ حیدرآباد)، مولانا محمد علی صدیقی مرحوم (میرپور خاص)، مولانا خبیب احمد (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، مولانا عبدالحکیم نعمانی (چیچہ وطنی)، جناب عزیز الرحمٰن رحمانی (ملتان)، مولانا محمد وسیم اسلم (ملتان)، مولانا عبدالعزیز لاشاری (تونسہ شریف)، جناب اورنگ زیب اعوان (ہری پور)، جناب ڈاکٹر عمر فاروق احرار (تلہ گنگ)، جناب اعجاز احمد (ایبٹ آباد)۔ ان حضرات نے بہت سارے نئے حضرات کے تذکرے بھجوائے جس نے جو بھجوایا انہی کے نام سے شامل اشاعت کیا۔ کہیں بھجوانے والے کا نام رہ گیا ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔

مجلس احرار اسلام کے مرکزی نائب امیر جناب سید محمد کفیل بخاری مدظلہ نے ماہنامہ ''الاحرار'' ملتان کی مکمل فائل مہیا کر دی۔ اس میں سے جن حضرات کی وفیات پر حضرت مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاری مرحوم نے تعزیتی نوٹ لکھے تھے وہ لئے گئے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم اور احسان کا معاملہ فرمایا کہ سب سے بڑی ایک اور جلد تیار ہوگئی اور اس مضمون کی ابتداء میں مذکور چار حضرات میں سے اوّل کے تین حضرات پر جامع مقالے اس جلد میں جمع ہوگئے۔

قارئین یقین فرمائیے بعض کام ایسے ہوتے ہیں کہ کام کرنے والے کا اپنا دل بھی گواہی دیتا ہے کہ یہ بہت ہی مقبول عمل ہے۔ دلی خوشی سے اس توقع کا رحمت باری تعالیٰ کے صدقہ میں اظہار کرتا ہوں کہ یہ عمل بھی انہیں اعمال میں سے ہے۔ کتاب جلد چھپ جاتی لیکن فقیر کے تبلیغی لگاتار اسفار جو مہینہ بھر سے بھی زیادہ دورانیے پر مشتمل تھے اور دفتر مرکزیہ میں مہینہ مہینہ تک

ٹک کر بیٹھنے کا موقعہ نہ مل پایا، ورنہ یہ کتاب پہلے منصۂ شہود پر آجاتی۔ لیجئے! اب بھی ’’دیر آید درست آید‘‘ پر محمول فرمالیجئے تو مہربانی۔

اس کا نام علیحدہ سے ’’گلستان ختم نبوت کے گلہائے رنگا رنگ‘‘ تجویز کیا ہے تاکہ جن کے پاس پہلی تین جلدیں نہ ہوں وہ اس کتاب کو نامکمل نہ سمجھیں یا جن کے پاس یہ جلد نہ ہو وہ پہلے کی تین جلدوں کے سیٹ کو نامکمل نہ سمجھیں۔ مضامین اور شخصیات کے اعتبار سے ہر ایک جداجدا کتاب ہے۔ البتہ چونکہ موضوع اور منہج ایک ہے اس لئے فہرست میں اس جلد کے نمبرات کو پہلی تین جلدوں سے آگے کے نمبرات سے شروع کیا ہے۔ اس وقت تک ان چاروں جلدوں میں پونے سترہ سو حضرات کا تذکرہ آگیا ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ عرض کروں کہ پوری قادیانیت نے مل کر زور لگایا کہ مرزا قادیان کی ملعونیت یعنی قادیانیت کی پشتیبانی کرنے والوں کے حالات جمع کریں وہ اتنے نہیں کر پائے جتنے ایک گنہگار، ظلوم وجہول پندرھویں صدی کے ایک فدائے ختم نبوت کے ہاتھوں ملعون قادیان کو دن میں تارے دکھانے والوں کے حالات یکجاء کرادیئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجالاتا ہوں اور اس عمل کو بھی محض توفیق ایزدی کا مرہون منت یقین کرتے ہوئے توقع نجات اور مغفرت کی بشارت سے اپنی طبیعت کو خوشیوں سے لبالب پاتا ہوں۔

مزید حضرات کے حالات جمع کرنے کے لئے فہرست بن گئی ہے۔ کوشش جاری ہے۔ ہوگا وہی جو اللہ رب العزت کو منظور ہے۔ خدا کرے کہ سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر سے قبل یہ کتاب چھپ جائے۔ وما ذالک علے اللہ بعزیز!

لیجئے! مولانا عزیز الرحمٰن ثانی اب آپ کو اللہ تعالیٰ شائع کرنے کی ہمت ارزاں فرمائیں۔ آمین!

والسلام!

محتاج دعا: (مولانا) اللہ وسایا

۶؍محرم الحرام ۱۴۳۹ھ/ ۲۷؍ستمبر ۲۰۱۷ء

قبل از الصباح، ملتان

(الف)

(۹۴۵)

ابراہیم آروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد

آرہ، ہند کے حضرت مولانا محمد ابراہیم نامور بزرگ عالم دین اور ربانی علوم کے وارث مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ ملعون قادیان کے خلاف آپ کا فتویٰ شائع ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کی فہرست پر ان کو ۲۳ نمبر پر درج کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو انجام آتھم ص ۶۹)

(۹۴۶)

ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بردوانے، مولانا محمد

مولانا محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ، جناب فضل حق مرحوم کے فرزند تھے۔ موضع بانڈہ موڑا ضلع بردوان کے آپ رہنے والے تھے۔ ۱۳۳۰ھ میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث حاصل کی۔ اصلاحی تعلق حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم کیا۔ علامہ شبیر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی قابلیت کی وجہ سے خصوصی اسناد سے نوازا۔ دار العلوم دیوبند کی طرف سے تشکیل پر آپ نے مدرسہ مظہر العلوم ضلع بہار، مدرسہ احمدیہ ضلع بھیربوم، مدرسہ ضیاء العلوم کانپور میں تشنگان علوم دین کو خوب سیراب کیا۔ درس دین کے ساتھ دار الافتاء کی بھی مصروفیت رہی۔ حضرت مولانا سہول خان رحمۃ اللہ علیہ نے ”القول الصحیح فی مکائد المسیح“ کے عنوان سے ملعون قادیان کے متعلق مشاہیر علماء سے استفتاء طلب کیا تو آپ نے جواب استفتاء پر دستخط فرمائے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۴۹)

(۹۴۷)

ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات: ۲۷؍دسمبر ۱۹۶۷ء)

جامع المعقول والمنقول، ہزاروں علماء کرام کے استاذ تھے۔ آپ نے تسلسل کے ساتھ پچاس سال دارالعلوم دیوبند میں خدمات سرانجام دیں۔ آپ بہت ہی فاضل یگانہ شخصیت تھے۔ حضرت شیخ الہند کے شاگرد رشید تھے۔ متعدد فتاویٰ جو مرزا قادیانی کے خلاف شائع ہوئے ان پر آپ کے دستخط ہیں۔

(۹۴۸)

ابراہیم پراچہ رحمۃ اللہ علیہ (کوہاٹ)، حضرت حاجی محمد

(وفات: جنوری ۱۹۸۰ء)

کوہاٹ کے حضرت حاجی محمد ابراہیم پراچہ نامور مذہبی رہنما تھے۔ ہر تحریک میں پیش پیش رہے۔ تحریک ختم نبوت کے لئے صف اوّل میں رہتے تھے۔ ان کا بھرپور کردار رہا۔ حق تعالیٰ ان پر رحمتوں کی بارش نازل فرمائیں۔

(۹۴۹)

ابراہیم خادم رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات: جولائی ۱۹۶۷ء)

تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد کے معروف شاعر حریت، مجاہد ملت مولانا محمد ابراہیم خادم ۱۹۳۱ء میں مجلس احرار سے وابستہ ہوئے۔ پاکستان بننے کے بعد سے وفات تک ختم نبوت کی تمام جدوجہد میں صف اوّل میں رہے۔ آپ قادرالکلام عوامی پنجابی شاعر تھے۔ اخلاص وایثار کا مجسمہ، ختم نبوت کے پاسبان، اہل حدیث رہنما، خوبیوں ومحبتوں کا مجسمہ تھے۔

(۹۵۰)

ابراہیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حکیم مولانا مفتی

(وفات: رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ)

حکیم مفتی ابراہیم دہلوی کی پیدائش راندھیر میں ہوئی۔ راندھیر، سورت شہر کے مضافات کا علاقہ ہے۔ مقامی شہر کے علماء کرام سے تحصیل علم کے بعد دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ وہاں تکمیل علم کی سعادت حاصل کی۔ فن طب سیکھنے کے لئے دہلی کا سفر کیا اور وہاں کے مشہور حکیم شفاء الملک حکیم رضی الدین سے طب سیکھی۔ درس وتدریس کے ساتھ علاج ومعالجہ کو بھی اپنا مشغلہ بنائے رکھا۔ جب علماء دیوبند نے فتویٰ ''تکفیر قادیان'' کے عنوان سے مشاہیر علماء کو استفتاء ارسال کیا تب آپ نے مدرسہ حسینیہ میں دوران تدریس مرزا قادیانی کے خلاف یہ فتویٰ جاری کیا تھا کہ: ''فرقہ قادیانی قطعاً منکر آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ اور اجماع امت کا ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ان سے مناکحت یقیناً ناجائز اور باطل ہے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۷۲)

(۹۵۱)

ابراہیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب کو بھی انجام آتھم کے ص۷۰ نمبر۴۸ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۹۵۲)

ابراہیم قادری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

موصوف مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ بھی رہے اور جمعیۃ علماء اسلام میں بھی کام کیا۔

۳۱ر جنوری ۱۹۶۰ء کے ترجمان اسلام میں ان کے دورہ کی رپورٹ چھپی ہے۔

(۹۵۳)

ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ (ٹنڈو الہ یار)، حاجی محمد

(وفات: ۳۱؍دسمبر ۲۰۰۲ء)

ٹنڈو الہ یار سندھ کے فدائے ختم نبوت حضرت حاجی محمد ابراہیم تھے۔ زندگی بھر عقیدہ ختم نبوت کے لئے ساعی رہے۔ ہر سال ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے لئے قافلہ لے کر ٹنڈو الہ یار سے تشریف لاتے تھے۔ ان کا وجود عقیدہ ختم نبوت کی چلتی پھرتی دعوت سے عبارت تھا۔

(۹۵۴)

ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ (ڈنڈے والا)، مولانا محمد

(وفات: ۱۱؍فروری ۱۹۸۲ء)

مولانا محمد ابراہیم ضلع مانسہرہ کے علاقہ اگی کے علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے خسر مولانا غلام محی الدین سے ابتدائی کتب پڑھیں۔ پھر ایبٹ آباد کا کول کے مدرسہ میں مولانا محمد یعقوب صاحب سے منتہی کتب پڑھیں۔ پھر لاہور تشریف لائے۔ یہاں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی زلفوں کے ایسے اسیر ہوئے کہ پہلے مجلس احرار اسلام میں آزادی وطن کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ پھر ختم نبوت کے لئے پابجولاں ہوئے۔ پھر جمعیۃ علماء اسلام میں شرکت فرمائی۔ مقامی عہدوں سے لے کر صوبائی عہدوں پر براجمان رہے۔ انارکلی تلوار والی مسجد میں خطیب مقرر ہوئے۔ یہیں سے جنازہ اٹھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء میں لاہور میں تحریک کے الاؤ کو روشن رکھنے کے لئے دل وجان سے قائدانہ کردار کے حامل رہے۔ آپ کا خاندان پیروؤں کا خاندان تھا۔ گھنیلا والے بزرگ ان کو کہا جاتا ہے۔ شنید یہ ہے کہ حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے والد معظم شاہ کا بھی روحانی تعلق اس خاندان سے رہا ہے۔ مولانا محمد ابراہیم وصال کے وقت لاہور جمعیۃ علماء اسلام کے امیر تھے۔ تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں بھرپور کردار ادا کیا۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبیداللہ انور رحمۃ اللہ علیہ

کے مشیران میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا عبدالرحمٰن وصال کے وقت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرپرست تھے۔

(۹۵۵)

ابوالحسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (المعروف حافظ محمد ثانی)، حافظ مولانا محمد

(وفات:۲۱؍فروری ۱۹۰۷ء)

آپ موضع پنج گرائیں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ کھوکھر برادری کے چشم و چراغ تھے۔ مولانا میاں نذیر حسین دہلوی سے حدیث شریف پڑھی۔ آپ نے ملعون قادیان کی تردید میں اس کی زندگی میں ضخیم کتاب لکھی جس کا نام ’’بجلی آسمانی برسر دجال قادیانی‘‘ ہے۔ اللہ رب العزت کو منظور ہے تو ’’محاسبہ قادیانیت‘‘ کی کسی جلد میں شائع کرنے کا ارادہ ہے۔

(۹۵۶)

ابوالمؤید امروہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا ابوالمؤید امروہی کو بھی انجام آتھم کے ص۷۰ نمبر۳۵ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۹۵۷)

ابوالوفا نعمانی شاہ جہان پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا ابوالوفاء نعمانی شاہ جہان پوری اپنے وقت کے جلیل القدر عالم دین اور مناظر اسلام تھے۔ قدرت نے علم و فضل کی صلاحیتوں سے انہیں مالامال فرمایا تھا۔ آپ معروف زمانہ مقدمہ بہاول پور میں بھی پیش ہوئے تھے اور عدالت میں جلال الدین شمس قادیانی کے بیان کا جواب الجواب مولانا ابوالوفاء نعمانی شاہ جہان پوری نے لکھا جو ۱۰؍مئی ۱۹۳۴ء کو بحیثیت مختار

مسمات غلام عائشہ مدعیہ کے عدالت میں جمع کرایا گیا۔ ’’مقدمہ مرزائیہ بہاول پور‘‘ کی تیسری جلد اسی بیان پر مشتمل ہے جو چھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں جلال الدین شمس نے قادیانیوں کے مسلمان ہونے کے جو دلائل تراشے سب کو تار تار کر کے قادیانیوں کے کفریہ عقائد کو طشت از بام کیا گیا اور پھر جو مغالطے اس قادیانی بیان میں تھے ایک ایک کر کے سب کو ھباءً منثوراً کیا گیا۔ یہ سب مولانا ابوالوفاء نعمانی شاہ جہان پوری کے علم وفضل اور آپ کی خداداد صلاحیتوں اور قادیانی فتنہ سے متعلق آپ کی بھرپور علمی مضبوط گرفت کی دلیل ہے۔ اس بیان کے اوّل میں ناشر نے تعارف میں یہ لکھا کہ: ’’جلال الدین شمس مختار مدعیٰ علیہ (قادیانی) کی تحریری بحث کا براہین ساطع ودلائل قاطع سے نہایت مدلل وجامع جواب پیش کر کے فرقہ ضالہ مرزائیہ کا کفروارتداد پورے عالم میں ابیض من الطمس کردیا۔‘‘

مولانا ابوالوفاء نعمانی اس قادیانی تحریری بحث کا جواب دینے کے لئے بطور خاص دیوبند سے تشریف لائے تھے اور دیانتداری کی بات ہے جواب کیا لکھا کہ تردید قادیانیت پر لکھی گئی علم وعرفان کی یہ عظیم دستاویز اسلامی تاریخ میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

۲۱-۲۳ر اکتوبر ۱۹۳۴ء کو مجلس احرار اسلام ہند کے زیراہتمام قادیان میں قادیانیوں کے خلاف جو کانفرنس منعقد ہوئی اس میں مولانا ابوالوفاء نعمانی شاہ جہان پوری نہ صرف شریک ہوئے بلکہ آپ کی تقریر ہوئی اور کانفرنس کی سب سے پہلی قرارداد جس میں قادیانیوں کے مسلمانوں سے مردم شماری میں علیحدہ اندراج کرنے کے لئے حکومت انگریز سے مطالبہ کیا گیا، وہ قرارداد مولانا ظفر علی خان نے پیش کی تھی اور مولانا ابوالوفاء شاہ جہان پوری نے اس کی تائید فرمائی تھی۔ دوسرے تائید کنندہ مولانا محمد مسعود زیروی اور تیسرے تائید کنندہ مولانا محمد مسلم عثمانی دیوبندی تھے۔ یاد رہے کہ دوسری قرارداد جو چوہدری ظفر اللہ خان کو وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل سے ہٹانے کی تھی وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کی تھی۔ مولانا محمد مظہر قیوم سجادہ نشین مکان شریف ضلع گورداسپور، مولانا ظہور احمد بگوی بھیرہ، مولانا حکیم نورالدین لائل پور، مولانا ظہورالحق شاہ کرنال، مولانا محمد بخش خطیب راولپنڈی، چوہدری عبدالرحمٰن ایم.ایل.سی ضلع جالندھر نے اس کی تائید کی تھی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین! (۲۴ر اکتوبر ۱۹۳۴ء، روزنامہ زمیندار لاہور)

مولانا ابوالوفاء نعمانی شاہ جہان پوری ۱۳۶۱ھ، ۱۳۶۲ھ دو سال دارالعلوم دیوبند کے ناظم تبلیغ بھی رہے۔ زہے نصیب!

(۹۵۸)

احتشام الحق آسیا آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

(شہادت: ۲۴؍جولائی ۲۰۱۶ء)

۲۴؍جولائی ۲۰۱۶ءکو مولانا احتشام الحق آسیا آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے صاحبزادہ کو فجر کی نماز کے بعد دہشت گردی کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا گیا۔ مولانا احتشام الحق نامور عالم دین، فاضل اجل، مفتی، مصنف اور دانشور تھے۔ آپ نے جامعۃ الرشید کراچی میں مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تعلیم مکمل کی۔ آپ کی بیعت کا تعلق بھی مولانا مفتی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ آپ نے ان سے افتاء کا کورس بھی مکمل کیا۔ مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ ''احسن الفتاویٰ'' کی تبویب وتخریج بھی آپ کا کارنامہ ہے۔ آپ نے ایک ضخیم سوانح عمری اپنے شیخ اور استاذ مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر فرمائی۔ آپ مکران تربت کے رہنے والے تھے۔ اپنے استاذ کے نام پر یہاں بہت بڑا جامعہ رشیدیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ آپ بہت ہی صاحب علم شخصیت تھے۔ آپ نے اس دوردراز علاقہ میں بہت بڑی قابل قدر لائبریری بھی قائم کی۔ اس علاقہ کے فتنہ ذکریوں کے خلاف آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ اپنے زمانہ میں اس فتنہ کے خلاف آپ اتھارٹی مانے جاتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دل وجان سے قدردان تھے۔ کوئٹہ یا اسلام آباد تشریف آوری کے موقع پر ہمیشہ مجلس کے دفاتر میں آپ کا قیام ہوتا تھا۔ بہت اچھے دوست تھے۔ مولانا قاضی اللہ یار خان، سید امین گیلانی کے ہمراہ فقیر کو مولانا مرحوم کے ادارہ کے ایک جلسہ ختم نبوت میں شرکت کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ نے اپنے علاقہ کی جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ شہادت کے وقت بھی آپ جمعیۃ علماء اسلام ضلع تربت کی امارت کے منصب پر فائز تھے۔ حق تعالیٰ آپ کو اپنی جوار رحمت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ ان کی وفات اس دور میں علم وعمل کی وفات ہے۔ اس لئے کہ وہ عالم باعمل تھے۔

(۹۵۹)

احسان الحق رحمۃ اللہ علیہ (راولپنڈی)، مولانا قاضی

(وفات: ۲۰ر ستمبر ۱۹۹۲ء)

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان کے بڑے صاحبزادہ اور جانشین مولانا قاضی احسان الحق نے والد مرحوم کی روایات کو پروان چڑھایا۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کسی سے کم نہ تھے۔ سپریم کورٹ ۱۹۸۵ء میں قادیانی مسلم تنازعات پر مبنی کیسوں کی پیشی پر تشریف لاتے۔ اپنے والد گرامی کے ساتھ اٹک اشاعت العلوم میں محوخواب ہیں۔

(۹۶۰)

احسان الحق قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حافظ

آپ شمس آباد ضلع اٹک کی اعوان برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ شرق پور شریف میں پڑھتے رہے۔ جامعہ رضویہ فیصل آباد سے دورۂ حدیث کیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور حصہ لیا۔ منڈی وار برٹن سے گرفتار ہوئے۔ کئی ماہ جیل کاٹی۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی حصہ لیا۔ جمعیۃ علماء پاکستان کے ممتاز رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ نیز آپ نے ردقادیانیت پر فتویٰ ''مرزائی کا جنازہ اور مسلمان'' میں صورت مسئولہ پر یہ جواب تحریر کیا۔ ''غلام احمد قادیانی اور اس کو نبی یا مجدد ماننے والے سب کے سب دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور مرتدین ہیں۔ انہیں مسلمان جاننا یا مرنے کے بعد دعائے مغفرت کرنا نماز جنازہ پڑھنا یا پڑھانا کفر وارتداد ہے۔ ایسوں پر تجدید اسلام وتجدید نکاح لازم وضروری ہے۔ ورنہ اہل اسلام پر فرض ہے کہ ان سے قطع تعلق کریں۔ حضرت مجیب مسؤل کا جواب بالکل درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم!''

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۴۲۴)

(۹۶۱)

احسان دانش رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، شاعر اسلام

(وفات: ۲۲؍مارچ ۱۹۸۲ء)

نامور قومی شاعر، اسلام کے خادم اور ترجمان، مسلمانوں کے جذبات کے آئینہ دار، قومی کارکن جن کا انگ انگ عشق رسالت مآب ﷺ میں ڈوبا ہوا تھا۔ عقیدۂ توحید وعقیدۂ ختم نبوت اور اصلاح معاشرہ کے لئے قوم میں جو روح پھونکی قوم مدتوں ان کی زیر بار رہے گی۔

(۹۶۲)

احسن شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات: ۲۸؍ستمبر ۱۹۷۷ء)

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد اور احسن العلوم حافظ والا تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان کے بانی تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے عمر بھر بزرگوں کے ساتھ رہے۔

(۹۶۳)

احمد الدین رحمۃ اللہ علیہ (ضلع جہلم)، مولانا

(ولادت: ۸؍جولائی ۱۸۵۲ء ...... وفات: ۸؍مئی ۱۹۲۹ء)

حضرت مولانا احمد الدین صاحب، مولانا غلام حسین کے ہاں اپنے آبائی وطن موضع لبولہ ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا شمار اپنے علاقہ کے جید علماء میں ہوتا تھا۔ چنانچہ آپ نے مروجہ دینی علوم کی کتب اپنے والد سے پڑھیں۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے آپ نے ۱۲۹۸ھ میں حجاز مقدس کا سفر کیا۔ وہاں پر آپ نے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر جید عرب علماء سے تفسیر، حدیث، فقہ کے علوم حاصل کر کے واپس وطن تشریف لائے۔ آپ نے علم

طب میں بھی کمال حاصل کیا۔حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔جالی والی مسجد چکوال میں تدریس کی۔اگست ۱۹۰۰ء میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، مرزا قادیانی کے ساتھ مناظرہ کی غرض سے لاہور تشریف لے گئے تو مولانا احمدالدین بھی آپ کے علماء ہمرکاب میں شامل تھے۔چکوال میں تدفین ہوئی۔

(۹۶۴)

احمدالدین رحمۃ اللہ علیہ (سکنہ بھوئی گارڈ)،مولانا

حضرت مولانا احمدالدین ضلع اٹک کے مردم خیز موضع بھوئی گارڈ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا امیر حمزہ اور عم بزرگوار مولانا محمد شفیع قریشی کا شمار اپنے زمانہ کے نامور علماء میں ہوتا ہے۔مولانا احمدالدین صاحب نے علوم اسلامیہ کی ابتدائی کتب اپنے والد صاحب اور چچا سے پڑھیں اور درس نظامی کی تکمیل حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔آپ اکثر سفر حضر میں حضرت پیر صاحب کے ساتھ رہے۔موضع برہ زئی،حضرو میں ایک دینی اجتماع سے واپسی پر گڑھی افغاناں کے مقام پر معمولی بخار ہوا اور ابدی سفر پر روانہ ہوگئے۔آپ ایک جید عالم تھے اور حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نہ صرف شاگرد تھے بلکہ مرید صادق بھی تھے۔ مرزا قادیانی سے ہونے والے مناظرہ لاہور اگست ۱۹۰۰ء میں شرکت کے لئے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں گولڑہ شریف سے ساتھ گئے۔

(۹۶۵)

احمدالدین رحمۃ اللہ علیہ (سکنہ جسیال، چکوال)،حضرت مولانا

آپ موضع جسیال تلہ گنگ میں مولانا قاضی غلام مرتضیٰ جسیالوی کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ضلع چکوال کے جید عالم دین تھے۔آپ نے دینی تعلیم مولانا قاضی خادم حسین علوی دھرابی اور مولانا حاجی عبدالباقی کرسالوی سے حاصل کی۔چشتیہ سلسلہ کے بزرگ حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔جسیال کی مرکزی مسجد میں تدریس دین میں وقت گزرا۔آپ کے شاگردوں میں حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی آتا ہے۔حضرت مولانا قاضی زاہد

الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ ''درۂ زاہدیہ برفرقہ احمدیہ'' میں قادیانیت کی بابت پوچھے گئے ایک فتویٰ کے جواب میں علماء جہلم کی فہرست میں اس فتویٰ پر آپ کا نام اور دستخط بھی موجود ہیں۔
(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۲۸۷)

(۹۶۶)

احمد الدین رحمۃ اللہ علیہ (سکنہ جواہر، چکوال)، مولانا

۲۵ تا ۲۷/اگست ۱۹۰۰ء بادشاہی مسجد لاہور میں ہندوستان کے علماء ومشائخ کا جو عظیم الشان اجتماع مرزا قادیانی کے مقابلہ کے لئے ہوا تھا۔ اس میں مولانا احمد الدین سکنہ جواہر بھی شامل تھے۔ اس جلسہ کے اختتام پر جو قراردادیں منظور کی گئیں اس کے مسودہ پر ۵۷ ویں نمبر پر مولانا احمد الدین نے دستخط ثبت کئے۔ مہر منیر کے ص ۲۳۸ پر اس کی نقل موجود ہے۔

(۹۶۷)

احمد الدین واعظ رحمۃ اللہ علیہ (دھرابی ضلع چکوال)، مولانا

(وفات: ۱۹۰۷ء)

مولانا احمد الدین واعظ، محمد شاہ باز خان دھرابی ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔ ضلع چکوال اور ضلع اٹک کی درسگاہوں کے اساتذہ سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد درس وتدریس میں مشغول ہوئے۔ تھوڑی ہی مدت میں وعظ وخطابت کے میدان میں داخل ہوئے۔ خطاب سے میدان مناظرہ کے شہوار بنے۔ بہت بڑے مناظر بنے اور آپ کی خطابت کا ڈنکا پنجاب بھر میں بجنے لگا۔ بس اوقات عشاء کے بعد خطاب شروع ہوتا تو فجر کی اذانوں کو جا پہنچتا۔ مرزائیت پر بھی آپ کے خطابی حملوں نے عوام الناس میں شہرت اختیار کی۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ میں داخل ہوئے اور قربت واستفادہ حاصل کیا۔ آپ کو اپنے گاؤں دھرابی کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

(۹۶۸)

احمد اللہ قاسمی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا پیر

(وفات: ۱۳۰۴ھ)

مولانا پیر صدیق اللہ قاسمی امرتسری کے ایک صاحبزادے پیر احمد اللہ قاسمی امرتسری نہایت ذہین عالم دین تھے۔ سید سعید احمد اندرابی کشمیری اور مولانا قطب الدین امرتسری سے آپ نے تکمیل علوم کی۔ منشی محمد دین فوق لاہوری نے تاریخ اقوام کشمیر میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ مولانا احمد اللہ امرتسری وہ مجاہد عالم دین تھے جنہوں نے مرزا قادیانی کے خلاف فتاویٰ لکھا۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب انجام آتھم کے ص۷۰ پر جن علماء ومشائخ کو اپنا مخالف قرار دیا ان میں نمبر۱۰ پر مولانا احمد اللہ امرتسری ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائیں کہ آپ نے ملعون قادیان کو ایسا زک دیا جو وہ بھلانے سے نہ بھلا سکا۔ علاوہ ازیں آپ نے قادیانی عقائد کی تردید پر ''فتویٰ علماء پنجاب وہندوستان'' میں صورت مسئولہ پر یہ عبارت تحریر فرما کر دستخط کئے۔ ''اس (یعنی مرزا قادیانی) کی عبارات جو مجھ کو دکھائی گئی ہیں ان کا ظاہری مفہوم خلاف عقائد اہل سنت جماعت معلوم ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص صرف ان ظاہری عبارات کا لحاظ کر کے عقیدہ رکھے گا تو وہ خطاکار مخالف اہل سنت جماعت کا ہے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۱۷۲)

(۹۶۹)

احمد بخش امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (مدرس مدرسۃ المسلمین امرتسر)، مولانا

حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری کی کتاب جو مرزا قادیانی کے خلاف تحریر کی گئی اس پر مولانا احمد بخش صاحب امرتسری مدرس مدرسۃ المسلمین امرتسر نے ذیل کی تقریظ تحریر فرمائی۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ وبعدہ!

ایں کس رسالہ ہذا را از اوّل تا آخر بلفظ دیدہ موارد واعتراضات را از براہین ہم مشاہدہ نمود فی الحقیقۃ بعض مزخرفات را بطور نمونہ جواب دادہ آمد تا بفحوائے قیاس کن زگلستان من بہار مرا اباطیل باقید برآن قیاس نمودہ شود خداوند کریم مولانا مصنف را (کہ ہمیشہ کمر ہمت بحمایت دین

بستہ دارند دراستیصال خلاف مخالفین بمساعی جمیلہ خود، مشکوراسلامیان اند وچرانباشد کہ کمالات حسبی ونسبی ضمیمہ خوبیہا کسبی ووہبی ازحق سبحانہ دارند) جزائے خیر دہد کہ درچنیں وقت کہ باغربت اسلام ہم قرانست ایں چنیں احسان برزمرہ اہل سنت گزاشتہ اند، فقط! حررہ ابوعبیداللہ احمد بخش عفا اللہ عنہ والقاہ بالبہش بقلم خود۔

(۹۷۰)

احمد بخش رحمۃ اللہ علیہ (ڈیرہ غازی خان)، الحاج

(پیدائش:۱۹۲۲ء وفات:۱۶/اپریل ۱۹۸۹ء)

موصوف شادن لنڈ میں پیدا ہوئے۔ پھر ڈیرہ غازی خان میں آکر کاروبار شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے خوب رزق حلال کے دروازے ان پر وا کئے۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین چکوال والوں سے بیعت کا تعلق تھا۔ آپ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد خاص تھے۔ مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تعزیتی مضمون میں لکھا کہ مرحوم طبعاً انتہائی شریف، دین دار، عاشق ختم نبوت، محبّ اصحاب رسول، معتقد امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ اور احرار کے معاون خاص تھے۔

(۹۷۱)

احمد بن عبداللہ غزنوی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

آپ مولانا سید عبداللہ غزنوی کے صاحبزادے تھے۔ آپ نے مولانا محمد حسین بٹالوی کے فتویٰ کے جواب میں ذیل کا فتویٰ تحریر فرمایا:

’’قولی فی صاحب قادیانی ما قاله شيخ الاسلام ابن تيمية حيث قال: كما ان خير الناس الانبياء، فشر الناس من تشبه بهم من الكذابين وادعى انه منهم وليس منهم، فخير الناس بعدهم العلماء والشهداء والصديقون والمخلصون وشر الناس من تشبه بهم يوهم انه منهم وليس منهم وفى لفظ الحديث فهولاء اذل خلق الله تسعربهم النار يوم القيامة، عياذاً بالله‘‘

احمد بن عبداللہ الغزنوی

''قادیانی کے حق میں میرا وہ قول ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔'' جیسے تمام لوگوں سے بہتر انبیاء علیہم السلام ہیں، ویسے ہی تمام لوگوں سے بدتر وہ جھوٹے لوگ ہیں جو نبی نہ ہوں اور نبیوں سے مشابہ بن کر نبی ہونے کا دعویٰ کریں۔ نبیوں کے بعد بہتر وہ لوگ ہیں جو علماء اور شہید اور صدیق اور با اخلاص ہوں۔ پس جو ان سے مشابہ بن بیٹھیں اور یہ جتائیں کہ ہم ان ہی میں سے ہیں اور واقعہ میں ایسے نہ ہوں، وہ بدترین خلائق ہیں۔'' یہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور حدیث میں آیا ہے: وہ لوگ تمام خلائق سے ذلیل تر ہیں۔ ان کو آگ میں جھونکا جائے گا، خدا اس سے بچائے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۱۷۳، ۱۷۴)

(۹۷۲)

احمد بن محمد سعید رام پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شیخ

مولانا احمد بن محمد سعید رام پوری افغانی فقہ اور اصول کے مشہور فاضل تھے۔ زندگی بھر درس و تدریس سے رابطہ رہا اور ہزاروں ہزار خلق خدا کو نفع پہنچایا۔ میراث، منطق، طب اور فتاویٰ پر آپ کی تصانیف ہیں۔ پیر سید ظہور شاہ گیلانی جلال پور جٹاں کے فتاویٰ ''قہر یزدانی بر جان دجال قادیانی'' پر آپ کے تائیدی دستخط ہیں۔ رام پور میں وفات و تدفین ہوئی۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۰۷)

(۹۷۳)

احمد بہاول پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حاجی

(وفات: مارچ ۱۹۸۲ء)

قاسم العلوم ملتان کے فارغ التحصیل مولانا علامہ عبدالخالق المعروف صدر صاحب کے شاگرد رشید، مدرسہ سلسبیل اسلام بہاول پور کے بانی و مہتمم مسجد اقصیٰ حماتیاں کے خطیب تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں دیوانہ وار حصہ لیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت بہاول پور کی ہر جدوجہد میں شریک عمل رہے۔

(۹۷۴)

احمد پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، قاضی

(ولادت:۱۸۴۵ء ...... وفات:۱۸۸۳ء)

حضرت مولانا قاضی احمد تنگی ضلع پشاور میں پیدا ہوئے۔ مختلف علماء سے علوم اور فنون کی کتابیں پڑھیں۔ رسوم اور بدعات کے سخت مخالف تھے۔ یورپین لوگوں کو پشتو زبان سکھاتے تھے۔ آپ نے قرآن پاک کا ترجمہ بھی شروع کیا تھا۔ آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ بھی دیا تھا جو مندرجہ ذیل ہے:''نحن نتبع ما نقم الفحول من العلماء والسالکین بطریق الشریعة ولا نصاف ونحکم بکفره واضلاله'' ہم قادیانی کے باب میں اس حکم کے پیرو ہیں جو علماء نے تحقیق کر کے اس پر لگایا ہے۔ ہم اس کو کافر و گمراہ کنندہ جانتے ہیں۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۱۹۲)

(۹۷۵)

احمد پیلی بھیتی رحمۃ اللہ علیہ، حکیم، قاری

(ولادت:۱۹۱۱ء ...... وفات:۱۴؍مئی ۱۹۷۶ء)

قاری احمد گنج مراد آباد میں مولانا عبدالاحد کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت سے حاصل کی۔ بعدہٗ مدرسہ عالیہ رامپور، مدرسہ امینیہ دہلی اور پھر طیبہ کالج لکھنؤ سے تعلیم حاصل کی۔ اصلاحی تعلق پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم کیا۔ تحریک پاکستان میں گرفتار رہے۔ تقسیم پاکستان کے بعد کراچی آ گئے۔ ماہنامہ الاسلام کراچی پیام حق کے مدیر بھی رہے۔ ۱۴؍مئی کو اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کے باعث کراچی میں ہی انتقال فرمایا۔ آپ نے اپنی تقاریر و خطبات میں عقیدۂ ختم نبوت کی افادیت اور قادیانیت کی زہرناکیوں کو کھول کھول کر بیان کیا۔ آپ نے ایک کتاب ''قادیانی فتنہ کا ارتداد'' بھی تحریر فرمائی جو کہ غیر مطبوعہ ہے۔ ''قادیانی فتنہ اور علماء حق'' مصنفہ مولانا سعید احمد اور ''انوار علماء اہل سنت سندھ'' کے ص۹۰ پر اس غیر مطبوعہ کتاب کا تذکرہ موجود ہے۔

(۹۷۶)

احمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (سلطان پور لودھی)، مولانا محمد

(وفات: ۲۲/مارچ ۱۹۶۸ء)

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، عالم باعمل، گوشہ نشین بزرگ، تقسیم سے قبل سلطان پور لودھی کے ایک دینی مدرسہ کے صدر مدرس تھے۔ تقسیم کے بعد لاہور گوالمنڈی میں دینی تبلیغی خدمات سرانجام دیں۔ زندگی بھر قادیانی گروہ سے برسرپیکار رہے۔

(۹۷۷)

احمد جی رحمۃ اللہ علیہ (ایبٹ آباد)، حضرت مفتی

(ولادت: ۱۸۷۰ء ...... وفات: ۲۱/اپریل ۱۹۴۵ء)

آپ حافظ قیام الدین کے فرزند تھے۔ ابتدائی تعلیم کاکول، سربھنہ کے بعد سکندرپور ضلع ہری پور اور مکھڈ شریف سے حاصل کی۔ آپ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ فراغت تعلیم کے بعد اپنے گاؤں کی مسجد میں تدریس کرتے رہے۔ قادیانی فتنے کے خلاف آپ نے تحریک چلائی اور ۱۹۰۰ء میں لاہور کی بادشاہی مسجد میں مرزا قادیانی کے ساتھ ہونے والے مناظرے میں اپنے مرشد کے ساتھ شریک تھے۔ مگر مرزا قادیانی نہ آیا۔ (محمد اعجاز، ایبٹ آباد)

(۹۷۸)

احمد چکوالی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابومحمد

مولانا احمد چکوالی، جناب غلام حسین کے پسر تھے۔ گنگوہ اور دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ مولانا محمود الحق رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ ۱۸۹۲ء میں صوفی مسجد، کشمیری بازار لاہور کے آپ امام مقرر ہوئے۔ مشن تحریک آزادی کی پانچویں برانچ کے آپ صدر تھے۔ حضرت مولانا

عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے اچھے مراسم تھے۔تحریک آزادی میں آپ کی گرفتاری بھی ہوئی۔ لاہور میں وصال پایا۔’’قہریزدانی بردجال قادیانی‘‘ کےعنوان سے شائع ہونے والے فتویٰ پر آپ کے بھی دستخط موجود ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۱۴)

(۹۷۹)

احمد حسن رحمۃ اللہ علیہ (بھوئی گارڈ)، مولانا حکیم

(پیدائش:۱۵ر فروری ۱۹۲۷ء وفات:۱۰رمئی ۱۹۹۲ء)

بھوئی گارڈ نزد ٹیکسلا کے معروف علمی دینی خاندان کے فرد حکیم احمد حسن تھے جنہوں نے مجلس احرار کے پلیٹ فارم سے تحریکہائے ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں مثالی خدمات سرانجام دیں۔ ان کا پورا خاندان خانقاہ سراجیہ سے بیعت ہے۔ وہ خود پہلے مولانا بدرعالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، پھر حضرت قبلہ مولانا حماداللہ ہالیجی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔

(۹۸۰)

احمد حسن شاکری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: مئی ۱۹۹۳ء)

ڈیرہ اسماعیل خان کے سکونتی، مظاہر العلوم سہارنپور کے فارغ التحصیل حضرت مولانا احمد شاکری جوکوٹ آبادان نزدگوجرہ کے چک میں زندگی بھر امام وخطیب رہے۔ بہت ہی درویش منش، ثقہ بزرگ عالم دین تھے۔ اپنے علاقہ میں عقیدۂ ختم نبوت کے علمبردار تھے۔ ربع صدی مجلس تحفظ ختم نبوت کوٹ آبادان کے امیر رہے۔ ہر سال ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ وچناب نگر قافلہ لے کر شرکت فرماتے۔ مجلس کے دیرینہ مخلص محبّ ومعاون تھے۔

(۹۸۱)

احمد حسن مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شیخ

(وفات: ۱۸رصفر ۱۲۸۸ھ)

مولانا احمد حسن صدیقی مرادآبادی، معقول ومنقول کے ممتاز عالم دین تھے۔ مولانا فضل امام خیرآبادی کے صاحبزادہ مولانا فضل حق خیرآبادی کے نامور شاگرد تھے۔ بہت سے علماء نے آپ سے کسب فیض کیا۔ مولانا محمد سہول خان رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبند سے ''القول الصحیح فی مکائد المسیح'' نامی فتویٰ مرتب کیا۔ مولانا احمد حسن صدیقی مرادآبادی نے اس کی تائید وتوثیق کی۔ ان دنوں آپ مدرسہ ہیوٹ مسلم ہائی سکول مرادآباد کے مدرس دینیات تھے۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۵۸)

(۹۸۲)

احمد حسن رحمۃ اللہ علیہ (یزمان)، مولانا

(ولادت: ۱۹۴۷ء ...... وفات: ۵رفروری ۲۰۰۵ء)

مولانا احمد حسن نے شیرپور ضلع لودھراں میں ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ اپنے برادر کبیر مولانا رحیم بخش صاحب سے فارسی اور صرف ونحو پڑھی۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی میں ابتدائی درجات پڑھے۔ شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے اصول الشاشی پڑھنے کا اعزاز حاصل کیا۔ پھر جامعہ خیرالمدارس میں بقیہ تعلیم مکمل کر کے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ شیخ الاسلام حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد عبداللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد شریف کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد صدیق جالندھری رحمۃ اللہ علیہ ایسے نابغہ روزگار آپ کے اساتذہ میں شامل تھے۔

فراغت کے بعد عرصہ بارہ سال جامعہ دارالعلوم حسینیہ شہدادپور میں پڑھاتے رہے۔

۱۹۸۱ء میں یزمان منڈی ضلع بہاولپور تشریف لائے۔ یہاں آپ نے جمعیۃ علماء اسلام کی داغ

بیل ڈالی۔ دومرتبہ الیکشن میں حصہ لیا۔ آپ دومرتبہ جمعیۃ علماء اسلام ضلع بہاول پور کے امیر بھی رہے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں اس علاقہ میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اہل اسلام کے قبرستان سے قادیانیوں کا مرگھٹ علیحدہ بنوایا۔ قادیانی اس علاقہ میں سینما بنوانا چاہتے تھے جسے آپ نے منہدم کرادیا۔ جامعہ مسجد حقانیہ کی توسیع اور تعمیر ثانی کا کام ۱۹۹۶ء میں شروع کرایا۔ جو ۲۰۰۷ء میں آپ کی وفات کے بعد مکمل ہوا۔ آپ نے جامعہ حقانیہ میں دورۂ حدیث شریف تک کتابیں پڑھائیں۔ حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین!

(۹۸۳)

احمد خان پتافی رحمۃ اللہ علیہ، جناب سردار

(وفات: ۲۵ر نومبر ۱۹۶۰ء)

جناب سردار احمد خان پتافی ضلع ڈیرہ غازی خان جام پور سے دومیل دور ساحل دریائے سندھ کے ایک موضع لنڈی پتافی کے رہنے والے تھے۔ آپ بلوچوں کی قوم پتافی قبیلہ کے اپنے وقت کے سربراہ تھے۔ خاندانی روایات کے مطابق فارسی، اردو، انگریزی کی تعلیم حاصل کی اور پھر خدمت خلق میں مشغول ہوگئے۔ آپ نے جام پور میں مڈل اسلامی سکول اور چار پانچ پرائمری سکول تعمیر کرائے اور ان میں عوام کے بچوں کو تعلیم دلوائی۔ اس زمانہ میں قادیانیت اور آریہ سماج، مسلمان قوم کے نونہالوں کو اپنی ارتدادی مہم کے لئے ترنوالہ بنانے لگے۔ چنانچہ سردار احمد خان پتافی نے جماعتی سطح پر مسلمانوں میں تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھنے کے لئے تنظیم سازی پر غور وفکر کیا۔ آپ نے اپنے ضلع ڈیرہ غازی خان میں وہوا، تونسہ سے لے کر راجن پور اور جام پور تک حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد تبلیغی دورے کرائے۔ جام پور آریہ سماج سے مناظرہ ہوا۔ مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں آریہ مناظرین چت ہوئے۔ امام اہل سنت مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری نے ''بانی تحریک تنظیم'' کے نام سے ایک مضمون لکھا جو ''بیس بڑے مسلمان'' نامی کتاب میں شائع ہوا۔ اس میں اس مناظرہ کی

مختصر مگر جامع رپورٹ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ان تبلیغی دوروں اور مناظرہ کے باعث آریہ سماج تو پسپا ہوئے۔بقول مولانا سید نورالحسن بخاری کہ ’’مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ کا نام سن کر قادیانیت بھی اپنے بلوں میں گھس گئی۔‘‘

جناب سردار احمد خان پتافی رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبند مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ، امرتسر میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کیا اور تبلیغ اسلام کی غرض سے مسلمانوں میں تحریک تنظیم قائم کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ بالآخر اپنے گھر جام پور میں ۱۲ردسمبر ۱۹۴۳ء کو ’’تحریک تنظیم اہل سنت‘‘ کی بنیاد رکھی۔سردار نوابزادہ محمود خان لغاری صدر، سردار احمد خان پتافی سیکرٹری جنرل اور مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری اس ادارہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔اس کے بعد امرتسر میں اس کا مرکزی دفتر قائم ہوا۔اخبار زمزم لاہور، ایسٹرن ٹائمز لاہور، نیز اسلام لاہور نے تنظیم اہل سنت کے قیام پر مقالے لکھے۔مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ایسے علماء نے اس مبارک کام کے آغاز کی توثیق وتائید اور حمایت وتحسین کی۔تنظیم اہل سنت کا مرکزی پروگرام عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ تھا۔جیسا کہ متذکرہ مضمون میں مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت فرمائی ہے۔چنانچہ پہلے رسالہ تنظیم اہل سنت کا اجراء ہوا۔اس کا وقیع نمبر شائع کیا جو مرزا قادیانی اور قادیانیت کے عقائد ونظریات پر جامع نمبر تھا۔تنظیم اہل سنت کے ابتدائی مرکزی مبلغین میں مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔پھر تنظیم اہل سنت نے ’’سہ روزہ دعوت لاہور‘‘ سے شائع کیا۔ان رسائل کے بانی سردار احمد خاں پتافی اور مدیر مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری تھے۔اس نمبر کو ہم نے ’’احتساب قادیانیت‘‘ میں مکمل شائع کردیا ہے۔

سردار احمد خان پتافی کے متعلق مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری نے اپنے متذکرہ مضمون میں تحریر کیا کہ برمحل اور سنجیدہ مثالیں پیش کرنے میں تین آدمیوں کو میں نے ماہر پایا ہے۔ایک سردار احمد خاں پتافی دوسرے سردار گل محمد خاں بزدار رئیس اعظم سکھانی اور تیسرے حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ۔اسی تنظیم اہل سنت نے عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم واہل بیت رضی اللہ عنہم کے لئے بھی

خدمات سرانجام دیں۔ جس کا ایک زمانہ معترف ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ، ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم واہل بیت رضی اللہ عنہم کے تحفظ کے لئے سردار احمد خاں پتافی کا وجود مسعود رب کریم کا انمول عطیہ تھا۔ حق تعالیٰ مرحوم کو جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔

(۹۸۴)

احمد دین رحمۃ اللہ علیہ (احمد پور شرقیہ)، مولانا حافظ

احمد پور شرقیہ کے حضرت حافظ احمد دین صاحب مجلس تحفظ ختم نبوت کے بنیادی ارکان میں سے تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے بعد پہلا اجلاس مجلس تحفظ ختم نبوت کا جوٹوبہ میں منعقد ہوا۔ اس میں شریک تھے۔

(۹۸۵)

احمد دین درگاہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۰ء ...... وفات: نومبر ۱۹۹۳ء)

مولانا احمد دین قصبہ بیگہ مہروج پور ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام میاں نور احمد تھا۔ آپ نے ابتدائی کتب مولانا غلام محمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ مزید علمی پیاس بجھانے کے لئے دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کا رخ کیا اور دورۂ حدیث شریف شیخ الحدیث مولانا سید دیدار علی الوری سے پڑھا۔ فراغت کے بعد جھنڈ والی مسجد لاہور میں امامت اور خطابت کے فرائض سنبھالے اور ساتھ ہی طبیہ کالج لاہور میں داخل ہو کر علم طب میں بھی سند فراغت حاصل کی۔ کچھ عرصہ مدرسہ فیض العلوم فقیر والی تحصیل ہارون آباد میں درس وافتاء کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ آپ اپنی تقاریر میں فتنہ قادیانیت کا ذکر ضرور کرتے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران ہارون آباد وگردونواح میں مولانا سید فیض الحسن تنویر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر بھرپور جدوجہد کی اور تحریک میں بڑی جرأت کے ساتھ حصہ لیا۔ پولیس نے ہتھکڑی لگانی چاہی مگر آپ کے ہاتھوں میں پوری نہ آئی۔ آپ نے بڑی جرأت سے فرمایا کہ میں بغیر ہتھکڑی کے جیل جانے کے لئے تیار

ہوں۔ یہ فرمایا اور حوالات کی جانب چل دیئے۔ کیا شیر جگر لوگ تھے۔ آپ نے ردقادیانیت پر ۴۰صفحاتی ایک کتابچہ بھی تحریر فرمایا جس کا نام ''سیف درگاہی بر گردن مرزائی'' ہے۔

(۹۸۶)

احمد دین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ، منشی

(ولادت:۱۸۹۷ء ...... وفات:۱۹۸۰ء)

آپ کی پیدائش کالرہ ضلع گجرات کی ہے۔ آپ حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ علی پورسیداں کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں مثالی کردار ادا کیا۔

(۹۸۷)

احمد دین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خلیفہ

(وفات: جون ۱۹۶۹ء)

آپ حضرت اعلیٰ مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز، جمعیۃ علماء اسلام سکھر کے سرپرست تمام دینی تحریکوں کے سرپرست اور دعا گو، اس دور میں اکابر اولیاء کی نشانی تھے۔ جرار پھوڑ میں سپرد خاک ہوئے۔

(۹۸۸)

احمد رام پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا احمد رامپوری حنفی رام پور کے چند مشہور اور نامور علماء میں سے تھے۔ ان کی اصل زبان پنجابی ہے۔ روہیل کھنڈ کے فرات درانیہ سے منتقل ہوئے۔ چند درسی کتابیں شیخ عالم رام پوری اور کچھ علامہ محمد برکت بن عبدالرحمٰن الہ آبادی سے پڑھیں۔ پھر رام پور شہر میں پڑھانے پر مقرر ہوئے اور اسی شہر کے ہوکر رہ گئے۔ آپ سے بہت سارے علماء نے کسب فیض کیا۔ آپ

اپنے زمانہ کے استاذ العلماء تھے۔ملعون قادیان نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کی فہرست انجام آتھم ص۷۰ میں ۴۲ ویں نمبر پر آپ کا ذکر کیا ہے۔گویا ملعون قادیان کے کفر کو واشگاف کرنے والوں میں آپ شامل تھے۔

(۹۸۹)

احمد سعید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات:۲۲؍اگست ۲۰۱۶ء)

کل ہند مجلس احرار اسلام کے بانی رہنما رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے اور مدرسہ اشرف المدارس فیصل آباد کے بانی مولانا محمد یحییٰ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولانا احمد سعید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فارغ التحصیل اور شیخ الاسلام مولانا سیّد محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔آپ خاندانی پس منظر کے تحت عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی ہر تحریک میں پیش پیش ہوتے تھے۔حق تعالیٰ نے آپ کو خوب وجاہت نصیب کی تھی، بہادر اور دبنگ قسم کے انسان تھے۔جرأت رندانہ کے علمبردار تھے۔۱۹۷۰ء میں جناب بھٹو مرحوم نے پاکستان پیپلز پارٹی قائم کی اور انقلاب کا نعرہ لگایا تو فیصل آباد سے جناب مختار رانا اور مولانا احمد سعید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے ہمراہ ہوگئے۔تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں مولانا احمد سعید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں بھرپور کردار ادا کیا۔۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ میں وہ قومی اتحاد کے پلیٹ فارم سے متحرک رہے۔قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔وہ ایک روح مضطر کی طرح ہر ایک دینی تحریک میں پیش پیش ہوتے۔آزاد طبع تھے۔بہادر تھے۔بات دوٹوک اور کھری سنانے کے عادی تھے۔مزاج قلندرانہ تھا۔بھرپور وجاہت وشکل وشباہت کے حوالہ سے آپ کو’’ببر شیر‘‘ کہا جاتا تھا۔

آخری عمر لاہور میں فیروز پور روڈ پر ادارہ قائم کیا۔وہاں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔حضرت مولانا سیّد نفیس شاہ الحسینی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق تھا۔آخری دنوں بیماری کے باعث میو ہسپتال لاہور میں داخل ہوئے۔وقت موعود آیا تو رب کے حضور جا حاضر ہوئے۔ٹوبہ ٹیک سنگھ میں جنازہ ہوا۔آپ کا جنازہ صوفی محمد دین خلیفہ مجاز حضرت نفیس شاہ صاحب نے پڑھایا۔آپ گئوشالہ قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔　(ماہنامہ لولاک محرم الحرام ۱۴۳۸ھ)

(۹۹۰)

احمد سعید میانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی

(پیدائش: ۱۹۱۳ء ...... وفات: ۱۸؍اپریل ۱۹۷۸ء)

میانی ضلع سرگودھا کے نامور عالم دین مولانا مفتی احمد سعید میانوی زندگی بھر عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں اپنے استاذ شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر ضلع بھر میں بھرپور کردار ادا کیا۔ میانی کے قریب گھوگھیاٹ گاؤں میں قادیانیوں کی گرفت کو توڑنے کے لئے وہاں ختم نبوت کانفرنس کا اعلان کیا۔ حکومتی رکاوٹوں کے باوجود آپ نے شاندار عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد کی۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور میانی میں سپرد خاک ہوئے۔

(۹۹۱)

احمد شاہ ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت سید احمد شاہ صاحب کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲ نمبر۱۰۲ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون نے قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۹۹۲)

احمد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، سید

(وفات: نومبر ۱۹۷۶ء)

چک نمبر ۱۹؍شمالی سرگودھا کے سید احمد علی شاہ بزرگ رہنما تھے۔ آپ مجلس احرار، جمعیۃ علماء ہند سے وابستہ رہے۔ مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی

جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے دیرینہ مخلصانہ برادرانہ تعلقات تھے۔ یہ سب حضرات ان کی دعوت پر ان کے گاؤں جاتے تھے۔ قادیانیوں کے لئے ان کا وجود درۂ عمر رضی اللہ عنہ تھا۔ خوب کڑیل قد کے وجیہہ انسان تھے۔ دوران بیان اچانک اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے تو پورا مجمع محو حیرت بن جاتا۔

(۹۹۳)

احمد علی قصوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۲۹/اگست ۲۰۱۶ء)

بریلوی مکتب فکر کے نامور عالم دین مولانا احمد علی قصوری شعلہ نوا خطیب تھے۔ آپ کی زندگی سراپا تحریک تھی۔ گفتگو بھرپور معلوماتی ہوتی۔ آپ جچے تلے انداز میں گفتگو سے سامعین کے دل موہ لیتے تھے۔ آپ نے جمعیۃ علماء پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا۔ پروفیسر طاہر القادری کی علماء منہاج القرآن میں متحرک رہے۔ آج کل آپ نے مرکز اہل سنت کے نام سے لاہور میں ادارہ قائم کر رکھا تھا۔ کارکنان تحریک پاکستان کے پلیٹ فارم سے بھی کام کیا۔ آپ اتحاد بین المسلمین کے داعی تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اس وقت آپ بھرپور جوان تھے۔ تحریک کے الاؤ کو روشن رکھنے کے لئے آپ نے دن رات ایک کر دیا۔ اس وقت آل پارٹیز پنجاب مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے سربراہ مولانا عبیداللہ انور تھے۔ جناب بارک اللہ خان ایڈووکیٹ، مولانا قاری محمد اجمل خان، جناب علی غضنفر کراروی اور مولانا احمد علی قصوری، مولانا عبیداللہ انور کے دست و بازو شمار ہوتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اپنی اکثر مجالس میں فرمایا کرتے تھے کہ دیوبندی حضرات میں سے مولانا محمد ضیاء القاسمی، اہل حدیث حضرات میں سے علامہ احسان الٰہی ظہیر، شیعہ حضرات میں سے علامہ علی غضنفر کراروی اور بریلوی حضرات میں سے مولانا احمد علی قصوری پر مشتمل ٹیم کا کراچی سے پشاور تک ایک تبلیغی مربوط دورہ ہو جائے تو فرقہ واریت کے خاتمہ کے لئے بہت بڑی پاکستان کی خدمت ہوگی۔ مولانا احمد علی قصوری گزشتہ سال سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں بھی تشریف لائے۔ بھرپور خطاب کیا۔ جسے تعلیم یافتہ طبقہ نے بہت پسند کیا۔ ان کی وفات سے اب یہ باتیں تاریخ کا حصہ رہ گئیں۔ (ماہنامہ لولاک محرم ۱۴۳۸ھ)

(۹۹۴)

احمد علی کانپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید

(پیدائش:۱۲۹۷ھ ...... وفات: رمضان ۱۳۲۸ھ)

مولانا سید شریف احمد علی کانپوری رحمۃ اللہ علیہ، محمد علی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی تھے۔ کانپور میں آپ نے مولانا غلام حسین، علامہ احمد حسن ودیگر کئی علماء کرام سے علوم عالیہ سے بہرہ ور ہوئے۔ حصول علم کے لئے مراد آباد کا رخ کیا اور وہاں صحاح اور سنن پڑھنے کی سعادت مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں آپ مدرس رہے۔ بہت زیرک ودانا اورفہم وفراست کے مالک تھے۔ دنیا سے کنارہ کش اور بہت ہی پاک دامن شخصیت کے مالک تھے۔ جب مرزا قادیانی کے خلاف سید پیر ظہور شاہ قادری، گجرات نے بنام ''قہر یزدانی بردجال قادیانی'' ایک فتویٰ مرتب کیا، اس پر آپ نے تائیدی دستخط فرمائے اور مرزا قادیانی کے کفر کا اعلان کیا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۲۱)

(۹۹۵)

احمد علی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش:۱۹۲۱ء)

مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ علاقہ وینکے، تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام مولانا حکیم محمد اسماعیل تھا۔ جامعہ عربیہ گوجرانوالہ میں مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث کی تکمیل دارالعلوم دیوبند سے کی۔ جہاں مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ بعد از فراغت اپنے گاؤں گڑھی غوث بخش میں تدریس کا آغاز فرمایا۔ پریم کوٹ میں قادیانیوں کا زور تھا۔ چھ ماہ تک ان قادیانیوں سے آپ کا تحریری مناظرہ ہوا۔ جس کے نتیجے میں تین گھرانوں نے قادیانیت سے توبہ کرکے اسلام قبول کیا۔

(۹۹۶)

احمد قادری اشرفی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا ابوالبرکات سید

ابوالبرکات سید احمد قادری، سید دیدار علی الوری کے قابل فرزند ارجمند تھے۔ آپ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے صدر نشین تھے۔ آپ نے زندگی بھر تدریسی فرائض کو ترجیحی بنیادوں پر قائم رکھا۔ آپ زبردست عالم دین اور مفتی تھے۔ آپ نے ’’عرب وعجم کے دیوبندی بریلوی اہل حدیث علماء کا متفقہ فتویٰ‘‘ میں صورت مسئولہ پر دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے فاضل مفتی مولانا محمد رمضان کے مفصل جواب پر تائید فرماتے ہوئے لکھا: ’’ذالک کذالک وانی مصدق لذالک‘‘ اور دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۴۳۸)

آپ کے علمی مشن کو آپ کے صاحبزادہ علامہ محمود احمد رضوی نے آگے بڑھایا۔ علامہ محمود احمد رضوی تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ تھے۔

(۹۹۷)

احمد رحمۃ اللہ علیہ (میانوالی ضلع شیخوپورہ)، مولانا محمد

قصبہ میانوالی ضلع شیخوپورہ کے مولانا محمد احمد نامور عالم دین، رسیلے خطیب، محنتی اور نظریاتی رہنما تھے۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ سے محبت بھرا رشتہ تھا۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ بھی رہے۔ چنیوٹ اور چناب نگر ختم نبوت کانفرنس میں ہمیشہ قافلہ لے کر تشریف لاتے اور صحت کے زمانہ تک انہوں نے اس معمول کو ترک نہیں کیا۔ گفتگو کے ماہر تھے۔ تسلسل کے ساتھ مربوط گفتگو سے سامعین کے دل موہ لیتے تھے۔ اپنے صاحبزادہ مولانا عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ کی جوانی کی موت کے صدمہ سے زمین سے لگ گئے۔ ہائے کیا لوگ تھے۔ جو خوبیوں کا پیکر تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کا جو پہلا اجلاس ٹوبہ ٹیک سنگھ میں منعقد ہوا۔ اس میں آپ بھی شریک تھے۔

(۹۹۸)

احمد رحمۃ اللہ علیہ (میر واعظ کشمیر)، مولانا محمد

اپنے دور میں ردقادیانیت کے لئے ساعی رہے۔ مقدمہ بہاول پور کے متعلق آپ نے فرمایا۔ ’’اگر کوئی مسلمان ہے تو وہ مقدمہ بہاول پور کے متعلق دوسری رائے نہیں رکھ سکتا۔‘‘

(۹۹۹)

احمد یار خاں روفی رحمۃ اللہ علیہ، شاعر

احرار کے شاعر جناب روفی صاحب نے اپنا مجموعہ چند پنجابی نظموں کا شائع کیا۔ جس میں مرزائیوں کے خلاف بھی نظم تھی۔ اس پر مرزا محمود نے سر آسمان پر اٹھالیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تیر ٹھکانے پر لگا تھا۔ وہ مجموعہ ضبط ہوا۔ لاہور مجلس احرار کے دفتر پر چھاپہ پڑا۔ یہ ۲۱؍جنوری ۱۹۳۵ء کی بات ہے۔ (کاروان احرار ج۲ ص۱۲۴)

(۱۰۰۰)

اختر حسین علی پوری رحمۃ اللہ علیہ، پیر سید

(پیدائش: ۱۷؍اگست ۱۹۱۱ء …… وفات: ۶؍اکتوبر ۱۹۸۰ء)

آپ مولانا پیر سید حافظ جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور خلیفہ مجاز تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے گرانقدر روشن کردار ادا کیا۔

(۱۰۰۱)

ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات: جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ)

حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد

خاص تھے۔ مدرسہ امینیہ دہلی میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ علوم عالیہ میں آپ کی استعداد پختہ تھی۔ عربیت کا خصوصی ذوق تھا۔ دہلی میں مولوی اور منشی فاضل کے لئے ادارہ قائم کیا۔ تقسیم پاکستان کے بعد کراچی تشریف لائے تو یہاں بھی اسی طرز کا ادارہ قائم کیا۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر دارالعلوم کورنگی میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ شہر سے روزانہ دو بسیں بدل کر لانڈھی پہنچنا پھر یہاں سے ایک ڈیڑھ میل پیدل چلنا آپ کا معمول تھا۔ حضرت مفتی محمد تقی عثمانی اور حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی آپ کے شاگرد ہیں۔ چار سال کی تدریس کے بعد قائد تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں تدریس شروع فرمائی۔ ماہنامہ ''بینات'' کے مدیر اور ناشر بھی آپ ہی منتخب ہوئے۔ آپ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر بھی تھے۔ سفر حرمین شریفین کے بڑے ہی مشتاق رہتے تھے۔ رمضان المبارک اور موقع حج پر آپ کا سفر حجاز معمول تھا۔ جب تک ویزہ لگنے کی خبر کانوں کو لمس نہ کرتی تب تک طبیعت میں بے چینی اور اضطراب رہتا۔ تقریباً عرصہ تیس سال تک حرمین کی برکتیں سمیٹتے رہے۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت تھی۔ انہیں حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا سراپا حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ میں جھلکتا ہوا نظر آتا تھا۔ وصال کے آخری دن تفسیر کا درس دیا۔ ۱۱ر بجے کے قریب غنودگی سی آئی۔ پون گھنٹہ بعد سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔ مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور دارالعلوم کورنگی میں آپ کی تدفین ہوئی۔ مرزا ملعون کے خلاف حضرت مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی حیات کا منکر مرزا غلام احمد قادیانی کافر ہے۔ اس فتویٰ پر مولانا ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی دستخط موجود ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۸۸)

(۱۰۰۲)

ادریس رحمۃ اللہ علیہ، مولوی محمد

مولوی محمد ادریس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے۔ ۷ر جولائی ۱۹۶۰ء کے اجلاس مرکزی مجلس شوریٰ میں آپ کے تقرر کی منظوری دی گئی۔

(۱۰۰۳)

ارشد پناھوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا فقیر محمد

(پیدائش: ۲۵؍مئی ۱۹۲۵ء)

چنیوٹ سے ساھیانوالہ روڈ پر ایک گاؤں ’’پناہ کے‘‘ نام سے آباد ہے۔ آپ وہاں پیدا ہوئے۔ جامعہ محمدی، جامعہ آباد، تاندلیانوالہ، جامعہ فتحیہ لاہور اور حزب الاحناف لاہور میں پڑھتے رہے۔ آپ جمعیۃ علماء پاکستان کے مرکزی عہدوں پر فائز رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت میں حزب الاحناف کی طرف سے آپ نمائندہ تھے۔ مولانا ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ کے آپ دست و بازو شمار ہوتے تھے۔

(۱۰۰۴)

ارشد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا، حافظ، مفتی، محمد

(وفات: ۲۹؍اگست ۲۰۱۶ء)

چک ۳۳۶-۱۰آر دنیاپور ضلع لودھراں کے جناب مولانا حافظ مفتی محمد ارشد نے قرآن مجید مدرسہ عربیہ ختم نبوت چناب نگر میں حفظ کیا۔ کتابیں انہوں نے جامعہ اسلامیہ امدادیہ چنیوٹ میں پڑھیں اور یہیں سے دورۂ حدیث شریف مکمل کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت چناب نگر میں دو مرتبہ شعبان میں ختم نبوت کورس پڑھا۔ پھر ملتان دفتر مرکزیہ میں سہ ماہی کورس بھی پڑھا۔ آپ نے تخصص فی الفقہ دارالعلوم کبیروالا سے کیا۔ مولانا ارشد خوب ذہین آدمی تھے۔ ہمیشہ ہر امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کرتے۔ میٹرک کا امتحان بھی پاس کیا۔ کمپیوٹر کورس بھی کیا۔ بہت ہی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ اپنے چک کے قریب ایک مدرسہ میں درجہ کتب للبنات میں پڑھاتے تھے۔ جذبہ خدمت کا یہ عالم تھا کہ مدرسہ کے مہتمم صاحب نے مدرسہ کے نظم و نسق، تعلیم، داخلہ و مطبخ وغیرہ کی تمام ذمہ داریاں آپ کے سپرد کر رکھی تھیں۔ وصال کے بعد ہر وہ شخص جن سے مدرسہ کا سامان لاتے تھے پوچھا گیا تو کسی کا ایک پیسہ

بھی واجب الادا نہ تھا۔ اتنا دیانتداری سے اجلا حساب رکھا ہوا تھا۔ مرحوم کی ایک چھ ماہ کی صاحبزادی ہیں۔ چک میں جلسہ تھا۔ مہتمم صاحب نے کہا کہ میں تھک گیا ہوں۔ صبح کی نماز آپ پڑھادیں گے۔ صبح اذانوں کے وقت اٹھے۔ تیاری کی۔ وضوکر کے موٹر سائیکل پر سوار ہوئے۔ تسبیح ہاتھ میں تھی۔ سڑک پر ایک کھڈہ آ گیا۔ پیش رو مسافر نے اچانک سائیکل موڑ دیا جو مرحوم کے موٹر سائیکل سے ٹکرا گیا۔ سڑک پر گر گئے۔ سر پر شدید چوٹ آئی۔ نشتر ہسپتال لے جائے گئے۔ علاج ہوا۔ لیکن جانبر نہ ہوسکے۔ اگلے دن جنازہ ہوا۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ نے جنازہ پڑھایا۔ ہزاروں کا اجتماع تھا۔ مرحوم کی جواں سالی میں موت خاندان اور جماعتی رفقاء کے لئے سخت صدمہ کا باعث ہے۔ حق تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین!

(۱۰۰۵)

اسحاق اجراوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا محمد اسحاق اجراوری کو بھی انجام آتھم کے ص۷۰ نمبر۲۶ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کوالم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدامت سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۰۰۶)

اسحاق بردوانی رحمۃ اللہ علیہ (مدرس جامع العلوم کانپور)، مولانا محمد

(ولادت:۱۸۶۶ء ...... وفات:۱۹۳۹ء)

آپ کیتھن بردوان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد کانپور کی راہ لی اور تمام درسی کتب مولانا عبدالغفار رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ فراغت کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع العلوم کانپور میں مدرس مقرر کرلیا۔ مدت تک یہیں مدرس رہے۔ اسی دوران آپ کو حفظ قرآن پاک کا شوق پیدا ہوتو آپ نے ۸۶ دن میں حفظ پایۂ تکمیل تک پہنچا

دیا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وعظ میں فرمایا کرتے تھے کہ مولانا اسحاق کا انداز حفظ معجزات کلام الٰہی میں سے ہے۔ آپ نے جامع العلوم کانپور کے بعد کلکتہ اور ڈھاکہ میں بھی مدرس رہے۔ آپ کانپور کے زمانہ تدریس میں مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد کی تصدیق میں ''فتویٰ قہریزدانی بر جان دجال قادیانی'' پر تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۰۹)

(۱۰۰۷)

اسحاق قادری رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، پیر طریقت مولانا محمد

(وفات:۱۴؍دسمبر۱۹۹۲ء)

پیر طریقت حضرت مولانا محمد اسحاق قادری جامعہ قادریہ حنفیہ باغ بان پورہ لاہور کے بانی و مہتمم، دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ امام التفسیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے نہ صرف بیعت کا تعلق تھا بلکہ خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے جو قرآن عزیز کے نام سے ترجمہ شائع فرمایا۔ اس پر نظر ثانی و تصحیح کے کام میں آپ شریک رہے۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ۳۲ رسائل کی ترتیب و اشاعت میں آپ کا بھی گرانقدر حصہ ہے۔ قاسم العلوم شیرانوالہ لاہور سے فتویٰ جات کے جوابات بھی آپ دیتے تھے۔ غرض حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ایسے مرد آگاہ حق کے آپ نہ صرف معتمد علیہ بلکہ دست راست تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے جو لاہور میں جلوس نکالا۔ اس میں آپ شریک تھے۔ گرفتار ہوئے اور مہینوں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ فاتح قادیان مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ، مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ کا اکثر آپ اپنی مسجد میں بیان کرواتے تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کے سامنے آپ کی مساعی کو شرف قبولیت سے نوازا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے نتیجہ میں قادیانی غیر مسلم پائے۔ آج آپ کے جانشین قاری جمیل الرحمٰن لاہور میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے روح رواں ہیں۔

(۱۰۰۸)

اسحاق لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی محمد

مفتی محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش لدھیانہ کے محلّہ مولویاں میں ہوئی۔ آپ مولانا شاہ عبدالعزیز لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ آپ بہترین خطیب تھے اور زندہ دل، بہادر انسان تھے۔ ایک مرتبہ انگریز پولیس افسر نے آپ پر طنز کیا تو آپ نے اس کو کندھے پر اٹھالیا اور درمیان شہر میں لاکر چھوڑ دیا اور مسکراتے ہوئے فرمایا۔ خدا کا شکر ادا کرو۔ مفت میں سواری مل گئی ہے۔ لال مسجد میں خطاب فرمایا کرتے تھے اور اپنے والد کے دینی ادارہ میں تعلیمی مشغولیت تھی۔ آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ’’مرزا غلام احمد قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۰۷)

(۱۰۰۹)

اسحاق ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(ولادت: ۱۸۹۰ء ...... وفات: ۳۱؍اگست ۱۹۷۱ء)

مولانا محمد اسحاق اپرتناول ہزارہ میں مولانا احمد گل لودھی کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر سے پھر کچھ درسی کتب پیر مہر علی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند داخل ہوئے اور حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ مدرسہ اسلامیہ گلاوٹی ضلع بلند شہر اور کچھ عرصہ مدرسہ نعمانیہ لاہور میں پڑھاتے رہے۔ پھر ۱۹۲۲ء میں ایبٹ آباد صدر کی مرکزی جامع مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔ وعظ، درس وتدریس اور تصنیف کے شعبہ سے وابستہ رہے۔ زندگی کے آخری پچاس برس یہیں گزارے۔ اسی دوران آپ نے فتنۂ قادیانیت کی تردید میں ’’عرب وعجم کے دیوبندی، بریلوی کا متفقہ فتویٰ‘‘ بر صورت مسئولہ کا جواب تحریر کیا کہ:

۱...... مرزائی، قادیانی ہو یا لاہوری دونوں اسلام سے خارج ہیں اور مرتد ہیں۔

۲...... جو شخص ہر دو فرقہ کو مسلمان تصور کرے وہ بھی اسلام سے خارج ہے۔

۳...... اگر امام مسجد کا تعلق مرزائیوں سے اس حیثیت سے ہے کہ وہ ان کو مسلمان تصور کرتا ہے تو وہ امام بھی مسلمان نہیں رہتا۔ واللہ اعلم بالصواب!

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۴۳۶)

(۱۰۱۰)

اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ، قاضی محمد

(ولادت:۱۸۹۹ء ...... وفات:۱۹۸۶ء)

قاضی محمد اسرائیل، بالاکوٹ مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔فنون کی کتب مدرسہ عالیہ رام پور میں پڑھیں۔۱۹۲۳ء مدرسہ امینیہ دہلی میں مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ گڑھی حبیب اللہ مانسہرہ اور دارالعلوم محمدیہ بالاکوٹ میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے تلامذہ ہیں۔ جب آپ دارالعلوم محمدیہ بالاکوٹ میں صدر مدرس تھے تب آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف شائع ہونے والے فتویٰ پر دستخط ثبت فرمائے تھے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۸۵)

(۱۰۱۱)

اسرار بن عبدالمولیٰ تاشقندی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی

فضیلۃ الشیخ حسنین محمد مخلوف ازہر یونیورسٹی سے فراغت کے بعد اپنے ملک کے مناصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔جلالت شان کی بناء پر رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی مجلس تاسیسی کے رکن منتخب کئے گئے۔ آپ مکہ مکرمہ کے ایک ہوٹل میں قیام پذیر تھے کہ ان دوران مؤلف کتاب ''فتویٰ حیات مسیح'' مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف سے مندرجہ ذیل فتویٰ تحریر کرایا۔ جناب مخلوف نے فتویٰ تحریر کرنے سے پہلے خود اپنا مختصر تعارف بھی کرادیا جو کہ الحمدللہ! ان کی تاریخ کا ایک حصہ بن گیا ہے۔ذیل میں موصوف کا تعارف اور فتویٰ کی عبارت نقل کی جاتی ہے:

الحمد للہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی اشرف الانبیاء والمرسلین وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ اجمعین وبعد!

مختصر ترجمة فضیلة الشیخ حسنین محمد مخلوف صاحب الفتاویٰ الشرعیة والفتویٰ بکفر القادیانیة مولده وحیاته العلمیة هو الشیخ حسنین محمد حسین مخلوف الحنفی الازهری المولود فی یوم السبت ۶ مایو ۱۸۸۰م بالقاهرة، ووالده شیخ من شیوخ الازهر، فضیلة الشیخ محمد حسنین مخلوف العدوی، المالکی الازهری، لتقی المترجم علومه بالازهر الشریف، بعد ان حفظ به القرآن الکریم وجوده فی الحادیة عشر من عمره، ونال شهادة العالمیة بالازهریة بتفوق فی ۱۹۱۶م وعین قاضیًا بالمحاکم الشرعیة فی عام ۱۹۱۶م مازال یرقی حتی عین رئیسًا بمحکمة الاسکندریة الشرعیة فی عام ۱۹۴۱م ثم رئیسًا للتفتیش الشرعی فی عام ۱۹۴۲م، ثم عین نائبًا للمحکمة العلیا الشرعیه فی عام ۱۹۴۴م ثم مفتیًا للدیار المصریة فی عام ۱۹۴۵م، وعین عضوًا فی جماعة کبار العلماء عام ۱۹۴۷م، وانتهت مرة خدمة ببوغه السنین سنة فی ۵مایوسنة ۱۹۵۰م، ثم اعید للافتاء بعد سنة ونصف لمدة سنتین ثم بانتهائها ترک وظیفة الافتاء، واشتغل بالتدریس والتألیف ولا یزال کذالک الآن وکان تعیینه بالافتاء فی المرة الأولٰی، والثانیة فی عهد الملک فاروق.

وآیة فی طائفة القادیانیة.

کتب سماحة الاستاذ حسنین مخلوف، مفتی دیار المصریة السابق، وعضو جماعة وعضو کبار العلماء بالأزهر الشریف وعضو المجلس التاسیسی لرابطة العالم الاسلامی بمکة المکرة وعضو مجمع البحوث الاسلامیة بالأزهر الشریف فی فتاویه.

مانصه:

الطائفة القادیانیة من الفرق الزائغة المنشقة عن الاسلام اسسها

الـميرزا غلام احمد فی القرن التاسع عشر فی الهند، وقد ذكر المترجم تاريخه او مما قاله انه قد اصيب فی شبابه بمرض هستيريا ونوبات عصبية عنيفة، وكان يتـداوی مـن هٰـذا الـمـرض ببعـض الـمشروبات المسكرة وقد زعم فی كتابه بـراهيـن احـمـدية انـه مـكـلف من اللّٰه تعالٰی باصلاح الخلق علٰی نهج المسيح عيسٰی ابن مريم علیہ السلام وان له الهامات ومكاشفات وان من يحضر الٰی قاديان يری الآيات السماوية الخوارق.

ودعا الجمعيات الاسلاميه بالهند الی المناداة بفضل الانجليز.

وان الجهاد ضدهم حرام وانهم نعمة عظيمة علی البشر من اللّٰه.

وقـال انـه نشـر خـمسين الف كتاب ورسائل فی اعلان فضلهم وانهم منة علی المسلمين، وانه يجب طاعتهم بل صرح بانه من خدامهم.

وطـلـب مـنهـم ان يعاملوا اسرته بالهند بالعطف والرعاية ما داموا من غـرس الانجليز الٰی آخر هٰذه العبارات الدنيئة، وتدرج فی الدعوی الٰی ان زعم ان روح المسيح علیہ السلام قـد حـلـت فيـه وان مـا يتحدث به هو كلام اللّٰه كالقرآن الكريم والتوراة.

وان دمشق التی ينزل فيها المسيح عيسٰی علیہ السلام فی آخر الزمان هی فی القاديان المكنی عنها بالمسجد الاقصٰی. وان الحج اليها فريضة.

وهـی الثـالثة بـعد مكة والمدينة ويسميها (الربوة) وانه مما قد اوحی اللّٰه اليه بما يربو علٰی عشرة آلاف آية وان من يكذبه كافر، وقد شهد له القرآن بالنبوة وكذالک الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، وقد صرح بموت المسيح عيسٰی علیہ السلام ودفنه فی كشمير وعين قبره فيها، تلک هی عقيدته وعقيدة اتباعه الضالين المنحرفين.

ويقولون ان من لا يدخل فی بيعته فهو كافر. وكذالک امتنع ظفر اللّٰه خـان الـقـاديـانـی وزير الخارجية من اتباعه عن الصلاة علٰی جثمان محمد علی جنـاح مؤسس باكستان بل زعم انه مقدم علٰی سائر الانبياء وان اللّٰه اوحی اليه فـقـولـه: يـا قـمر، يا شمس انت منی وانا منک. انت منی وانا منک ظهورک

ظهوری يحمد اللّٰه من عرشه ويمشی اليک الٰی آخر اكاذيبه الصارخة وضلالاته الفاحشة وقد فضحه شاعر الهند العظيم العلامة الدكتور محمد اقبال ورد علٰی جواهر لال نهر ورئيس وزراء الهند الذی (كان) يعطف علی القاديانية فی بلاده وفی باكستان لغلوهم فی مناهضة الاسلام والنبوة المحمدية ومحاربتها.

وكذالک صديقنا العلامة السيد ابوالحسن علی الندوی والعلامة السيد ابوالاعلی المودودی والأستاذ الاكبر الشيخ الخضر شيخ الأزهر فی ثلاث رسائل صدرتاها برسالة هامة فی تاريخ وتعاليم هٰذا المارق يمن الاسلام هو وكل من يتبعه فی مزاعمه وضلالاته. وقد اطلعنا علٰی كتابه التبليغ وما فيه من كفر وضلال وكذب علی اللّٰه والأنبياء.

وقد اطلعنا ايضًا علٰی ما فی كتابه من تزلف ونفاق للانجليز وحكام الهند آنذاک الٰی ابعد حد ولقد عرفنا كل المعرفة احاسيسه ورذائله فی هٰذا الكتاب، ولما هلک الميرزا غلام احمد القاديانی فی ۲۶ مايو سنة ۱۹۰۸م وخلفه صديقه الحميم فی الضلال حكيم نورالدين، صاحب تصديق براهين احمدية، فی دعاويه ومفترياته ثم توفی فی ۱۳ مارس سنة ۱۹۱۴م واستخلف بعد موته (بشيرالدين محمود) اكبر ابناء مؤسس الطائفة الضالة، وللقاديانية فرع اللاهوری يتزعمه الضال محمد علی صاحب ترجمة القرآن باللغة الانجليزية وله مؤلفات كثيرة وهو يلقب غلام احمد بالمسيح الموعود وله الحاد فی ترجمة القرآن وهی ترجمة كاذبة ضالة، نحذر المسلمين منها عامة، فانها تحريف والحاد وكذب وتضليل وقد اعتمد عليها اعداء الاسلام من الطوائق المنشقة عن الاسلام ومن المستشرقين وبعض المبشرين الكاذبين الجانين علی الاسلام، ومن هٰذا يعلم كفر الطائفة القاديانية وكفر زعيمها الضال.

رائی القاديانی فی المسيح والفتوی الشرعية الاسلامية بكفر

القادیانی لقد کتب جریدة مبنی الشرق بمصر منذسنین مایأتی.

لقد استغلت الجماعة الأحمدية بالهند بالرأی لأحد الشيوخ الأزهر يين زعم فيه وفاة المسيح عيسٰی علیہ السلام فاذاعت ان علماء الأزهر افتوا بالاجماع بموت المسيح علیہ السلام يريدون بذالک تأييد الميرزا غلام احمد القاديانی بأنه هو المسيح المنتظر لأن المسيح قد مات وحلت روحه فی غلام احمد ولما هال الأمر علماء الاسلام طلبوا بيانًا من مبعوث المؤتمر الاسلامی والأزهر هناک فبادر بارساله اليهم وترجموه الی الأردية ونشر فی صحف الهند الاسلامية وهو بالطبع يخالف رأی ذالک الشيخ وجماعة المسلمين بالاجماع واحالت الجريدة علينا هٰذا السؤال فكتبنا الجواب عليه.

بمايأتی بالحرف راجع فی فتاوانا ج ۱ ص ۹۰ وما بعدها.

ان مما تظاهرت عليه ادلة العقل والنقل واجمعت عليه الرسالات السماوية ان اللّٰه تعالٰی واحد لا شريک له له الكمال والقدرة والعلم المحيط والحكمة البالغة والتدبير المحكم لكل شئ خلقًا وايجادًا وبقاءً وافناءً ”له ما فی السمٰوٰت والأرض كل له قٰنتون بديع السمٰوٰت والأرض، واذا قضٰی امرًا فانما يقول له كن فيكون“ ابتدع خلقه الاوّل من غير مادة وهی منه خلقه الذی ابتدعه، وابتدعی النوع الانسانی علٰی غير مثال سبق بخلق آدم من المادة الطينية ثم خلق زوجته منه فكان خلق آدم من غير ابوی.

اوّل سطر فی لوح الوجود الانسانی ناطق بكمال قدرة الخالق الاعظم وبدائع صنعه وكان فی السطر الثانی خلق عيسٰی ابن مريم من غيراب، خلقهما اللّٰه تعالٰی بيد قدرته واوجدهما بكلمه ولا يتعاظم شئ علٰی قدرته.

وابدع علٰی غير مثال عالم الروح فخلق الأرواح ونفخها فی الأجسام وهی من امره تعالٰی استاثر بايجادها وبعثها وتصريفها ولم يستطع اشد الناس جحودًا للالٰهيات ان ينسب لانسان خلق روح وبعثها فی جسد وترتب اثر الحياة عليها.

وانما ذالک اللّٰہ وحده وقد خلق اللّٰه لكل جسد روحًا يتصل به عند تكوينه وينفصل عنه عند موته اذا انقضى اجله المقدر له وتبقى بعد انفصاله طليقه فى عالمها الروحى تسبح حيث يشاء اللّٰه حتّٰى يأمرها اللّٰه يوم البعث والنشور يوم يبعث من فى القبور بالعودة الٰى سجدها الذى انشاه اللّٰه للنشاة الاخرىٰ ومما لا خفاء فيه ان الانبياء احياء فى قبورهم حياة برزخية خاصة اقوىٰ من حياة الشهداء وان ذالک لا ينافى وجود ارواحهم فى السماء اذ ان الأرواح فى عالمها لا تحدها الأبعاد ولا تقيدها القيود، وقد لقى المصطفٰی ﷺ ارواح الانبياء فى بيت المقدس ليلة الاسراء وصلى بالأنبياء اماماً فيه، ولقى موسٰی علیہ السلام فى السماء ليلة المعراج بعد الصعود من بيت المقدس وتقا ولا بما جاء فى الحديث الصحيح بشان فريضة الصلاة كما لقى غيره من الانبياء، وثبت ان المصطفٰی ﷺ يرد السلام من يسلم عليه وانه تعرض عليه اعمال امته.

ولا يمكن ان تنتقل اى روح فضلاً عن ارواح الانبياء الٰى جسم آخر تحل فيه وتصرفه كما يزعم القائلون بتناسخ الارواح وهوم اضل الخلق عن الاسلام وغيره من الديانات السماوية ومارقون عن الشرائع.

فقول القاديانى ان روح المسيح عيسٰی علیہ السلام حلت فيه باطل وزور فى القول وكفر صريح.

اما المسيح عيسٰی علیہ السلام فالمجمع عليه عند المسلمين فى شانه مادل عليه القرآن الكريم انه لم يقتل ولم يصلب وانه رفع الى السماء بجسمه وروحه دون موت وانه لايزال حياً فى السماء حتّٰى يأذن اللّٰه سبحانه وتعالٰى مما يأذن به اواخر الزمان وان اللّٰه كف عنه بنى اسرائيل حين دبروا قتله، ومن عادتهم قتل انبيائهم كما اخبر اللّٰه عنهم بذالک، فالقى شبهه علٰى ذالک المنافق الذى دلهم عليه فكان جزاؤه القتل، وجزاء عيسٰی علیہ السلام الاكرام بالرفع الٰى السماء.

قال اللّٰه تعالٰى: ”وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم (النساء:١٥٧)“

”وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه (ايضاً)“
”انى متوفيک“ (اى مستوفيک وقابضک الٰى بجسمک وروحک) ”ورافعک الى ومطهرک من الذين كفروا (آل عمران:۵۵)“

ورفع عيسٰى علیہ السلام الى السماء كفرع محمد ﷺ الى السماء ليلة المعراج بروحه وجسده يقظة لا مناماً ولا غرايه فى ذالک فانها معجزات خارقة لا توزن بموازين العدات ولا تقاس بمقاييسها وهى شأن الخالق جل وعلا بقدرته الباهرة علٰى ان يحدث فى الجسم البشرى ما يعده ويهيشه لهٰذه الرحلة السماوية.

ويحول ما يحيط به الٰى ما يناسبه فى هٰذه الحالة كما حول النار المحرقة بردًا وسلامًا علٰى ابراهيم علیہ السلام، وحول جبريل من الصورة الملكية الى الصورة البشرية فى لمح البصر حتّٰى كان يلقى الرسول ﷺ الوحى فى صورة دحية الكلبى وحين التقى بابراهيم علیہ السلام فى بيته ضيفًا مع الملائكة قبيل انزال العذاب بقوم لوط.

وما دام ذالک فى نطاق القدرة الالٰهية وقد وقع فعلًا وجاء به المخبر الصادق، كما جاء بسائر معجزات الانبياء علیہم السلام وخوارقهم التى لا تحبط به العقول، فأى غرابة فى ذالک، لا جرم ان استغرابه او استبعداه انما ينشأ عن دخل فى الصدر وشک فى الاخبار وتحديد القدرة اللّٰه بقدرة البشر العاجزين، والافمن آمن بقدرة اللّٰه علٰى كل ممكن وآمن بالرسالات وان للرسل معجزات وان المعجزات امور ممكنة فى ذاتها هينة جدًا علٰى خالقها خارقة لعادات البشر معجزة لهم وحدهم ايقن بأن ذالک كل هين يسير على الخالق جل وعلا.

وغنى عن البيان ان شان عيسٰى علیہ السلام من مبدا خلقه الٰى طور شبابه الٰى طور قيامه بالدعوة فى بنى اسرائيل الٰى طور عداوتهم له الٰى طور تدبيرهم اغتياله كان شأناً عجيباً وكل ذالک كان ابتلاء لبنى اسرائيل وكان اللافتراء

والکذب علیه ونسب الیه مالم یقله شأن اعجب.

وحسبنا ما حکاه اللّٰه وهو فی المهد قال انی عبداللّٰه آتٰنی الکتٰب وجعلنی نبیا وجعلنی مبارکًا این ما کنت (ای قدر له ذالک فی علمه) واوصانی بالصلٰوة والزکٰوة مادمت حیاً وبرا بوالدتی ولم یجعلنی جبارًا شقیاً والسلٰم علی یوم ولدت ویوم اموت (ای بعد النزول من السماء آخر الزمان والحکم بشریعة الاسلام وکسر الصلیب وقتل الخنزیر) ویوم ابعث حیاً (فی الیوم الآخر) علیه وعلٰی نبینا افضل الصلٰوة والسلام.

هٰذا ما کتبناه اذ ذاک ونشر فی الصحف والکتٰب تکذیباً للقادیانیة الضالة المارقة الکافرة وبیاناً لخطاء ذالک الشیخ الأزهری الذی هل السبیل ونشر مانشره عن جهل او عناد واللّٰه ولی الصالحین.

کتبه حسنین محمد مخلوف

سابق مفتی اعظم مصر، وممبر جماعت کبار علماء مکة المکرّمة

مورخہ ۵؍ربیع الاوّل ۱۳۹۴ھ

شیخ حسنین محمد مخلوف کا تعارف، آپ کی پیدائش اور تعلیمی زندگی

آپ کا نام حسنین بن محمد حسنین مخلوف ہے۔ آپ حنفی المسلک اور ازہر کے رہنے والے ہیں۔ آپ ۶؍مئی ۱۸۸۰ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محمد حسنین مخلوف ازہر کے شیوخ میں سے تھے اور فقہ مالکی کے پیروکار عدوی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ جناب حسنین مخلوف نے ازہر میں گیارہ سال کی عمر میں قرآن مجید باتجوید حفظ کرنے کے بعد تمام علوم وہیں حاصل کئے اور جامعہ ازہر کی شہادۃ العالمیہ ۱۹۱۴ء میں اعلیٰ نمبروں کے ساتھ حاصل کی اور ۱۹۱۶ء میں شرعی عدالت کے جج مقرر ہوئے۔ پھر آپ کی برابر ترقی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۱ء میں آپ اسکندریہ کی شرعی عدالت کے چیف جسٹس مقرر ہوگئے۔ پھر ۱۹۴۲ء میں محکمہ سی.آئی.ڈی شرعی کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ اس کے بعد پھر آپ ۱۹۴۴ء میں سپریم کورٹ کے قائم مقام چیف جسٹس مقرر ہوگئے۔ پھر ۱۹۴۵ء میں آپ مصر کے مفتی اعظم منتخب ہوگئے۔ پھر ۱۹۴۸ء میں مجلس شیوخ کے ممبر مقرر ہوئے اور آپ کی مدت ملازمت ۶۰ سال کی عمر میں ۵؍مئی ۱۹۵۰ء کو ختم ہوگئی۔

پھر ڈیڑھ سال بعد دوبارہ دوسال کے لئے دارالافتاء کا محکمہ آپ کے سپرد کردیا گیا۔ دوسال گزرنے پر آپ نے افتاء کی ملازمت چھوڑ دی اور درس وتدریس اور کتب کی تالیف میں مشغول ہوگئے۔ یہ سلسلہ برابر اب تک جاری ہے۔ افتاء کے شعبے میں آپ کی تقرری دونوں مرتبہ صدر فاروق کے زمانے میں ہوئی۔

قادیانی گروہ

فضیلۃ الشیخ مخلوف مفتی اعظم جمہوریہ مصر اور جامعہ ازہر کی مجلس شیوخ کے ممبر، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی مجلس تاسیسی کے رکن اور مجلس تحقیقات اسلامی ازہر یونیورسٹی کے ممبر نے اپنے فتوے میں قادیانی گروہ کے متعلق فرمایا۔ (فتویٰ کی اصل عبارت یہ ہے): ''قادیانی فتنہ گمراہ فرقوں میں سے ایک فرق ہے، جو اسلام سے نکلا ہوا ہے۔ اس کی بنیاد مرزا غلام احمد قادیانی نے انیسویں صدی عیسوی میں ہندوستان میں رکھی تھی۔ مرزا قادیانی کے حالات لکھنے والے نے اس کی تاریخ بیان کی ہے۔ اس تفصیل میں یہ بھی درج ہے کہ مرزا قادیانی جوانی میں ہسٹریا اور سخت اعصابی دردوں کا شکار ہوگیا تھا اور اس مرض کے علاج کے لئے بعض نشہ آور سیرپ استعمال کرتا تھا۔ اس نے اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' میں دعویٰ کیا ہے کہ وہ خداتعالیٰ کی طرف سے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے طریقے کے مطابق مخلوق کی اصلاح پر مأمور ہے اور یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ اس کو بہت سے الہامات اور مکاشفات ہوئے ہیں اور جو آدمی قادیان شہر میں حاضر ہوگا۔ وہ بہت سی آسمانی نشانیاں اور خارق عادت چیزیں پائے گا۔''

بلکہ ہندوستان کی اسلامی تنظیموں کو دعوت دی کہ وہ استعمار کے فضل وکمال کا اعلان کریں اور یہ کہ انگریز کے خلاف جہاد کرنا حرام ہے اور انگریز سرکار انسانیت کے لئے اللہ کی رحمت ہے۔

مرزا قادیانی نے کہا کہ میں نے انگریز کی تعریف میں پچاس ہزار کتابیں اور رسالے تحریر کئے ہیں اور انگریز، مسلمانوں پر احسان بن کر اترے ہیں اور ان کی اطاعت گزاری، واجب ہے۔ بلکہ یہ اقرار کیا کہ وہ انگریزوں کا نوکر ہے۔

اور ان سے درخواست کی کہ ہندوستان میں اس کے خاندان کے ساتھ نرمی اور مہربانی والا معاملہ کیا جائے۔ کیونکہ وہ ان کا خود کاشتہ پودا ہے۔ اسی طرح اور کمینگی کی عبارتیں موجود ہیں۔

پھر وہ اپنے دعوے میں ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ اس نے دعویٰ کیا کہ مجھ میں مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح حلول کر گئی ہے اور جو وہ گفتگو کرتا ہے وہ اللہ کا کلام ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم اور توراۃ ہے۔

اور یہ کہ وہ دمشق جس میں مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانے میں نازل ہوں گے۔ وہ قادیان ہے، جسے قادیانیوں کے ہاں مسجد اقصیٰ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور مکہ مدینہ کے بعد اس کا تیسرا مرتبہ ہے، اس بستی کا نام ربوہ رکھا اور کہا کہ اس کا حج کرنا فرض کا درجہ رکھتا ہے۔

اور یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی ہے۔ جو دس ہزار آیتوں سے بڑھ جاتی ہے اور یہ کہ جو کوئی اس کی تکذیب کرے وہ کافر ہے اور قرآن نے اس کی نبوت کی گواہی دی ہے۔ ایسے ہی حضور ﷺ نے بھی تصدیق کی ہے اور حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موت اور کشمیر میں آپ کے دفن ہونے کا بڑے زوردار الفاظ میں اظہار کیا ہے اور کشمیر میں آپ کی قبر کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔ یہ ہے مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے گمراہ مرتدین پیروکاروں کا عقیدہ۔

اور کہتے ہیں جو مرزا قادیانی کی بیعت میں شامل نہیں ہوا وہ کافر ہے۔ ایسے ہی پاکستان کے قادیانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نے جو کہ مرزا قادیانی کا پیروکار تھا، اس نے بانی پاکستان مسٹر محمد علی جناح کی میت پر جنازہ نہیں پڑھا تھا۔ مرزا قادیانی نے انہی کفریہ اور گمراہ کن نظریات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ وہ تمام انبیاء پر فضیلت رکھتا ہے اور یہ کہ اللہ نے اس کو اپنے ان الفاظ میں وحی کی ہے۔

’’اے چاند! اے سورج! تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ تیرا ظہور میرا ظہور ہے۔ اللہ تیری تعریف عرش سے کرتے ہیں اور تیری طرف چل کر آتے ہیں۔‘‘ اسی طرح کے کھلے جھوٹ اور غلیظ ترین گمراہ تو ہمات ہیں اور شاعر مشرق فلاسفر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کو خوب رسوا کیا اور ہندوستان کے وزیر اعظم جواہر لال نہرو کی بھی خوب تردید کی ہے جو کہ قادیانی گروہ کے ساتھ اپنے ملک اور پاکستان میں بڑی دلچسپی لیتا تھا۔ اس وجہ سے یہ لوگ اسلام اور حضور ﷺ کی نبوت کے ساتھ ٹکر لیتے تھے اور ان کے مقابلے پر اترے ہوئے تھے۔

اسی طرح ہمارے دوست علامہ سید ابوالحسن علی ندوی اور فاضل دوست جناب ابوالاعلیٰ

مودودی اور امام اکبر شیخ الخضر شیخ الازہر نے تین رسالے اس بارے میں تحریر فرمائے ہیں جو ہم نے دائرہ اسلام سے خارج مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی توہمات اور گمراہیوں کی پیروی کرنے والے گروہ کی تاریخ اور تعلیمات پر مبنی کتاب میں درج کر دیئے ہیں۔ میں نے مرزا قادیانی کی کتاب ''تبلیغ'' جو کفر وضلال اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی تکذیب سے بھری ہوئی ہے، کا مطالعہ کیا۔

اور انگریز اور اس زمانے کے ہندوستان کے حکمرانوں کا قرب حاصل کرنے کے لئے جو حیلے اور نفاق کے انتہائی خطرناک راستے اختیار کئے گئے۔ ان کا بھی مطالعہ کیا۔ اس کتاب میں مرزا قادیانی کی کمینگی اور رذیل خصلتیں خوب کھل کر سامنے آ گئیں۔ پھر جب آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو مر گیا تو گمراہی میں شریک اس کا دوست کتاب تصدیق براہین احمدیہ کا مصنف حکیم نورالدین مرزا قادیانی کے دعوے اور بہتان تراشیوں میں اس کا خلیفہ بن گیا۔

پھر وہ ۱۳؍مارچ ۱۹۱۴ء میں مر گیا۔ موت سے پہلے اس نے قادیانیت کے شجرۂ خبیثہ کی بنیاد رکھنے والے مرزا قادیانی کے پہلے بیٹے مرزا بشیرالدین محمود کو خلیفہ چنا۔ قادیانی فرقے کی ایک شاخ لاہوری کہلواتی ہے۔ اس کا خودساختہ سربراہ محمد علی ہوا۔ جس نے قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اور اس کی متعدد تصانیف بھی ہیں۔ یہ مرزا غلام احمد قادیانی کو صرف مسیح موعود کا لقب دیتا ہے۔ اس نے قرآن کے ترجمے میں بہت سی ملحدانہ رائیں قائم کی ہیں۔ بلکہ یہ غلط اور گمراہ کن ترجمہ ہے۔ ہم تمام مسلمانوں کو اس سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ تو تحریف، کذب بیانی اور گمراہی کا مجموعہ ہے اور دین سے منحرف اسلام دشمن لوگوں نے ایسے ہی مستشرقین اور مذہب پر حملہ آور ہونے والے جھوٹے عیسائی مبشرین نے اس پر بھرپور اعتماد کیا ہے۔ ان مشترکہ خلاف اسلام کوششوں سے قادیانی گروہ اور اس کے گمراہ سردار کا کفر بالکل آشکارا ہو گیا۔

مرزا قادیانی کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق رائے اور اس کے کفر کے متعلق صحیح اسلامی فتویٰ۔

مصر کے اخبار منبی الشرق نے کئی سال قبل ایک خبر شائع کی جس کا متن یہ ہے:

احمدی جماعت جامعہ ازہر کے ایک شیخ کی رائے لینے میں کامیاب ہو گئی۔ جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا دعویٰ کیا۔ پھر یہ مشہور کر دیا کہ علمائے ازہر نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی موت کا متفقہ فتویٰ دے دیا ہے۔ مقصد اس فتویٰ کے حصول سے مرزا قادیانی کے مسیح منتظر ہونے کے دعویٰ کی تائید کرنا تھا۔ اس لئے کہ ان کا دعویٰ ہے کہ مسیح علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں اور ان کی روح مرزا قادیانی میں حلول کرگئی ہے۔ جب اس معاملے نے علمائے اسلام کو اضطراب میں ڈالا تو انہوں نے مؤتمر عالم اسلامی اور وہاں کے ازہر کے مندوب سے وضاحتی بیان طلب کیا۔ انہوں نے جلد ہی اس کا جواب بھیج دیا۔ چنانچہ علماء نے اس کا اردو ترجمہ کرا کے ہندوستان کے اسلامی رسالوں میں چھپوادیا۔ یہ بیان بھی اس شیخ کی رائے اور امت کے اجماعی عقیدے سے مختلف تھا۔ اس لئے اخبار نے یہ سوال ہم سے کردیا تو ہم نے اس کا جواب اس طرح لکھا۔ جو حرف بہ حرف نقل کیا جاتا ہے، ہمارے فتاویٰ کی ج۱ص۹۰ اور بعد کے صفحات کا مطالعہ کیجئے۔

دلائل عقلی اور نقلی اس پر متفق ہیں اور کتب سماویہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہیں اور ان کا کوئی شریک نہیں ہے۔ سارا کمال اور قدرت کاملہ بھی انہی سے حاصل ہے اور ہر چیز پر علم محیط اور اس کی تخلیق کی حکمت بالغہ، اسے پیدا کرنے، نئے سرے سے ایجاد کرنے، اسے اپنی مقررہ مدت تک باقی رکھنے اور وقت ختم ہونے پر اس کو فنا کرنے کی ٹھوس تدبیر کے مالک ہیں۔ اسی کا ہے جو کچھ ہے۔ آسمان اور زمین میں، سب اسی کے تابعدار ہیں۔

''نیا پیدا کرنے والا ہے آسمان اور زمین کا، اور جب حکم کرتا ہے کسی کام کو تو یہی فرماتا ہے اس کو: ہوجا! بس وہ ہوجاتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے پہلی مرتبہ مخلوق کو بغیر مادہ کے پیدا فرمایا اور یہی اللہ کی پہلی مخلوق ہے جسے اس نے ایجاد کیا اور بنی نوع انسان کو ایسی صورت میں پیدا کیا جس کی پہلے کوئی مثال نہیں تھی اور یہ عجوبہ آدم علیہ السلام کو مٹی کے اجزاء سے پیدا کرنے سے ہوا تو آدم علیہ السلام کی تخلیق بغیر ماں باپ کے ہوئی۔ پھر ان کی زوجہ حوا کو ان سے پیدا کیا۔

انسانی وجود کی لوح میں پہلی سطر یہ درج ہے کہ انسان کو خالق اعظم کی کمال قدرت اور عجائبات تخلیق سے گویائی ملی اور دوسری سطر میں درج ہے کہ عیسیٰ بیٹے مریم کو بغیر باپ کے پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو اپنی کمال قدرت سے پیدا فرمایا اور کلمہ کن سے انہیں کر دکھایا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی دسترس سے تو کوئی چیز باہر نہیں۔

اور عالم ارواح کو اچھوتے انداز میں وجود بخشا اور روحوں کو پیدا فرمایا اور انہیں جسموں میں پھونک دیا اور روح تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ اس کو ایجاد کرنے، پھر دوبارہ اسے وجود

دینے اور اس میں انقلاب پیدا کرنے اور جاری رکھنے کا سارا اختیار اللہ نے اپنے لئے خاص فرما رکھا ہے۔ خدا کی ذات اور صفات کا سخت ترین منکر بھی یہ طاقت نہیں رکھتا کہ روح کے پیدا کرنے اور اس کے جسموں میں پھیلانے اور پھر اس پر زندگی کے آثار مرتب کرنے کا اختیار کسی انسان کے لئے ثابت کر سکے۔

بلکہ اس کا تو سارا کا سارا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر جسم کے لئے ایک روح پیدا فرمائی ہے جو جسم کے ساتھ اس کی پیدائش کے وقت سے لگ جاتی ہے اور پھر جب اس کی مقرر شدہ زندگی ختم ہو جاتی ہے تو موت کے وقت وہ اس سے جدا ہو کر عالم ارواح میں آزاد ہو جاتی ہے اور اللہ کی مرضی کے مطابق جہاں چاہے وہ گھومتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ حساب وکتاب کا دن آ جائے گا۔ جب کہ تمام مرے ہوئے انسان اپنی قبروں سے اٹھا لئے جائیں گے تو جن جسموں کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ روح کو ان کی طرف لوٹ جانے کا حکم ہو جائے گا اور اس حقیقت میں تو شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنی قبروں میں خاص قسم کی برزخی زندگی حاصل ہے جو کہ شہداء کی برزخی زندگی سے بھی زیادہ طاقت والی ہے اور یہ اعتقاد رکھنا روحوں کے آسمانوں میں موجود ہونے کے بالکل منافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ عالم ارواح میں روحوں کو نہ تو کسی دوری سے محدود کیا جا سکتا ہے، نہ کوئی قید انہیں کسی جگہ بند کر سکتی ہے۔ یہ امر تو بالکل مسلم ہے کہ حضور ﷺ نے اسراء کی رات بیت المقدس میں انبیاء کی روحوں سے ملاقات کی ہے۔

اور آپ ﷺ نے سارے انبیاء کا امام بن کر بیت المقدس میں نماز پڑھائی۔ پھر شب معراج میں ہی جب بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف تشریف لے گئے تو موسیٰ علیہ السلام سے وہاں آپ ﷺ کی ملاقات ہوئی اور نماز کی فرضیت کے متعلق گفتگو بھی ہوئی۔ جس کا ذکر صحیح روایت میں موجود ہے۔ ایسے ہی اور انبیاء علیہم السلام سے بھی ملاقاتیں ہوئیں اور روایات حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو شخص حضور ﷺ پر سلام بھیجتا ہے تو آپ ﷺ اسے جواب دیتے ہیں اور امت کے اعمال آپ ﷺ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔

باقی انبیاء علیہم السلام کی روحیں تو کجا کوئی روح بھی ایک جسم سے منتقل ہو کر دوسرے کے جسم میں نہیں آتی کہ اس میں حلول کر جائے اور اس میں اپنا تصرف کرنے لگے۔ جیسا کہ روحوں کے تناسخ کے قائل لوگوں کا نظریہ ہے۔ یہ لوگ اسلام بلکہ تمام مذاہب سماویہ سے ہٹ کر بہت دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں۔ اسلام چھوڑ، تمام مذاہب سے خارج ہو چکے ہیں۔

تو مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ کہ مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اس میں حلول کر گئی ہے۔ بالکل باطل، کذب بیانی اور واضح کفر ہے۔

باقی مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مسلمانوں کے ہاں تو بالکل اجماع ہے اور قرآن کریم کی آیات اس پر شاہد ہیں کہ آپ کو نہ تو قتل کیا گیا، نہ ہی سولی پر چڑھایا گیا۔ بلکہ انہیں اپنے جسم اور روح دونوں کے ساتھ موت سے پہلے آسمان کی طرف اٹھالیا گیا ہے اور آپ زندہ ہیں۔ زندہ رہیں گے۔ یہاں تک کہ آخر زمانے میں ان کے لئے اللہ نے جو دن مقدر فرمایا ہے وہ ہو جائے گا اور اللہ نے بنی اسرائیل کے شر کو آپ سے روکے رکھا۔ جب کہ وہ آپ کے قتل کا پروگرام بنا چکے تھے اور بنی اسرائیل کی تو یہ پرانی عادت تھی کہ وہ انبیاء کو قتل کر دیتے تھے۔ اللہ نے ان کی اس عادت قبیحہ کے متعلق خبر بھی دی ہے تو جس منافق نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخبری کی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی شبیہ اس پر ڈال دی تھی۔ اس کی سزا قتل تھی، وہ تو سولی چڑھ گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پورا پورا احترام واکرام کیا گیا۔ اس طرح کہ آپ کو آسمان پر اٹھالیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اور انہوں نے نہ اس کو مارا، اور نہ سولی پر چڑھایا۔ لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے۔“

”اس کو قتل نہیں کیا بے شک، بلکہ اس کو اٹھالیا اللہ نے اپنی طرف۔“

”میں لے لوں گا تجھ کو (یعنی پورا پورا لے لوں گا اور اپنی طرف لوں گا آپ کو جسم اور روح دونوں کے ساتھ) اور اٹھا لوں گا اپنی طرف اور پاک کر دوں گا تجھ کو کافروں سے۔“

اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا ایسے ہی ممکن ہے۔ جیسا کہ حضرت محمد ﷺ کو معراج کی رات جسم اور روح دونوں کے ساتھ حالت بیداری میں آسمان پر بلایا گیا تھا۔ نہ کہ نیند میں اور یہ کوئی انہونی چیز نہیں ہے۔ کیونکہ معجزات، خارق عادت چیز ہوتے ہیں۔ ان کا موازنہ نہ تو مادی پیمانوں سے کیا جا سکتا ہے نہ ہی مادی قوانین سے انہیں پرکھا جا سکتا ہے۔ یہ تو کارساز جہان کی اپنی کمال قدرت ہے کہ جسم میں آسمانی سفر کی صلاحیت پیدا کر دے۔

پھر اللہ تعالیٰ اس کے اردگرد کے ماحول کو اپنی ضرورت کے موافق بھی بنا دیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے جلا دینے والی آگ کو ٹھنڈک اور آرام دہ چیز بنا دیا تھا اور جیسے ایک ہی لمحے میں جبرائیل علیہ السلام کے ملکی چہرے پر بشری لباس پہنا دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ

حضور ﷺ کے پاس پیغام وحی لانے کے لئے آپ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لاتے تھے۔ ایسے ہی جبرائیل امین قوم لوط پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لانے سے تھوڑی دیر پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اپنے ساتھیوں کے ہمراہ انسانی شکل میں مہمان بن کر آئے تھے۔

اور جب یہ سارے امور قدرت الٰہی کے دائرۂ اختیار میں ہیں اور عملی طور پر یہ چیزیں واقع بھی ہوچکی ہیں اور ان کی خبر صادق وامین رسول نے دی ہے۔ جیسا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام سے ایسے معجزات رونما ہوئے ہیں جن کا عقل انسانی احاطہ نہیں کرسکتی تو پھر ان کے ماننے میں کون سی مشکل چیز مانع ہے؟ حقیقت بات یہ ہے کہ ان معجزات کو مشکل تصور کرنا، یا ان کا بعید از عقل ہونا صرف اس وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو دل میں کچھ کجی ہوتی ہے یا حضور ﷺ کی دی ہوئی خبروں میں شک کرنے سے اور اللہ کی طاقت کو عاجز انسانوں کی طاقت پر قیاس کرنے سے ہوتا ہے۔ ورنہ جو شخص ہر ممکن چیز پر اللہ کی قدرت کا قائل ہو، اور سلسلۂ نبوت پر یقین رکھتا ہو اور انبیاء سے معجزات کے صادر ہونے اور فی الحقیقت ان کا ممکن ہونا تسلیم کرتا ہو، تو وہ مان جائے گا کہ یہ چیزیں اللہ کے سامنے بالکل آسان ہیں۔ اگر یہ خارق عادت ہیں تو صرف انسانی ذہن کے لئے ہیں اور یہ بھی مان لیا جائے گا کہ یہ سب کام پروردگار عالم کے آگے نہایت معمولی ہیں۔

اور اس کا تو قصہ ہی نہ چھیڑیئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی عجیب وغریب پیدائش، پھر آپ کا جوان ہونا، پھر بنی اسرائیل میں پیغام رسالت لے کر پہنچنا، پھر ان کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت پر اتر آنا، یہیں پر بس نہیں، بلکہ خفیہ طریقے سے آپ کے قتل کرنے کا ناپاک منصوبہ بنانا، (مگر خدا کا آپ کو ان تمام تدبیروں کے باوجود محفوظ رکھنا) واقعی عجیب امر ہے۔ یہ تو بنی اسرائیل کا امتحان لینا تھا۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انہونی بات کہہ دینا اور جھوٹ کا ان کی طرف منسوب کرنا، اس سے بھی زیادہ حیران کن ہے۔

کیا آپ کی شان عجیب کے لئے وہ کافی نہیں ہے جو خود اللہ نے آپ کی زبانی نقل فرمایا ہے: ''وہ بولا میں بندہ ہوں اللہ کا، مجھ کو اس نے کتاب دی ہے اور مجھ کو اس نے نبی کیا اور بنایا مجھ کو برکت والا جس جگہ میں ہوں۔ (یعنی یہ ہونے والی چیز اللہ نے اپنے علم میں میرے لئے مقدر کردی تھیں) اور تاکید کی مجھ کو نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک میں رہوں زندہ اور سلوک کرنے والا اپنی ماں سے اور نہیں بنایا مجھ کو زبردست بدبخت اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس

دن مروں (یعنی آخر زمانے میں آسمان سے نازل ہونے کے بعد اور شریعت اسلام کے مطابق فیصلہ کرنے، صلیب توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے کے بعد) اور جس دن اٹھ کھڑا ہوں زندہ ہوکر (قیامت کے دن)''

اللہ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں حضرت عیسیٰ اور ہمارے نبی پر۔

یہ وہ ساری تفصیل ہے جو ہم نے اس وقت سلسلۂ گمراہ، مرتد، کافر گروہ قادیانی کی تکذیب اور ازہری شیخ کی غلطی کی وضاحت کرنے کے لئے لکھا تھا۔ جو اخباروں اور کتابوں میں شائع بھی ہوا تھا۔ اس گمراہ ازہری شیخ نے جو کچھ اپنی جہالت یا عناد کی وجہ سے لکھا، سو لکھا۔ لیکن ہم نے تو حقیقت حال بالکل واضح کر کے لکھ دی ہے۔ اسرار بن عبدالمولیٰ تاشقندی

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۴۳ تا ۵۳)

(۱۰۱۲)

اسلم چشتی رحمۃ اللہ علیہ (گوجرہ)، مولانا محمد

(وفات: ۱۶؍جنوری ۲۰۱۷ء)

مولانا محمد اسلم چشتی جٹ برادری سے تعلق رکھتے تھے اور ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز تھے۔ حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد اسلم صاحب کو مدرسہ احیاء العلوم ماموں کانجن ہمراہ لائے۔ ابتداء سے متوسطہ تک یہاں پر تعلیم حاصل کی۔ پھر جامعہ رشیدیہ ساہیوال پڑھتے رہے۔ آخری تین سال آپ نے کراچی جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں پڑھا۔ دورۂ حدیث شریف، شیخ الاسلام حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی ولی حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات سے پڑھا۔ آپ ذی استعداد عالم دین تھے۔ کتب پر بھرپور دسترس حاصل تھی۔ کہیں پڑھانے لگ جاتے تو ماہر مدرس ہوتے۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد اسلم چشتی کے خاندان میں ایک اور عالم دین تھے جو پنجاب کے نامور خطیب تھے۔ گھنٹوں بلاتکلف بولنے والے، خوبصورت ترنم آواز کے مالک، قادرالکلام خطیب، مولانا محمد سلیمان طارق وہ گوجرہ جامعہ مسجد کلاتھ مارکیٹ میں اوقاف کے خطیب تھے۔ ان کی ترقی

ہوئی تو انہوں نے اپنی جگہ مولانا محمد اسلم چشتی کو خطیب لگوادیا۔ مولانا محمد اسلم صاحب اس زمانہ میں مدرسہ محمودیہ گوجرہ میں کتابیں بھی پڑھاتے رہے۔ مولانا اسلم خوب انسان تھے۔ ایک بار خیال اٹھا تو جوانی میں قرآن مجید یاد کرنا شروع کر دیا اور حیرت ہے کہ ان کا عشق قرآن کا جذبہ جیت گیا اور وہ حافظ بن گئے۔ اس دوران آپ کی اہلیہ کا جوانی میں وصال ہوگیا تو دوسری شادی کی۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد دی۔ سب کو قرآن مجید کا قاری اور عالم بنایا۔ وہ بہت درویش صفت انسان تھے۔ ان کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ بیعت کا تعلق حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز پیر جی عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ گیارہ چک والوں سے تھا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق قائم کیا اور خلافت پائی۔ گوجرہ آمد کے دوران سے لے کر دم وفات تک مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرہ کے امیر رہے اور اس کام کے لئے خوب متحرک رہے۔ کمیٹی گراؤنڈ میں بڑی بڑی مثالی دو دو دن کی کانفرنسیں منعقد کرتے رہے۔ پہلے چنیوٹ پھر چناب نگر ختم نبوت کانفرنسوں میں تشریف لانا آپ کے معمولات کا حصہ تھا۔ اوقاف سے ریٹائرڈ ہوئے تو گوجرہ کے جس محلّہ میں مکان تھا اسی محلّہ میں مسجد و مدرسہ قائم کیا۔ عمر بھر اس کی آبیاری کرتے رہے۔ خود کو عوارض نے گھیر لیا تو سب کچھ بچوں کے سپرد کر دیا اور خود ذکر الٰہی کے لئے وقف ہوگئے۔ زہے نصیب! کہ ذکر اللہ کرتے کرتے ہی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگئے۔ اس شان سے گئے کہ دنیا عش عش کر اٹھی۔

(۱۰۱۳)

اسلم حیات رحمۃ اللہ علیہ (ایڈووکیٹ)، ملک

(وفات: ۱۳؍جنوری ۱۹۷۵ء)

آپ نامور قانون دان تھے۔ لاہور میں جب امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے بقول آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کہ اسلم حیات صبح و شام حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں شریک صحبت رہتے۔ انہیں صحبتوں نے آپ کو سراپا عاشق ختم نبوت بنا دیا تھا۔

(۱۰۱۴)

اسلم رحمۃ اللہ علیہ (سلطان فونڈری والے)،صوفی محمد

(پیدائش:۱۹۱۴ء ...... وفات:مئی۱۹۶۹ء)

مولانا محمد اکرم کے برادر اکبر صوفی محمد اسلم سلطان فونڈری والے تمام دینی تحریکات میں پیش پیش، دینی وسماجی کارکن، بااخلاق ونیک سیرت، متدین بزرگ، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ مولانا قاضی احسان احمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور اکابرین جمعیۃ کے میزبان جالندھر میں پیدا ہوئے۔ پھر آپ کے والد نے بٹالہ ضلع گورداسپور میں مستقل رہائش رکھ لی۔ تقسیم ملک تک آپ مجلس احرار اسلام کے تحت عقیدۂ ختم نبوت کے لئے ہراوّل دستے کا کردارادا کرتے تھے۔ان کو مسجد نبوی ریاض الجنہ میں نفیس قسم کا پیتل کا جنگلہ لگوانے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی۔ جس سے قرآن مجید اہتمام سے رکھے جاتے۔ تبلیغی جماعت سے آپ کا گہرا تعلق تھا۔

(۱۰۱۵)

اسلم رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث مولانا قاضی محمد

(وفات:۹؍نومبر۱۹۸۴ء)

آپ ڈھنیڈہ میں جناب محمد اکبر صاحب کے گھر ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ ہری پور میں مولانا سید احمد شاہ صاحب سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۰ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد اسلامیہ رحمانیہ میں ہی تدریس پر مامور ہوئے۔ پانچ سال تک یہیں تدریس کرتے رہے۔ دارالعلوم انوریہ ڈھنیڈہ میں ۱۱؍سال تدریس کی۔ ۱۹۵۸ء میں مدرسہ اشرف العلوم باغبانپورہ گوجرانوالہ میں ۵سال تک پڑھایا۔اس کے بعد مدرسہ نصرۃ العلوم میں بھی ۵سال تک پڑھاتے رہے۔ دارالعلوم مدنیہ ڈسکہ میں بھی دوسال تک تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ جامعہ فرقانیہ راولپنڈی میں بھی پڑھایا۔ ہمارے امیر مرکزیہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم، اسلامیہ رحمانیہ میں آپ سے پڑھتے رہے۔ جامعہ فاروقیہ کراچی کے استاذ الحدیث حضرت مولانا محمد انور، حضرت مولانا فیروز خان رحمۃ اللہ علیہ (ڈسکہ)،حضرت مولانا زاہدالراشدی،حضرت مولانا قاضی ظہور حسین اظہر (چکوال)، ہمارے حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالغفور (ٹیکسلا) اور ابن امیر شریعت سید عطاء المؤمن بخاری جیسے اساطین علم آپ کے شاگرد ہیں۔

آپ نے ہمیشہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خدام کی سرپرستی فرمائی۔ گوجرانوالہ میں تحریکوں کی قیادت فرمائی۔ آپ کے تمام شاگرد فتنہ قادیانیت کے لئے شمشیر برہنہ ثابت ہوئے۔ آپ سراپا علم تھے۔ ساری زندگی درس وتدریس میں گزار دی۔ ایسے لوگ بلاشبہ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ آپ علم کی آبرو تھے۔ ڈھنیڈہ ہری پور کے آبائی قبرستان میں آپ کی تدفین ہوئی۔

(اورنگزیب اعوان)

(۱۰۱۶)

اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (چناب نگر)، ماسٹر محمد

(وفات: نومبر ۱۹۸۱ء)

جناب ماسٹر محمد اسماعیل صاحب چناب نگر مسلم کالونی کے رہائشی تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے دل وجان سے عاشق وپروانے تھے۔ عالمی مجلس کے مراکز چناب نگر (مسلم کالونی واسٹیشن) کی کامیابی کے لئے مقدور بھر ساعی رہے۔ آپ کے صاحبزادہ جناب غلام دستگیر صاحب اس وقت اسلام آباد میں سرکاری لائبریری کے لائبریرین ہیں۔ حق تعالیٰ ماسٹر صاحب مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

(۱۰۱۷)

اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (خوشاب)، حضرت مولانا محمد

(وفات: ۲۳؍مارچ ۱۹۸۶ء)

آپ نامور عالم دین تھے۔ مظاہر العلوم سہارنپور کے فارغ التحصیل اور شیخ الاسلام

مولانا حسین احمد مدنی کے مرید تھے۔ فراغت کے بعد عرصہ تک جامعہ سراج العلوم سرگودھا میں تبلیغی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کا وجود مسعود سراپا تحریک ختم نبوت تھا۔ آپ نے مرزا محمود کے زمانہ میں خوشاب، بھیرہ، سلانوالی فروکہ، ساہیوال، سرگودھا، میانی، خوشاب، شاہپور جہاں بھی قادیانیوں نے پر پرزے نکالے علماء کرام کی ٹیم کے ہمراہ تشریف لے جاتے اور قادیانیوں پر ان حضرات کو دیکھتے ہی اوس پڑ جاتی تھی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں قید و بند کے مراحل کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں آپ قائدانہ شان کے ساتھ ہراوّل دستہ میں شامل رہے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو اسلاف کی روایات کا امین بنایا تھا۔ ان کا وجود انعام الٰہی تھا۔ اصلاً آپ ٹانک کے رہنے والے تھے۔ خوشاب کی جامع مسجد بگڑ والی کے خطیب تھے اور اس کے متصل ہی آپ کی تدفین ہوئی۔

(۱۰۱۸)

اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(پیدائش: ۱۹۰۱ء ...... وفات: ۲۰ رفروری ۱۹۶۸ء)

آپ موضع ڈھینکی تحصیل وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی نوشت وخواند گھر پر مکمل کی۔ مدرسہ نصرت الاسلام گوجرانوالہ میں داخل ہوئے۔ مولانا عبدالمنان محدث وزیرآبادی سے صحاح ستہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد حسین ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد عالم آسی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات شامل ہیں۔ حاجی پورہ جامع مسجد اہل حدیث گوجرانوالہ کو مرکز بنایا اور یہیں کے ہوکر عمر بھر رہے۔ تحریک آزادی میں دوبار، اور تیسری بار تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں سنت یوسفی ادا کی۔ علاوہ ازیں آپ نے مرزا قادیانی کے عقائد کی تردید پر ''مرزائی کا جنازہ اور مسلمان'' نامی فتاویٰ میں صورت مسئولہ پر درج ذیل عبارت تحریر کر کے دستخط کئے۔

''مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متعلق علماء امت نے صراحۃً تکفیر فرمائی ہے۔ خود قادیانی بھی دوسرے مسلمانوں کو کافر سمجھتے اور ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے۔ پھر ایک مسلمان امام نے نامعلوم یہ جرأت کیوں کی؟ اندریں حالات امام مذکور امامت کے قابل نہیں۔ اگر اسے اپنے فعل پر اصرار ہو تو یقیناً ارتداد ہے۔ اسے توبہ کر کے ایمان کی تجدید کرنی چاہئے۔ عامۃ المسلمین کو

اسی طرح فعل توبہ اور استغفار کرنا چاہئے۔‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۴۲۰)

(۱۰۱۹)

اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (سیکرٹری اسلامک سنٹر چٹا گانگ)، مولانا محمد

آپ نے مسئلہ حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ذیل کا فتویٰ دیتے ہوئے لکھا کہ:

’’ما کتبه العلماء من اوّله کله حق، لا شک فیه کما ثبت بالاحادیث الصحیة فماذا بعد الحق الا الضلال‘‘

عبده محمد اسماعیل عفا الله عنه
مہتمم مدرسہ مظاہر العلوم چر چکتائی چاٹگام
۲۷؍شوال المکرّم ۱۳۸۵ھ

اوّل سے علماء نے جو اس سلسلے میں لکھا ہے، وہ بالکل حق ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور حق کے ورے تو گمراہی ہی ہے۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۵۵)

(۱۰۲۰)

اسماعیل محمدی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات:۲۶؍ستمبر۲۰۱۶ء)

ملک کے نامور عالم دین اور نظریاتی مبلغ وخطیب مولانا محمد اسماعیل محمدی رحمۃ اللہ علیہ دل کے دورہ سے جان کی بازی ہار گئے۔ آپ حویلی بہادر شاہ ضلع جھنگ سے تعلق رکھتے تھے۔ ثقہ عالم دین تھے۔ جھنگ کے ماحول میں جب ایک طبقہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تنقید کا نشانہ بنایا تو اسی جھنگ کے ایک عالم دین مولانا حق نواز مرحوم میدان میں آ گئے۔ آپ کے ساتھ کام کرنے والے بعض ناپختہ ذہن رافضیت کے رد میں خارجیت کا شکار ہونے لگے۔ تیرا علی رضی اللہ عنہ، میرا علی رضی اللہ عنہ، تیرا مہدی رضی اللہ عنہ، میرا مہدی رضی اللہ عنہ کی دل آزار بحث کے پرپرزے نکلنے لگے تو اسی جھنگ کے ایک عالم دین مولانا محمد اسماعیل محمدی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے توفیق دی کہ وہ خارجیت کے سیلاب کے سامنے سد سکندری بن گئے۔ آپ تمام تر مصلحتوں سے بالاتاک ہوکر حب اہل بیت رضی اللہ عنہما کی تصویر وعلامت بن کر سراپا وکیل ناموس اہل بیت رضی اللہ عنہما بن گئے۔ آپ نے اس محاذ کو ایسا کامیابی سے

سنبھالا کہ اپنے، پرایوں کو ششدر کر دیا۔ یہ توفیق الٰہی سے سرشار اور موفق من اللہ تعالیٰ تھے۔ ان کی تقاریر نے خارجیت کے دلوں میں شگاف ڈال دیئے۔ ان کی اس مقدس مشن کے لئے کامیاب کاوش نے ان کو ایک اعلیٰ مقام نصیب کیا۔ ان پر رافضی ہونے کے طعنے کسے اور پھبتیاں اڑائی گئیں۔ لیکن انہوں نے جس بات کو حق سمجھا اس پر وہ زندگی کے آخری سانس تک ثابت قدم رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ حضرت حافظ ناصر الدین خاکوانی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں رانا ٹاؤن گوجرانوالہ روڈ لاہور کے قبرستان میں رحمت حق کے سپرد کر دیا گیا۔ حق تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائیں۔ سیات کو بھی حسنات سے مبدل فرمائیں۔ ان کی یادیں مدتوں رہیں گی۔

(۱۰۲۱)

اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (گوجرہ)، حافظ محمد

(وفات: ۱۹ر ستمبر ۱۹۸۵ء)

گوجرہ کے معروف مذہبی رہنما، دینی شخصیت، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں حصہ لینے کی بنیاد پر سرکاری ملازمت سے برطرف کئے گئے۔ لیکن عمر بھر عقیدۂ ختم نبوت کے داعی اور مبلغ رہے۔

(۱۰۲۲)

اشرف رحمۃ اللہ علیہ (آف ترنہ)، حاجی محمد

(وفات: مئی ۱۹۹۲ء)

ترنہ ضلع بالاکوٹ کے حضرت حاجی محمد اشرف ایک صالح اور بزرگ رہنما تھے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق تھا۔ اپنے مرشد کے عاشق وخادم صادق تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام بالاکوٹ کے نائب امیر تھے۔ ختم نبوت کانفرنسہائے چناب نگر میں بلاناغہ حاضری بمع وفدان کا معمول تھا۔ تمام دینی تحریکوں میں پیش پیش رہے۔

(۱۰۲۳)

اشرف رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین پھلواری)، حضرت شاہ

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت شاہ اشرف صاحب کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲ نمبر۹۳ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۰۲۴)

اشرف علی عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات: شوال ۱۳۲۶ھ)

مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ عظیم آباد (پٹنہ) میں جناب احمد اللہ صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا کا اسم گرامی الٰہی بخش اور پردادا کا نام ہدایت علی تھا۔ آپ کا گھریلو اور خاندانی ماحول علمی تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے علم اپنے والد، بھائی اور چچا جان سے حاصل کیا۔ لکھنؤ میں علوم دینی حاصل کئے۔ بعدازاں مغربی علوم کے لئے کلکتہ کا رخ کیا اور وہاں کالج میں اعلیٰ نمبر حاصل کئے۔ اسی قابلیت کی وجہ سے انگریزوں نے شمس العلماء کا خطاب دیا۔ جب دیگر علماء کی طرح مولانا نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا تو آپ نے ان الفاظ کے ساتھ تائید حسنہ کی: ’’ما اجاب بہ السید العلامۃ المحدث الدھلوی ھوا حق بالقبول ‘‘ جو جواب علامہ سید محمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے وہ لائق قبول ہے۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۲۱۱)

(۱۰۲۵)

اصغر حسین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا میاں

(ولادت:۱۲۹۴ھ ...... وفات:۱۳۶۴ھ)

حضرت مولانا میاں اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ دیوبند میں پیدا ہوئے۔ والد بزرگوار کا نام شاہ محمد حسن تھا۔ اپنے ولد گرامی سے قرآن شریف اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۱۰ھ سے ۱۳۲۰ھ تک دارالعلوم دیوبند میں تعلیمی مشغلہ رہا۔ بعد فراغت سات سال تک جون پور کی اٹالہ مسجد میں تعلیمی مصروفیت رہی۔ اس کے بعد ارباب دارالعلوم دیوبند نے ماہنامہ رسالہ ''القاسم'' پر مامور فرمادیا۔ حضرت تعویذات کے امور میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ کی خدمت خلق کا دائرہ کار بہت وسیع تھا۔ آپ کو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے بزرگ ماموں میاں جی منے شاہ سے خلافت واجازت حاصل تھی۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند میں ہی دارالمسافرین کے نام سے مسافرخانہ قائم کیا۔ گجرات راندیر میں حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے آپ کا انتقال ہوا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف شائع ہونے والے فتاویٰ جات پر آپ کے بھی دستخط موجود ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۶۵)

(۱۰۲۶)

اصغر علی شاہ نیازی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت سید اصغر علی شاہ کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲ نمبر۱۰۰ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۰۲۷)

اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ (گجرات)، مولانا

گجرات کے مولانا اصغر علی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ تھے۔ ۱۳؍جون ۱۹۵۵ء کو مجلس

تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کا جو اجلاس حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی زیر صدارت جناح کالونی فیصل آباد میں منعقد ہوا، اس میں مولانا اصغر علی کی تقرری کی منظوری دی گئی۔

(۱۰۲۸)

اعزاز علی امروہی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

آپ دارالعلوم دیوبند کے نہایت ممتاز فضلاء میں سے تھے۔۱۳۲۱ھ میں فراغت کے بعد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مدرسہ نعمانیہ پورینی ضلع بھاگلپور کے لئے منتخب فرمایا۔آپ تقریباً سات سال تک یہاں درس دیتے رہے۔ پھر شاہ جہان پور میں تقریباً تین سال گزارنے کے بعد دارالعلوم دیوبند بلالئے گئے۔ پھر تادم زیست دارالعلوم دیوبند میں ہی رہے۔شیخ الادب کے نام سے مشہور ہوئے۔علم الادب اور علم الفقہ پر عبور حاصل تھا۔مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے بعد صدر مفتی دارالعلوم کے عہدے پر فائز ہوئے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی عدم موجودگی میں کئی بار بخاری شریف پڑھانے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ انتظامی امور میں بھی آپ کی اہلیت مسلم تھی۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ کی علمی خدمات کا دورانیہ چوالیس برس پر محیط ہے۔آپ نے ردقادیانیت پر ''فتویٰ تکفیر قادیان'' میں صورہ مسئولہ پر مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے جواب پر ''اصاب المجیب'' لکھ کر تائیدی دستخط فرمائے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۳۶۸)

(۱۰۲۹)

آفاق لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حکیم محمد

حضرت مولانا محمد آفاق لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، لدھیانہ شہر میں مولانا سیف الرحمٰن لدھیانوی کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شمولیت کی وجہ سے آپ کا پورا گھرانہ ابتلاء اور کرب سے گزرا۔آپ نے مزید دینی تعلیم اپنے چچا حضرت مولانا شاہ محمد لدھیانوی سے حاصل کی۔علم طب سے بھی شغف تھا۔عربی اور فارسی زبانوں پر آپ کو دسترس حاصل تھی۔محلّہ ڈھولیوال لدھیانہ میں روزانہ درس حدیث دیتے اور مسجد شرف النساء میں خطبہ جمعہ دیتے۔اپنے ان دروس اور خطبات میں عقائد کی اصلاح، رسومات

وبدعات سے اجتناب کے ساتھ ساتھ فتنہ قادیانیت کا خوب رد کرتے۔ چنانچہ ایک فتویٰ میں قادیانیت کے متعلق لکھتے ہیں کہ: ’’مرزا قادیانی کے عقائد مستحدثہ باطلہ جو اس کی تحریرات وتالیفات میں میری نظر سے گزرے وہ خلاف اصول شرعیہ نقلیہ ہیں۔ واقعہ مورد حدیث ’’سیاتی من امتی دجالون کذابون‘‘ (الحدیث کما رواہ السنن) ہے۔ پس ایسے عقائد باطلہ کے پیرووں ومعتقدین سے اجتناب ضروری ہے۔ ان کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھنی چاہئے۔ کیونکہ وہ اہم ضروریات اسلام سے منکر ہیں۔‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۵۱)

(۱۰۳۰)

افتخار احمد اعوان رحمۃ اللہ علیہ، جناب

(وفات: ۲۲؍اگست ۱۹۹۱ء)

۳۰؍اپریل ۱۹۶۸ء کو سکندر، ہری پور ہزارہ میں حاجی محمد اختر مرحوم کے گھر آپ کی ولادت ہوئی۔ ۱۹۸۴ء میں تحریک ختم نبوت کا تیسرا جھونکا آیا جو اپنے ساتھ امتناع قادیانیت آرڈیننس کا تحفہ لایا۔ تحریکوں کا یہ وصف ہے کہ وہ لیڈر پیدا کرتی ہیں اور کارکن ابھارتی ہیں۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت کے نتیجہ میں جو نئے نوجوان عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ ہوئے ان میں ایک افتخار احمد اعوان بھی تھے۔ جن کا تعلق ہزارہ کے زرخیز، دیدہ زیب، دلفریب اور سرسبز وشادات علاقہ ہری پور سے تھا۔ مرحوم ایک متحرک، فعال، پرجوش اور مخلص کارکن تھے۔ پورے علاقہ میں تحفظ ختم نبوت کے ہر پروگرام اور تحریک کے روح رواں تھے۔ مرحوم میں کام کرنے کا جذبہ خون کی حرارت میں شامل تھا۔ افتخار ایک کامیاب مقرر بھی تھے۔ ان کی تقریر شعلہ وشبنم کا امتزاج ہوتی تھی جو روانی، فراوانی اور طغیانی سے عبارت تھی۔ (اورنگزیب اعوان)

(۱۰۳۱)

افضل بہاول پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات: اکتوبر ۱۹۸۲ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت محلّہ نواباں بہاول پور کے امیر اور فعال رہنما تھے۔ ان کی زندگی

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف تھی۔

(۱۰۳۲)

اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا پیرزادہ

(ولادت: ۴؍جنوری ۱۹۲۸ء ...... وفات: ۲۰۰۸ء)

آپ موضع شہاب والا ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے والد گرامی مولانا عبدالرحیم فاروقی، مولانا نبی بخش حلوائی لاہوری، مدرسہ تعلیم الاسلام چک نمبر ۳۷ بہاول نگر سے دینی تعلیم حاصل کی۔ پھر دنیوی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے تو اورینٹل کالج لاہور سے ایم.اے کرلیا۔ پیرگھرانہ سے تعلق تھا۔ پہلے نعت خوانی، پھر خطابت کا شغل بھی جاری رکھا۔ فوج میں ملازمت کی۔ سی.ایم.اے لاہور میں کلرک لگ گئے۔ ان دنوں تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا تو کوئٹہ تبادلہ کردیا گیا۔ آپ نے فوج میں جہاد پر تقریر کی۔ فوجی افسر نے سنی تو خوش ہوکر یومیہ فوج میں پریڈ کے وقت جہاد پر تقریر کراتے تھے۔ لاہور آئے تو ایک وزیر کی سفارش سے فوج سے استعفاء دے کر سول ملازمت کرلی۔ جہاں ڈپٹی ڈائریکٹر لیبر کے عہدہ پر پہنچ کر ۱۹۸۸ء میں ریٹائر ہوئے۔ بریلوی مکتب فکر کے انتہائی پختہ قلمکار تھے۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے مجلس رضا قائم کی تو اس میں متحرک رہے۔ وہ ٹوٹی تو مرکزی مجلس رضا قائم کی۔ ''جہاں رضا'' کے رسالہ کے ایڈیٹر رہے۔ خوب لکھنے کا متاثرکن انداز تھا۔

(۱۰۳۳)

اقبال بٹ رحمۃ اللہ علیہ (چونڈہ)، جناب محمد

(وفات: فروری ۱۹۷۴ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت چونڈہ کے مخلص اور جیالے کارکن عمر بھر تحفظ عقیدۂ ختم نبوت اور تبلیغ اسلام کے لئے سرگرم عمل رہے۔ مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ رفقاء کے ساتھ مرحوم کی تعزیت کے لئے چونڈہ تشریف لے گئے۔

(۱۰۳۴)

اقبال رحمۃ اللہ علیہ (پھالیہ)، جناب محمد

(ولادت: اپریل ۱۹۵۶ء ...... وفات: ۵؍فروری ۲۰۱۴ء)

جناب محمد اقبال صاحب کٹیا فارم، علاقہ پھالیہ میں پیدا ہوئے۔ پرائمری کی تعلیم پائلٹ سکول پھالیہ سے حاصل کی اور میٹرک کا امتحان ۱۹۷۰ء میں دارالاسلام راولپنڈی سے پاس کیا۔ بھٹو کے اقتدار میں سیاسی سرگرمیوں میں شریک رہے۔ ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت میں بھی پورے جوش وجذبہ سے شریک ہوئے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں ایک سال جیل بھی کاٹی۔

(۱۰۳۵)

التفات احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین ردولے مستان شاہ کابلی)، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت التفات احمد شاہ کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۱ نمبر ۶۳ پر مخاطب کیا ہے۔ گویا کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۰۳۶)

الطاف الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (چاٹگام)، حضرت مولانا مفتی محمد

حضرت مفتی صاحب کا شمار علماء بنگلہ میں جید، مستند اور قابل مفتیوں میں ہوتا ہے۔ قادیانی فتنہ کے متعلق آپ نے فتویٰ تحریر کیا۔ دیگر علماء بنگلہ نے اس کی تائید وتوثیق فرمائی۔

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ الذی لا نبی بعدہ، اما بعد!

فالاجوبۃ کلھا صحیحۃ، والفرقۃ القادیانیۃ فرقۃ باطلۃ خارجۃ عن اھل السنۃ والجماعۃ وعن دائرۃ الاسلام.

حررہ احقر الناس محمد الطاف الرحمٰن عفی عنہ

حمد وثناء کے بعد! تمام جوابات درست ہیں اور قادیانی فرقہ باطل ہے۔ یہ اہل سنت والجماعت اور دائرہ اسلام سے بھی خارج ہے۔

الجواب حق و الحق احق ان یتبع، وماذا بعد الحق الا الضلال!

جواب بالکل درست اور حق ہے اور حق بات اس کے زیادہ لائق ہے کہ اس کی تابعداری کی جائے اور حق کے بعد تو پھر گمراہی ہی ہے۔ محمد عبدالمعز

دارالافتاء جامعہ فرقانیہ لال باغ، ڈھاکہ

جواب صحیح ہے۔ شمس الحق عفاء اللہ عنہ، جامعہ قرآنیہ عربیہ لال باغ، ڈھاکہ

جواب درست ہے۔ محمد ریاست علی، مدرس رانا پنک مدرسہ ضلع سلہٹ بنگلہ دیش

جواب صحیح ہے۔ محمد عبدالحکیم سلہٹی مدرس جامعہ قرآنیہ لال باغ، ڈھاکہ

جواب حق ہے۔ احقر محمد مدرس مدرسہ ڈھاکہ دکھن

جواب صحیح ہے۔ مہتمم مدرسہ امدادالعلوم فرید آباد، ڈھاکہ

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص ۵۶،۵۷)

(۱۰۳۷)

الطاف حسین گیلانی ؒ، جناب سید

(وفات: دسمبر۱۹۷۴ء)

کھرڑیانوالہ فیصل آباد کے مذہبی رہنما پیر طریقت سید الطاف حسین گیلانی چک نمبر ۲۰۵ ر.ب میں سکونت پذیر تھے۔ آپ تقسیم سے قبل مجلس احرار اسلام سے وابستہ تھے۔ پاکستان بننے کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے خدمات سرانجام دیں۔ آپ گوناگوں صفات کے حامل تھے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ اور مولانا محمد علی جالندھری ؒ سے والہانہ قلبی تعلق تھا۔ آپ نے علاقہ میں متعدد مسجدیں بنوائیں۔ حق تعالیٰ ان کی تربت پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔ آمین!

(۱۰۳۸)

اللہ بخش بہاول نگری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

(ولادت:۱۸۶۶ء ...... وفات:۱۹۳۳ء)

آپ بستی ککو بودلہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام میاں بخت آور تھا۔ آپ کا خاندان پندرھویں پشت (اوپر کی جانب) حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوا تھا۔ مولانا اللہ بخش اپنے علاقہ کے مختلف مدارس میں پڑھتے رہے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ حسین بخش دہلی میں داخلہ لیا اور تکمیل کی۔ اس کے بعد دہلی کی ایک مسجد میں امام وخطیب مقرر ہوگئے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ دانتوں کے علاج کے سلسلہ میں دہلی آئے تو اسی مسجد میں آپ کا قیام ہوا۔ مولانا اللہ بخش کئی روز تک آپ کی خدمت پر مامور رہے اور پھر بیعت کی درخواست کی۔ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ کی طرف مراجعت کا مشورہ دیا۔ مگر مولانا اللہ بخش کی محبت اور قلبی رجحان کے باعث بیعت قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے۔ پھر وقت آیا کہ دہلی چھوڑ دی اور حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں ڈیرہ لگا لیا۔ حق تعالیٰ نے کرم کیا کہ بڑے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو خلافت ملی۔ اس کے بعد ایک علاقہ چک نادر بہاول نگر تشریف لاکر ترویج اسلام وخدمت اہل اسلام میں مصروف ہوئے۔ پھر حضرت بڑے رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے موجودہ بستی دین پور ضلع بہاول نگر کی جگہ پر ڈیرہ لگانے کا حکم فرمایا جو کہ بستی کی شکل اختیار کرگیا ہے۔ خانقاہ ومدرسہ قائم ہوئے۔ ''فتویٰ تکفیر قادیان'' میں صورت مسئولہ پر مولانا نور محمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی جوابی عبارت پر تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۶۷)

(۱۰۳۹)

اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ (نور پور نورنگہ)، مولانا

(وفات: مارچ ۱۹۷۹ء)

نور پور نورنگہ ضلع بہاول پور مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل

مولانا اللہ بخش نور پوری تھے۔حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا مرقع بنایا تھا۔آپ عالم ربانی تھے۔

(۱۰۴۰)

اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، مولانا

(وفات:۲۳؍جولائی ۲۰۱۶ء)

مولانا اللہ بخش ٹوبہ ٹیک سنگھ کے معروف عالم دین تھے۔مولانا موصوف متحرک عالم دین اور عربی سرکاری ٹیچر تھے۔زبیدہ مسجد کے خطیب امام رہے۔چک نمبر ۳۲۷ کلویا میں جب ٹیچر تھے تو ساتھ ایک قادیانی ٹیچر ماسٹر افضل بھی پڑھاتا تھا۔مولانا کبھی تو پورا گھنٹہ عقیدہ ختم نبوت اور مرزائیت کے عقائد سے طلباء کو آگاہ کرتے۔سرکاری دباؤ کے باوجود ہمیشہ مرزائیت کو آشکارا کیا۔گاؤشالہ قبرستان میں تدفین ہوئی۔

(۱۰۴۱)

اللہ داد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا اللہ داد صدیقی رستم سہراب فیکٹری لاہور کے خطیب اور جمعیۃ علماء اسلام لاہور کے نائب امیر تھے۔انتہائی سادہ درویش سیرت عالم دین تھے۔عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے سراپا کوشاں رہتے۔مولانا محمد حیات فاتح قادیان برابر کئی دن ان کے ہاں قیام کر کے کورس کراتے، لیکچر دیتے۔مولانا اللہ داد نے لاہور مجلس تحفظ ختم نبوت میں بھی برابر فعال کردار ادا کیا۔

(۱۰۴۲)

اللہ دتہ رحمۃ اللہ علیہ (جھنگ)، حضرت حاجی

مسلم بازار جھنگ صدر میں کھدر فروش حضرت حاجی اللہ دتہ ہوتے تھے۔خالص نظریاتی اور جماعتی بزرگ تھے۔ان کے ساتھ دوسرے ساتھی حاجی اللہ وسایا صاحب ہوتے تھے وہ بھی کھیس، دری کا کاروبار کرتے تھے۔دونوں کی جوڑی تھی۔جماعتی وذاتی تعلقات ایسے تھے کہ ایسے سگے بھائیوں میں کیا ہوں گے۔جامع مسجد حق نواز میں مولانا حق نواز صاحب کو لانے والے

یہ حضرات تھے۔حاجی اللہ ڈتہ صاحب مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر اور حاجی اللہ وسایا نائب صدر ہوتے تھے۔ جناب بلال زبیری صاحب سیکرٹری جنرل، رہے نام اللہ کا ایک ایک کر کے سبھی چل دیئے۔حاجی صاحبان کی جوڑی کے لئے مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ آئیڈیل شخصیت تھی۔آپ کا فرما دینا ان کے لئے حرف آخر کا درجہ رکھتا تھا۔کیا محبتوں والے لوگ تھے۔ایسے ایثار پیشہ حضرات اب عنقاء ہیں تو جماعتیں بھی نئی روایات کی حامل رہ گئیں۔باقی اللہ اللہ خیر سلا۔

(۱۰۴۳)

اللہ ڈتہ چانڈیو رحمۃ اللہ علیہ، جناب

(وفات: دسمبر ۲۰۰۸ء)

گاؤں مانو خان چانڈیو ضلع سانگھڑ میں ڈاکٹر سعید احمد اور ڈاکٹر فیض احمد کے بعد ختم نبوت یونٹ کی ذمہ داریاں اللہ ڈتہ چانڈیو کے کاندھوں پہ آ گئیں۔ان کی نگرانی میں یونٹ نے بہت ترقی کی۔ جب پہلے ۱۰ یا ۱۱/افراد ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں جاتے تھے ان صاحب کی کوشش سے اس قافلے کی تعداد بڑھ کر ۵۰ سے اوپر ہوگئی۔ جب اللہ ڈتہ کو پتہ چلا کہ پیرول شہر میں ایک ڈاکٹر ہے جن کے پاس قادیانی آتے ہیں اور ان کے رشتہ دار بھی ہیں تو اللہ ڈتہ فوراً ان کے پاس گئے اور ان کو کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس قادیانی آتے ہیں اور آپ کے رشتہ دار بھی ہیں تو مجھے شک ہوا کہ خدانہ کرے کہ آپ بھی اس فتنے میں پھنس تو نہیں گئے ہو۔اس نے کہا کہ نہیں الحمدللہ! میرا ختم نبوت پہ ایمان ہے۔اللہ ڈتہ نے کہا کہ یہ بات مجھے اسٹام پہ لکھ کر دو تو اس نے لکھ کر دیا کہ میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النّبیین مانتا ہوں اور آپ ﷺ کے بعد اللہ نے نبوت کا دروازہ بند کر دیا۔ بعد میں جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا مرزا قادیانی یا کوئی اور ہو میں ان پہ لعنت بھیجتا ہوں۔اس نے لکھوا کر اپنے پاس رکھ دیا۔ ۲۰۰۸ء میں اللہ ڈتہ شدید بیمار ہو گئے اور اس کے بھائی ان کو ڈاکٹر کے پاس لے جا رہے تھے تو میر پور خاص پہنچنے سے پہلے بیہوش ہو گئے۔ان کا بھائی نزدیک کے ہسپتال لے گیا جو قادیانی کی تھی۔ گیٹ پر پہنچتے ہی اللہ ڈتہ کو ہوش آ گیا اور اپنے بھائی کو ڈانتے ہوئے کہا کہ یہ تم مجھے کہاں لے کر آئے ہو۔ مجھے فوراً یہاں سے نکالو اور اگر میں یہاں مر گیا تو کل قیامت کے دن اپنے آقا کو کیا منہ دکھاؤں گا کہ ساری زندگی تو میرے دشمنوں سے لڑتا آیا اور اب مرنے کے ڈر سے میرے دشمنوں کی ہسپتال جا پہنچا اور خدا کی

قسم اگر میں مر گیا تو قیامت کے دن تجھے معاف نہیں کروں گا۔ اس کے بھائی نے بات سن کر ان کو فوراً وہاں سے واپس گاڑی میں بٹھایا اور کراچی لے کر گئے۔ اس بیماری کی شدت سے دسمبر ۲۰۰۸ء میں بھائی اللہ ڈتہ کا انتقال ہوا اور وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ ان کے مرشد احمد میاں حمادی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ اللہ اپنے بندے کو جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے۔ آمین!

(مولانا محمد علی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۰۴۴)

اللہ ڈتہ چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ، ملک

(وفات: جنوری ۱۹۸۶ء)

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند، مجلس احرار اسلام کے پرجوش، جفاکش کارکن تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء کے صف اوّل کے مجاہد جناب ملک اللہ ڈتہ چنیوٹی سرگرم اور متحرک رہنما تھے۔

(۱۰۴۵)

اللہ رکھا لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (چیچہ وطنی)، جناب شیخ

(وفات: ۱۴/اگست ۱۹۶۸ء)

شیخ اللہ رکھا لدھیانوی مجلس احرار کے خالصتاً نظریاتی کارکن تھے۔ قیام پاکستان سے قبل اور بعد رضا کاران احرار کے ساتھ متعدد بار مقید رہے۔ چیچہ وطنی میں ختم نبوت کے نمائندہ کی حیثیت سے خوب مرزائیت کا تعاقب کیا۔ شیخ صاحب مرحوم انجمن صحافیان چیچہ وطنی کے صدر بھی رہے۔ شیخ صاحب مرحوم، جناب شیخ ماسٹر تاج الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے عم زاد تھے۔ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد سے ارادت وعقیدت کا رشتہ تادم زیست قائم رہا۔ شیخ صاحب مرحوم ہنستے مسکراتے فانی دنیا سے رخصت ہوئے۔ بعد از وفات حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن شاہ بخاری نے آپ کی آنکھیں بند کیں اور آپ کے جسم کو سیدھا کیا۔ جنازہ کے بعد لحد میں بھی حضرت پیر جی نے اتارا۔

(مولانا عبدالحکیم، چیچہ وطنی)

(۱۰۴۶)

اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ، حافظ

(وفات: ۳۱؍جنوری ۱۹۵۹ء)

یہ حضرت حافظ صاحب مجلس تحفظ ختم نبوت کے مخلصین میں سے تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد ۱۸؍اپریل ۱۹۵۹ء کو مجلس کی مرکزی شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں یہ قرارداد رجسٹر پر لکھی ہے۔ ’’مجلس شوریٰ کا یہ اجلاس حافظ اللہ یار خان مرحوم کی وفات حسرت آیات پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔ مرحوم کے ایثار وخلوص کی تعریف کرتے ہوئے ان کے لئے بخشش کی دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ملی وتبلیغی قربانیوں کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب کرے۔‘‘

آج جب کہ فقیر کارروائی اجلاس شوریٰ کے رجسٹر سے اس حصہ کو نقل کر رہا ہے تو پورے حلقہ میں کوئی بتانے والا باقی نہیں رہا کہ مرحوم کہاں کے رہنے والے تھے۔ اتنے وقیع الفاظ میں تعزیت کی قرارداد، دلیل ہے کہ وہ مجلس کے گرامی قدر رہنماؤں میں سے تھے۔

(۱۰۴۷)

الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ (ساکن مہند بہاول پور)، مولانا

مولانا الٰہی بخش قوم ملانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ کوٹلہ مغلاں تحصیل جام پور ضلع راجن پور کے رہائشی تھے۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ فراغت کے بعد مہند تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور میں پڑھانا شروع کیا اور پھر زندگی کے آخری سانس تک یہیں پڑھاتے رہے۔ مولانا عبدالحق محدث نزیل مکہ مکرمہ، مولانا خیر محمد نزیل مکہ (مولانا محمد مکی حجازی مدظلہ مدرس حرم مکی کے والد گرامی) مولانا حبیب اللہ گمانوی (شاگرد رشید مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) جیسے حضرات مولانا الٰہی بخش مرحوم کے شاگرد تھے۔ مولانا الٰہی بخش کی ایک صاحبزادی تھیں جن کا نام غلام عائشہ بی بی تھا۔ جن کا نکاح ایک شخص عبدالرزاق سے ہوگیا۔

رخصتی سے قبل عبدالرزاق مرتد قادیانی ہوگیا۔ مولانا الٰہی بخش نے اپنی صاحبزادی کو مدعیہ بنا کر تنسیخ نکاح کا احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور میں مقدمہ دائر کیا۔ جو بہاول پور منتقل ہوا۔ پھر مقدمہ مرزائیہ بہاول پور کے نام سے مشہور زمانہ مقدمہ کے طور پر عالم گیر شہرت حاصل کی۔ اس مقدمہ کے اصل بانی مبانی یہی مولانا الٰہی بخش فاضل دیوبند تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعةً. ابداً ابداً آمین بحرمة النبی الکریم!

(۱۰۴۸)

الٰہی بخش شہید رحمۃ اللہ علیہ (چنیوٹ)، شیخ

(پیدائش: یکم رجولائی ۱۹۰۰ء ...... وفات: یکم رنومبر ۱۹۳۱ء)

مجلس احرار اسلام نے تحریک کشمیر کے لئے جو قافلے روانہ کئے ان میں چنیوٹ کے قافلہ کے سپہ سالار شیخ الٰہی بخش صاحب تھے۔ جنہیں جہلم سے آ گئے۔ کسٹم ہاؤس پٹن جہاں سے کشمیر کا آغاز ہوتا ہے، وہاں ڈوگرہ شاہی فوج سے شہید کر دیا۔ یہ تحریک کشمیر کے پہلے احرار شہید رہنما ہیں۔ ۶ رنومبر ۱۹۳۱ء کو پورے ہندوستان میں مجلس احرار اسلام شہید الٰہی بخش کا یوم منایا۔ اس تحریک میں پینتیس ہزار افراد گرفتار ہوئے اور بائیس حضرات شہید ہوئے۔

(کاروان احرار ج۱ ص۲۷۵)

(۱۰۴۹)

الیاس رحمۃ اللہ علیہ (جامع مسجد پٹولیاں، لاہور)، مولانا محمد

لاہور شہر جامع مسجد پٹولیاں کے خطیب تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے مبلغ تھے۔ آپ نے قادیانیوں کے خلاف مناظرے بھی کئے۔ فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۶۸ پر ایک فتویٰ درج ہے۔ ''بعد الحمد والصلوٰۃ! علمائے اسلام نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے منکر کو کافر و مرتد اور واجب القتل قرار دیا ہے۔ بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی حیات آیات (قرآنیہ)، احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اس کے منکر کا حکم مرتد کا حکم ہے۔''

محمد الیاس، جامع مسجد پٹولیاں لاہور

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۶۸)

(۱۰۵۰)

الیاس رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، حافظ محمد

(وفات: ۲۸؍جون ۲۰۱۶ء)

مرحوم راجپوت برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ بحالیکے ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید کے حافظ تھے۔ گوجرانوالہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر میں مخلصانہ خدمات سرانجام دیں۔ گوجرانوالہ میں آپ کی نماز جنازہ مولانا فقیر اللہ اختر کی امامت میں ادا کی گئی۔ پھر ان کی میت کو آبائی گاؤں بحالیکے لے جایا گیا۔ مغرب کے بعد دوسرا جنازہ ہوا اور یہیں پر گاؤں کے قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔

(۱۰۵۱)

امام الدین رحمۃ اللہ علیہ (جلالپور جٹاں)، جناب حاجی

(پیدائش: ۱۹۳۶ء ...... وفات: ۲۰۰۷ء)

جلالپور جٹاں کے پیراں ڈتہ کے ہاں حاجی امام الدین پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر تجارت کے پیشہ کو اپنایا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور حصہ لیا۔ مولانا لطف اللہ، حافظ محمد حسین، مولانا جمیل، یہ تینوں حضرات جلالپور جٹاں میں خطیب تھے۔ شیخ ظہور احمد تاج، حکیم مظہر حسین، حکیم محمد حسین اور جناب حاجی امام الدین نے مل کر تحریک ختم نبوت کی جلالپور جٹاں میں نو اٹھائی۔ تحریک کے اس قصبہ میں روح رواں حاجی امام الدین تھے۔ ہر روز دس آدمی گرفتاری کے لئے پیش کرتے تھے۔ تحریک ختم نبوت میں شرکت وشمولیت کے جوش کا یہ عالم تھا کہ ہر مسلمان خواہش مند تھا کہ مجھے جلدی سے جلدی گرفتاری کے لئے پیش کیا جائے۔ حاجی امام الدین خود بھی ۲۷ دن جیل میں رہے۔ حاجی صاحب نے تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ اپنے گرامی قدر رفقاء سمیت ہر سال پہلے چنیوٹ پھر چناب نگر سالانہ ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت کو اپنے پر لازم کر رکھا تھا۔

(۱۰۵۲)

امام الدین رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش: ۱۸۶۷ء ...... وفات: ۲/اپریل ۱۹۵۴ء)

چک عادل ضلع سیالکوٹ میں مولانا کرم الٰہی کے ہاں آپ پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی۔ تکمیل علامہ مولانا محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ فراغت کے بعد رائے پور اعواناں ضلع سیالکوٹ سے اپنی عملی و علمی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ آپ بلند پایہ خطیب ومناظر تھے۔ آپ نے قادیانیوں اور آریوں کے ساتھ کئی کامیاب مناظرے کئے۔

(۱۰۵۳)

امام الدین کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ (ضلع سیالکوٹ)، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۸۶۱ء ...... وفات: ۱۲/اگست ۱۹۶۱ء)

آپ کوٹلی لوہاراں کے حافظ عبدالرحمٰن کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی کے برادر اصغر تھے۔ ابتداً والد ماجد سے تعلیم حاصل کی۔ پھر منظر اسلام بریلی میں داخلہ لیا۔ ۱۹۱۲ء میں اسناد حاصل کیں۔ پھر مولانا احمد رضا خان بریلی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں خلافت واجازت حاصل کی۔ مولانا امام الدین ایک زبردست خطیب تھے۔ تکمیل علم کے بعد وطن واپس آکر سیالکوٹ اور ریاست جموں کشمیر میں تبلیغی فرائض سرانجام دیئے۔ درجنوں کتب کی تصنیف اور اردو پنجابی زبان میں حمدیہ ونعتیہ کلام کی شاعری بھی کی۔ آپ کا وصال راولپنڈی میں ہوا اور راولپنڈی کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔ آپ نے مرزا قادیانی کے عقائد کی تردید میں ''فتویٰ تکفیر قادیان'' میں صورت مسئولہ پر یہ جواب تحریر فرمایا:

''مرزا قادیانی کے عقائد کفریہ کا جو مصدق ہو وہ بھی کافر ہے۔ لقولہ تعالیٰ: ''ومن یتولھم منکم فانه منھم (المائدہ: ۵۱)'' امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک شخص نے

نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور مقام استدلال پر علامت نبوت کے لئے کچھ مہلت مانگی تھی تو آپ نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ جو شخص اس سے نبوت کی علامت طلب کرے گا وہ کافر ہوگا۔ کیونکہ وہ آپ کے اس فرمان کا مکذب قرار دیا جائے گا کہ:''لا نبی بعدی'' میرے بعد کوئی نبی نہیں۔(الخیرات الحسان لا بن حجر مکی) پس مرزا قادیانی کے مصدق سے رشتہ زوجیت جائز نہیں۔ کوئی کرے بھی تو کالعدم ہوگا۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۲۷۶)

(۱۰۵۴)

امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ (علی گڑھ)، مولانا محمد

(ولادت:۱۲۸۵ھ ...... وفات: ذی الحجہ۱۳۴۹ھ)

مولانا امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام لطف اللہ حنفی تھا۔ علی گڑھ میں آپ پیدا ہوئے۔ تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ مدت دراز تک حیدرآباد رہے۔ علوم ریاضیہ کے ماہر تھے۔ اسی بنیاد پر علی گڑھ میں صدر مدرس کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ کم گو انسان تھے۔ شبانہ روز عوام الناس کو درس وتدریس کے سلسلہ مبارک سے جوڑے رکھتے۔ آپ سے ایک ایسے شخص نے امامت اور بیعت کے متعلق سوال کیا گیا کہ جو مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمان جانتا ہو تو اس کو آپ نے جواب عنایت فرمایا کہ:''ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۱۴)

(۱۰۵۵)

امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ، جناب چوہدری

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چک نمبر۴۲۳ دھیروکی کے امیر چوہدری امان اللہ صاحب مہمان نواز اور ملنسار انسان تھے۔ زندگی بھر عقیدۂ ختم نبوت سے محبت وتحفظ کیا اور مدمقابل مرزائیوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ چوہدری صاحب کے تعاون وکوشش سے مرزاڑے سے کلمہ طیبہ کو بھی محفوظ کیا گیا۔

(۱۰۵۶)

امدادالحق ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، مولانا

(پیدائش: ۱۷/اگست ۱۹۱۹ء ...... وفات: ۲۹/اکتوبر ۱۹۸۵ء)

آپ برسین ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ جامعہ ڈابھیل حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ لاٹھیانوالہ نزد کھڑیانوالہ فیصل آباد سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ چک جھمرہ مرکزی جامع مسجد کے ۱۹۵۴ء میں خطیب مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں کوہ نور ملز فیصل آباد کی جامع مسجد میں خطابت کے منصب کو سنبھالا۔ مولانا چک جھمرہ قیام کے دوران عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام ضلع کے ہمیشہ سرپرست رہے۔ جہاں رہے شان سے رہے۔ دارالعلوم پیپلز کالونی میں تدریس بھی فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھرپور وجاہت نصیب فرمائی تھی۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے بہت قدردان تھے۔ اس وقت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ آپ کے نسبتی صاحبزادے ہیں۔

(۱۰۵۷)

امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، سیدالطائفہ حضرت حاجی

(پیدائش: ۲۲/صفر ۱۲۲۳ھ ...... وفات: ۱۳/جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ)

آپ کی پیدائش نانوتہ ننھال میں ہوئی۔ آپ کے والدین تھانہ بھون کے رہائشی تھے۔ آپ نے گھر پر اور پھر مکہ مکرمہ میں قرآن مجید حفظ کیا۔ مشہور زمانہ استاذ الکل مولانا مملوک علی نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے دہلی میں فارسی اور صرف ونحو کی کچھ تعلیم حاصل کی۔ مولانا رحمت علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بعض کتب پڑھیں۔ معروف عاشق زار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی سے مشکوٰۃ شریف کا ربع حصہ پڑھا۔ حصن حصین اور فقہ اکبر مولانا عبدالرحیم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ اوّل میں مولانا نصیرالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ (جو شاہ محمد آفاق کے خلیفہ اور شاہ محمد اسحٰق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے داماد اور شاگرد تھے) ان سے آپ کو خلافت بھی ملی۔ ان کی وفات

کے بعد حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور چاروں سلسلہ میں ان سے خلافت حاصل ہوئی۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا یعقوب علی نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات آپ کے مرید تھے۔ آپ نے انگریز کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔ اس کے بعد حجاز مقدس تشریف لے گئے اور وہیں مکہ مکرمہ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کو سید الطائفہ کہا جاتا ہے۔ پنجاب کے معروف بزرگ، عالم ربانی اور پیر طریقت حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات، جامعہ غوثیہ گولڑہ کے استاذ مولانا فیض محمد صاحب نے مہر منیر کے نام سے تحریر فرمائی ہے۔ اس کے ص ۱۲۹ پر پیر مہر علی شاہ کی زبانی واقعہ درج ہے۔

۱...... ”عرب شریف میں قیام کے دوران ایسا وقت بھی آیا تھا کہ مجھے اسی جگہ رہائش اختیار کر لینے کا خیال پیدا ہو گیا۔ مگر حاجی صاحب (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا کہ پنجاب میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہوگا جس کا سدباب صرف آپ کی ذات سے متعلق ہے۔ اگر اس وقت آپ محض اپنے گھر میں محض خاموش ہی بیٹھے رہے تو بھی علماء عصر کے عقائد محفوظ رہیں گے اور وہ فتنہ زور نہ پکڑ سکے گا۔ جیسا کہ آپ کی تصانیف وملفوظات سے ظاہر ہوتا ہے۔ آپ پر بعد میں انکشاف ہوا کہ اس فتنہ سے مراد قادیانیت تھی۔“

ملعون قادیان کے دعویٰ نبوت سے قبل حضرت حاجی صاحب کا حضرت پیر صاحب کو سلسلہ صابریہ چشتیہ میں خلافت دینا (مہر منیر ص ۱۲۸) اور پھر بعد میں اس فتنہ کی طرف متوجہ کرنا ظاہر کرتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کو محض لطیفہ غیبی سے مطلع کر دیا گیا تھا کہ قادیانیت کا فتنہ عمیاء ہندوستان میں اٹھنے والا ہے۔ آپ کا اس کے متعلق حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف کو متوجہ کرنا یہ دلیل ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی برصغیر میں ابتداء امداد اللہ کی الف سے ہوتی ہے۔

اسی طرح مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت سے بہت قبل تین واقعات کا حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا جو یہ ہیں۔

۲...... آپ (حضرت قبلہ سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ شاہ عبدالرحیم ولایتی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے شیخ تھے) کے پاس حکیم نورالدین گیا۔ نورالدین ان دنوں مہاراجہ کشمیر کا معالج اور ملازم تھا۔ مہاراجہ کی اولاد نہ تھی۔ نورالدین دعا کرانے کے سلسلے سہارن پور گیا تو آپ نے فرمایا کہ قادیان میں ایک متنبی (فتنہ

پرداز) ہوگا۔ اس سے بچ کر رہنا۔ تم مجھے ان کے مصاحب لکھے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔ تمہیں بحث وتمحیص کی عادت ہے۔ یہ عادت بد تمہیں وہاں لے جائے گی۔ چنانچہ ایسے ہوا۔ ’’اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور اللہ‘‘ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید!

۳...... فرمایا مسانیاں گاؤں قادیان کے قریب واقع ہے۔ وہاں ایک بزرگ بدرالدین کا مزار ہے۔ یہ مرزا قادیانی ملعون کے زمانہ سے قبل فوت ہوئے۔ ان کے مزار پر جو کتبہ ہے اس پر ختم نبوت کی آیات واحادیث مرقوم ہیں۔ شاید ان پر قدرت کی طرف سے قبل از وقت منکشف ہوگیا کہ تمہارے جوار میں ختم نبوت جیسے بنیادی مسئلہ کا انکار ہوگا۔ تب آپ کی وصیت یا توجہ سے کتبہ پر آیات واحادیث ختم نبوت کی درج ہوئیں۔

۴...... فرمایا اسی طرح بٹالہ کے ایک بزرگ کے پاس مرزا قادیانی کا باپ مرزا قادیانی کو لے گیا۔ انہوں نے مرزا قادیانی کو نصیحت کی کہ اہل سنت کے عقائد پر چمٹے رہنا۔ ان کے جانے کے بعد خدام کے پوچھنے پر فرمایا کہ یہ شخص گمراہی اور کفر کی طرف لپکے گا۔ یہ قبل از وقت ان بزرگ پر منکشف ہوگیا تھا۔ (حیات نفیس ص۱۹۴)

۵...... اسی طرح ایک واقعہ مولانا محمد اسحاق بھٹی نے اپنی کتاب گلستان حدیث کے ص۸۹ پر مولانا غلام العلی قصوری کے متعلق لکھا ہے۔ لکھتے ہیں کہ: ’’حکیم محمد موسیٰ مرحوم اپنے مضمون مطبوعہ سہ ماہی ’’بصائر‘‘ میں مولانا غلام العلی قصوری کے ایک قلمی رجسٹر (ص۴۹) کے حوالہ سے مرزا قادیانی کے متعلق پیش گوئی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ کی پہلی جلد شائع کی تو اس کا ایک نسخہ مولانا قصوری کے پاس بغرض تقریظ بھیجا۔ مولانا نے اوّل سے آخر تک پوری توجہ سے پڑھا اور خطبہ جمعہ پر اعلان فرمایا: ’’عنقریب یہ شخص دعوائے مسیحیت کرے گا اور مخلوق الٰہی کے لئے فتنہ عظیم سے کم نہ ہوگا۔ پس اے لوگو! اس سے بچنا اور اس کے دامن تزویر میں نہ پھنسنا۔‘‘

(۱۰۵۸)

امداد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین شاہ ابوالعلا نقشبند)، حضرت پیر

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت پیر امداد علی شاہ کو بھی انجام آتھم کے ص۷۱ نمبر۷۹ پر مخاطب کیا ہے۔

اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۰۵۹)

امیر احمد کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۱۴/اپریل ۱۹۶۵ء)

مولانا امیر احمد کاندھلہ ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام عبدالغنی تھا۔ مظاہر العلوم میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث حاصل کی۔ فراغت کے بعد پہلے چھ برس مظاہر العلوم کی شاخ میں پھر مظاہر العلوم میں تاحیات تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ زندگی کے آخری ۱۶/برس صدر مدرس کے عہدے پر فائز رہے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد پر مولانا سہول خان رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ ''**القول الصحیح فی مکائد المسیح**'' میں تائیدی وتوثیقی مہر ثبت کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۵۰)

(۱۰۶۰)

امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ (حویلی لکھا)، مبلغ اسلام مولانا

تقسیم کے بعد مولانا امیر الدین صاحب حویلی لکھا میں آ کر رہائش پذیر ہوئے۔ نامور واعظ اور مبلغ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے خوب ترنم دیا تھا۔ بڑے بذلہ سنج تھے۔ لوگوں کو خطاب میں خوب ہنساتے اور رلاتے تھے۔ مدارس کے لئے چندہ کرنے کا خوب فن جانتے تھے۔ کسی شعر کا ایک مصرعہ ترنم سے پڑھتے تو لوگ جھوم جھوم جاتے۔ آپ فرماتے کہ اب مدرسہ کے لئے اتنا چندہ دو تو تب دوسرا مصرعہ پڑھوں گا۔ چنانچہ ان کی محبوبیت ومقبولیت کا یہ عالم تھا کہ چندہ کی بارش شروع ہو جاتی۔ خوب سادہ طبیعت کے تھے۔ صحیح معنی میں مبلغ اسلام تھے۔ مرحوم نے شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ کے مسئلہ رفع ونزول مسیح کے فتویٰ پر ''جواب صحیح ہے'' لکھ کر دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۶۵)

(۱۰۶۱)

امیر حسن خلف پیر عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (دہلی)، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔اس میں حضرت امیر حسن کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۲ نمبر ۸۹ پر مخاطب کیا ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۰۶۲)

امیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (اجمیر)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔اس میں مولانا امیر علی شاہ کو بھی انجام آتھم ص ۷۰ نمبر ۵۲ پر مخاطب کیا ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کا سدباب کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۰۶۳)

امیر علی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، سید

(ولادت: ۱۲۷۴ھ ...... وفات: رجب ۱۳۳۷ء)

حضرت مولانا سید امیر علی بن معظم حسینی کا شمار علماء محققین میں سے تھا۔ پندرہ برس تک عصری علوم حاصل کرتے رہے۔ علم المثلث اور فنون ریاضیہ کے ماہر تھے۔ بعد میں دینی علوم کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے اصولی وکلام، منطق وفلسفہ کے علوم سید عبداللہ آروی، مولانا حیدر علی، قاضی بشیر الدین ودیگر سے حاصل کئے۔ علم حدیث کے لئے شیخ نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں کچھ عرصہ پڑھانے کے بعد ندوۃ العلماء لکھنؤ کی ذمہ داری آپ کے سپرد ہوئی۔ آپ نے کئی اصولی کتب پر محنت کی۔ آپ کی نمایاں تصانیف میں مواہب الرحمٰن تفسیر قرآن ۳۰ جلدیں، عین الہدایہ شرح ہدایۃ الفقہ، ترجمہ فتاویٰ عالمگیری، حاشیہ التوضیح والتلویح، المستدرک اور اسماء رجال حدیث کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ آپ نے فتویٰ

تکفیر قادیان کے نام سے شائع ہونے والے استفتاء کا جواب بحیثیت بایں الفاظ عنایت فرمایا کہ:
''ان اقوال مذکورہ استفتاء کا جو شخص قائل ہو، وہ کافر ہے اور اسلام سے خارج ہے۔ منا کحت وغیرہ اس سے جائز نہیں۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۷۲)

(۱۰۶۴)

امیر قادری رحمۃ اللہ علیہ (شہید ختم نبوت)، میاں محمد

(ولادت: ۱۰؍اکتوبر۱۹۶۴ء ...... وفات: ۴؍ستمبر۲۰۰۳ء)

میاں محمد امیر قادری چک نمبر ۳۰ سکندر ضلع گجرات میں چوہدری لال خان کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے والدین اور عزیز و اقارب تمام قادیانی تھے۔ ۱۹۷۲ء تک خود بھی قادیانی رہے۔ ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں قیدی بن کر بھارتی قید میں چلے گئے۔ وہاں جیل میں ہی صوفی غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا۔ اسی دوران قادیانیت پر لعنت بھیج کر مشرف بااسلام ہوئے۔ وطن واپسی پر آپ کی بیوی، والدین نے دوبارہ قادیانی بنانے کی بھرپور کوشش کی۔ مگر آپ اسلام پر ثابت قدم رہے اور بیوی کو طلاق دے کر مسلمان عورت سے نکاح کیا۔ اللہ نے آپ کو دو بیٹے اور ایک بیٹی سے نوازا۔ ترک قادیانیت کے بعد قادیانیوں کی طرف سے بے بہا مصائب کا سامنا رہا۔ جس کی تفصیلات تذکرہ مجاہدین ختم نبوت از صادق علی زاہد میں موجود ہے۔ بالآخر ۴؍ستمبر۲۰۰۳ء کو بوقت چھ بجے آپ کو اپنے نوجوان بیٹے سمیت قادیانیوں نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ آپ نے زندگی بھر دامے درمے قدمے سخنے قادیانیت کا تعاقب کر کے مسلمانوں میں اسلام کی حفاظت کا ایک نیا ولولہ پیدا کیا۔

(۱۰۶۵)

امین الحق رحمۃ اللہ علیہ (شیخوپورہ)، حضرت مولانا سید محمد

(ولادت: ۱۹۰۴ء ...... وفات: ۷؍ستمبر۱۹۸۱ء)

آپ کی پیدائش طورو ضلع مردان میں جناب محمد اسحاق کے گھر پر ہوئی۔ قرآن پاک کی قرأت اور تجوید ابتدائی تعلیم کے مراحل والدین کے زیر سایہ طورو میں مکمل کئے۔ کچھ عرصہ مردان

کے مدارس میں بھی پڑھا۔ مزید اعلیٰ اور منتہی کتب کی تکمیل کے لئے عالم اسلام کی عظیم یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔ جہاں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث شریف کے سماعت کا شرف حاصل کیا۔ قیام پاکستان کی تحریک میں بھی کام کرنے کا موقع ملا۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے حلقہ ارادت قائم کیا۔ محکمہ اوقاف میں صوبائی خطیب مقرر ہوئے۔ عرصہ تک شیخوپورہ کی مرکزی مسجد عیدگاہ میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ضعف اور علالت کے باعث واپس اپنے آبائی وطن مردان تشریف لے گئے۔ وہاں اس دار فانی سے کوچ کیا۔ مردان میں تدفین ہوئی۔ فتنہ قادیانیت اور عقیدۂ تحفظ ختم نبوت پر عوام الناس کی بھرپور رہنمائی کرتے رہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قادیانیوں کے خلاف ایک فتویٰ کی تائید کرتے ہوئے لکھا کہ: ’’جواب درست ہے اور ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم اس کی پیروی کریں۔‘‘　(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۶۱۴)

(۱۰۶۶)

امین الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: رمضان ۱۳۳۸ھ)

حضرت مولانا امین الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۰۴ھ میں دارالعلوم دیوبند حصول علم کے لئے تشریف لائے۔ ۱۳۱۴ھ کے اخیر میں دہلی تشریف لائے اور مدرسہ امینیہ کی بنیاد رکھی۔ آپ مفتی اعظم محمد کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق اور ہم جماعت تھے۔ مولانا امین الدین رحمۃ اللہ علیہ ادارہ کے مہتمم اور حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس تھے۔ ۱۳۲۱ھ میں حضرت مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس ادارہ میں تشریف لائے اور شیخ الحدیث اور مفتی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ مدرسہ امینیہ دہلی کا نظم ونسق مثالی تھا۔ تعلیمی نظم قابل تحسین تھا۔ مولانا مرحوم خداترس بزرگ اور عملیات کے ماہر تھے۔ حلقہ احباب وسیع تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے احاطہ مزار کے قریب ان کی قبر مبارک ہے۔ جب آپ مدرسہ امینیہ میں مدرس تھے تب آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف قہریزدانی بردجال قادیانی کے نام سے شائع ہونے والے فتویٰ پر دستخط کئے جو آج بھی آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔　(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۰۶)

(۱۰۶۷)

امین رحمۃ اللہ علیہ (بنگلور)، حضرت مولانا محمد

مرزا قادیانی نے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔اس میں حضرت مولانا محمد امین بنگلوری کو بھی انجام آتھم کے ص۷۰ نمبر۴۵ پر مخاطب کیا ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کوالم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۰۶۸)

امین چکوتری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد

مرزا قادیانی نے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت محمد امین کو بھی انجام آتھم کے ص۷۱ نمبر۷۵ پر مخاطب کیا ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کوالم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۰۶۹)

امین قادری رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، مولانا مفتی محمد

(ولادت:۱۹۷۲ء ...... وفات:۲۰/ستمبر۲۰۰۵ء)

مفتی محمد امین قادری رحمۃ اللہ علیہ کھارادر کراچی میں پیدا ہوئے۔کھارادر میمن سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔دارالعلوم امجدیہ کراچی سے عصری ودینی علوم کی تکمیل کی۔فراغت کے بعد کراچی کی کئی مساجد ومدارس میں تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔دارالعلوم امجدیہ میں دوران تعلیم سالنامہ ’’رفیق علم‘‘ کا اجراء کرایا اور دارالعلوم امجدیہ کے پچاس سال پورے ہونے پر ’’رفیق علم کا گولڈن جوبلی نمبر‘‘ شائع کروایا۔ ۳۶ برس کی عمر میں دارفانی سے کوچ فرماگئے۔آپ کی وفات کے پندرہ دن بعد آپ کا بیٹا تولد ہوا۔ردقادیانیت پر سواصدی پر محیط علماء اہل سنت کے تحریری علمی نوادرات کو جمع کرکے ازسرنو ترتیب وتخریج کے بعد طبع کروانا آپ کی زندگی کا اہم منفرد اور قابل قدر کارنامہ ہے۔

(۱۰۷۰)

امین رحمۃ اللہ علیہ (فخر کشمیر)، الحاج محمد

(پیدائش:۱۹۰۱ء وفات:۳۱/مئی ۱۹۵۸ء)

حضرت حاجی محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد لواڑگی کے رہنے والے تھے۔حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دادا ولی خان بابا انگریزوں کے **102nd** بمبئی گرینڈیئر میں صوبیدار تھے۔ مگر پھر بھی اپنے ساتھ جیبی سائز کا قرآن شریف رکھتے تھے اور اکثر پہاڑوں میں جا کر تلاوت کرتے تھے۔حاجی محمد امین کے والد کا نام جناب اسعد خان تھا۔ابتدائی تعلیم آپ نے شیخ محمدی کے پرائمری سکول اور ماشوخیل کے پرائمری سکول میں حاصل کی۔چوتھی جماعت پاس کرنے کے بعد آپ کے والد صاحب نے آپ کے لئے پانچویں جماعت کی کتابیں خریدیں تو آپ نے اپنی والدہ سے کہا کہ ان کتابوں میں انگریزی ہے اور میں انگریزی کتابیں پڑھنا نہیں چاہتا۔مگر والد صاحب اصرار کرتے رہے کہ ضرور بہ ضرور آپ پڑھیں گے۔جب بہت مجبور کیا گیا تو آپ نے انگریزی کتابوں پر مٹی کا تیل ڈال کر جلا ڈالا۔

جب والد صاحب نے انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اصرار کیا اور کہا کہ میں آپ کے لئے نئی کتابیں لایا ہوں۔لہٰذا پانچویں جماعت پاس کرلو۔پھر بے شک نہ پڑھنا۔اس پر آپ کی والدہ صاحبہ نے کہا کہ ان کتب کو تو انہوں نے جلا ڈالا ہے۔اس پر آپ کے والد صاحب اپنے ارادہ سے باز آ گئے۔آپ کی انگریز اور انگریزی تعلیم سے نفرت آپ کے ان اشعار سے عیاں ہوتی ہے جو آپ نے بچپن میں ارشاد فرمائے۔

قرآن دے ولے پریخود پہ تعلیم دا انگریزی، افسوس مالہ رازی
محمد آمینہ جاڑہ ذخپل اسلام پہ غم، چہ قرار نہ شے یودم
پخپلہ دے قوم پریخود، دادے دہ سرفرازی، افسوس مالہ رازی

تم نے انگریزی اور غیر مذہبی تعلیم کی خاطر قرآنی تعلیم چھوڑ دی جس پر مجھے بہت افسوس ہے۔اے محمد امین! اپنے اسلام کے غم میں غمگین رہو اور اس فکر میں ہر وقت مصروف رہو۔ جس نوابی اور سرداری کے لئے تم نے اپنی انا اور غیرت کو بھلا دیا ہے اس پر مجھے بہت افسوس ہے۔

تقریباً ۱۹۲۰ء/ ۱۳۳۸ھ آپ اپنے گاؤں سلیمان خیل میں رہے اور اپنی دینی پیاس کو بجھاتے رہے۔ پھر سلیمان خیل سے کیمبل پور، چارسدہ کے ایک گاؤں اتمانزئی، چارسدہ پڑانگ اور بڈھ بیر میں تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد اپنے گاؤں سلیمان خیل تشریف لے گئے اور اپنی تمام تر توجہ ذکر وعبادت الٰہی پر مذکور کر دی۔

آپ نے ۹؍جمادی الاوّل ۱۳۶۵ھ/ ۱۶؍اپریل ۱۹۴۶ء بروز جمعرات کو تبلیغ وارشاد کے لئے ایک جماعت تشکیل دینے کی تجویز پیش کر دی جس کے لئے ایک اجلاس طلب کیا جس میں صوبہ سرحد (خیبر پختونخواہ) خاص کر ضلع مردان اور پشاور کے ۳۵۰ علماء اور صلحاء نے شرکت کی اور یہ اجلاس بمقام المجاہد آباد عمرزئی چارسدہ میں منعقد ہوا۔ اس جماعت کی تشکیل کا اہم مشن اسلام کی ترویج تھا۔ نیز اس جماعت کی زیرنگرانی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے کام کو منظم طریقے سے جاری کرنا مقصود تھا۔ چنانچہ اس اجلاس میں شریک تمام افراد نے آپ کی تجویز کو بالاتفاق منظور کیا اور مجوزہ جماعت کا نام ''جماعت ناجیہ صالحہ'' رکھا گیا۔

حضرت حاجی صاحب کو انگریز سے بہت نفرت تھی۔ انگریز کے خلاف بہت جہاد بھی کیا ہے۔ کئی دفعہ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کی ہیں۔ ایک دفعہ قید کے دوران آپ کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دی گئی تھیں اور آٹھ سیر چنا روزانہ چکی پر آپ پیستے تھے۔ اس زمانے میں جیل کا داروغہ انگریز تھا۔ حضرت حاجی صاحب کو جیل کے قیدیوں نے کہا کہ ہر اتوار کو داروغہ جیل آتا ہے۔ جب وہ آئے تو اس کو سلوٹ کرنا تو بیڑیاں اتار دی جائیں گی۔ جس پر حضرت حاجی نے قیدیوں سے کہا کہ اس لعنتی کو میں سلوٹ کروں؟ مجھے تو انگریزوں سے اس قدر نفرت ہے کہ اگر میرا بس چلے تو میں دانتوں سے کاٹ کاٹ کر ان کو موت کے گھاٹ اتار دوں۔ اتنے غیرتی جوان تھے کہ پورے عرصہ قید میں بیڑیاں ڈالی رہیں مگر انگریزوں کو سلام نہ کیا۔ اسی کو غیرت ایمانی کہتے ہیں۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کشمیر جہاد میں بھی بہت زیادہ حصہ لیا ہے۔ جس کی وجہ سے حکومت آزاد کشمیر حضرت حاجی صاحب کے شاندار کارناموں کی شکرگزار تھی جو انہوں نے محاذ کشمیر میں سرانجام دیئے تھے۔ لہٰذا حکومت نے آپ کو ۲۷؍رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ/ ۲۳؍جولائی ۱۹۴۹ء کو راولپنڈی طلب کیا اور آپ کو فخر کشمیر کے خطاب کی سند عطاء کی۔

وزیراعظم پاکستان لیاقت علی خان پشاور کے دورے پر آئے تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''صدائے حق ایک ضروری مطالبہ'' کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا اور خود

بھی لیاقت علی خان صاحب سے ملاقات کی اور اپنے مطالبے میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''سب مسلمان عموماً اور جماعت ناجیہ صالحہ خصوصاً مملکت پاکستان میں فوری نفاذ شریعت کا مطالبہ کرتے ہیں اور جو شخص اس مطالبے کو ٹھکراتا ہے اس کو پاکستان کا غدار اور دشمن یقین کرتے ہیں۔ اجراء شریعت کے مطالبے کے لئے جماعت ناجیہ کے مطبوعہ فارموں پر کئی لاکھ لوگوں نے دستخط ثبت کئے ہیں۔ جس کو دستور ساز اسمبلی (مرکز) کے صدر تمیزالدین صاحب اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور اب بھی وہ دستخط شدہ فارم ان کے پاس موجود ہیں۔''

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فتنہ قادیانیت کے خلاف بھی بہت کام کیا ہے۔ ختم نبوت کی تحریک ۱۹۵۳ء میں بہت زوروشور سے جاری تھی۔ اس سلسلے میں ۲۴ر فروری ۱۹۵۳ء/ ۸ر جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ کو لاہور میں حضرت حاجی محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کی زیر صدارت تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ آپ پروگرام کے مطابق مقررہ تاریخ کو پہنچ گئے اور کانفرنس میں بھرپور حصہ لیا۔ اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل مطالبات حکومت کے سامنے پیش کئے۔

۱...... چوہدری ظفراللہ کو وزارت خارجہ کے عہدے سے الگ کر دیا جائے۔

۲...... مرزائیوں کو الگ غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۳...... مختلف محکموں کے مرزائی افسروں پر یہ پابندی لگائی جائے کہ وہ اپنے سرکاری عہدے کا ناجائز فائدہ اٹھا کر مسلمانوں میں مرزائیت کی پرچار نہ کریں۔ لاہور کی کانفرنس سے فراغت کے بعد آپ واپس پشاور کے لئے روانہ ہوئے تو ۲۴ر فروری ۱۹۵۳ء/ ۱۰ر جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ کو گجرات کے ریلوے اسٹیشن پر گرفتار کر لئے گئے۔ اس دوران آپ نے ۳ ماہ گجرات جیل اور ۶ر ماہ راولپنڈی جیل میں گزارے۔ اس دوران آپ نے اپنی کتاب ''فتبارک اللہ احسن الخالقین'' تالیف کی جس میں آپ کی یہ نعت مقبول ہوئی۔

ماستا د عشق په جرم وجنې داغوغا چې ده نن
سرګړه راپورته په دیوال داتماشه چې ده نن

(ترجمہ) مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کے جرم میں قتل کیا جارہا ہے اور آج ہر طرف یہی شور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ذرا نظر کرم سے میرے قتل کا تماشہ دیکھیں۔

رہائی کے بعد آپ المجاہد آباد تشریف لے آئے۔ مگر آرام سے نہ بیٹھے اور تبلیغ وارشاد کا کام بڑی جانفشانی سے جاری رکھا۔

۲۳؍اکتوبر ۱۹۵۷ء/ ۲۷؍ربیع الاوّل ۱۳۷۷ھ کو غلام احمد پرویز نے پشاور آنے کا پروگرام بنایا۔ آپ نے اس موقع کو غنیمت خیال کر اور ’’اعلان حق‘‘ کے نام سے ایک چیلنج تیار کیا۔ پرویز جب مقررہ وقت پر پشاور پہنچا تو آپ نے اپنے دست مبارک سے پرویز کو یہی چیلنج دیا اور اخبارات میں بھی شائع کیا۔ مگر پرویز میدان سے بھاگ گیا اور صرف اتنا کہا کہ میں حنفی مذہب خاندان میں پیدا ہوا ہوں۔

اتنی ساری مصروفیتوں کے ہوتے ہوئے آپ نے تصنیف وتالیف کا کام بھی کیا جو اکثر شاعری پر مشتمل تھی۔ ذیل میں چند تصانیف لکھ دی جاتی ہیں۔ (۱) انوار مدینہ۔ (۲) دیوان محمد امین۔ (۳) روضۃ الحبیب۔ (۴) گلدستہ مدینہ منورہ۔ (۵) دستور جماعت ناجیہ۔ (۶) الحق (رسالہ)۔ (۷) دیوان مدح وغیرہ۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف یہ کہ ایک مرد مجاہد، پیر طریقت اور عالم وفاضل تھے۔ بلکہ آپ ایک بلند پایہ صوفی اور نعت گو شاعر بھی تھے۔ آپ کے کلام کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری سے عشق رسول ﷺ کی کس قدر خوشبو آتی ہے۔ آپ نے اردو، عربی اور فارسی زبان میں بھی نعتیں لکھی ہیں۔

فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ للمہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو اس وقت کے بادشاہ وقت امیر عبدالرحمٰن مرحوم کے پاس موئے مبارک ﷺ تھے جو کہ تعداد میں سات (۷) تھے۔ امیر عبدالرحمٰن نے ان موئے مبارک سے دو عدد موئے مبارک ایک بزرگ وزیر سید گل بادشاہ (مرحوم) کو ہدیۃً دیئے تھے جو بعد ازاں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بصد اصرار اور کوشش کے ملے۔ جو اب تک حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اولاد کے پاس موجود ہیں۔ (اب ان موئے مبارک کا ہر سال دیدار کرایا جاتا ہے) موئے مبارک کا تذکرہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جا بجا اپنی شاعری میں کیا ہے۔ ایک شعر ملاحظہ فرمائیں۔

چہ دیارد زلفو تارز ماپہ لاس شو
صد افسوس چہ خیال پہ تخت د سکندر کڑمہ

(ترجمہ) جب حضرت آقا ﷺ کے بال مبارک میرے ہاتھ آ گیا ہے اب اس کے بعد بہت افسوس کی بات ہوگی جو میں سکندر کے تخت وتاج کو خیال میں لاؤں۔

(۱۰۷۱)

انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، سید

ملتان کے ممتاز سماجی رہنماء، تمام دینی تحریکوں میں پیش پیش، مرنجاں مرنج طبیعت کے انسان، اعلیٰ سیرت کے حامل مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند تھے۔

(۱۰۷۲)

انور رحمۃ اللہ علیہ (شہداد پور)، قاری محمد

(وفات: ۲۰۱۶ء)

مولانا قاری رحمت اللہ صاحب کے بعد قاری محمد انور صاحب دارالعلوم حسینیہ شہداد پور کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ آپ نے ۱۹۸۷ء سے ۲۰۱۶ء تک دارالعلوم حسینیہ کے لئے گرانقدر تعلیمی خدمات سرانجام دیں۔ ان کا وجود اس دھرتی کے لئے قدرت کا عطیہ تھا۔ تمام دینی تحریکوں بالخصوص عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے پیش پیش رہ کر قوم کی قیادت کا فریضہ سرانجام دیا۔

(۱۰۷۳)

انور فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، مولانا محمد

(پیدائش: ۱۵ر مئی ۱۹۵۱ء ...... وفات: ۱۳ر اکتوبر ۲۰۰۰ء)

مولانا محمد انور فاروقی ٹبی قیصرانی تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان حاجی فتح محمد راجپوت کے ہاں پیدا ہوئے۔ قرآن پاک ناظرہ ٹبی قیصرانی میں پڑھا۔ دینی تعلیم کا ذوق جامعہ خیرالمدارس ملتان میں لے گیا۔ وہاں سے فارغ التحصیل ہوکر کراچی اورنگی ٹاؤن میں آ گئے۔ یہاں میٹرک، ایف۔اے مولوی فاضل کا کورس کیا۔ ۱۹۷۵ء میں اورنگی ٹاؤن کی محمدی مسجد میں مستقل خطیب مقرر ہوگئے۔ ۱۹۷۷ء میں قادیانی اور مسلمانوں کے درمیان پانی کے مسئلہ پر جھگڑا ہوگیا۔ اس علاقے کا SMD کنور ادریس سکہ بند قادیانی تھا۔ اس کی وجہ سے قادیانی، مسلمانوں

پر رعب ڈالتے تھے۔مولانا انور فاروقی یہ مسئلہ دفتر عالمی مجلس ختم نبوت سائرہ منشن کے انچارج مولانا عبدالعزیز لاشاری کے پاس لے گئے۔عالمی مجلس نے قادیانیوں کا ہر حوالے سے ناطقہ بند کر دیا۔شہید اسلام مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مناظرہ بھی قادیانیوں کے ساتھ اورنگی ٹاؤن میں ہوا۔قادیانیوں کے خلاف ایسی تحریک چلی کہ ان کی عبادت گاہ بھی حکومت نے سیل کر دی تھی۔ اسی دور سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ مولانا انور فاروقی مستقل جڑ گئے۔ جماعت کے ساتھ ایسے وابستہ ہوئے کہ عبدالرحمٰن یعقوب باوا برطانیہ گئے تو جماعت کراچی کے مولانا فاروقی قائم مقام ناظم بن گئے۔ حضرت لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ اور بزرگان ختم نبوت سے ایسے وابستہ ہوئے کہ حضرت لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو خلافت سے مجاز کیا۔ بیمار ہوئے جوں جوں دوا کی مرض بڑھتا گیا۔کراچی میں وقت موعود آن پہنچا۔ان کی قائم کردہ دینی درس گاہ اورنگی ٹاؤن میں تدفین ہوئی۔

(۱۰۷۴)

اکبر رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، حافظ محمد

(پیدائش:۱۷راگست۱۹۵۳ء ...... وفات:۱۴رجولائی۱۹۹۹ء)

حافظ محمد اکبر انتہائی سادہ طبیعت،خوش مزاج اور صابر انسان تھے۔ملتان تحصیل جلالپور پیروالہ کے گاؤں موضع موہانہ سندیلہ کے زمیندار گھرانے ملک بہادر خان کے ہاں پیدا ہوئے۔ تین سال کی عمر میں والدین کا انتقال ہو گیا۔یہ پانچ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ان کی پرورش کی ذمہ داری گاؤں کے وڈیرہ ملک سونہارا نے لے لی۔

ابتدائی تعلیم گاؤں کے پرائمری سکول سے حاصل کی۔ بعد میں مدرسہ عربیہ اشاعت العلوم مہانہ سندیلہ میں قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ بعد میں اسی مدرسے میں بطور مدرس تعلیم دینے لگے۔ بہت لگن،محنت اور کوشش سے ہر گھر میں قرآن کی تعلیم کو پہنچایا۔اسی دوران گاؤں کے وڈیرے ملک سونہارے نے اپنی صاحبزادی سے شادی کا پیغام بھیجا۔ جو آپ نے بخوشی قبول کر لیا۔شادی کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے پہلے مبلغ مولانا محمد انور رحمۃ اللہ علیہ ان کو کوئٹہ لے آئے۔ یہاں انہوں نے بطور معلم ہزار ہا افراد کو دینی تعلیم سے آراستہ کیا۔ ۱۹۹۲ء میں حج کی سعادت حاصل کی۔انہوں نے تقریباً ۳۰ سال مسجد عمر ملتانی محلّہ کوئٹہ میں امامت

کے فرائض سرانجام دیئے۔آپ نے فتنہ قادیانیت کے خلاف جہاد جاری رکھا اور مسجد عمر کو مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکز بنائے رکھا۔

(۱۰۷۵)

اکرم رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)،مولانا محمد

(وفات:۲۰رستمبر۱۹۷۰ء)

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی ناظم، سلطان فونڈری لاہور کے مالک، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید باصفاء، اس دور کے علماء اسلام کی آبرو، قافلہ حق وصداقت کے علمبردار، نامور قومی راہنما، عقیدۂ ختم نبوت کے مبلغ، نظام اسلام کے نفاذ کے صف اوّل کے داعی تھے۔

(۱۰۷۶)

اکرم ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ (راولپنڈی)،مولانا حافظ محمد

(وفات:۱۲رستمبر۲۰۱۶ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن رکین مولانا محمد اشرف ہمدانی مرحوم کے برادر خورد مولانا محمد اکرم ہمدانی عیدالاضحیٰ سے ایک دن قبل حسن آباد ڈھیری راولپنڈی میں وصال فرما گئے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد مرحوم جن دنوں کمالیہ نعمانیہ میں پڑھاتے تھے۔ان دنوں کمالیہ میں خطیب کے طور پر مولانا محمد اشرف ہمدانی صاحب وہاں قیام پذیر تھے۔آپ اپنے آبائی گاؤں ضلع اٹک سے اپنے چھوٹے بھائی مولانا محمد اکرم ہمدانی کو کمالیہ ہمراہ لائے اور حضرت مولانا نذیر احمد کی شاگردی میں دے دیا۔آپ نے یہاں کتابیں پڑھیں۔مولانا محمد اکرم ہمدانی کے والدگرامی کا شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں مرحوم سے گہرا تعلق تھا۔آپ نے وہاں سے دورۂ حدیث کیا۔مولانا اکرم ہمدانی کے تعلیم حاصل کرنے کے دوران مولانا محمد اشرف ہمدانی فیصل آباد جامع مسجد جناح کالونی میں خطیب مقرر ہوگئے تھے۔چنانچہ انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی کو چک

حجرہ مدنی مسجد میں خطیب مقرر کرادیا۔ کافی عرصہ یہاں رہے۔ اس کے بعد پھر آپ حسن آباد ڈھیری راولپنڈی میں خطیب ہوگئے اور پھر دم واپسیں تک یہاں کے خطیب رہے۔ آپ راولپنڈی قیام کے دوران میں قادیانی فتنہ کے تعاقب کے لئے ہر کارخیر کے کاموں میں پیش پیش رہے۔ ان کے وصال سے بڑا خلاء پیدا ہوا ہے۔ مولانا پروفیسر حافظ حامد اشرف ہمدانی نے مرحوم کی وصیت کے مطابق آپ کا جنازہ پڑھایا۔ حق تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

(۱۰۷۷)

ایاز خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ (میانوالی)، صوفی محمد

(پیدائش: ۱۵؍ جون ۱۹۱۳ء ...... وفات: ۲۰۰۳ء)

صوفی محمد ایاز خان میانوالی کے ایک قصبہ پوری خیل میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق نیازی قبیلہ کی شاخ شاہجہان خیل سے تھا۔ آپ کی زندگی کا اکثر حصہ جمعیۃ علمائے پاکستان سے وابستگی میں صرف ہوا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ۱۹۵۳ء سے ۱۹۷۳ء تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میانوالی کی مقامی مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہے۔

(۱۰۷۸)

ایوب جان بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: ۱۹۱۲ء ...... وفات: اگست ۱۹۹۸ء)

مولانا ایوب جان بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے خاندان سید آدم بنوری میں آنکھ کھولی۔ آپ جمعیۃ علماء اسلام سرحد کے امیر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے برادر نسبتی اور پھوپھی زاد بھائی اور حضرت علامہ انورشاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ خاص تھے۔ آبائی علاقہ میں ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد دارالعلوم دیوبند کا سفر کیا۔ مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا میاں اصغر حسین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر سے اکتساب فیض کیا۔ جمعیۃ علماء ہند اور جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے میدان سیاست کے شہسوار تھے۔ تحریکہائے ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ سرحد میں آپ نے

دارالعلوم قائم کیا جس میں حفظ وناظرہ سے لے کر دورۂ حدیث تک علوم عقلیہ ونقلیہ کا بہترین انتظام فرمایا۔ سرحد کے ہزاروں علماء آپ کا صدقہ جاریہ ہیں۔ حیات مسیح علیہ السلام کے عنوان سے مرزا قادیانی کے خلاف مرتب ہونے والے فتاویٰ جات پر بھی آپ کے دستخط موجود ہیں۔
(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۸۶)

(۱۰۷۹)

ایوب حضروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حکیم محمد

(وفات: جون۲۰۰۲ء)

مولانا محمد ایوب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت حضرو ضلع اٹک میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم علاقہ میں حاصل کی اور پھر علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں مدرسہ کی چھٹیاں گزارنے گھر آئے تو رمضان المبارک میں مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آیا۔ بعدازاں دینی علوم کی تکمیل پاکستان میں کی۔ طبیہ کالج دہلی سے فاضل طبیب ہوئے۔ بیعت کا تعلق شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے جوڑا اور تادم زیست خانقاہ شریف سے فیوض وبرکات حاصل کرتے رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ علاقہ چھچھ کے ممتاز عالم دین تھے۔ تین ماہ کا عرصہ علیل رہنے کے بعد میں قضائے الٰہی سے رحلت فرماگئے۔ آپ کا جنازہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا۔ قادیانیت کی تکفیر پر ''درۂ زاہدیہ برفرقہ احمدیہ'' نامی فتویٰ پر دستخط فرمائے۔　　(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۲۸۷)

(۱۰۸۰)

ایک بزرگ رحمۃ اللہ علیہ

(وفات: ۱۹۵۵ء)

مولانا ماہر القادری کی کتاب یادرفتگان ج۱ص۶۳ پر ہے کہ قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی نے ان سے بیان کیا کہ ایک دفعہ معروف لاہوری مرزائی خواجہ کمال الدین (زوال الدین) میرے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ اسی مکان کے بالاخانہ پر ایک بزرگ ٹھہرے ہوئے تھے۔ خواجہ

کمال الدین مرزائی نے کہا کہ میں ان بزرگ سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں (قاضی احمد میاں) نے ان بزرگ سے عرض کیا کہ خواجہ کمال آپ سے ملنا چاہتا ہے اور یہ کہ وہ قادیانیوں سے نہیں جو مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔ بلکہ یہ مرزا قادیانی کو صرف مجدد مانتا ہے۔اس پر وہ بزرگ بولے کہ بھئی! خواجہ کمال الدین سے میں مل تو لیتا مگر غیرت نبوت اس کو برداشت نہیں کرسکتی۔ یارب!

(ب)

(۱۰۸۱)

بادل شاہ بدایونی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مرزا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔اس میں حضرت مرزا بادل شاہ کو بھی انجام آتھم ص ۷۱ نمبر ۸۳ پر مخاطب کیا ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۰۸۲)

بازگل رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(پیدائش: ۱۹۱۲ء ...... وفات: ۴؍اپریل ۱۹۹۰ء)

آپ ملہووالی ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ والد مرحوم کا نام دوست محمد تھا۔آپ مولانا محمد گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے تھے۔مولانا کی ترغیب پر دینی تعلیم کی طرف مائل ہوئے اور ۱۹۳۴ء میں ڈابھیل سے فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں مشہور طبیب حکیم عبدالرحمٰن مرحوم (میانوالی) کی شاگردی اختیار کی اور پھر میانوالی میں طبابت کا کام بھی کرتے رہے۔تعلیمی زمانے میں ہی میانوالی میں خاکسار تحریک کے متحرک کارکن بن گئے۔ ۱۹۳۹ء میں مولانا گل شیر کے حکم پر مجلس احرار میں شامل ہوگئے اور پھر کارکنان احرار کے شانہ بشانہ ہر محاذ پر داد شجاعت دیتے رہے۔ مولانا گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد مجلس احرار اسلام ضلع اٹک کی سرپرستی فرمائی اور احرار کی سرگرمیوں میں تحرک پیدا کیا۔مجموعی قید تین برس ہے۔تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔

(ڈاکٹر محمد عمر فاروق، تلہ گنگ)

(۱۰۸۳)

فضیلۃ الشیخ محمد بدرالدین الفلایلینی رحمۃ اللہ علیہ (دمشق)

آپ دمشق کی عدالت کے جج اور علماء دمشق کی جمعیۃ کے رکن تھے۔آپ نے عبدالعزیز بن باز مفتی اعظم سعودیہ کے حیات مسیح علیہ السلام کے فتویٰ پر زبردست تائیدی فتویٰ تحریر فرمایا:

الحمد للّٰہ والصلٰوۃ والسلام علٰی سیدنا محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین ومن تبعھم باحسان الٰی یوم الدین.

وبعد فانی قد اطلعت علٰی فتویٰ الشیخ عبدالعزیز بن باز، فوجدتھا قد قدرت الحق الصراح، والذی نؤمن بہ ونقرہ فعلی المسلمین ان لا یفتروا بما یفتر بہ اتباع الدجال القادیانی الذی حذر النبی ﷺ منہ، ومن امثالہ الذین یخرجون فی آخرالزمان ویدعون النبوۃ وھم کذابون دجالون.

عقیدۃ المسلم الصحیحۃ ان سیدنا عیسٰی علیہ وعلٰی نبینا افضل الصلٰوۃ والسلام لا یزال فی السماء مرفوعًا، مکرماً لما ینزل بعد، فھٰذا الذی اقرہ ونؤمن بہ واللّٰہ یھدی الٰی سواء السبیل خادم العلم الشریف

محمد بدرالدین الفلایلینی

استاذ قضاء دمشق کالج ورکن مجلس علماء دمشق

۸/شعبان المعظم ۱۳۸۹ھ، الموافق ۱۹۶۹م

حمدوثناء کے بعد! میں نے فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز کے مفصل فتوے کا مطالعہ کیا تو میں نے یہ ایسا فتویٰ پایا جس نے خالص حق کو ثابت کر دیا ہے اور یہ وہی عقیدہ ہے جس پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور اسی کا اقرار بھی کرتے ہیں اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ جس طرح قادیانی دجال کے پیروکاروں نے بہتان باندھنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے، اس طرح کی بہتان بازی نہ کریں۔ اس طرح کے دجالوں سے بچ کر رہنے کا حکم حضور ﷺ نے فرمایا ہے جو دجال آخری زمانے میں نکلیں گے اور نبوت کا دعویٰ کریں گے۔حالانکہ وہ کذاب اور بڑے جھوٹے ہوں گے۔

اور مسلمان کا اس بارے میں صحیح عقیدہ یہی ہونا چاہئے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھائے گئے ہیں اور عزت کے ساتھ آپ وہیں موجود ہیں۔ابھی تک آپ دوبارہ نازل نہیں ہوئے۔پس اسی عقیدے کا ہم اقرار کرتے ہیں اور اسی پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ

ہی سیدھا راستہ دکھانے والے ہیں۔

(۱۰۸۴)

بدرالدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین پھلواری)، حضرت سید

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت سید بدرالدین شاہ صاحب کو بھی انجام آتھم ص۲۷ نمبر۹۲ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کوالم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۰۸۵)

بدیع الزمان رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت:۱۹۳۱ء ...... وفات:فروری۲۰۰۰ء)

حضرت مولانا بدیع الزمان اٹک جیسی مردم خیز سرزمین پر علامہ غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ اپنے گاؤں رحمٰن آباد تلہ گنگ چکوال میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ شرف تلمذ اپنے والد گرامی سے ہی حاصل کیا۔ علم حدیث کے لئے آپ نے دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار کا رخ کیا۔ جہاں آپ نے حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے قدسی صفات اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ آپ دارالعلوم کراچی کے ابتدائی تین اساتذہ میں ایک تھے۔ ۱۰ سال آپ نے دارالعلوم میں علوم ومعارف کے موتی بکھیرے اور علم وتحقیق کے جوہر دکھلائے۔ مفتی اعظم پاکستان شفیع محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد باب السلام جی۔ایم۔بی۔ایچ سوسائٹی میں بحیثیت خطیب کے تقرر فرمایا۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کی مسند تدریس پر فائز فرمایا۔ جہاں آخری دم تک علوم بنوری کو چار چاند لگاتے رہے۔ حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی، حضرت مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا حبیب اللہ مختار شہید رحمۃ اللہ علیہ آپ کے نمایاں تلامذہ میں سے تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق شائع ہونے والے فتاویٰ جات پر آپ کے بھی دستخط موجود ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۸۸)

(۱۰۸۶)

برخوردار ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، الحاج ملک

(وفات:۲۰/اپریل۱۹۷۲ء)

حاجی ملک محمد برخوردار رحمۃ اللہ علیہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے باوفا، مخلص، ایثار پیشہ اور دینی ومجلسی تعلقات کو تادم زیست نبھانے والے لوگوں میں سے ایک تھے۔ ملک محمد برخوردار رحمۃ اللہ علیہ والدین کی اکلوتی اور لاڈلی اولاد ہونے کے باعث تعلیم سے محروم رہے۔ خاندانی رسم ورواج کے مطابق میلوں، عرسوں میں پہلوانی کے مشغلہ میں مصروف رہے۔ بعدازاں اللہ رب العزت نے توفیق بخشی تو حضرت مولانا عبداللہ خطیب جامع مسجد کالے منڈی کے سامنے زانوئے تلمذتہہ کئے۔ قرآن، ترجمہ، فارسی کی گلستان، بوستان اور ضروری کتب کی تعلیم حاصل کر کے دین ومسلک کے علمبردار بنے۔ اسی دوران حاجی امام الدین مخدوم دین پوری خلیفہ مجاز حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق پیدا ہوا۔ بعدازاں قیام پاکستان سے قبل حاجی محمد علی سراج متولی مسجد سراجاں کے گھر پر پورے خاندان وعزیزاقارب کے ہمراہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ قیام پاکستان سے قبل ملتان شہر اور گردونواح میں حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام پروگرام اور پہرہ داری کی نگرانی حاجی صاحب مرحوم فرماتے۔ حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی دورے ملتان وگردونواح کے علاوہ ریاست بہاول پور تک پہنچے۔ مگر مرکزی دروازہ حاجی صاحب مرحوم کا گھر ہی رہا۔ ۱۹۲۸ء میں انجمن خدام المسلمین کا قیام عمل میں آیا تو اس کا پہلا دفتر بھی حاجی صاحب مرحوم کے مکان کا حصہ بنا۔ خوب متحرک اور وفاشعار انسان تھے۔ اکابرین احرار ملتان سنٹرل جیل میں مقید رہے تو اس دوران بھی حاجی صاحب مرحوم ان اکابرین کی خدمت گزاری میں پیش پیش رہے۔

(۱۰۸۷)

برکت علی لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، ابوانیس صوفی محمد

(ولادت:۲۷/اپریل۱۹۱۱ء ...... وفات:۲۶/جنوری۱۹۹۷ء)

آپ لدھانہ کے گاؤں برہمی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تعلیم رائے کوٹ میں حاصل

کی۔ پھر ۱۹۳۰ء کو فوج میں بھرتی ہو گئے۔ پھر فوج سے استعفاء دیا اور تصوف کی لائن اختیار کی۔ آپ شاہ ولایت حکیم سید امیر الحسن سے بیعت ہوئے۔ پاکستان بننے کے بعد پہلے کھاریاں کے قریب پلوٹھری پھر دار الاحسان کے نام سے خانقاہ قائم کی۔ جو سالار والا اسٹیشن ضلع فیصل آباد ریلوے لائن کے قریب ہے۔ یہاں مسجد، مدرسہ، قرآن محل، کئی شعبے قائم کئے۔ خوب طبیعت پائی تھی۔ تمام مسلکی تنازعات سے بالاتر تھے۔ خالصتاً تصوف کی لائن سے خدمت خلق کرتے تھے۔ حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے نام لولاک اعزازی جاری کیا۔ حضرت صوفی صاحب کے آنے جانے والے حضرات کے ذریعہ مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سلام آنے لگے۔ یوں غائبانہ تعلق ہوا۔ قادیانیوں سے متعلق ایک کیس کورٹ میں تھا۔ مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ حضرت صوفی برکت علی سے ملنے گئے۔ فقیر راقم عینی گواہ ہے کہ بہت ہی محبتوں سے صوفی صاحب نے استقبال کیا۔ قرآن محل میں مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کی دستار بندی کرائی۔ ظفر اللہ قادیانی کو لولاک میں مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کا لاٹ پادری لکھا تھا۔ اس پر صوفی صاحب بہت خوش تھے۔ بار بار یہ دہراتے اور پھر بہت زیادہ تعلق قائم ہوا۔ تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں جب آپ کی کسی جہت سے ضرورت ہوئی آپ کے پاس جانا ہوتا دعا بھی کرتے متعلقہ تعلق والے کو حکم بھی فرماتے اور یوں کام آسان ہو جاتا۔ ایک دفعہ فقیر راقم مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حاضر ہوا۔ سالار والا کے بعد آپ دسوھہ سمندری روڈ فیصل آباد آ گئے۔ یہیں پر وفات پائی اور مدفون ہوئے۔

(۱۰۸۸)

برکت اللہ رحمۃ اللہ علیہ (ٹالہی)، حاجی

(وفات: ۱۹۹۸ء)

حاجی برکت اللہ ٹالہی کے رہنے والے تھے۔ آرائیں برادری سے تعلق تھا۔ مسلکاً اہل حدیث تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ ان کا مشن تھا۔ زمیندار آدمی تھے۔ ٹالہی سندھ اور اس کے اردگرد کافی تعداد میں قادیانی آباد ہیں۔ ٹالہی میں مولوی عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تھے۔ انہوں نے ختم نبوت کے پروگرام کرانے ہوتے، حاجی صاحب ان حضرات کے میزبان ہوتے۔ ٹالہی میں ایک ہی مسجد تھی مشترکہ پروگرام ہوتے تھے۔ پھر ختم نبوت کے کام کے لئے مشکلات ہوتی گئیں۔ اپنا مرکز بنانے کی ضرورت پیش آئی تو حاجی صاحب کا ایک پلاٹ تھا ان کے بڑے

بیٹے چوہدری محمد انعام نے والد صاحب کے ایصال ثواب کے لئے اس پلاٹ میں مسجد ختم نبوت اور دفتر ختم نبوت قائم کرایا۔ الحمدللہ! (محمد علی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۰۸۹)

برکت علی مغل رحمۃ اللہ علیہ، مستری

(پیدائش:۱۹۱۰ء وفات:۷رمئی ۱۹۹۹ء)

مستری برکت علی مغل رحمۃ اللہ علیہ نکودر ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ تقسیم سے قبل ہی حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق تھا۔ تقسیم کے بعد پنجاب آ گئے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے کنری میں قیام کا حکم فرمایا۔ حضرت کے مشورہ سے کنری آئے۔ کنری اور اس کے مضافات میں کافی تعداد میں قادیانی آباد تھے۔ ناصر آباد، نسیم آباد، محمود آباد کے نام سے اسٹیٹس تھیں۔ درویشانہ انداز سے اپنے اکابر کے مشورہ پر کام شروع کیا۔ بخاری مسجد اور دفتر ختم نبوت کنری کی بنیاد رکھی۔ قادیانیوں کی ایک درس برادری کے زمیندار سے ٹکر آ گئی۔ مستری صاحب موقع کی تلاش میں تھے کہ کھل کر کام کیسے ہو۔ اس زمیندار کے پاس پہنچے کہ ڈٹ جاؤ۔ وہ کہنے لگا قادیانی بااثر ہیں تو مستری اور دوستوں نے کہا کہ ہم حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بلا لیتے ہیں۔ یوں شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کا کنری کا سفر ہوا اور قادیانیوں کا غرور ٹوٹا۔ مستری صاحب عالم تو نہیں تھے لیکن قادیانیت کے توڑ کے ماہر تھے۔ قادیانیت کی کتابیں سب مستری صاحب کے پاس ذاتی بھی موجود تھیں اور دفتر ختم نبوت کنری کے لئے بھی مستری صاحب کے بہت سے واقعات ہیں۔ سب سے اہم واقعہ کلہاڑی والا ہے کہ ایک قادیانی عیدل نوحانی مستری صاحب کی دوکان پر آیا۔ مستر صاحب کلہاڑی تیز کر رہے تھے۔ قادیانی مرزا قادیانی کی نام نہاد صداقت کے گن گاتا رہا۔ مستری صاحب آرام سے کلہاڑی تیز کرتے رہے۔ جب کلہاڑی تیز ہوگئی تو مستری صاحب نے کلہاڑی اس قادیانی کی گردن پر رکھی اور کہا کہو مرزا قادیانی کا فرالّو کا پٹھا جو کہلاتے گئے قادیانی کہتا گیا۔ اب مستری صاحب خود زمین پر بیٹھ گئے۔ کلہاڑی قادیانی کو دے دی اور کہا کہ گردن کٹ سکتی ہے پیارے نبی ﷺ کا نام بے ادبی سے لوں؟ یہ نہیں ہوسکتا۔ مستری صاحب ساری زندگی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے اور اسی میں زندگی کے آخری لمحات گزارے۔ کنری کے مشہور قبرستان میں آسودہ خاک ہیں۔ (محمد علی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۰۹۰)

بشیر احمد احرار رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، مرزا

مرزا بشیر احمد احرار نے تحریک ختم نبوت میں جو قربانی دی اور جو کام اللہ تعالیٰ نے ان سے لے لیا ہے وہ ہمارے لئے سنگ میل ہے۔ مرزا بشیر احمد اور چوہدری محمد طفیل قادیان کے رہنے والے تھے اور مجلس احرار کے کارکن تھے۔ تمام دن دفتر مجلس احرار قادیان میں رضا کاروں کی تربیت اور مسلمانوں کی ذہن سازی میں گزارتے تھے۔ قادیانیوں کی دشمنی کی وجہ سے انگریزوں کی نظروں میں غدار تھے۔ سی.آئی.ڈی ان کی نقل وحرکت کی نگرانی کرتی تھی۔ قادیانیوں نے قادیان میں اکثریت کے بل بوتے اور انگریز حکومت کی سرپرستی کی وجہ سے مسلمانوں کا سوشل بائیکاٹ کیا ہوا تھا۔ ۱۹۴۱ء میں ایک مسلمان نوزائیدہ بچہ وفات پا گیا جب اس کے رشتہ دار دفن کرنے کے لئے قبرستان لے گئے تو قادیانیوں نے دفن کرنے کی اجازت نہیں دی۔ مرزا بشیر احمد احرار اس قسم کے موقع کی تلاش میں تھے۔ انہوں نے چند نوجوانوں کے ہمراہ بچہ کی میت کو ہاتھوں میں اٹھایا۔ قادیان سے نکل کر آس پاس تمام دیہاتوں میں پہنچے اور کہا کہ اس معصوم بچے کو قادیانیوں نے قادیان میں دفن کرنے کی اجازت نہیں دی۔ جب دیہاتوں میں میت لے گئے وہاں کے ہزاروں افراد ان کے ساتھ ہوگئے اور بٹالہ جا کر احتجاج کیا۔ حکومت نے قادیان کے قریب مسلمانوں کو سرکاری زمین پر قبرستان بنانے کی اجازت دی۔ لیکن اس واقعہ کے بعد مسلمانوں نے بھی اپنے علاقوں میں قادیانیوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہیں دی۔ مرزا بشیر احمد قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے کوئٹہ پہنچے۔ ابتداء میں مسلم لیگ میں شامل ہوگئے۔ دو دفعہ بی.ڈی ممبر، دو مرتبہ کونسلر منتخب ہوئے۔ اپنی برادری کے صدر رہے۔ پیرانہ سالی میں رفاہی کام کر رہے تھے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۱۰۹۱)

بشیر احمد چشتی گولڑوی حافظ آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حافظ

(ولادت: ۱۹۱۱ء ...... وفات: یکم راگست ۱۹۷۴ء)

آپ کی ولادت موضع نتھیہ تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں ہوئی۔ حفظ قرآن

اودھڑوال ضلع چکوال میں کیا۔ درس نظامی کے اساتذہ میں مفتی احمد یار خان نعیمی ایسے حضرات شامل تھے۔ بیعت کا سلسلہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم کیا۔ پھر جامع سانگلہ ہل ضلع ننکانہ تشریف لے آئے۔ ۱۹۴۵ء میں حافظ آباد آئے اور وہیں کے ہوکر رہ گئے۔ صوبیدار والی مسجد کے خطیب رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حافظ آباد کی قیادت کی۔ ایک قافلہ لے کر گوجرانوالہ پہنچے۔ شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں ردقادیانیت پر خطاب فرمایا۔ جس پر گرفتار کر لئے گئے اور چھ ماہ تک قیدوبند رہے۔

(۱۰۹۲)

بشیر احمد رحمۃ اللہ علیہ (چشتیاں)، صوفی

چشتیاں ضلع بہاول نگر میں جناب صوفی بشیر احمد صاحب ہوتے تھے۔ بہت ہی بااصول آدمی تھے۔ عمر بھر مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے۔ ہر مرکزی کانفرنس یا اجلاس میں شریک ہوتے۔ اپنے علاقہ میں عقیدۂ ختم نبوت کے حدی خواں تھے۔

(۱۰۹۳)

بشیر احمد رحمۃ اللہ علیہ (چیچہ وطنی)، جناب چوہدری

(ولادت: ۲۷؍فروری ۱۹۲۷ء ...... وفات: ۲۸؍فروری ۱۹۹۰ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما چوہدری بشیر احمد چک دانیوال ضلع جالندھر ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ تحریک ختم نبوت کے ممتاز رہنماؤں میں سے تھے۔ قیام پاکستان کے وقت ہجرت کر کے چیچہ وطنی کے قریب بورے والا روڈ پر واقع چک نمبر ۱۶۸/۹ ایل میں آکر آباد ہوئے۔ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے بے تکلفانہ تعلقات کی بناء پر بسا اوقات خوشگوار موڈ میں تبادلہ خیال بھی فرمایا کرتے تھے۔ اپنے گاؤں میں فوت ہوئے۔ پسماندگان میں ۴ بیٹے چھوڑے۔ آپ کی نماز جنازہ بورے والا کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا عبدالرحیم نعمانی نے پڑھائی۔ آپ کا جنازہ علاقہ بھر کے جنازوں میں سب سے بڑا جنازہ تھا۔ اللہ پاک مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے۔ آمین! (مولانا عبدالحکیم نعمانی)

(۱۰۹۴)

بشیر احمد دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت:۱۸۷۴ء ...... وفات:۱۹۱۸ء)

مولانا بشیر احمد دیوبند قصبہ بڑھانہ ضلع مظفرنگر یو. پی میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۲۸ھ میں آپ کی دارالعلوم دیوبند سے فراغت ہے۔ تین سال ضلع مظفرنگر میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ اس کے بعد بجنور مدرسہ عربیہ قاسمیہ میں صدر مدرس کی حیثیت سے تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ مولانا شبیر احمد، مولانا شفیع احمد۔ ہر دو حضرات دیوبند کے فاضل تھے۔ مرزا قادیانی کے خلاف شائع ہونے والا فتویٰ بنام ’’قہر یزدانی بر دجال قادیانی‘‘ پر آپ کے تائیدی دستخط موجود ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۲۱)

(۱۰۹۵)

بشیر احمد رضوانی رحمۃ اللہ علیہ، جناب

امرتسر کے معروف قومی رہنما، ذاتی کاروبار تھا۔ مقامی کانگریس کے سیکرٹری جنرل اور پنجاب کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر تھے۔ ۱۹۳۱ء میں مجلس احرار اسلام میں شامل ہوئے۔ آل انڈیا احرار پولیٹیکل کانفرنس لاہور کی استقبالیہ کے صدر تھے۔ پاکستان بننے کے بعد اوکاڑہ آ گئے۔ ہر قومی اور ختم نبوت کی تحریک میں عمر بھر پیش رہے۔ ایسے قومی رہنما قوموں کے محسن ہوا کرتے ہیں۔

(۱۰۹۶)

بشیر احمد سوہدری رحمۃ اللہ علیہ، پیر سید

(ولادت:۱۹۹۰ء ...... وفات:۴؍مئی ۱۹۷۳ء)

آپ جلال پور جٹاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد علاقہ کے معزز نیک اور خدا ترس انسان تھے۔ سید بشیر احمد کی ولادت کے تین سال بعد وفات پا گئے۔ آپ کی تربیت واصلاح کی ذمہ داریاں آپ کی والدہ نے نبھائیں اور آپ کو حصول علوم نبویہ کے لئے جید علماء

کرام کے سپرد کیا۔آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں ایمان افروز تقریریں کیں اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلانے کے لئے عوامی سطح پر قراردادیں منظور کرائیں۔اسی سلسلہ میں آپ کو گرفتار کر کے پہلے گوجرانوالہ پھر ساہیوال جیل میں چھ ماہ تک نظر بند کیا گیا۔آپ کی وفات سوہدرہ میں ہوئی۔جمعۃ المبارک کے دن مسجد آرائیاں سوہدرہ کے دروازے کے قریب دفن کیا گیا۔

(۱۰۹۷)

بشیر احمد صحرائیؒ (گوجرانوالہ)، جناب

(وفات:۱۱/ستمبر۱۹۷۶ء)

ہفت روزہ قومی دلیر گوجرانوالہ کے ایڈیٹر جناب بشیر احمد صحرائی، نامور قلمکار تھے۔تمام قومی اخبارات کے وکیل فروخت تھے۔مجلس احرار اسلام کے سرگرم رکن تھے۔چوہدری افضل حق مرحوم اور آغا شورش کاشمیریؒ کے تربیت یافتہ تھے۔نامور قومی ایثار پیشہ بیدار مغز رہنما تھے۔

(۱۰۹۸)

بشیر احمد قلندرؒ (کنری)، جناب

(وفات:۱۳/مارچ۲۰۰۹ء)

بشر احمد قلندر صاحب لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔ خانقاہ سراجیہ کندیاں کے دوسرے جانشین حضرت مولانا محمد عبداللہؒ (جن کو حضرت ثانی کہا جاتا تھا) کے خاندان سے تھے۔تقسیم ملک کے بعد خانیوال کے قریب بستی سراجیہ پھر کنری تشریف لے آئے۔قلندر قسم کے آدمی تھے۔ہاریوں کو رقم دے کر بھول جاتے تھے۔عقیدۂ ختم نبوت کے کام سے والہانہ عقیدت تھی۔کنری مجلس تحفظ ختم نبوت کے تاحیات امیر رہے۔انتقال سے قبل تمام رشتہ داروں کو بلایا کہ آجاؤ میں بیمار ہوں۔چھوٹے بیٹے کی شادی کرتا ہوں۔تمام رشتہ دار آگئے۔اسی دن شام کو انتقال ہوگیا۔نماز جنازہ میں شہر کے تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات نے شرکت کی۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا محمد علی صدیقیؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(۱۰۹۹)

بشیر احمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، حاجی

(وفات: ۳۰/اپریل ۱۹۹۱ء)

مرکز اہل حق خدام الدین شیرانوالہ لاہور کے خادم خاص حضرت حاجی بشیر احمد مرحوم خوب انسان تھے۔ آپ شیرانوالہ خانقاہ ومدرسہ کے خادم خاص تھے۔ یہیں سے آپ کا جنازہ اٹھا۔ ختم نبوت کے سلسلہ میں شیرانوالہ میں جو اجلاس منعقد ہوتا حاجی صاحب شرکاء کی خدمت کا اعزاز حاصل کیا کرتے تھے۔

(۱۱۰۰)

بشیر الحق صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش: ۱۹۰۶ء ...... وفات: ۲/نومبر ۱۹۹۸ء)

آپ امرتسر کے گاؤں بھگوال میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی مولانا محمد حسین صدیقی سے تعلیم کا آغاز کیا۔ مولانا محمد عالم آسی امرتسری سے تکمیل کی۔ آپ بہاول پور میں کچھ عرصہ رہے۔ اس موقعہ پر گورنمنٹ ملازمت کے دوران ایک قادیانی نے قادیانیت کی تبلیغ کی۔ آپ نے ختم نبوت کا علم بلند کیا۔ تب سے آخر زندگی تک ختم نبوت کے شیدائی رہے۔ فیصل آباد میں وصال فرمایا۔ مدن پورہ میں مدفون ہوئے۔ مولانا غلام رسول رضوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(۱۱۰۱)

بشیر رحمۃ اللہ علیہ (کوٹلی لوہاراں)، مولانا محمد

آپ کوٹلی لوہاراں کے ایک علمی خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کوٹلی لوہاراں میں مولانا محمد شریف کے ہاں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم بھی والد گرامی سے حاصل کی۔ ۱۹۳۵ء میں دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں داخل ہوئے اور سید ابوالبرکات محمد احمد قادری کے نامور شاگردوں میں شامل ہوئے۔ ردقادیانیت پر آپ نے تحریری کام کیا۔ ختم نبوت واجرائے نبوت

اور وفات عیسیٰ علیہ السلام ایسے موضوعات پر بحث کر کے فخر الدین ملتانی کی احمدیہ پاکٹ بک کا جواب شائع کیا۔ اس کتاب کا نام ''ختم نبوت'' تجویز فرمایا۔ اس کتاب پر سید ابوالبرکات و دیگر حضرات کی تقاریظ موجود ہیں۔

(۱۱۰۲)

بشیر مرحوم، مولانا قاری محمد

(وفات:۱۳؍فروری ۱۹۹۹ء)

آپ کی ولادت ۱۹۵۸ء کی ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت مولانا عبدالخالق، تلمیذ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ قاری ولی الرحمٰن صاحب سے قرآن مجید حفظ کیا۔ قاری محمد تقی الاسلام دہلوی مرحوم سے تجوید پڑھی۔ دورۂ حدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ سے کیا۔ اپنے بڑے بھائی مولانا فضل رازق کے انتقال کے بعد جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ ہری پور کے منبر ومحراب کی زینت بنے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا۔ شخصی وجاہت، قد کاٹھ میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کی خطابت بھی اپنے بھائی مولانا فضل رازق مرحوم کی خطابت کا پرتو تھی۔ آپ نے شیرانوالہ گیٹ کی مرکزیت کو بحال رکھا۔ بلکہ چار چاند لگا دیئے۔

غالباً ۱۹۸۶ء میں فقیر پہلی دفعہ آپ کی مسجد میں حاضر ہوا۔ عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس تھی۔ مولانا عبدالرؤف الازہری مرحوم بھی راقم کے ساتھ تھے۔ اس موقع پر قاری صاحب کی محبت، اپنائیت اور خلوص کبھی بھلائے بھی نہ بھولے گا۔ ۱۹۸۷ء میں انہوں نے اپنی مسجد میں دس روزہ ردقادیانیت کورس کا انعقاد کیا تھا۔ فقیر اس موقع پر تقریباً ایک ہفتہ ان کا مہمان رہا۔

ہر سال کی ختم نبوت کانفرنس، دو تین ماہ بعد ختم نبوت کورس، ختم نبوت سیمینار، درس قرآن، خطبہ جمعۃ المبارک، غرضیکہ بے شمار دفعہ انہوں نے بلایا۔ دعوت دی۔ فقیر حاضر ہوا۔ بیان کیا۔ ان کی شفقتوں کو سمیٹا۔ بہت ہی قدردان اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ شیرانوالہ گیٹ کی رونقیں ان کے دم قدم سے تھیں۔ ہری پور ہزارہ کی پہچان اور آبرو تھے۔ علماء دیوبند کی ہر جماعت، ہر تنظیم اور ہر تحریک کے وہ سرپرست تھے۔ وہ ہر ایک کے تھے ہر کوئی ان کا تھا۔ غرضیکہ بے شمار محاسن کا مرقع تھے۔ فقیر کی آنکھوں میں آج بھی وہ منظر ہے کہ ۱۹۹۸ء کی ختم نبوت کانفرنس شیرانوالہ گیٹ چوک میں انعقاد پذیر تھی۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کانفرنس کی صدارت فرمارہے تھے۔

قاری صاحب ان دنوں شدید بیمار تھے۔ کمزوری اور نقاہت کے باوجود آخر تک سٹیج کی رونق بنے رہے۔ سامعین کے شدید اصرار پر چند جملے ارشاد فرمائے۔ ڈی سی ہری پور کانفرنس کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ قاری صاحب نے ڈی سی کو فون کر کے فرمایا تھا کہ ڈی سی صاحب قاری بشیر بیمار ضرور ہے مرا نہیں کہ آپ شیرانوالہ گیٹ میں کانفرنس کی اجازت نہ دیں۔ یہ ختم نبوت کانفرنس ہے۔ کسی ماں نے ایسا بیٹا نہیں جنا جو اس کانفرنس پہ پابندی لگا سکے۔ تم پابندی لگاؤ، میں تمہیں کانفرنس کرا کے دکھاؤں گا۔ یہ ساری روئیداد انہوں نے شرکاء کانفرنس کو سنائی۔ ہر ایک کی آنکھوں میں آنسو تھے اور قاری صاحب کے لئے احترام اور عقیدت کے جذبات تھے۔

(۱۱۰۳)

بڈھن شاہ کلانوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت

(وفات: ۱۹؍شوال ۱۲۷۲ھ)

آپ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکومت کے دوران موضع چمیاری میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق سادات خاندان کے چشتی، ترمذی گھرانے سے تھا۔ آپ ایک نیک منش اور مرجع الخلائق انسان تھے۔ آپ ایک مرتبہ قادیان تشریف لے گئے۔ جس جگہ پر بعد میں مرزا قادیانی کا مکان تعمیر ہوا۔ یہ جگہ اس وقت چٹیل میدان تھا۔ آپ اس مقام پر خیمہ زن ہوئے اور اپنے متعلقین کو درود شریف کے ورد کا حکم فرمایا۔ وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے بتایا کہ اس جگہ سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوگا۔ اس کی بدبو آ رہی ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کے چالیس سال بعد اسی جگہ سے مرزا قادیانی کا ظہور ہوا۔

(پ)

(۱۱۰۴)

پردل کابلی رحمۃ اللہ علیہ، مولوی

(وفات: رمضان ۱۳۳۹ھ)

مولوی پردل کابلی حدود افغانستان میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شمار سرکردہ علماء کرام میں

تھا۔ ہندوستان میں علم حاصل کیا۔ خلیلیہ نامی مدرسہ میں آپ نے پڑھایا۔ پھر دہلی تشریف لائے اور تادم آخر اسی شہر میں پڑھاتے رہے۔ علم فقہ اور اصول کلام میں آپ کو عبور تھا۔ جب آپ مدرسہ اسلامیہ نعمانیہ دہلی میں صدر مدرس تھے تب آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۵۲)

(ث)

(۱۱۰۵)

ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ (حافظ آباد)، ملک

(وفات: ستمبر ۱۹۸۶ء)

حافظ آباد کے رہائشی، مجلس تحفظ ختم نبوت کے مخلص ومحبّ کارکن تھے۔

(ج)

(۱۱۰۶)

جان رحمۃ اللہ علیہ (دریا خان)، حضرت صاحبزادہ محمد

خانقاہ موسیٰ زئی کے حضرات کی اولاد میں سے ایک حضرت صاحبزادہ محمد جان تھے۔ جنہوں نے دریا خان میں مسجد ومدرسہ اور خانقاہ قائم کی۔ بہت ہی مرنجان مرنج شخصیت تھے۔ خانقاہ موسیٰ زئی شریف دیوبندی، بریلوی تنازعہ سے بالاتر وحدت امت کا مظہر ہے۔ لیکن سنت پر عامل ہونا اس کا امتیاز تھا۔ بعد میں آہستہ آہستہ مسلکی حوالہ سے بریلوی علماء کے آنے جانے کے باعث عشق رسالت مآب ﷺ کے نام پر رسوم کا بھی جرثومہ پرورش پانے لگا۔ حضرت صاحبزادہ محمد جان صاحب کے زمانہ تک ان کے سالانہ اجلاسوں میں ہمیشہ حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ التزام کے ساتھ تشریف لے جاتے۔ دریا خان میں میلاد کے جلوس کی قیادت بریلوی حضرات نے حضرت صاحبزادہ کے سپرد کی تو آہستہ آہستہ وہ رنگ چڑھنا شروع ہوا۔ صاحبزادہ محمد جان جب ملتان میں مریدان کے پاس تشریف لاتے تو ختم

نبوت کے دفتر تشریف آوری فرض کا درجہ رکھتی تھی۔ حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد دفتر سے صاحبزادہ صاحب کا رابطہ کمزور ہوا۔ میلاد کے جلوس کے اثرات نے بھی رنگ پکڑا۔ گویا محترم صاحبزادہ ختم نبوت کے کاموں کے لئے دل وجان سے مستعد رہنے والے تھے۔

(۱۱۰۷)

جان صابری چشتی مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید صوفی

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت سید صوفی جان صاحب کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۱ نمبر ۶۹ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۱۰۸)

جعفر بن اسماعیل برزنجی رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اعظم شافعیہ مدینہ منورہ)، حضرت مفتی السید

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری نے جب ۱۳۰۴ھ میں ملعون قادیان کے خلاف حرمین شریفین کے مشائخ ومفتیان کرام سے فتویٰ طلب فرمایا تو اس وقت سید اسماعیل برزنجی شافعیہ کے مفتی اعظم مدینہ منورہ نے ذیل کا فتویٰ عنایت فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل رسوله محمدًا بالهدیٰ ودین الحق وانزل علیه الکتاب معجزة باهرة وآیة مستمرة علیٰ تعاقب العصور دالة علیٰ کمال الصدق وجعله خاتم النّبیین وسید المرسلین ورحمة للعالمین وعم بعثته الی الثقلین الیٰ یوم الدین ونسخ شرعه جمیع الشرائع الماضیة، وشرعه لا ینسخ، وحکمه لا یفسخ، وسد بانتقاله ﷺ الی الرفیق الاعلی باب الرسالة والنبوة الیٰ آخر الزمان فلیس لاحد بعده الا اتباع شریعته الغراء ذات النور

والبرهان، ﷺ وعلٰی آله واصحابه ائمة الهدیٰ ومصابیح الدجی والتابعین لهم باحسان ماکر الجدید ان اما بعد!

فاننا قد تاملنا هٰذه الرسالة فوجدناها واضحة الدلالة براهینها قاطعة الرقاب شبه الملحدین وانوارها ساطعة ماحیة لظلمات وساوس الشیاطین قد اتت بالقول الفصل الذی لیس بالهزل، واوضحت فریق الحق ومنهاج الصدق واشتملت علی النصوص الموافقة لما هو معلوم من الدین بالضرورة ووضحت تلبیسات احمد القادیانی وزور ولاریب ان احمد المذکور لیس احمد الا عند اخوانه الشیاطین بل هوا جدر بأن یسمی اذم عند اهل الایمان والیقین وان ما اتی به من الاباطیل فهو ضلال مبین والوحی الذی افتراء وحی الشیاطین لا وحی الانبیاء والمرسلین وعند التامل فی زخرفه وضلالة تجده مصداق قوله تعالٰی: وکذٰلک جعلنا لکل نبی عدوا شیٰطین الانس والجن یوحی بعضهم الٰی بعض زخرف القول غرورًا ولو شآء ربک ما فعلوه فذرهم وما یفترون والتصغٰی الیه افئدة الذین لا یؤمنون بالاٰخرة ولیرضوه ولیقترفوا ما هم مقترفون الٰی قوله: لا مبدل لکلمٰته وهو السمیع العلیم (الانعام) وفی الحقیقة شأنه کشان مسیلمة الکذاب ذی الضلال والارتیاب بل هواضر کیدًا من ابلیس فی التدریس والتلبیس، لان امر ابلیس قد ظهر وانذر اللّٰه بنی آدم کیده وحذر وهٰذا قد لبس الباطل بصورة الحق وموه الکذب والافتراء علی اللّٰه فی مثال الصدق فاراح اللّٰه منه البلاد والعباد بتدمیره ومحوما ثبته فی الارض من الفساد فوجب علٰی کل مؤمن التمسک بما دل علیه مضمون هٰذه الرسالة والتجنب من مزخرفات براهین احمد القادیانی وافتراه من السفاهة والضلالة وصلی اللّٰه علٰی وسیدنا محمد خاتم النّبیین المنزل علیه الکتاب المبین المحفوظ من القاأت الشیاطین وعلٰی آله وصحبه وسلم اجمعین واللّٰه اعلم بالصواب امر برقمه السید اسماعیل البرزنجی مفتی الشافعیة بالمدینة المنورة وکیل مفتی الشافعیة المدرس بالحرم الشریف النبوی السید احمد البرزنجی.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریف اس خدا کی ہے جس نے اپنے رسول محمد ﷺ کو ہدایت اور دین کے ساتھ بھیجا اور ان پر ایسا قرآن اتارا جو رحمان کا معجزہ ہے اور ہمیشہ کے لئے نشان کمال راستہ کی دلیل ہے اور آپ ﷺ کو نبیوں کا ختم کرنے والا اور رسولوں کا سردار اور جہانوں کی رحمت بنایا اور آپ ﷺ کی نبوت کو قیامت تک جن اور آدمیوں کے لئے عام کیا اور ان کی شرع نے تو سب دینوں کو منسوخ کیا اور ان کی شرع اور حکم منسوخ نہیں ہوتا اور آپ ﷺ کے درگاہ الٰہی میں پہنچنے سے قیامت تک پیغمبری کا دروازہ بند ہوگیا۔ پس آپ ﷺ کے پیچھے آپ ﷺ کی روشن اور مضبوط شرع کی ہی پیروی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل واصحاب پر جو ہدایت کے امام اور تاریکی کے چراغ ہیں اور ان کے پیروں پر درود بھیجے جب تک دنیا قائم ہے۔

بعدازاں! ہم دونوں نے اس رسالے میں خوب تأمل کیا تو اس کو مقصود پر روشن دلیل پایا۔ اس کی دلیلیں بدمذہبوں کے شبہوں کی کرنیں کاٹ دیتی ہیں اور اس کے نور شیطانوں کے دھوکوں کے اندھیروں کو نابود کر دیتی ہیں۔ اس نے بہت عمدہ فیصلہ کیا اور حق کا راستہ ظاہر کر دیا اور یہ رسالہ صراحۃً دین کی یقینی دلیلوں پر شامل ہے اور غلام احمد قادیانی کے فریبوں اور جھوٹ کو اس نے رسوا کر دیا ہے اور بے شک یہ قادیانی اپنے شیطان بھائیوں کے نزدیک ''احمد'' یعنی قابل تعریف ہے اور اہل ایمان ویقین کے نزدیک ''آذم'' یعنی لائق بہت مذمت کے ہے اور بے شک اس کی بیہودہ باتیں ظاہر گمراہی ہے اور جس الہام کا یہ مدعی ہے وہ شیطانوں کی وحی ہے۔ نبیوں اور رسولوں کی وحی نہیں ہے اور جب تو اس کی بناوٹ اور گمراہی میں تأمل کرے گا تو اس آیت کا مصداق پائے گا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے: ''اور اسی طرح کئے ہیں ہم نے ہر نبی کے دشمن شیطان آدمی اور جن، سکھاتے ہیں ایک دوسرے کو ملمع باتیں فریب کی اور اگر تیرا رب چاہتا تو یہ کام نہ کرتے، سو چھوڑ دے۔ وہ جانے اور ان کا جھوٹ، اور نہ جھکیں اس کی طرف دل ان کے جو ایمان نہیں لائے آخرت سے، وہ اسے پسند کریں اور تاکہ مرتکب ہو جائیں ان امور کے جن کے وہ مرتکب ہوئے تھے...... الیٰ قولہ...... کوئی بدلنے والا نہیں اس کے کلام کو اور وہی ہے سننے والا اور جاننے والا۔''

اور دراصل یہ قادیانی مسیلمہ کذاب کی طرح گمراہی اور شک میں ہے۔ بلکہ یہ قادیانی، شیطان سے اس کا مکروفریب بہت مضر ہے۔ اس لئے کہ شیطان کا معاملہ ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو اس کے فریب سے ڈرایا ہے اور یہ قادیانی اس نے جھوٹ کو سچ بنا دکھایا ہے اور اللہ تعالیٰ پر

افتراء باندھ رہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس کی ہلاکت سے شہروں اور بندوں کو فساد سے راحت دے۔ پس ہر مؤمن پر واجب ہے کہ اس رسالے کے مضمون سے تمسک کرے اور قادیانی کی براہین احمدیہ کے بناوٹوں سے بچے اور اس کے افتراء سے جو کمینگی اور گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سردار محمد خاتم النّبیین ﷺ پر درود بھیجے۔ جس پر قرآن مبین شیطانوں کی وسوسوں سے محفوظ اتارا گیا ہے اور اس کی آل واصحاب پر اور سب پر اسلام۔

اس تحریر کے لکھنے کا سید جعفر بن سید اسماعیل برزنجی مدینہ منورہ میں شافعیوں کے مفتی نے حکم کیا ہے اور وکیل مفتی شافعیوں کے جو حرم شریف نبوی میں مدرس ہے، سید احمد برزنجی اس نے بھی تحریر کی ہے۔ دستخط: سید جعفر البرزنجی، سید احمد البرزنجی

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۶۰، ۱۰۰، ۱۰۱)

(۱۱۰۹)

جلال الدین اکبر شہید رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)

(شہادت: ۶؍مئی ۱۹۷۷ء)

جناب جلال الدین اکبر قرآن مجید کا حافظ وقاری تھا۔ جامعہ رحمانیہ لاہور مولانا قاری محمد اجمل خان رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بڑی جرأت وبہادری سے حصہ لیا۔ ۶؍مئی ۱۹۷۷ء کو تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ میں نیلا گنبد جلوس میں اپنے دوسرے ساتھی آفتاب عالم کے ساتھ جام شہادت نوش کیا۔

(۱۱۱۰)

جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید شاہ

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت سجادہ نشین صاحب کو بھی انجام آتھم کے ص۷۱ نمبر۲۶ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۱۱۱)

جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ (بھیرہ)، مولانا

(وفات:۲۷/مارچ ۱۹۹۲ء)

دارالعلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل، جامعہ خضریہ بھیرہ کے بانی ومہتمم، جمعیۃ علماء اسلام کے ممتاز رہنما، ختم نبوت کے پاسبان، زیرک وصاحب فراست، بہادر، جری، حق گو، نڈر، حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وعاشق وجیہہ وخوبصورت عالمانہ وقار کے حامل، حق تعالیٰ اپنی رحمتوں کی شبنم سے ان کی قبر مبارک کو سدا شرابور رکھیں۔ آمین!

(۱۱۱۲)

جلال الدین مشہدی رحمۃ اللہ علیہ، سید محمد

(ولادت:۱۹۱۶ء وفات:۱۸/نومبر ۱۹۸۵ء)

سید محمد جلال الدین بھکھی ضلع منڈی بہاؤالدین میں سید محمد عالم مشہدی کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کی عمر چھ ماہ ہی تھی کہ بوجہ چیچک ظاہری بصیرت ضائع ہوگئی۔ لیکن اللہ پاک نے آپ کو اس کے بدلہ میں باطنی بصیرت سے نوازا۔ آپ نے حضور پور نزد میانی ضلع سرگودھا سے قرآن پاک حفظ کیا۔ پھر میانہ گوندل ضلع منڈی بہاؤالدین سے کتب کی ابتداء کی۔ حاصلاں والا ضلع منڈی، جامع فتحیہ اچھرہ اور کچھ عرصہ بٹالہ انڈیا میں بھی زیر تعلیم رہے۔ دورۂ حدیث بریلی سے مولانا سردار احمد فیصل آبادی اور مولانا امجد علی اعظمی سے کیا۔ بیعت کا سلسلہ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے قائم کیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور کام کیا۔ منڈی بہاؤالدین کے مضافات میں جلسے جلوسوں کی صدارت بھی کی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھی متحرک رہے۔ اس وقت جمعیۃ علماء پاکستان ضلع گجرات کے صدر تھے۔

(۱۱۱۳)

جلال الدین لبید بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ

(ولادت: ۱۸۹۵ء ...... وفات: یکم رجنوری ۱۹۴۹ء)

آپ کا نام جلال الدین جب کہ تخلص لبید تھا۔ لبید بہاولپوری کے نام سے معروف تھے۔ آپ جھنگ میں مہتاب دین کے گھر پیدا ہوئے۔ میٹرک اور ایف.اے بہاول پور سے کیا۔ پھر پوسٹل کلرک اور سب انجینئر کے طور پر بہاول پور میں ملازمت کرتے رہے۔ سائیں توکل شاہ ابنالوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ آپ عربی وفارسی اور اردو میں اعلیٰ درجہ کے شعراء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کی تردید میں کئی اشعار فارسی اور اردو زبان میں کہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد سلیم ملک نے آپ کی سوانح حیات ''لبید بہاول پوری'' کے نام سے مرتب کی۔ اس میں مرزا قادیانی پر فارسی میں کہے گئے اشعار درج ہیں۔

(۱۱۱۴)

جمال الدین کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ، قاضی مولانا

(وفات: شعبان ۱۳۴۳ھ)

مولانا جمال الدین کا تعلق ضلع مظفر آباد سے تھا۔ شرعی مسائل کے لئے آپ مرجع خلائق تھے۔ دینی علم مفتی قوام الدین سے حاصل کیا اور اصلاحی تعلق شیخ فضل اللہ نوری سے حاصل کیا۔ شعروشاعری کا ذوق تھا۔ اپنا تخلص جمیل رکھا ہوا تھا۔ آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف بغیر کسی لگی لپٹی کے زناٹے دار مضبوط فتویٰ جاری کیا کہ: ''قادیانی خنزیر مسیلمہ کذاب قادیان میں رہتا ہے۔ مفتری، زندیق، مردود کار، نائب ابلیس لعنت اللہ علیہ زندیق کی توبہ قبول نہیں۔ شریعت محمدیہ میں واجب القتل ہے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۰۷)

(۱۱۱۵)

جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، حکیم

(وفات:۱۶؍نومبر۱۹۸۹ء)

جمعیۃ علماء اسلام کے ممتاز رہنما، عقیدۂ ختم نبوت کے علمبردار علمائے حق کے سچے اور مخلص عاشق، آپ میاں صاحب حویلی میں ۱۹۳۷ء میں پیدا ہوئے۔ لاہور میں تعلیم مکمل کی۔ والد گرامی سے طب کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، ماسٹر تاج الدین، آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ حسام الدین، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے محبانہ و نیازمندانہ تعلقات تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بڑی بے جگری سے حصہ لیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۹۷۷ء میں بڑی جرأت کے ساتھ حصہ لیا۔ ان کا وجود اس دھرتی پر حق کے بول بالا کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ لاہور، نوشہرہ میں قیام رہا۔ پھر کراچی آ گئے۔ خوب آزاد مرد قومی رہنما تھے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۱۱۱۶)

جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا مفتی

(ولادت:۱۹۰۰ء ...... وفات:۲۵؍دسمبر۱۹۹۴ء)

آپ قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر، انڈیا میں مولانا حافظ سعید احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ۱۹۰۰ء کو پیدا ہوئے۔ آپ ان خوش قسمت اور سعید لوگوں میں سے ہیں کہ جن کو براہ راست خانقاہ تھانہ بھون کا ماحول میسر آیا اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و نگرانی میں تعلیم و تربیت کے مراحل طے ہوئے۔ دورۂ حدیث آپ نے مظاہر العلوم سہارنپور سے مکمل کیا۔ تعلیمی قابلیت کی بناء پر مظاہر العلوم میں ہی تدریس کا شرف حاصل ہوا۔ بعد ازاں آپ قیام پاکستان کی تحریک میں عملاً شریک ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد جامعہ اشرفیہ لاہور کے شعبہ افتاء میں صدر مفتی کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ عوام الناس کے پیچیدہ مسائل حل کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن، حدیث، فقہ،

تاریخ وتذکرہ جیسے موضوعات پر تقریباً ۱۰۰ کے قریب کتب تالیف کیں۔ جامعہ اشرفیہ لاہور کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔ مسئلہ رفع ونزول مسیح علیہ السلام پر جامعہ اشرفیہ کے شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فتویٰ کا جواب مرتب کیا۔ اس فتویٰ پر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تائیدی دستخط اور مہر ثبت کی۔ فتویٰ کے الفاظ درج ذیل ہیں:

الجواب صواب بلا ارتیاب، ولاشک ان مسیلمة الفنجاب حکمه حکم مسیلمة الکذاب لا فرق بینهما اصلًا عند اولی الالباب، وان حیاة سیدنا عیسٰی علیہ السلام ورفعه الی السماء ثم نزوله من السماء الی الارض عند قرب الساعة، مسئلة منصوصة بالکتاب والسنة المتواترة واجماع الامة من انکرها فقد کفر وارتد عن الاسلام وحکمه حکم المرتد. واللہ اعلم!

محمد ادریس کان اللہ له وکان هو للہ

جامعہ اشرفیہ لاہور

(ترجمہ) جواب بلاشبہ درست ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مسیلمہ پنجاب کا حکم بھی وہی ہے جو مسیلمہ کذاب کا ہے اور اہل عقل کے نزدیک تو ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ باقی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور آپ کے آسمان پر اٹھائے جانے، پھر قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر تشریف لانے کا مسئلہ تو کتاب اللہ، متواتر احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہے جو بھی اس کا انکار کرے گا، وہ کافر ہو جائے گا اور دائرہ اسلام سے خارج ہوگا اور اس کا حکم، مرتد والا حکم ہوگا۔

جمیل احمد تھانوی

رئیس دارالافتاء، جامعہ اشرفیہ لاہور

(۱۱۱۷)

جمیل احمد میواتی رحمۃ اللہ علیہ، پیر طریقت، مولانا

(پیدائش: ۱۹۳۳ء ...... وفات: ۲۵؍جنوری ۱۹۹۲ء)

دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی۔ لاہور اسلامیہ کالج میں بھی پڑھا۔ حضرت مولانا رسول خان رحمۃ اللہ علیہ سے بھی رشتہ تلمذ تھا۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق تھا۔ پھر مجاز بھی ہوئے۔ پھر رائے ونڈ میں ادارہ قائم کیا۔ مولانا جمیل

احمد میواتی عرصہ تک مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن چناب نگر مجلس ذکر منعقد کرتے رہے۔ مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر آمد رہتی۔ عالمی مجلس کے دونوں اداروں میں ان کا دورہ باعث برکت تھا۔ کیا لوگ تھے جہاں دین کا کام ہوتے دیکھا اس کے معاون ومددگار ہوگئے۔

(۱۱۱۸)

جندوڈہ رحمۃ اللہ علیہ (راجن پور)، حضرت پیر

راجن پور کے مولانا جندوڈہ صاحب کا بیعت کا تعلق خانقاہ دین پور سے تھا۔ سنت کے عامل اور عاشق رسول تھے۔ زمیندار تھے۔ ان کا اپنے علاقہ میں خاصہ اثرورسوخ تھا۔ ایک زمانہ میں ان کی پنچائیت کا فیصلہ حرف آخر ہوتا تھا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی نہ صرف سرپرستی فرماتے بلکہ عملاً اس میں کوشاں ہوتے۔ کیا نسبتوں کے حامل عظیم لوگ تھے۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد جو مجلس تحفظ ختم نبوت کا اجلاس ملتان میں منعقد ہوا، اس میں تشریف لائے تھے۔

(چ)

(۱۱۱۹)

چراغ عباسی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خواجہ محمد

(وفات:۱۹۱۸ء)

حضرت خواجہ محمد چراغ عباسی چکوڑی ضلع گجرات کے ایک علمی، دینی، روحانی گھرانے کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کے والد مولانا محمد عالم صاحب ایک متبحر عالم اور ماہر مدرس شمار ہوتے تھے۔ مولانا محمد چراغ صاحب نے اپنے والد صاحب اور ماموں خواجہ محمد امین صاحب سے علم دین حاصل کیا اور یگانہ روزگار مدرسین میں شمار ہونے لگے۔ حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی (بہاولپوری) آپ ہی کے فیض یافتہ شاگرد رشید تھے۔ دوران تعلیم ہی آپ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوگئے۔ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے علم وفضل پر بڑا اعتماد تھا۔ بعض مضامین نظر ثانی کے لئے آپ کے پاس بھیجتے۔ آپ کا انتقال عالم شباب میں ہوا۔ اگست ۱۹۰۰ء میں ملعون

مرزا قادیانی سے مناظرہ کے لئے حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دیگر علماء کے ساتھ آپ بھی شامل تھے۔ چنانچہ روئیداد مناظرہ ''حق نما'' کی فہرست میں آپ کا نام بیسویں نمبر پر ہے۔

(۱۱۲۰)

چراغ حسن حسرت رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش:۱۹۰۴ء ...... وفات:۲۶/جون۱۹۵۵ء)

آپ بمیار ضلع پونچھ کشمیر میں پیدا ہوئے۔ نامور صحافی، اردو کے ادیب، مزاح نگار، خاکہ و کالم نگار، مترجم، متعدد رسائل کے بانی تھے۔ متعدد اخبارات میں آپ کے مضامین شائع ہوتے تھے۔ درجن سے زائد آپ کی کتب ہیں۔ اپنے دور میں قادیانی فتنہ پر گہری نظر رکھتے تھے۔

مولانا ظفر علی خان کے رد قادیانیت پر نظموں واشعار کا مجموعہ ''ارمغان قادیان'' کا وقیع وسیع مقدمہ مولانا چراغ حسن حسرت نے لکھا تھا جو خاصے کی چیز ہے۔

(ح)

(۱۱۲۱)

حامد رحمۃ اللہ علیہ (چاٹگام)، حضرت مولانا مفتی

آپ مدرسہ معین الاسلام چاٹگام کے نائب مہتمم اور دارالافتاء کے صدر مفتی تھے۔ آپ نے فتویٰ تحریر کیا کہ: قد تبین الرشد من الغی من ھٰذہ التصدیقات کالشمس فی کبد السماء فمن شک اوتردد فقد ضل وغویٰ واتبع الھویٰ. فقط!

محمد حامد غفرلہ

نائب مہتمم مدرسہ معین الاسلام ہاٹھ ہزاروی چاٹگام

۲۶/شوال المکرّم ۱۳۸۵ھ

ان تصدیقات سے حق، گمراہی سے بالکل کھل کر علیحدہ ہو چکا ہے۔ جیسا کہ آسمان کے سینے پر سورج روشن ہوتا ہے۔ پس جس نے شک یا تردد کیا وہ گمراہ ہو گیا اور راستے سے بھٹک گیا اور اس نے اپنی خواہشات کی تابعداری کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۵۶)

(۱۱۲۲)

حبیب احمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ

(ولادت: ۱۲۷۰ھ)

محترم مولانا حبیب احمد رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی حسن علی، دادا کا نام غلام حسین تھا۔ مفتی عبداللہ، شیخ سید احمد دہلوی و دیگر کئی ماہرین فن سے استفادہ حاصل کیا۔ مدرسہ فتح پور دہلی میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ مرزا قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۰۶)

(۱۱۲۳)

حبیب الرحمٰن جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ستمبر۱۹۹۳ء)

مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے، مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے نسبتی صاحبزادے، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ کے برادر اکبر مولانا حافظ حبیب الرحمٰن جالندھری انتہائی زیرک و معاملہ فہم، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہمہ جہت مستعد، حق تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کی قبر کو تر بتر فرمائیں۔

(۱۱۲۴)

حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ فتحیہ لاہور)، مولانا

جامعہ فتحیہ لاہور میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ہوتے تھے۔ آپ نے حیات ونزول، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار کو کفر قرار دیتے ہوئے ذیل کا فتویٰ تحریر فرمایا:

”اقول بتوفین اللہ وحسن توفیقه عقیدة حیاة المسیح علیہ السلام ونزوله قرب القیامة مجمع علیها عند جمهور المسلمین وثابتة بالنصوص القطعیة،

ومنكرها كافر و مرتد بلاشبهة و الدلائل مبسوطة فى الكتب.

كتبه حبيب الرحمن

جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور،۵/صفر المظفر ۱۳۸۵ھ

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور قیامت کے قریب ان کے نزول کے عقیدے پر جمہور مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے اور یہ عقیدہ قطعی دلائل سے ثابت ہے۔اس کا منکر بلاشک وشبہ کافر اور مرتد ہے۔اس عقیدے پر دلائل کتابوں میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیئے گئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص ۶۸)

(۱۱۲۵)

حبیب الرحمٰن خان کابلی رحمۃ اللہ علیہ

”میرے قیام قادیان کے دوران کابل سے ایک ہونہار نوجوان دفتر احرار لاہور میں چوہدری افضل حق صاحب کے پاس آیا۔جس کا نام حبیب الرحمٰن خان تھا۔ چوہدری افضل حق بڑے مردم شناس بزرگ تھے۔ خان کابلی سے مل کر بڑے متاثر ہوئے اور انہوں نے خان موصوف کو کچھ عرصہ اپنے پاس رکھ کر میرے پاس قادیان بھیج دیا اور وہ قادیان میں میرے ساتھ کام کرتے رہے۔ خان موصوف انگریز کے بڑے مخالف تھے۔انگریز کی مخالفت کی وجہ سے وہ کانگریس کو بہت پسند کرتے تھے۔ مجھے ان کی تعلیم کا تو علم نہیں۔مگر اتنا علم ہے کہ وہ اخباری معیار پر اردو لکھنے کی قابلیت رکھتے تھے۔کچھ عرصہ ہمارے ساتھ رہنے کے بعد ہندو کانگریسی اخبار پرتاپ میں چلے گئے۔ان دنوں پرتاپ لاہور سے بڑی آب وتاب سے نکلتا تھا اور کانگریس کا بے باک ترجمان تھا۔خان کابلی پرتاپ میں کالم نویس ہوگئے۔ جب تک اخبار پرتاپ لاہور میں رہا۔خان کابلی اس سے منسلک رہے اور کبھی کبھی چوہدری افضل حق صاحب کے پاس دفتر احرار میں بھی آجاتے تھے۔تقسیم ملک کے بعد جب اخبار پرتاپ دہلی چلا گیا تو خان موصوف بھی دوسرے عملہ کے ہمراہ دہلی چلے گئے۔ پھر وہ وہاں رہے۔اگرچہ انسان،انسان سے جدا ہو جاتا ہے۔مگر اس کی یادیں انسان کا ساتھ چھوڑنے پر کبھی راضی نہیں ہوتیں۔اگرچہ خان کابلی ہم سے جدا ہوگئے ہیں۔ مگر اس کی یادیں ابھی تک ہمارا ساتھ دیئے جارہی ہیں۔“ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۱۲۶)

حبیب الرحمٰن خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

آپ ضلع اعظم گڑھ کے ایک مشہور قصبہ خیرآباد میں مولانا نذیر احمد کے گھر پیدا ہوئے۔ مدرسہ منبع العلوم خیرآباد، جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور اور دارالعلوم مؤناتھ بھنجن میں درس نظامی کی کتابیں پڑھیں۔ مظاہر العلوم سہارنپور سے سند الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد ایک سال مظاہر العلوم میں فتوٰی نویسی اور فنون پر جب کہ ایک سال دارالمبلغین لکھنو میں رہ کر مناظرہ اور تقریر سیکھیں۔ بعدازاں تدریس کا آغاز معہد ملت مالیگاؤں اور ادارہ محمودیہ لکھیم پور سے کیا۔ کچھ عرصہ پڑھانے کے بعد جامعہ عربیہ حیات العلوم میں درس وتدریس اور فتاوٰی نویسی کے منصب پر فائز رہ کر اعلیٰ تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے دو درجن کے قریب کتب تصنیف کیں جن میں ایک غیر مطبوعہ ''ختم نبوت اور غلام احمد قادیانی'' جو کہ ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے بھی شامل ہے۔

(۱۱۲۷)

حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا

(ولادت: ۱۹۱۸ء)

آپ ۱۳۳۶ھ کو مولانا شاہ گل کے گھر ہری پور ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالسبحان سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۳۵۱ھ میں دارالعلوم دیوبند داخلہ لیا۔ ۱۳۵۵ھ میں مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث شریف پڑھ کر سند حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد رسول خان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا میاں اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔

آپ نے مدرسہ نعمانیہ لاہور، دارالعلوم ربانیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ ادارہ مدرسہ محمدیہ حنفیہ ملتان، دارالعلوم رحمانیہ ہری پور ہزارہ، دارالعلوم نعیمیہ لاہور، ان قابل ذکر مدارس میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۹۵۹ء میں جامع فتحیہ اچھرہ لاہور کے صدر مدرس مقرر ہوئے اور ۱۳ سال تک خطابت اور تدریس کی ذمہ داری

نبھائی۔ پھر مدرسہ اشاعت القرآن آزاد کشمیر اور ایبٹ آباد کے دارالعلوم میں بھی صدر مدرس اور معلم رہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق آپ نے مندرجہ ذیل فتویٰ جاری کیا۔

''اقول بتوفین اللہ وحسن توفیقه عقیدة حیاة المسیح علیہ السلام ونزوله قرب القیامة مجمع علیها عند جمهور المسلمین وثابتة بالنصوص القطعیه، ومنکرها کافر ومرتد بلاشبهة والدلائل مبسوطة فی الکتب''

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۶۸)

(۱۱۲۸)

حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش: ۳۰؍جولائی ۱۸۹۲ء، لدھیانہ ...... وفات: ۲؍ستمبر ۱۹۵۶ء، دہلی)

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن بن مولانا محمد زکریا بن مولانا محمد لدھیانوی بن مولانا عبدالقادر لدھیانوی۔

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے دادا مرحوم مولانا محمد لدھیانوی مرزا قادیانی کے خلاف پہلے پہل جن حضرات نے فتویٰ کفر جاری کیا ان میں شامل تھے۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے ابتدائی تعلیم اپنے دادا مولانا محمد لدھیانوی سے حاصل کی۔ دادا مرحوم کی وفات کے بعد والد گرامی مولانا محمد زکریا لدھیانوی نے آپ کو نکودر ضلع جالندھر مدرسہ عربی میں داخل کرایا۔ مولانا حافظ صالح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت اس مدرسہ کے مہتمم تھے۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے ساتھ یہاں پڑھنے والوں میں مولانا احمد دین رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ دو سال یہاں پڑھنے کے بعد آپ کو مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ (یہ مسجد شیخ بڈھے چوک فرید میں تھی) امرتسر میں داخل کرادیا۔ جنگ بلقان کے موقعہ پر امرتسر میں انگریز کے خلاف ۱۹۱۴ء میں پہلی تقریر کی۔ اس تقریر کے بعد مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوست نے ان کو کہا کہ لگتا ہے آپ کے بیٹے پر دادا اور پردادا کا رنگ چڑھ گیا ہے۔ انہیں سنبھالیں پہلے والے حالات نہیں۔ مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دوست کو تو کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن اگلے روز اپنے صاحبزادہ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کو لے کر دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔

مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی اس وقت دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے۔ شیخ الحدیث مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ایسے اساتذہ سے آپ نے سند فراغ حاصل کی۔ دارالعلوم میں تعلیم کے دوران بھی آپ تحریک آزادی کے جلسوں میں شرکت فرماتے اور خطابات بھی ہوتے۔ ایک دفعہ آپ کے والد گرامی مولانا زکریا لدھیانویؒ کو دارالعلوم دیوبند کے مہتمم نے فرمایا کہ میں نے آپ کے صاحبزادہ صاحب کی تقریر سنی۔ پھانسی سے تو بچ گئے، گرفتاری یقینی ہے۔

چنانچہ فراغت کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن بڑی بہادری کے ساتھ تحریک آزادی، تحریک خلافت اور دیگر قومی کاموں اور ملکی خدمات سرانجام دینے میں صف اوّل میں نظر آتے ہیں۔ کانگریس کی چوٹی کی قیادت جواہر لال نہرو، مولانا ابوالکلام آزادؒ، جمعیۃ علماء ہند کے قائدین حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ، مولانا احمد سعید دہلویؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا شوکت علیؒ، مسلم لیگ کے سربراہ جناب محمد علی جناحؒ، جناب خان لیاقت علی خانؒ ایسی قومی قیادت سے نہ صرف آپ کے تعلقات تھے بلکہ ان کے ساتھ قیدوبند میں شریک رہے۔ جلسے جلوسوں میں ساتھ رہا۔ میٹنگوں اور اجلاسات میں شرکت رہی اور خود بھی آپ کا شمار قومی قیادت میں ہوتا تھا۔

مجلس احرار اسلام کا ۱۹۲۹ء میں قیام عمل میں لایا گیا۔ آپ اس کے بنیادی بانی ارکان میں سے تھے۔ آپ مدت العمر مجلس احرار اسلام کل ہند کے مرکزی صدر رہے۔ احرار ایثار پیشہ قائدین وکارکنان کا سرفروش گروہ تھا۔ ان کی سالہا سال قیادت، بڑے اعزاز کی بات ہے۔ پاکستان بننے کے بعد آپ کا خاندان گوجرانوالہ، راولپنڈی، فیصل آباد، ٹوبہ ٹیک سنگھ، گوجرہ، بہاول پور، رحیم یار خان پتہ نہیں کہاں کہاں تقسیم ہوگیا۔ آپ ان سے ملنے کے لئے بہاول پور تشریف لائے۔ یہاں پاکستان کی حکومتی مشینری کے لچھن دیکھے تو دل برداشتہ ہوئے۔ ہندوستان کی چوٹی کی قیادت جواہر لال نہرو، مولانا ابوالکلام آزادؒ نے تحریک آزادی کے نامور سپوت اور مرکزی رہنما کی حالات کے ہاتھوں یہ زیادتی دیکھی تو آپ کو سپیشل جہاز سے بلوا لیا۔ آپ واپس آگئے۔ آپ کے ایک دو صاحبزادے اور اہلیہ بھی واپس ہوئے۔ دہلی پہنچے تو معلوم ہوا کہ لدھیانہ اجڑ چکا ہے۔ آپ کے نہ صرف مکانات بلکہ مساجد ومدارس پر بھی پاکستان سے جانے والے ہندوؤں نے قبضہ کرلیا ہے۔ یارب! ایک قومی رہنما جس نے ملک کو آزادی دلانے میں

ساری زندگی لگادی آج اسی ملک میں ان کے رہنے اور سر چھپانے کے لئے جگہ نہیں۔ چنانچہ آپ نے دہلی میں ہی قیام کا فیصلہ کرلیا۔ کچھ عرصہ بعد اپنے صاحبزادوں کو لدھیانہ بھیج کر مساجد کو واگزار کرانے کی ذمہ داری سونپی۔ انہوں نے لدھیانہ میں کام کا آغاز کیا۔ آپ نے دہلی سے بیٹھ کر ان کی امداد کی۔ اللہ رب العزت کی رحمتوں کے سہارے آج نہ صرف لدھیانہ بلکہ پورے مشرقی پنجاب میں جتنی مساجد آباد ہیں، سب مولانا حبیب الرحمٰن کی مساعی جمیلہ کا صدقہ ہیں۔ انہوں نے ہندوستان میں جس طرح بچے کُچے مسلمانوں کو سہارا دیا۔ مساجد کو آباد کیا۔ دینی مدارس قائم کئے۔ جگہ جگہ نہ مساحد حالات میں وہاں پہنچ کر مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دلائے اور آج تک برابر آپ کی اولاد در اولاد در اولاد انڈیا میں اسلامیان ہند کی رہنمائی اور قیادت کر رہی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ قدرت حق نے ایک مسیحا کے طور پر اسلامیان ہند کی امداد کے لئے آپ کو یہاں واپس بھجوایا۔ آج آپ کے پوتوں اور پڑپوتوں نے لدھیانہ میں جو دینی ماحول قائم کر رکھا ہے۔ لدھیانہ کی مرکزی بازار میں مساجد سے پانچ وقت پوری قوت سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ مجلس احرار اسلام ہند قائم ہے۔ جمعیۃ علماء ہند قائم ہے۔ جتنی مساجد و مدارس شرقی پنجاب میں آباد ہیں۔ جس طرح عقیدۂ ختم نبوت کے پھریرے بلند ہو رہے ہیں۔ یہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

مجلس احرار اسلام ہند نے تحریک کشمیر میں قربانیاں دے کر مرزا محمود قادیانی کی سازش کا راستہ روکا۔ خود ۱۹۳۴ء کو قادیان میں احرار تبلیغ کانفرنس منعقد کی۔ پوری ہند کی چوٹی کی دینی قیادت کو جمع کیا۔ بلاشبہ اس جدوجہد میں جو بنیادی کردار کے حامل حضرات تھے مولانا حبیب الرحمٰن ان سب کے سرخیل ہیں۔ آپ آگے پڑھیں گے کہ ۱۹۳۴ء میں پہلے مجلس احرار کا قادیان میں دفتر قائم کیا۔ مارچ ۱۹۳۴ء میں مولانا حبیب الرحمٰن قادیان میں گئے۔ آپ نے اکیلے جلسہ کیا۔ قادیان مجلس احرار نے آپ کو استقبالیہ دیا۔ آپ نے استقبالیہ کے جواب میں تقریر کی۔ دوستوں کو اس کام کے لئے تیار کیا۔ ڈیوٹیاں لگائیں۔ اس کے بعد کہیں جا کر اکتوبر ۱۹۳۴ء میں احرار تبلیغ کانفرنس قادیان میں منعقد ہوئی۔ اس کام میں بلاشبہ پوری مجلس احرار کی اس وقت کی قیادت کا بھرپور کردار ہے۔ لیکن بنیادی سوچ، بیدار مغزی اور منصوبہ میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ہی نظر آتے ہیں۔ فیصل آباد پاکستان میں یوسف مظفر گڑھی جس نے اب اپنا نام ونسب بھی بدلا ہوا ہے۔ عرصہ ہوا اسلام آباد کے ایک مدرسہ (محمدیہ) میں بیان کرتے ہوئے کہا

کہ قادیان احرار تبلیغ کانفرنس کی منصوبہ بندی کے لئے میں قادیان گیا تھا۔ پھر آ کرا کابر کو منصوبہ پیش کیا۔ اس دروغ محض کو فروغ دینے والے کذاب سے کوئی پوچھے کہ تم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی مساعی جمیلہ کو اپنی کارکردگی بتا کر کیوں تاریخ میں بددیانتی کے مرتکب ہو رہے ہو؟ اس وقت (۱۹۳۴ء میں) تو آپ ڈابھیل میں پڑھنے کے لئے داخل بھی نہ ہوئے تھے۔ تمہاری حیثیت ایک نوخیز طالب علم کے طور پر بھی اس وقت نہ تھی۔ طفل مکتب تھے۔ آج تاریخ کے ساتھ کذب بیانی کی کالک سے اپنی قبر کو بھی سیاہ کالا کر رہے ہیں۔ یہاں پہنچ کر میں اللہ رب العزت کے حضور سجدہ وشکر بجالاتا ہوں کہ جس ذات نے مجھے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی خدمات ختم نبوت کو یکجا کرنے کی سعادت سے سرفراز فرمایا۔ یہ حقائق دوستوں کے لئے ایمان پرور اور کذاب وملعون بدنصیبوں کے لئے شاہت الوجوہ جہاں ثابت ہوں گے وہاں قادیانیت ایسے فتنہ عمیاء کے خلاف جدوجہد کرنے والوں کی مساعی جمیلہ کی رپورٹ کارکردگی بھی محفوظ ہو جائے گی اور یہی فقیر کا مطمع نظر ہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی ختم نبوت پر خدمات جمع کرنے کے لئے چار بنیادی کتب سے فقیر نے استفادہ کیا۔

۱...... رئیس الاحرار، مولانا عزیز الرحمٰن جامعی۔
۲...... درحدیث دیگران، مولانا عزیز الرحمٰن جامعی۔
۳...... قافلہ علم وحدیث، مولانا محمد عثمان رحمانی لدھیانوی۔
۴...... ۱۹۴۷ء میں لدھیانہ کے مسلمانوں پر کیا گزری؟ محمد اسلم

ان بنیادی ماخذ سے جو مواد ملا اسے باحوالہ یکجا کر دیا ہے۔ اس لئے بعض مقامات پر تکرار کی زحمت تو قارئین کو ہوگئی۔ لیکن تاریخی مواد کو جمع کرنے کی خوشی سے بھی بہرہ ور ہوں گے۔ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے جداعلیٰ مولانا عبداللہ لدھیانوی کے متعلق کتاب رئیس الاحرار میں ہے۔

مرزا قادیانی کے کفر وارتداد پر پہلا فتویٰ

مولانا عبداللہ لدھیانوی ۱۸۶۲ء میں پھر لدھیانہ سے سہارنپور تشریف لے گئے اور سال کا اکثر حصہ اپنے مریدین اور متبعین میں گزار دیا اور انہیں تمام لوگ اصلی نام سے پہچان گئے۔ لدھیانہ میں قیام کا عرصہ بہت ہی مختصر ہوا۔ ایک دفعہ لدھیانہ میں مختصر قیام کے زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی لدھیانہ آیا اور اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ مولانا عبداللہ لدھیانوی مرزا غلام احمد

قادیانی کی رہائش گاہ پر گئے اور مرزا قادیانی کو دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ شخص کافر ومرتد ہے۔ اس کی بیعت مت کرو۔ یہ اپنے آپ کو مجدد نہیں بلکہ نبی اور پیغمبر ثابت کرنا چاہتا ہے۔ مرزا قادیانی کی مجلس میں اس اعلان حق پر بڑا شور ہوا کہ بلا کسی دلیل کے مولانا محمد عبداللہ صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کو کافر اور مرتد قرار دیا ہے۔ اس وقت مرزا قادیانی کی کتاب براہین احمدیہ چھپ چکی تھی۔ مولانا محمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا) نے رات بھر میں کتاب کا مطالعہ کیا اور صبح کو مرزا قادیانی کی تحریروں کی بنیاد پر مکمل فتویٰ لکھ کر شائع کر دیا کہ ان تحریروں کی بنیاد پر مرزا قادیانی کافر ومرتد ہے۔ اس جرأت آمیز اعلان پر سارے ہندوستان میں سنسنی پھیل گئی۔ ہندوستان کے تمام بڑے بڑے علماء حتیٰ کہ دارالعلوم دیوبند کے اکابر تک مرزا قادیانی کے کفر وارتداد کے بارے میں کئی برس تک کوئی فیصلہ نہ دے سکے تھے لیکن آخر کار مرزا قادیانی کے روز بروز نئے نئے الہامات کے اعلانات نے تمام ہندوستان کے علماء کو علماء لدھیانہ کی رائے سے اتفاق کرنے پر مجبور کر دیا کہ مرزا قادیانی کافر ومرتد ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں اور اپنے اعلانات اور الہامات میں سب سے زیادہ گالیاں علماء لدھیانہ ہی کو دیں جو علماء لدھیانہ کے خاندان کے لئے یقیناً توشہ آخرت ہے۔ (رئیس الاحرار ص ۹۱، ۹۲)

علامہ اقبال اور مرزا محمود قادیانی

''رئیس الاحرار'' کتاب میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کا ایک اقتباس یوں درج ہے:

''حضرت شاہ صاحب (سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) نے تحریک خلافت کے زمانے سے لے کر تحریک احرار کے زمانے تک میری اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی فرمائی۔ قادیانیوں کے بارے میں جماعت احرار کا نقطۂ نظر، اسلام میں ختم نبوت کی بنیادی اہمیت سمجھانے کے لئے سر ڈاکٹر اقبال سے ملاقات کی۔ ڈاکٹر اقبال کو اپنا ختم نبوت کا رسالہ پڑھ کر سنایا۔ اس کے فوراً بعد ہی ڈاکٹر اقبال نے کشمیر کمیٹی کی ممبری سے استعفاء دے دیا۔ جس کے صدر مرزا بشیر الدین محمود قادیانی تھے۔ اس طرح ڈاکٹر اقبال نے مرزائیت کے چنگل سے نجات پائی اور اسلام کے صحیح اعتقادات پر عقیدہ رکھنے کی ڈاکٹر صاحب کو توفیق حاصل ہوئی۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے قادیانیوں کے خلاف مضامین لکھے اور اکثر ملاقاتوں میں ڈاکٹر اقبال کہا کرتے تھے کہ علم وفضل

میں شاہ صاحب سے بڑا شخص میری نظر سے نہیں گزرا۔" (رئیس الاحرار ص ۱۰۰، ۱۰۱)

شاہی مسجد لدھیانہ، قادیانی اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

شاہی مسجد لدھیانہ کی تاریخی حیثیت

"یہ مسجد احمد شاہ ابدالی کے پوتے شجاع الملک نے بنوائی تھی۔ جو ۱۸۳۶ء میں انگریزی سیاست کا شکار ہو کر لدھیانہ میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ اس چھوٹی سی مسجد کو جس کا صحن بہت بڑا ہے شاہی مسجد کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ شاہ شجاع الملک کا مکان مسجد سے دو فرلانگ کے فاصلے پر تھا جس میں آج کل جنرل پوسٹ آفس بنا ہوا ہے۔ اس پوسٹ آفس کی عمارت پر شاہ شجاع الملک کے نام کا ایک پتھر اب بھی لگا ہوا ہے۔ ۱۹۲۶ء میں شاہی مسجد پر قادیانیوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اس پر شہر میں بہت ہنگامہ ہوا۔ فروٹ منڈی کے تاجر جو اس مسجد کے نگراں تھے انہوں نے قادیانیوں کو نکال کر اس مسجد کی تولیت رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کی۔" (رئیس الاحرار ص ۱۳۱)

تحریک کشمیر کا آغاز

کتاب رئیس الاحرار میں ہے کہ: "تحریک کشمیر کے سیاسی پس منظر کے بارے میں رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی خود نوشت یادداشت میں لکھتے ہیں جو انہوں نے ۱۹۵۳ء میں تحریر کی ہے۔ مہاراجہ ہری سنگھ معزول والی کشمیر جب گدی نشین ہوئے تو انہوں نے اختیارات ہاتھ میں لیتے ہی دو کام ایسے کئے جس کی وجہ سے انگریزی حکومت ان سے ناراض ہو گئی۔ مہاراجہ نے کشمیر سے یونین جیک...... اتروا دیا کہ یہ ریاست کا اپنا جھنڈا نہیں ہے۔ انگریز ریزیڈینٹ کو بجائے جموں و کشمیر کے سیالکوٹ میں رہنے کا حکم دیا۔ مہاراجہ کا یہ طرز عمل انگریز کو فوری طور پر ناگوار گزرا۔ انگریز بدلہ لینے میں نہ تو جلدی کرتا ہے۔ نہ شور مچاتا ہے بلکہ ٹھنڈے طریقہ سے اپنے مخالف کو ایسی شکست دیتا ہے جس سے دنیا یہ نہ سمجھے کہ وہ اپنی کسی مخالفت کا بدلہ لے رہا ہے۔

خواجہ کمال الدین لاہوری مرزائی کے بھائی خواجہ جمال الدین انسپکٹر تعلیمات تھے۔ ان کے اثر و رسوخ سے کشمیر میں تمام تعلیمی اداروں میں لاہوری، قادیانی، مرزائی بھرتی کر لئے گئے۔ شیخ عبداللہ کو لاہوری مرزائیوں نے علی گڑھ یونیورسٹی میں پوری مدد دی۔ شیخ صاحب اچھے

مقرر تھے۔اس لئے انہیں آئندہ کشمیر میں اپنے مقاصد میں استعمال کرنے کے لئے ان کا تعارف کشمیری عوام میں کشمیری رہنما کی حیثیت سے کرایا۔ شیخ عبداللہ کے زمانہ طالب علمی کے فوٹو ریاست میں تقسیم کئے گئے تاکہ وہاں کا ہر مسلمان ان سے واقف ہو جائے۔

۱۹۳۱ء میں جب کانگریس اور گورنمنٹ کے درمیان گاندھی ارون پیکٹ ہوا تو یکا یک کشمیر میں اس طرح تحریک کشمیر کا آغاز ہوا کہ جموں میں کسی ہندو سنیاسی نے قرآن شریف کی توہین کی ہے۔ جب کہ ایک مسلمان سپاہی پولیس لائن میں قرآن شریف پڑھ رہا تھا۔اس واقعہ کا مشہور ہونا تھا کہ تمام کشمیر میں مسلمانوں کے جذبات قابو سے باہر ہو گئے اور حکومت کشمیر کو دوبار گولی چلانی پڑی۔ جب حالات بہت نازک ہو گئے تو مہاراجہ کشمیر نے مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ اور سرسپرو کو کشمیر میں بلا کر مشورہ کیا کہ اس معاملہ میں کیا کرنا چاہئے۔مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ کو بلانے سے یہ سمجھا گیا کہ مہاراجہ کا ذہن غیر فرقہ وارانہ ہے۔مولانا سے مہاراجہ نے یہ بھی کہا کہ میں مسلمان عوام کے معقول مطالبات پورے کرنا چاہتا ہوں۔جن کی آبادی نوے (۹۰) فیصدی ہے۔لیکن وہ دفتری حکومت کے نیچے دبے ہوئے ہیں۔مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے باوجود کشمیری مسلمان عوام مطمئن نہ ہوئے۔ہندو مسلم فرقہ واریت پورے شباب پر آ گئی۔

شروع جولائی ۱۹۳۱ء میں چوہدری افضل حق مرحوم جو کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے جیل سے رہا ہو کر آئے تھے انہوں نے احرار رہنماؤں سے کہا کہ کشمیر کا فتنہ انگریز نے شروع کرایا ہے تاکہ ہندو مسلم اتحاد کی موجودہ فضا برباد ہو جائے۔انگریز نے کشمیر کے مسلمان کو استعمال کے لئے چن لیا ہے۔تمام ساتھیوں نے چوہدری صاحب کی یہ بات سن کر ٹال دی۔انگریز نے کشمیر کے ابتدائی ہنگامہ سے فائدہ اٹھا کر اپنے بااعتماد آدمی ہری کشن کول کو کشمیر کا وزیراعظم بنادیا۔ دوسری طرف لاہوری قادیانی مرزائیوں نے کشمیری مسلمانوں کی ہمدردی میں سارے ہندوستان میں زہرآلود پروپیگنڈا شروع کر دیا اور کشمیر کے دس نئے لیڈر سامنے آ گئے جن کی رہنمائی شیخ عبداللہ کر رہے تھے۔“

مرزائی کشمیر کمیٹی کا قیام

۲۴؍جولائی ۱۹۳۱ء کو شملہ میں سرفضل حسین کے اشارے سے سرکاری مسلمانوں کا اجتماع ہوا جس میں کشمیر کے دس نئے لیڈر بھی شریک ہوئے۔اس جلسے میں مرزابشیرالدین محمود خلیفہ قادیان کو کشمیر کمیٹی کا صدر منتخب کیا گیا۔مسٹر عبدالرحیم درد کو جو خلیفہ کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔کشمیر کمیٹی کا

جرنل سیکرٹری بنایا گیا۔ شملے ہی سے مرزا محمود نے اعلان کیا کہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں نے مجھے اپنا رہنما تسلیم کرلیا ہے۔ اس لئے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ ۱۴؍اگست ۱۹۳۱ء کو تمام ہندوستان میں یوم کشمیر منایا جائے۔ مسٹر عبدالرحیم درد نے ہندوستان کے تمام مشہور علماء، فضلاء، وکلاء اور ڈاکٹروں کو خطوط لکھے کہ آپ کو کشمیر کمیٹی کا ممبر بنالیا گیا ہے۔ ہندوستان کے تمام لوگ حقیقت حال سے ناواقف تھے۔ کسی نے کشمیر کمیٹی کی سیاسی سازش کی طرف توجہ نہ کی۔ سوائے مجلس احرار کے رہنماؤں کے۔ کسی نے بھی عبدالرحیم درد پرائیویٹ سیکرٹری مرزا محمود کو انکار کا خط نہ لکھا۔ ۱۴؍اگست ۱۹۳۱ء کو گاندھی جی اورینٹل کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے لندن روانہ ہوگئے۔ عین اسی وقت کشمیر کمیٹی کا وجود عمل میں آیا۔ ٹھیک گاندھی جی کی روانگی کے وقت ۱۴؍اگست ۱۹۳۱ء کو کشمیر ڈے منانے کا اعلان کیا گیا تا کہ ہندو مسلم اتحاد پر گاندھی جی کے لندن پہنچنے سے پہلے ہی ضرب لگائی جائے۔

میں (مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ) مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ و شیخ حسام الدین بمبئی میں تھے۔ ہم نے کانگریسی لیڈروں سے اور خاص کر مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ سے کشمیر کے مسئلے میں بات کی۔ مولانا نے فرمایا کہ مہاراجہ کشمیر خود چاہتا ہے کہ کشمیر میں کچھ ہو، تا کہ مسلمانوں کے مطالبات کو پورا کیا جاسکے۔ ہم نے موجودہ کشمیر کمیٹی کی سیاسی سازش ڈاکٹر اقبال کی کشمیر کمیٹی میں شمولیت سر فضل حسین کی سرپرستی اور انگریزی حکومت کی بدنیتی فرقہ وارانہ فسادات اور ہندو مسلمان اتحاد کے بارے میں مولانا آزاد سے تفصیلی گفتگو کی تو مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے سب باتیں سن کر کہا کہ احرار کو فرقہ وارانہ اتحاد کے لئے مسئلہ کشمیر کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہئے اور مہاراجہ کشمیر کے سامنے ریاست کی ترقی کے لئے جمہوری مطالبات رکھنے چاہئیں۔ میرا یقین ہے کہ مہاراجہ صاحب تھوڑی سی جدوجہد کے بعد جمہوری مطالبات کو منظور کرلیں گے۔

احرار اور کشمیر

احرار رہنماؤں نے محسوس کیا کہ کشمیر کمیٹی کی وجہ سے تمام مسلمان مرزائی اور قادیانی ہو جائیں گے۔ ہندو مسلم اتحاد کو سخت دھکا لگے گا۔ مولانا مظہر علی اظہر نے مسئلہ کشمیر میں احرار کے شامل ہونے کا اعلان کردیا۔ مولانا مظہر علی کو تحریک کشمیر کا ڈکٹیٹر بنادیا گیا۔ مولانا مظہر علی صاحب نے تمام سیاسی جماعتوں کو دعوت دی کہ ہم سب کو مل کر کشمیر کا سیاسی مسئلہ حل کرنا چاہئے۔ ورنہ کشمیر کمیٹی ملک کی سیاسی صورتحال خطرناک بنادے گی۔ مہاراجہ صاحب کو لکھا گیا کہ ہم آپ کے خلاف نہیں اور نہ یہ چاہتے ہیں کہ کشمیری عوام اور آپ کے تعلقات خراب ہوں۔ ہم آپ کو گدی

سے اتارنے کے حق میں نہیں ہیں۔ کیونکہ مرزائیوں کی کشمیر کمیٹی انگریز کے اشارے پر آپ کو گدی سے اتارنے کے لئے زمین ہموار کر رہی ہے۔ احرار کا مقصد کشمیر میں ریاست کے باشندوں کو ایسے حقوق دلانا ہے۔ جس سے کشمیر کے باشندے اقتصادی تعلیمی ترقی کر سکیں۔

مگر افسوس کشمیر کے اس پس منظر کو اس وقت کوئی نہ سمجھتا تھا۔ ہندو پریس نے ہماری مخالفت شروع کر دی اور مہاتما گاندھی نے بھی لندن سے ایک بیان احرار کے خلاف دے دیا۔ لیکن احرار رہنما صورتحال کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے کشمیر کی طرف بڑھے اور کشمیر کمیٹی کو پہلے مرحلے پر ختم کر دیا۔ ڈاکٹر اقبال کشمیر کمیٹی کی نائب صدارت سے مستعفی ہو گئے۔ اس پر میاں فضل حسین نے چوہدری افضل حق کو کہا کہ میں ایک نہ ایک دن احرار کو مٹا دوں گا۔ آخر مسجد شہید گنج کا قصہ کھڑا کر کے ۱۹۳۵ء میں احرار کو دل کھول کر مٹایا۔

تحریک کشمیر میں چالیس ہزار والینٹر گرفتار ہوئے۔ آخر کار کشمیر میں ذمہ دار حکومت کا مطالبہ منظور ہوا۔ لیکن ہندوستان کی تمام ریاستیں ہماری دشمن ہو گئیں۔ نواب بھوپال نے احرار کے خلاف بیان دیا کہ ریاستوں میں ذمہ دار اسمبلیوں کا مطالبہ احرار کانگریس کی شہ پر کر رہے ہیں۔ ابھی تحریک احرار جاری ہی تھی کہ گاندھی جی لندن سے واپس لوٹے اور آتے ہی گرفتار کر لئے گئے اور کانگریس کی تحریک سول نافرمانی پھر شروع ہو گئی۔

ہندوستان میں انگریزی سیاست کو سمجھنے والے چند آدمیوں میں سے چوہدری افضل حق مرحوم تھے۔ انہوں نے احرار والینٹروں کو کانگریس کی سول نافرمانی کا پروگرام دے دیا۔ اس طرح کانگریس اور احرار پھر سول نافرمانی کے محاذ پر متحد ہو گئے۔ یہ بات انگریز کے لئے اور بھی ناقابل برداشت ہو گئی۔ چوہدری افضل حق صاحب کو گرفتار کر لیا گیا اور احراری رضا کار کارکنوں کو دبانے اور گرفتار کرنے میں پنجاب گورنمنٹ نے نہایت سختی سے کام لیا۔ احرار کے شہری دفتروں میں تالے لگا دیئے گئے۔ آرڈیننس کے تحت سب سے زیادہ پٹائی احرار رضا کاروں کی کی جاتی۔ تحریک کانگریس میں دس ہزار رضا کار گرفتار ہوئے۔ تحریک کشمیر کے سلسلے میں ریاست کشمیر سے مجلس احرار نے ۸؍اگست ۱۹۳۱ء کو جو مطالبات کئے وہ حسب ذیل تھے۔

حکومت کشمیر سے مجلس احرار اسلام ہند کے مطالبات

۱...... مجلس احرار کشمیر ایجی ٹیشن کو ہندو مسلم مسئلہ تصور نہیں کرتی۔ کشمیر کے کسانوں اور مزدوروں کی حالت ایسی تباہ کن اور دردناک ہے کہ ہندوستان میں بھی کسی مزدور اور کسان کی نہ

ہوگی۔ تمام صاحب الرائے اشخاص کی دلی ہمدردی خواہ کسی مذہب وملت سے تعلق رکھتے ہوں ان کے ساتھ ہونی چاہئے اور محض اس وجہ سے کہ وہ مسلمان ہیں۔ ایسے نازک وقت میں ان کی امداد کرنے سے کسی کو پہلوتہی نہیں کرنی چاہئے۔ اگر کسی نہ کسی وجہ سے ہندوؤں اور سکھوں کا شرانگیز طبقہ اس بات پر تل جائے کہ مسلمانان کشمیر پر ظلم برپا کئے جائیں جو پہلے ہی سے رستم رسیدہ ہیں۔ اس ایجی ٹیشن کو فرقہ وار مسئلہ بنائے تو یہ مجلس نیشنلزم کے کاذب اور غلط نام کی خاطر ایسے متکبر وحشی اور محروم انسانیت اور بے روح طبقہ کی حمایت پر تیار نہ ہوگی۔ لہٰذا یہ مجلس تمام غیر مسلم جماعتوں کو اتحاد عمل کی دعوت دیتی ہے اور ان کی امداد خوشی سے قبول کرے گی۔ جو کشمیر کے مظلوم باشندوں کی امداد کے لئے ہاتھ بڑھائیں۔

مخالفین کی فتنہ انگیز ایجی ٹیشن

۲...... مجلس احرار کا ہرگز یہ ارادہ نہیں کہ ہز ہائینس مہاراجہ کشمیر کو گدی سے اتار دیا جائے اور نہ ان علاقوں میں نام نہاد مسلم راج قائم کرنا چاہتے ہیں جو حکومت کشمیر کے ماتحت ہیں۔ اس مجلس کے خیال میں تمام ایجی ٹیشن جو مجلس احرار یا کس دوسری مسلم جماعت پر اس قسم کے الزام لگانے کی خاطر کی جاتی ہے۔ محض شرارت پر مبنی ہے اور دانستہ کی جارہی ہے۔

ہم برطانوی مداخلت نہیں چاہتے

۳...... مجلس احرار ریاستی معاملات میں برطانوی مداخلت کو دعوت دینے کے لئے تیار نہیں اور چاہتی ہے کہ اس سلسلہ میں جو غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں ان سب کو دور کردے۔ برخلاف اس کے یہ مجلس خیال کرتی ہے کہ اہل کشمیر کو موجودہ مصیبت میں مبتلا کرنے میں حکومت برطانیہ بھی ذمہ دار ہے۔

۴...... احرار حکومت کشمیر کو انسانوں کا نظام بنانے اور موجودہ صورت حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے پرامن اور جائز ذرائع اختیار کرے گی۔

دستخط: حبیب الرحمٰن، افضل حق، مظہر علی اظہر، داؤد غزنوی

دفتر مجلس احرار اسلام ہند لاہور، ۱۸؍اگست ۱۹۳۱ء

(رئیس الاحرار ص۱۵۶تا۱۶۱)

’’درحدیث دیگراں‘‘ نامی کتاب میں مولانا سید انظر شاہ کشمیری ؒ کی تحریر کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

فتنہ ارتداد قادیانیت اوراس کی سرکوبی

یہ حقیقت نا قابل انکار ہے کہ ازہر الہند دار العلوم دیوبند کے فیض یافتہ علمی ودینی، سیاسی وسماجی، متنوع خدمات کے کسی شعبہ میں پیچھے نہیں رہتے۔ اس درسگاہ کی تربیت، زندگی کو ایک ایسے رخ پر ڈالنے کی ضامن ہے جہاں کا فاضل کبھی محدث، گاہے مفسر، داعی، امیر کارواں، مبلغ دین اور ہمہ جہت کوششوں کا امین ہوتا ہے۔ اسے مسیلمہ کذاب کے مقابل فریضہ حق ادا کرتے ہوئے شمشیر بدست بھی دیکھا جاسکتا ہے اور خانقاہوں کے گوشوں میں ہوحق کے نعروں میں مصروف بھی، وہ تبلیغ دین کے لئے کمر بستہ بھی نظر آئے گا اور اس کا فیضان علم چہار سو مواج بھی دکھائی دے گا۔ ان روایات پارینہ کی امین ومحافظ رئیس الاحرار کی ذات بھی تھی۔ ادھر ان کا شباب تھا اور دوسری جانب فتنہ قادیانیت کا عروج۔ ان کی خصوصی جماعت نے دین کے اس سب سے بڑے مہلک فتنہ کو محسوس کیا اور احرار کی تمام توانائیاں دین محمدی کے خلاف اس کھلی بغاوت کو کچلنے کی خاطر جمع کر دی گئیں۔ پنجاب کے ایک ایک گوشہ میں ختم نبوت کے راگ اس پرسوز لب ولہجہ میں الاپے گئے کہ اب ۱۹۷۴ء میں ان کی بازگشت پاکستان پارلیمنٹ میں سنی گئی۔ مولانا کے دادا مولانا شاہ محمد صاحب نے ۱۳۰۱ھ میں قادیانیوں کے خلاف فتویٰ دیا۔

انہوں نے قادیان کی زمین پر نعرۂ حق بلند کیا اور کشمیر کے کوہساروں کی چوٹیوں تک اسے پہنچا دیا۔ مجھے یقین ہے کہ مولانا کی یہ جلیل خدمات ان کے لئے زاد آخرت ثابت ہوں گی اور انصاف پسند مورخ کا قلم مستقبل قریب میں جب ان ذروں سے قادیانیت کے خلاف جدوجہد کا آفتاب بنائے گا تو اس کی شعاعوں میں حبیب الرحمٰن کے وجود کو نظرانداز نہیں کرسکتا۔ مقدمہ بہاول پور جس میں ان کے استاذ ودینی قائد علامۃ الامام حضرت مولانا السید محمد انور شاہ الکشمیری رحمۃ اللہ علیہ طاب ثراہ نے حضرت مولانا شاہ محمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ تکفیر مرزا جو کہ ۱۳۰۱ھ میں دیا گیا تھا اور علماء دیوبند حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا یعقوب رحمۃ اللہ علیہ کے دستخطوں سے شائع ہوا تھا کے بعد امت مرحومہ کے سامنے قادیانی فرقے کو امت سے علیحدہ کرنے کی راہ دکھائی۔ مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان کی شرکت اس مقدمہ میں ایک حقیقت ہے۔ علامہ مشرقی سے دو دو ہاتھ، سرسکندر حیات خاں سے نبرد آزمائی، خضر حیات سے جنگ وجدال، مسجد شہید گنج کے لئے تڑپ، مولانا (حبیب الرحمٰن) کی خدمات کے وہ جلی عنوانات ہیں جن میں ان کے کارناموں کو تلاش کی جاسکتا ہے۔ (درحدیث دیگراں ص ۱۱۱،۱۱۲)

اسی کتاب میں مولانا قاضی زین العابدین میرٹھی کا ایک مضمون مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ردقادیانیت کی خدمات پر روشنی ڈالتا ہے، درج کیا گیا ہے۔اس کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

ردقادیانیت

’’ان مباحث کے علاوہ دو اور موضوع تھے۔ جن پر مولانا اکثر تبادلہ خیالات فرمایا کرتے تھے۔ایک ’’ردقادیانیت‘‘ اور دوسرا دیوبند کی تعلیمی تحریک، قادیانیت کو مولانا دینی نہیں قطعاً ایک سیاسی تحریک سمجھتے تھے۔مولانا کی رائے تھی کہ ہندوستان پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمانوں میں انگریزوں کی مخالفت اور ان سے نفرت کا جو لاوا ابلتا رہا اور جو کبھی تحریک سید شہید رحمۃ اللہ علیہ اور کبھی انقلاب ۱۸۵۷ء اور کبھی انبالہ کیس کی صورت میں نمودار ہوا اس کو سرد کرنے کی بہترین صورت یہ تھی کہ ’’قادیانی نبی‘‘ کو مسلمانوں کا پیشوا بنا دیا جائے۔ جس نے جہاد کو منسوخ کرنے کا اعلان کر دیا تھا اور انگریزی حکومت کی تائید میں پچاس الماری کتابیں تصنیف کی تھیں۔اس کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ مسلمانان ہند کی توجہات بلاد عربیہ کی طرف سے ہٹ جاتی تھیں اور حرمین اور بیت المقدس کی بجائے ان کی عقیدتوں کا مرکز قادیان بن جاتا تھا۔

اصل میں مولانا کے جد بزرگوار مولانا مفتی شاہ محمد صاحب نے جس طرح تمام علماء ہند سے پہلے ۱۸۸۸ء میں مسلمانوں کو شرکت کانگریس کا فتویٰ دیا تھا اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی کے مرتد اور انگریز کے ایجنٹ ہونے کا بھی فتویٰ دیا تھا۔پھر حضرت الاستاذ علامہ مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں مولانا کی اس خاندانی بصیرت میں مزید چمک پیدا ہوئی۔آخر تحریک کشمیر میں مولانا نے قادیانیت سے جماعتی حیثیت سے ٹکر لی اور کشمیر کو قادیانیت کی آغوش میں جانے سے بچالیا۔‘‘ (درحدیث دیگرص ۱۸۱،۱۸۲)

مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اور فتنہ قادیانیت

’’درحدیث دیگراں، سے مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا خط مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام ملاحظہ ہو:

دیوبند محلہ خانقاہ، ۱۲؍ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ

عزیزم مولوی حبیب الرحمٰن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! فرقہ قادیانی کے بارے میں، میں مسئلہ کو اس طرح سمجھتا ہوں۔

خوردن از من ولقمہ شمر دن از تو

اس کی تفسیر کے مقابل خواہ کل امت کا خلاف ہو وہ سب اس کے نزدیک گمراہ ہیں۔
حدیث پیغمبر اسلام کی جو اس کی وحی کے موافق نہ ہو اس کی نسبت اس کی تصریح ہے کہ ردی کے ٹوکرے میں پھینک دی جائے۔ ان دو اصول اسلام یعنی کتاب اور سنت کی تو اس کے نزدیک یہ حاصلات ہے اور بحسب تصریح اس کے اس پر شریعت بھی نازل ہوتی ہے اور بمقابلہ اسلامیہ کے بعد ختم نبوت کے آئندہ کوئی شریعت نہیں ہوگی۔ صریح ادعاء شریعت کیا ہے اور نیز اس کا اعلان ہے کہ آئندہ حج کادیان کا ہوا کرے گا اور نیز جہاد شرعی اس کے آنے سے منسوخ ہوگیا اور پیغمبر اسلام ﷺ کے معجزات تو تین ہزار ہی ہوئے ہیں۔ منشی غلام احمد قادیانی کے تین لاکھ ہیں جن میں تحصیل چندہ کی کامیابی بھی شمار ہے اور اس کے اشعار ہیں۔

زندہ شد ہر نبی بآمدنم ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم
آنچہ داد است ہر نبی راجام داد آں جام را مرا بتمام

نیز اپنی مسیحیت کی امید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جن پر ایمان، آبرو دین محمدی ہے۔ ایسی توہین کی ہے جس سے دل اور جگر شک ہوتا ہے اور اس کے نزدیک تحقیقی توہین ہے۔ الزامی یا بقول نصاریٰ تو در کنار رہی توہین عیسیٰ علیہ السلام میں علاوہ اپنی اپنی تحقیقی توہین کے ایک اور طریقہ بھی اختیار کیا ہے کہ نقل نصاریٰ کے سر رکھ کر توہین سے اپنا دل ٹھنڈا کرتا ہے۔

گفتہ آید در حدیث دیگراں

یہ معاملہ بیشتر اسی پیغمبر برحق کے ساتھ کیا ہے۔ تاکہ عظمت ان کی دلوں سے اتار دے اور خود مسیح بن بیٹھے۔ اس واسطے ہنود کے پیشواؤں کے ساتھ ایسا نہیں کیا ہے بلکہ توقیر کی ہے اور ایسے ہی بزرگان اسلام امام حسین علیہ السلام وغیرہم کی تحقیر اور اپنی تعلّیٰ میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ غرض یہ کہ اس دجال کی دعوت اس کے نزدیک سب انبیاء اور رسل صلوات اللہ علیہم سے بڑھ چڑھ کر اور افضل واکمل ہے۔ علماء اسلام نے اس فتنہ کے استیصال میں خاصی خدمتیں کیں۔ مگر وہ خدمتیں انفرادی اور خصوصی تھیں۔ اس وقت ایک لطیفہ غیب نمودار اور نمایاں ہوا ہے کہ مجاہد ملت جناب ساقی الالقاب مولوی ظفر علی خاں صاحب دام ظلہ اس خدمت کا فرض ادا کر رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے جناب ممدوح اور ان کے رفقاء جناب مولانا عبدالحنان صاحب اور مولوی لال حسین صاحب اختر اور احمد یار خاں صاحب سپرد حوالات ہیں۔ ہم کو کچھ حمیت اور حمایت اسلام سے کام لینا چاہئے۔ اہل خطہ کشمیر سمجھ اور بوجھ لیں کہ جو کچھ قادیانی جماعت ان کی امداد کر رہی ہے۔ وہ اہل خطہ کے ایمان کی قیمت ہے اور نا ممکن ہے کہ کوئی امداد اور ہمدردی اس فرقہ کی ایمان خرید یا کے سوا ہو۔

دانی کہ چنگ دعو زچہ تقریر میکنند پنہاں خورید بادہ کہ تکفیر میکنند

اور جن لوگوں نے اس فرقہ کے ساتھ کسی قسم کی رواداری برتی ہے وہ خطرہ میں ہیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ یہ کوئی معمولی بیعت ہے۔ بلکہ ایک چھوٹی پیغمبری سے ایک بڑی پیغمبری قادیانی میں تحویل ہونا ہے اور جس کا جی چاہے ان عقائد ملعونہ قادیانی کا ثبوت ہم سے لے اور اس شدید وقت میں کہ وطن کو بے ضمیر کر کے ایمان پر چھاپہ مارا گیا ہے۔ کچھ غیرت ایمانی کا ثبوت دے۔ جن حضرات نے اس احقر سے حدیث شریف کے حرف پڑھے ہیں جو تقریباً دو ہزار ہوں گے وہ اس وقت کچھ ہمدردی اسلام کی کر جائیں اور کلمۂ حق کہہ جائیں اور انجمن دعوت وارشاد میں شرکت فرمائیں۔

اس فرقہ کی تکفیر میں توقف یا تو اس وجہ سے ہے کہ صحیح علم نصیب نہیں ہوا اور اب تک ایمان وکفر کا فرق ہی معلوم نہیں ہوا اور نہ کوئی حقیقت فیصلہ ایمان کی ان کے ذہن میں ہے اور نہ کوئی مصلحت دنیاوی دامن گیر ہے۔ ورنہ اسلام کوئی نسبی اور نسلی لقب نہیں ہے۔ جیسے یہود اور ہنود کا زائل نہ ہو اور جو کوئی بھی اپنے آپ کو مسلمان کہے بس وہ قومی نسبی لقب یا ملکی وشہری نسبت کی طرح لاینفک ہی رہے۔ بلکہ عقائد اور عمل کا نام ہے اور ضروریات قطعیہ اور مستورات شرعیہ میں کوئی تاویل وتحریف بھی کفر والحاد ہے۔ (زندقہ) اور الحاد اس کو کہتے ہیں کہ سچے دین کو گڑبڑ کر دے اور یہ کھلے کفر سے بدتر ہے۔ یہی اس دجال کی تسلیم کا حاصل۔

جب کوئی ایک حکم قطعی اور متواتر شرعی کا انکار کر دے وہ کافر ہے۔ خواہ اور بہت سے کام اسلام کے کرتا رہے۔

”ان اللہ لیؤید الدین بالرجل الفاجر“ اس میں وارد ہوا ہے۔ حق تعالیٰ صحیح علم اور سمجھ اور توفیق عمل نصیب کرے۔ آمین!

انتباہ

آخر میں یہ عاجز بحیثیت رعیت ریاست کشمیر ہونے کے حکومت کشمیر کو متنبہ کرنا چاہتا ہے کہ قادیانی عقیدہ کا آدمی عالم اسلام کے نزدیک مسلمان نہیں ہے۔ لہٰذا حکومت کشمیر جمیع اہل اسلام اور مذہب قدیمی اہل کشمیر کی رعایت کرتے ہوئے کادیانیوں کی بھرتی اسکولوں اور محکموں میں نہ کرے ورنہ اختلال امن کا اندیشہ ہے۔ نقل مطابق اصل۔

(شیخ الاسلام علامہ) محمد انور شاہ کشمیری عفا اللہ عنہ از دیوبند محلّہ خانقاہ ۱۲/۱۳۵۱ھ

شیخ الاسلام حضرت انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے تحریری ملفوظات جو کہ حضرت نے خود اپنے قلم سے لکھ کر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو ارسال فرمائے۔ (عزیز الرحمٰن لدھیانوی)

نوٹ: ۲۵ر ذیقعدہ کو ایک عظیم الشان جلسہ زیر اہتمام انجمن امداد اسلام دیوبند منعقد ہوا۔ حضرت شاہد صاحب معظم نے تاریخ اسلام پر تبصرہ فرماتے ہوئے فتنہ کادیان پر مفصل تقریر فرمائی۔ اس کے بعد تحریر بالا پڑھ کر سنائی گئی اور تمام حاضرین جلسہ نے خواہش کی کہ اس کو طبع کرا کر شائع کیا جائے۔ (درحدیث دیگراں ص۲۵۷ تا ۲۵۹)

درحدیث دیگراں نامی کتاب میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولانا عزیز الرحمٰن جامعی نے تحریر کیا کہ:

قصہ کشمیر

’’۱۹۳۱ء میں جب کانگریس کو نمک سول نافرمانی کی تحریک میں ایک حد تک کامیابی ہوئی۔ یعنی ’’گاندھی اردن‘‘ سمجھوتہ ہوا۔ اسی زمانے میں یکایک تحریک کشمیر کا آغاز ہوا۔ مئی ۱۹۳۱ء میں یہ شور مچا کہ جموں میں کسی ہندو سپاہی نے قرآن شریف کی توہین کی ہے جب کہ ایک مسلمان سپاہی پولیس لائن میں قرآن شریف پڑھتا تھا۔ اس واقعہ کا شور تمام کشمیر اور ہندوستان میں بڑے پیمانہ پر ہوا اور حکومت کشمیر کو ان واقعات کی بناء پر جموں اور کشمیر میں دومرتبہ گولی چلانی پڑی۔ جب حالات زیادہ نازک ہوگئے تو مہاراجہ کشمیر نے مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ اور دوسروں کو کشمیر بلاکر مشورہ کیا کہ اس معاملہ میں کیا کرنا چاہئے۔ اس سلسلہ میں کیا ان سے بات چیت ہوئی۔ یہ ہم نہیں جانتے۔ لیکن یہ ضرور سمجھا گیا کہ مہاراجہ کا ذہن غیر فرقہ وارانہ ہے۔ کیونکہ مشورہ کے لئے انہوں نے ایسے اشخاص کو منتخب کیا جن میں سے ایک کانگریس کے بڑے وفادار لیڈر تھے اور دوسرے اعتدال پسند۔ ہم سے یہ بھی کہا گیا کہ مہاراجہ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان عوام جن کی آبادی ۹۰ فیصدی ہے اگر کچھ مطالبات کریں تو میں غور بھی کروں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ پنڈتوں اور ڈوگروں کا راج ہے۔ وہ یہاں کی آبادی کو ابھرنے دینا نہیں چاہتے۔ ان دونوں لیڈروں کے مشورہ اور ملاقات کے باوجود حالات میں کوئی سکون پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ کشمیری عوام میں زیادہ گڑبڑ شروع ہوگئی اور سارے ملک میں ہندو مسلم فرقہ واریت ترقی کرنے لگی۔ آخر جون اور شروع جولائی میں چوہدری افضل حق مرحوم جو کانگریس کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے جیل سے رہا ہوکر آئے تھے اور احرار کے وفادار لیڈر تھے انہوں نے اپنے تمام ساتھیوں کو بلا کر یہ کہا کہ کشمیر کا فتنہ انگریز نے

شروع کرایا ہے اور وہ اس کے ذریعے تمام ہندو مسلم اتحاد ختم و برباد کرادے گا اور کشمیر میں مسلمانوں کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کرے گا اور ان کو کوئی نفع نہ ہوگا۔ مگر سب نے ان کی بات سن کر ان سنی کر دی اور ٹال دیا۔ یہ بات سب سے زیادہ عجیب تھی کہ سرہری کشن کول جو انگریزی حکومت کو سب سے زیادہ مقبول تھے وہ کشمیر کے وزیراعظم بنادیئے گئے۔ اب ہم کیا دیکھتے ہیں کہ یکایک لاہوری اور قادیانی مرزائیوں نے کشمیری مسلمانوں کی ہمدردی میں بے پناہ اور زہر آلود فرقہ وارانہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا اور کشمیر کے دس نئے لیڈر سامنے آئے۔ شیخ عبداللہ بتانے گئے اور انہوں نے اس قسم کے مطالبات رکھے کہ جو جائز ضرور تھے مگر فرقہ وارانہ تھے۔‘‘

کشمیر کمیٹی کا قیام

۲۴؍جولائی ۱۹۳۱ء کو شملہ میں سرمیاں فضل حسین کے اشارے سے تمام سرکاری مسلمانوں کا اجتماع ہوا۔ جس میں کشمیر کے یہ نئے لیڈر بھی شریک ہوئے۔ اس اجتماع میں مرزابشیرالدین محمود خلیفہ قادیان کو کشمیر کمیٹی کا صدر منتخب کیا گیا۔ مسٹر عبدالرحیم درد کو جو خلیفہ کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے کشمیر کا جنرل سیکرٹری بنایا گیا اور وہیں شملہ میں مرزا محمود قادیانی کی طرف سے یہ اعلان ہوا کہ کشمیر کے سلسلے میں تمام مسلمانوں نے مجھے اپنا رہنما تسلیم کر لیا ہے۔ اس لئے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ ۱۴؍اگست ۱۹۳۱ء کو تمام ہندوستان میں یوم کشمیر منایا جائے۔ مسٹر عبدالرحیم درد نے ہندوستان کے تمام مشہور علماء، فضلاء، وکلاء اور ڈاکٹروں کو خطوط لکھے کہ آپ کو کشمیر کمیٹی کا ممبر بنالیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کی منظوری کا انتظار بھی نہیں کیا گیا جائے گا۔ چنانچہ ممبر بنانے کے یہ خطوط علماء دیوبند اور علماء دہلی کو بھی موصول ہوئے۔ چونکہ تمام علماء اور ملک کے لوگ حقیقت حال سے ناواقف تھے۔ کسی نے اس سازش کی طرف توجہ نہ کی کہ انگریز اور قادیانی مل کر ملک میں کیا کرنا چاہتے ہیں۔

ہاں! یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ غالباً ۱۴؍اگست ۱۹۳۱ء کو ہی مہاتما گاندھی راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے لندن روانہ ہوگئے۔ اب جب کہ ملک کو بہت زیادہ اتحاد کی ضرورت تھی۔ اس وقت کشمیر کمیٹی کا وجود عمل میں آیا اور ٹھیک گاندھی جی کی روانگی کے وقت کشمیر کمیٹی نے ۱۴؍اگست ۱۹۳۱ء کو کشمیر ڈے منانے کا فیصلہ کیا۔

بمبئی میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا اجلاس ۷؍لغایۃ ۱۲؍اگست ۱۹۳۱ء کو ہوا۔ اس میں شریک ہونے کے لئے مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ حسام الدین اور حبیب الرحمٰن

لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ بمبئی پہنچے۔اس اجلاس میں ان تینوں نے کشمیر کے تمام معاملات میں وہاں کے لیڈروں سے بات کی۔کئی ایک لیڈر نے کہا کہ کشمیری عوام کو کچھ بیدار ہونا چاہئے تاکہ وہاں کچھ اصلاح ہوسکے۔

ادھر پنجاب میں قادیانیوں نے کشمیر کمیٹی کے نام پر ہنگامہ برپا کردیا۔چونکہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کشمیر کمیٹی کے وائس پریذیڈنٹ تھے اور میاں سر فضل حسین اس کمیٹی کے سرپرست تھے۔اس لئے تمام انگریزی داں اور سرکاری طبقہ کشمیر کمیٹی کے ساتھ ہوگیا۔عوام بھی اسلام کے نام پر ہندو راجہ کے خلاف ہوگئے۔

احرار اور کشمیر

لاہور اور پنجاب میں جب احرار دوستوں اور رہنماؤں نے محسوس کیا کہ ساری مسلمان قوم مذہبی طور سے قادیانیوں کی طرف مائل ہوجائے گی اور ہندوستان کی مشترک سیاسی زندگی اور آزادی کی جدوجہد کو سخت دھکا لگے گا تب انہوں نے فوراً کشمیر کے مسئلہ میں دخل دیا۔مولانا مظہر علی اظہر کو اسی وقت ڈکٹیٹر بنادیا گیا اور تمام ہندو، مسلمان اور سیاسی جماعتوں کو دعوت دی کہ کشمیر کا مسئلہ ہم سب کو مل کر حل کردینا چاہئے۔ورنہ کشمیر کمیٹی صورتحال کو ملک میں خطرناک بنادے گی اور ادھر مہاراجہ صاحب کو لکھا گیا کہ ہم آپ کے خلاف نہیں ہیں بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ میں اور کشمیر کے عوام میں اچھے تعلقات ہوجائیں اور ان کو بھی حق زندگی ملے اور ہم آپ کو گدی سے اتارنے کے حق میں نہیں ہیں۔مہاراجہ کے سیکرٹری نے اس کے جواب میں لکھا کہ گدی سے اتارنے کا حل ہی آپ کے ذہن میں کیوں آیا۔ہم نے ان کو بتایا کہ کشمیر کمیٹی آپ کو گدی سے اتارنا چاہتی ہے۔ان کا مقصد نہ کشمیری عوام کا بھلا ہے اور نہ وہ وہاں کوئی سیاسی زندگی چاہتے ہیں۔مگر بدقسمتی ہندو پریس نے ہماری مخالفت شروع کردی اور تمام نیشنلسٹ مسلمان احرار کی موافقت تو کیا کرتے، بلکہ مخالفت شروع کردی اور انہوں نے ہر طرح کے الزام احرار کے خلاف لگائے۔عجیب بات یہ تھی کہ کشمیر کے لیڈر تو یہ کہتے تھے کہ احرار حکومت ہند سے مخالفت کرکے اور میاں سر فضل حسین کو ناراض کرکے ہم کو نقصان پہنچائیں گے اور دوسری طرف نیشنلسٹ مسلمان اور ہندو پریس یہ کہتے تھے کہ احرار میاں سر فضل حسین سے مل کر کشمیر میں انگریزی راج چاہتے ہیں۔یہاں تک کہ مہاتما گاندھی جی نے بھی ایک بیان لندن سے احرار کے خلاف دے دیا۔مگر احرار پختہ عقیدہ اور مضبوط عزم کی جماعت تھی۔جس نے ایک ہی ہلہ سے کشمیر کمیٹی کو ختم کردیا اور قادیانیوں کو میدان سے

بھاگنا پڑا اور ملک میں وہ کوئی فساد نہ کر سکے تو میاں فضل حسین نے چوہدری افضل حق سے کہا کہ تم کشمیر کے مسئلہ میں ہمیں ذلیل کر رہے ہو۔ میں احرار کو ایک ہی دن میں مٹا دوں گا۔ والد صاحب مرحوم (مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ) نے بڑے نرم الفاظ میں کہا کہ ہم تو پہلے ہی سے مٹے ہوئے ہیں۔ اب اپنی فکر کیجئے۔ کشمیر تحریک کے سلسلے میں تقریباً چالیس ہزار والینٹر جیلوں میں چلے گئے۔ سرکار پرست اور نیشنلسٹ مسلمان مل کر اس تحریک کو روکنا چاہتے ہیں۔ دونوں نے کوشش کی کہ والینٹر معافی مانگ کر باہر آ جائیں۔ مگر ان سب کو ناکامی ہوئی۔ احرار اور کشمیری لیڈروں نے اختلاف کیا تھا۔ احرار کہتے تھے کہ کشمیر میں ذمہ دار حکومت قائم ہو۔ کشمیری لیڈر کہتے ہیں کہ راجہ گدی سے اترے اور حکومت انگریزوں کے ہاتھ میں منتقل کر دی جائے اور یہی کشمیر کمیٹی کا مطالبہ تھا۔ سرکار پرست مسلمانوں اور ہندو پریس نے احرار سے پوچھا کہ کیا وہ حیدر آباد میں بھی ذمہ دار حکومت کا مطالبہ کریں گے تو احرار نے اس کا جوب اثبات میں دیا اور کہا کہ وہاں بھی اسمبلی ہونی چاہئے۔ بلکہ احرار نے یہاں تک کہا کہ تمام ریاستوں میں ذمہ دار اسمبلی بن جانی چاہئے۔ تاکہ ملک میں آزادی کا راستہ جلدی طے ہو سکے۔ جب تمام ریاستوں کے لئے احرار نے ایسا کہا تو نواب بھوپال نے احرار کے خلاف اور مہاراجہ کی موافقت میں ایک بیان دے دیا۔ حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے چوہدری افضل حق مرحوم سے کہا کہ احرار نے کشمیر میں ذمہ دار حکومت کا مطالبہ کر کے تمام ریاستوں کو اپنا دشمن بنالیا اور انگریزی حکومت کی جڑوں کو ہلا دیا۔ اس لئے احرار کو جیل جانے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ احرار کے ستانے میں وہ لوگ بھی شریک تھے جو اپنے آپ کو آزادی پسند اور عوام کا خیر خواہ کہتے تھے۔ مگر خدا کا فضل احرار کے شامل حال تھا۔ وہ اپنی غربت اور افلاس کے باوجود ہر کام کرتے رہے اور آخر کار حکومت ہند کو جھکنا پڑا اور اس نے گلف کمیشن کا تقرر کیا کہ کشمیر میں کیسی حکومت ہو اور عوام کو کس قدر حقوق دیئے جائیں۔

(درحدیث دیگراں ص ۳۴۹ تا ۳۵۳)

قادیانی فتنہ کے خلاف اس وقت تک آپ نے کتاب رئیس الاحرار اور درحدیث دیگراں میں شامل مواد کا مطالعہ کیا۔ یہ دونوں کتابیں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولانا عزیز الرحمٰن جامعی رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ ہیں جو دہلی سے شائع ہوئیں۔

اب ذیل میں فیصل آباد کے حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتا مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی کے مرتب کردہ

مواد کو ’’جناب محمد اسلم صاحب‘‘ نے اپنی عظیم وضخیم کتاب ’’۱۹۴۷ء میں لدھیانہ کے مسلمانوں پر کیا گزری‘‘ میں جمع کیا ہے۔ اسے مولانا حبیب الرحمٰن ثانی نے اپنے دادا رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی قادیانی فتنہ کے خلاف جدوجہد کو بیان کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی قادیانیت کے خلاف جہد مسلسل

قیام پاکستان سے قبل میرے دادا مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی زیر قیادت مجلس احرار نے فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے تاریخی جدوجہد کی۔ مجلس احرار نے قادیانیوں کے خلاف علمی جہاد کے لئے شعبہ تبلیغ قائم کیا اور ہندوستان کے طول وعرض کی طرح قادیان میں جاکر بھی ختم نبوت کا علم بلند کیا۔

رئیس الاحرار کی مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تحفظ ختم نبوت کے حوالہ خط وکتابت

مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے تحفظ ختم نبوت کے مشن میں تعاون حاصل کرنے کے لئے ملک کی محترم دینی، علمی اور سیاسی شخصیات کو خط لکھے۔ اس سلسلے میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کا خط درج ذیل ہے۔ یہ خط ۱۳۵۳ھ میں لکھا گیا۔

سیدی وسندی حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

چند یوم سے دہلی میں آیا ہوں۔ بعض لوگوں کا خیال اور یقین ہے کہ آپ چند فقرے تحریر فرمادیں۔ جن کا منشاء یہ ہو کہ قادیان میں شعبہ تبلیغ احرار نے فتنہ قادیانیت کے استیصال کے لئے جو کام شروع کر رکھا ہے اس کی ہر قسم کی امداد کی جائے۔ خصوصاً وہ لوگ جو میرے ساتھ (یعنی مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) تعلق رکھتے ہیں وہ اس بارے میں خاص امداد کریں۔ اعلان کے الفاظ کی عبارت آپ کے اختیار میں ہے۔ جس طرح آپ مناسب خیال فرماویں تحریر فرمادیں۔

تجربہ کے بعد یہ معلوم ہوا کہ قادیان سے باہر قادیانیوں کے خلاف جو کام کیا جاتا ہے وہ ایک روپیہ میں آنہ اثر رکھتا ہے اور قادیان کے اندر روپیہ میں پندرہ آنے۔ شعبہ تبلیغ کی طرف سے جو کام اس وقت قادیان میں ہو رہا ہے، اس نے مرزا محمود کو نیم پاگل کر دیا ہے۔ مگر اس وقت ہمارے پاس اپنی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے سخت مشکلات پیش آرہی ہیں۔ قصبہ قادیان کے اندر جگہ کی ضرورت ہے۔ جس میں ہم مسجد، مدرسہ اور شعبہ کا دفتر بنا سکیں۔ قصبہ کے باہر پچاس بیگھہ اراضی کی ضرورت ہے۔ جس میں کہ سالانہ کانفرنس ہو سکے۔ حکومت اور قادیانی صرف یہ چاہتے

ہیں کہ ہم قادیان میں نہ رہیں اور وہاں کانفرنس نہ ہو سکے۔ اس وقت مبلغ پانچ سو روپے ماہوار قادیان پر خرچ کر رہے ہیں۔ الحمدللہ! آپ کی دعا سے اس تھوڑے سے عرصہ میں مرزائیت کو جو دھکا لگا ہے وہ گزشتہ پچاس سال میں بھی نہ لگا ہوگا اور جس دن ہم وہاں زمین خرید لیں گے تو میرا یقین ہے کہ حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ کچھ ظہور میں آئے گا۔ جس کا ہم اس وقت خیال بھی نہیں کر سکتے۔ کسی وقت موقع ملا تو زبانی عرض خدمت کروں گا۔ کیونکہ سب باتیں تحریر میں نہیں آسکتی ہیں۔ میں خط لکھنے کی جرأت نہ کرتا۔ لیکن آپ کے بعض معتقدین نے مجبور کیا کہ میں آپ سے اس قسم کے اعلان کی درخواست کروں جو کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ یہ عرض کرنا بھول گیا کہ ہم قادیان میں ختم نبوت کے نام سے ایک اخبار نکال رہے ہیں اور اگر خداوند تعالیٰ نے توفیق دی تو ایک پندرہ یومیہ انگریزی اخبار بھی نکالا جائے گا۔ والسلام!

فقیر: حبیب الرحمٰن لدھیانوی
صدر مجلس احرار اسلام، ہند

اس خط کے جواب میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو مکتوب تحریر کیا اس کا متن بھی پیش خدمت ہے۔

مکرمی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دام فیوضہم

السلام علیکم! کچھ مضمون لکھ دیا ہے۔ بے عنوان خط اس لئے لکھا ہے کہ بعنوان لکھنے کی عادت نہیں۔ خطوط مسطرہ کی خط کشیدہ عبارت سے شرم بھی دامنگیر ہے۔ طبیعت میں ایک خاص ضعف ہے۔ جس سے ایسی نسبتوں کے جتلانے کی ہمت نہیں۔ کس زبان سے میں اپنے کو اس قابل کہوں کہ مجھ سے کوئی تعلق رکھتا ہے۔ اگر خلاف مصلحت نہ ہو تو میرا خط بھی شائع فرمائیے۔ ہمراہ حاضر ہوتا ہے۔ صحیح تجربہ ہے۔ اس کی ایک تائید بھی میں نے نص سے لکھ دی ہے۔ اللہ امداد فرمائے۔ ہاں! میں ابھی اس شرف کا تحمل نہیں کر سکتا۔ ہاں! مجھ سے ممکن خدمات لیجئے۔ سب امیدوں سے خدا تعالیٰ کامیاب فرمادیں۔

کیا حرج ہے۔ بے تکلف لکھئے۔ جو چاہیں اور مجھ کو بھی جواب میں بے تکلفی کی اجازت فرمادیں۔ نمبر:۱، نمبر:۲ یہ دونوں اخبارات ان شاءاللہ! بہت نافع ہوں گے۔ آج کل اس سے بھی زیادہ توجہ ہونی چاہئے۔ تیزی نہ ہو۔

ناکارہ: اشرف علی عفی عنہ
تھانہ بھون (۱۳۵۴ھ)

جوابی خط لکھنے کے ساتھ ساتھ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانان ہند کے نام ایک اپیل بھی تحریر کی کہ وہ قادیانیوں کے خلاف مجلس احرار کی جدوجہد کا بھرپور ساتھ دیں۔

مکرمی ومحترمی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دام فیوضہم

السلام علیکم ورحمة الله!

عنایت نامہ پہنچا۔ مجلس احرار کا شعبہ تبلیغ دفع مضرت قادیان کے لئے جو نصرت اسلام کررہا ہے، وہ سب اہل اسلام کا فریضہ ہے جس کو مجلس احرار نے اپنے ذمہ لیا ہے۔

خصوصاً اس کی یہ تجویز ہے کہ قادیان کے اندر مسجد ومدرسہ دفتر ہو اور جس کو مجلس احرار نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔

مقصود بالا میں اس کی امداد تمام مسلمانوں پر بقدر استطاعت واجب ہے۔ یہ تینوں دعوے نصوص سے مؤید ہیں۔ اوّل: فلقوله تعالیٰ ومن اظلم ممن افتریٰ علی الله كذبا او قال اوحی الیٰ ولم یوح الیه شی (الآیة) بالمقام قوله علیہ السلام من رای منكم منكر افلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه (الحدیث) آیت سے غیر نبی کے دعویٰ نبوت کا جو کہ افتراء علی اللہ ہے۔ ظلم عظیم ہونا اور اس ظلم کا منکر شدید ہونا اور حدیث سے اس منکر کے تغیر کا بقدر استطاعت واجب ہونا ظاہر ہے۔

اما الثانی فلقوله تعالیٰ ولا یزال الذین كفروا تصیبهم بما صنعوا قارعة اوتحل قریبًا من دارهم الآیة. ودلالة غیر خفی علی اهل العلم. اما الثالث فلقوله تعالیٰ وأمر بالمعروف وانه عن المنكر مع الحدیث اور اعانت با تفاق مال کے کہ وہ بھی ایک سہل فرد ہے۔ تغیر بالید کی چنانچہ مال کو ذات الید بھی کہا جاتا ہے۔ استعانت کا عام ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ ایسا کوئی مسلمان نہیں جو ایک پیسہ بھی نہ دے سکے اور اگر بالفرض محال ایسا کوئی ہو بھی تو وہ دعا قلبی سے فلیغیر بالقلب پر عمل کرسکتا ہے۔ بہرحال اس طرح سے اس تغیر واعانت کے سب مکلّف ہوتے ہیں۔ میں ایک حقیر رقم پچیس روپیہ کی مجلس احرار کی نذر کرتا ہوں اور دعا بھی کرتا ہوں اور عمال مجلس کی خدمت میں خیرخواہی سے مشورہ بھی عرض کرتا ہوں کہ اس خدمت میں بھی مثل دیگر خدمات کے حدود شرعیہ کو ملحوظ رکھیں۔ خصوصاً تقریر وتحریر میں ظاہراً امن وسکون کا اور باطناً صدق وخلوص کا التزام رکھیں۔ جس سے یہ خدمت اپنی ہیئت میں ’’ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن‘‘ کا نمایاں

نمونہ ہوجائے بلکہ اگر دوسری جانب سے کچھ ناگواری بھی پیش آوے۔تب بھی ’’ادفع بالتی ھی احسن ‘‘ کو دستور العمل بنایا جائے اور اگر نفس میں ہیجان بھی ہو تو اس تعلیم کے آخر کے تتمہ پر عمل کیا جاوے۔یعنی ’’قل رب اعوذبک من ھمزات الشیاطین واعوذبک رب ان یحضرون ‘‘اب شعبہ کی کامیابی کے لئے اس کی اعانت کرنے والے حضرات کے لئے دارین کی صلاح وفلاح ونجات کی دعا پر اس معروضہ کو ختم کرتا ہوں۔ والسلام!

ازاحقر اشرف علی

تھانہ بھون،۵/ذیقعدہ۱۳۵۳ھ

اس قلمی تعاون کے ساتھ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جیب خاص سے پچیس روپے کا عطیہ بھی دادا جان مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا۔دادا جان مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس کرم فرمائی پر بہت مسرور ہوئے اور ۲۸/فروری۱۹۵۳ءکو شکریے کا خط لکھا۔

سیدی سندی حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم

السلام علیکم !آپ کا گرامی نامہ مع پچیس روپیہ کے لاہور میں موصول ہوا۔احقر دہلی سے شریعت کانفرنس کی شمولیت کے لئے پشاور چلا گیا۔آج وہاں سے واپس آیا ہوں۔آپ کا اعلان بشکل خط بھی مل گیا۔آپ کی اس عنایت اور دلی شفقت سے جو آپ نے فرمائی ہے۔مجھ کو اس قدر مسرت اور خوشی ہوئی ہے جس کو الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔اب میرا پختہ یقین ہوگیا ہے کہ ان شاءاللہ! قادیانیت فنا ہوکر رہے گی۔کیونکہ جس کام میں آپ جیسے حضرات کی سرپرستی شامل ہوجائے وہ کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک یقیناً مقبول ہوجاتا ہے۔

حضرت کو ہر وقت اور ہر بات تحریر فرمانے کا حق ہے۔میں اور میری جماعت اپنی سعادت سمجھے گی کہ آپ مختلف اوقات پر ہماری رہنمائی فرماتے رہیں۔اخبارات جو قادیان سے نکلیں گے وہ خالص تبلیغی ہوں گے۔ان میں ان شاءاللہ! تیزی نہیں ہوگی۔حاضری کی اجازت بھی بے تکلف عنایت فرمائیں۔ان شاءاللہ!میری حاضری کسی طرح بھی آپ کے لئے تکلیف کا باعث نہ ہوگی۔صرف اجازت چاہتا ہوں۔یہ مجھے خود بھی معلوم نہیں کہ کب حاضر ہوں گا۔دس روز کے لئے دہلی جارہا ہوں۔پتہ یہ ہے۔رسید ارسال خدمت ہے۔ والسلام معہ اکرام

حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب الجواب درج ذیل ہے۔

مکرمی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دام فیوضہم

السلام علیکم ورحمة الله!

یہ آپ کی خوبی ہے کہ معمولی چیز کی قدر افزائی فرمائی۔ ورنہ خط کیا اور رقم حقیر کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے یقین کو واقع فرماوے۔ مگر میرا یہ یقین ہے کہ قادیانیت کے فنا ہونے میں آپ کی سعی وخلوص کا اثر ہوگا۔ باقی دعائیں، میں بھی شریک ہوں اور رہوں گا۔ بار بار آپ کے ارشاد سے خجل ہوتا ہوں۔ وہی منظر سامنے ہوجاتا ہے۔ ادھر سے ایسے گناہ پیہم ادھر سے یہ معلوم عنایت۔

مگر خط کی سطر ۸ کی خط کشیدہ اجازت عبارت پر عرض کی جسارت کرتا ہوں کہ میں بھی صاحب جلال ''کما سمعتم'' اور آپ بھی صاحب جلال ''کما رایت من مکتوبکم الاول'' تو مجموعہ جلالین کا واقع ہوگیا اور جلالین کی خاصیت عدم اجتماع ہے۔ چنانچہ خود اس نام کی کتاب میں بھی ایک جلال کے اخفاء کے بعد دوسرا جلال نمایاں ہوا۔ البتہ آپ بلا استفسار تشریف لے آویں تو میرے یہاں آپ کے لئے کوئی پابندی نہیں۔ اس میں یہ مصلحت ہے کہ نہ آپ کے ذمہ میری اعانت ہوگی نہ میرے ذمہ آپ کی رعایت اور استجارت واجازت میں دونوں مقید ہو جائیں گے۔ جو شان احرار کے خلاف ہے۔ میں اس اجازت کا شکر گزار ہوں۔ باقی میں ناداں وناتواں ہوں۔ کیا رہبری کرتا، نہ علم رکھتا ہوں نہ قوت۔ اللہ تعالیٰ ان اخبارات کو نافع فرمائے۔ میں نے لفافہ کو قصداً بغرض حفاظت نیم بیرنگ رکھا ہے۔ معاف فرمادیں۔ والسلام!

احقر اشرف علی عفی عنہ

تھانہ بھون، ۱۹۳۵ء

رئیس الاحرار کی قائداعظم سے خط وکتابت

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۹۳۸ء میں جمعیۃ علمائے ہند کے ناظم مولانا احمد سعید دہلوی کو پیغام بھیجا کہ جمعیۃ علمائے ہند اور مجلس احرار کو مسلم لیگ کا ساتھ دینا چاہئے۔ مولانا دہلوی نے یہ پیغام مجلس احرار کے صدر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو بذریعہ خط بھیجا۔ مولانا حبیب الرحمٰن ان دنوں لدھیانہ جیل میں قید تھے۔ اسیری کے باوجود انہوں نے قائداعظم کو بلاتاخیر خط لکھا جو مندرجہ ذیل ہے۔

لدھیانہ، ۲۷؍مارچ ۱۹۳۸ء

محترم ومکرم جناب محمد علی جناح صاحب، صدر آل انڈیا مسلم لیگ

السلام علیکم ! مولانا احمد سعید ناظم جمعیۃ علماء کے خط کے ذریعہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد پھر اس ضرورت کو محسوس کیا ہے کہ جمعیۃ علماء اور مجلس احرار مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کریں۔ اگر یہ صحیح ہے تو آپ کی یہ خواہش یقیناً قابل قدر ہے۔ کیا میں اس بات پہ یقین کرلوں کہ ۱۹۳۶ء والا واقعہ پھر نہیں دوہرایا جائے گا؟

اس واقعے کے منفی اثرات کا آپ کو علم ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجلس احرار اور جمعیۃ علماء میں سے کوئی جماعت بھی ایسی نہیں ہے جو کہ مسلمانوں میں باہمی اتحاد کا احساس نہ کرتی ہو۔ بالخصوص ایسے زمانے میں جب کہ اس باہمی اتحاد پر آئندہ مسلمانوں کی باعزت زندگی کا دارومدار ہو۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ کہ آپ جب اس قسم کی دعوت دیتے ہیں تو اس میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ نہیں کرتے جو کہ بعد میں آپ کی خفت کا باعث ہوتا ہے اور آپ کہہ دیتے ہیں کہ میری رائے تو یہی ہے۔ مگر میرے ساتھی نہیں مانتے۔ میں اور مولانا احمد سعید آپ کو اس سے پیشتر بھی سیالکوٹ کی ایک تقریر پر مطلع کر چکے ہیں۔ آپ تمام مسلمانوں کو تو لیگ کے زیر سایہ بلاتے ہیں۔ لیکن جماعتوں کو دعوت دینے کا یہ طریقہ یقیناً غیر ذمہ دارانہ ہے۔ آپ فی الواقع یہ چاہتے ہیں کہ تمام مسلمان باہمی مل کر مستقبل کے لئے کوئی راہ مقرر کریں تو آپ کا فرض ہے کہ آپ سب سے پہلے اپنی جماعت مسلم لیگ کے ذمہ داروں سے مشورہ کریں تاکہ بعد میں آپ کو پشیمانی نہ ہو۔ اس کے بعد آپ ایک آل پارٹیز کانفرنس منعقد کریں۔ اس میں صرف جمعیۃ علماء اور مجلس احرار ہی نہ ہوں بلکہ تمام مسلم جماعتوں کے مخصوص نمائندوں کو ایک مشترکہ اجتماع کی غرض سے جمع کریں اور اس اجتماع میں مسلم لیگ کے بھی مخصوص نمائندے جمع ہوں اور باہم تبادلہ خیالات سے ایک مشترکہ اور متفقہ راہ عمل مقرر کریں اور ان اختلافی امور پر غور کریں۔ جن کی وجہ سے مسلمانوں کی آزادی پسند جماعتیں اس وقت تک مسلم لیگ سے علیحدہ رہی ہیں یا شریک ہوکر علیحدہ ہوگئیں۔

مگر شرط یہ ہے کہ قادیانی جماعت کا کوئی نمائندہ اس میں شامل نہ ہو۔ اس لئے کہ مسلمانوں کی کوئی ذمہ دار جماعت قادیانیوں کو مسلمان تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ نیز ان کی ریشہ دوانیوں سے اتفاق کی بجائے انتشار پھیلتا ہے۔ جس کا مظاہرہ ۱۹۳۶ء میں ''مسلم پارلیمنٹری بورڈ'' کے قیام کے وقت ہو چکا ہے۔ قادیانی کسی بھی جماعت کے ساتھ مخلص نہیں، چاہے وہ

کانگریس ہو یا مسلم لیگ۔ وہ اپنے باطل مذہب کو پھیلانے کے لئے ہر سیاسی جماعت سے سیاسی فائدہ اٹھانے میں لگے ہوئے ہیں۔

۱۹۳۵ء میں ڈاکٹر اقبال نے جب میرے کہنے پر قادیانیوں کے خلاف مضامین لکھے تو قادیانیوں نے اس کے جواب کے لئے جواہر لال نہرو کا سہارا لیا۔ میرے زور دینے پر جواہر لال نہرو خاموش ہو گئے۔ مگر پھر بھی قادیانی باز نہ آئے۔ ۱۹۳۶ء میں جواہر لال نہرو جب لاہور آئے تو قادیانیوں نے بڑھ چڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس وقت مسلم لیگ کی مجلس احرار سے اتحاد کی بات چل رہی تھی۔ اس سلسلے میں آپ کی ہمارے ساتھ دو ملاقاتیں بھی ہو چکی تھیں۔

میں یہ خط ڈاکٹر اقبال سے مشورے کے بعد لکھ رہا ہوں۔ اگر آپ میری رائے سے متفق ہوں اور اس قسم کے اجتماع کی دعوت دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ مسلم جماعتیں جن کو آپ نے تعاون کی دعوت دی ہے، باہم جمع ہو کر مسلم لیگ سے تبادلہ خیالات نہ کریں اور کسی مفید نتیجے تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہوں۔ میرے نزدیک یہ طریقہ بہت غیر ذمہ دارانہ بلکہ غیر جمہوری ہے کہ آپ اپنی طے شدہ پالیسی کو قبول کرنے کی دعوت دیں۔ جس سے ملک کا ایک بہت بڑا اور معقول طبقہ متفق نہ ہو بلکہ آپ مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کو باہمی مشورہ سے پالیسی طے کرنے کی دعوت دیجئے۔ تاکہ یہ سمجھا جائے کہ آپ غیر لیگی مسلمانوں کی رائے کو بھی سننے اور اس پر غور کرنے کو تیار ہیں اور آپ کی یہ خواہش ہے کہ تمام مسلمانوں کی متفقہ رائے سے مسلم قوم کے مفاد کی کوئی توجہ فرمائیں گے۔ میں آپ کے امید افزاء جواب کا بے چینی سے انتظار کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ کے مزاج گرامی بخیریت ہوں گے۔

آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میں آپ کو یہ خط لدھیانہ جیل سے لکھ رہا ہوں۔ گورنمنٹ نے مجھے اور میرے بیٹے عزیز الرحمٰن کو گزشتہ دنوں دفعہ ۱۵۳،۱۲۴ تعزیرات ہند کے تحت گرفتار کر لیا ہے۔ جس میں تین الزام عائد کئے گئے ہیں۔ فوج میں بغاوت، ملک کے خلاف بغاوت اور حکومت وقت کے خلاف بغاوت۔ ہم نے ضمانت کے لئے درخواست دے رکھی ہے۔ امید قوی ہے کہ ضمانت ہو جائے گی۔ رہائی کے بعد میں اور مولانا احمد سعید اس سلسلہ میں آپ سے ملاقات کی کوشش کریں گے۔

فقط: والسلام!

اسیر فرنگ، حبیب الرحمٰن لدھیانوی

صدر مجلس احرار اسلام ہند

قائداعظم نے رئیس الاحرار کے خط کا درج ذیل جواب دیا۔ اس وقت بھی مولانا حبیب الرحمٰن جیل میں تھے۔ قائداعظم کا خط مولانا کے بیٹے مولانا خلیل الرحمٰن نے انہیں جیل میں پہنچایا۔

۱۵/اپریل ۱۹۳۸ء

ڈیئر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب، صدر مجلس احرار

میں سفر پر تھا۔ آپ کا خط مجھے واپسی پر ملا۔ آپ کا جیل سے لکھا گیا یہ خط میرے لئے باعث فخر ہے۔ آپ جیسے لوگ جیلوں میں جا کر بھی قومی مسائل سے صرف نظر نہیں کرتے۔ یہی آپ لوگوں کی امتیازی شان ہے۔ اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ ''آپ جیسے مخلصوں کی مجھے ضرورت ہے۔'' ۱۹۳۶ء میں جو کچھ ہوا آپ اس کو بھول جائیں اور نئے سرے سے آغاز کریں۔ میری دلی خواہش ہے کہ آپ کی جلد ضمانت ہو جائے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ کی رہائی کے بعد ہم کہیں بیٹھ کر اس سلسلے میں بات کریں۔ آپ کسی وقت دلّی آ جائیں جب میں وہاں موجود ہوں یا پھر میں جب لاہور آؤں تو آپ سے ملنے کی کوشش کروں۔ باقی باتیں ملاقات پر ہوں گی۔ آپ کا خیر خواہ

ایم۔اے جناح

قائداعظم سے خط وکتابت کے سات ماہ بعد یعنی نومبر ۱۹۳۸ء میں میرے دادا جان مولانا حبیب الرحمٰن ضمانت کے بعد جیل سے رہا ہوئے۔ ان کی رہائی سے قبل ۲۱/اپریل ۱۹۳۸ء کو علامہ اقبال کا انتقال ہو چکا تھا۔ رہائی کے بعد دادا جان کی قائداعظم سے ملاقات نہ ہو سکی۔ دادا جان کے کہنے پر مولانا احمد سعید دوبارہ قائداعظم سے ملے۔ مگر دونوں جماعتوں احرار اور مسلم لیگ کے درمیان بات آگے نہ بڑھ سکی۔ فروری ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ نے انتخابات میں بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی۔ دادا جان نے جب دیکھا کہ قادیانی مسلم لیگ کو اپنے دام میں پھنسانا چاہتے ہیں تو انہوں نے قائداعظم کو خط لکھا اور انہیں قادیانیوں کی سازشوں سے خبردار کیا گیا۔ خط کا متن یہ تھا:

از شفاعت، منزل حبیب روڈ، لدھیانہ، ۱۰/نومبر ۱۹۴۶ء

محترم جناب محمد علی جناح صاحب، صدر آل انڈیا مسلم لیگ

السلام علیکم! امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ آپ کو مبارک ہو کہ آپ نے الیکشن جیت لیا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ آپ نے مسلمان قوم کے ساتھ جو وعدے کئے ہیں ان کو پورا فرمائیں گے۔ مرکز میں آپ کو وزارتیں بھی دی جا رہی ہیں۔ اگر دیانت داری کے ساتھ

آپ کے مقرر کردہ نمائندے اپنے فرائض سرانجام دیں گے تو آنے والے وقت میں بھی کامیابی آپ کی جماعت کے قدم چومے گی۔ ایک اور مسئلہ میں جو کہ بہت ضروری ہے آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ آپ نے یہ ووٹ اسلام کے نام پر لئے ہیں۔ اس کا تقاضا ہے کہ اس مقدس امانت کی لاج رکھی جائے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ قادیانی ٹولہ اب پھر مسلم لیگ پر قبضہ کرنے کے لئے سرتوڑ کوشش کررہا ہے۔ قادیانیوں نے پہلے تو کانگریس کو استعمال کرنے کی کوشش کی۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح سے اپنا کوئی نمائندہ وزارت میں بھیج دیا جائے۔ جس کے لئے انہوں نے جواہر لال نہرو پر محنت کی اور اس کو یقین دلانے کی کوشش کی۔ قادیانی جماعت نے کانگریس کی بھرپور حمایت کی تھی۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان کی جماعت سے ایک وزیر ضرور لیا جائے۔ مرزا محمود (قادیانی) نے اس کام کے لئے نواب آف چھتاری کو بھی استعمال کیا۔ کانگریس پر زور ڈالا کہ پارسیوں کا ایک نمائندہ چونکہ وزارت میں لیا گیا ہے اور پارسی تعداد کے اعتبار سے تین لاکھ ہیں۔ جب کہ ہم (قادیانی) آٹھ لاکھ ہیں۔ اس لئے ہمارا حق پارسیوں سے زیادہ بنتا ہے۔ (جب کہ یہ جھوٹ ہے۔ قادیانیوں کی تعداد پارسیوں سے بہت ہی کم ہے) نیز انہوں نے جواہر لال پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ قادیانی جماعت نے ان کا ہر سطح پر ساتھ دیا ہے۔ مگر جواہر لال نہرو نے ان کو یہ کہہ کر ٹال دیا ہے کہ کانگریس ایک غیر فرقہ وارانہ جماعت ہے۔ اس میں مذہب کی بنیاد پر وزارتیں نہیں دی گئیں۔ اگر مذہب ہی کو بنیاد بنایا جائے تو تمام مذاہب کو جس میں مسلمان بھی شامل ہیں، کو حصہ دیا جاچکا ہے۔ ہندوستان میں مسلمان کروڑوں کی تعداد میں ہیں اور آپ ان کو آٹھ لاکھ تک محدود کررہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ مسلمانوں کے علاوہ کوئی اور فرقہ ہیں۔

اگر آپ مسلمانوں کے علاوہ اور فرقہ ہیں تو اس کی وضاحت کریں تو اس بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔ اس پر مرزا محمود سے اس کا جواب نہیں بن پڑا اور دم دبا کر بھاگ آیا۔ یہ بات مجھے جواہر لال نہرو نے خود بتائی۔ جواہر لال نہرو نے ہندو ہوتے ہوئے قادیانیوں کو ان کی حیثیت یاد دلادی ہے۔

قادیانیوں کا اخبار ’’الفضل‘‘ پڑھنے کے بعد معلوم ہوا ہے کہ قادیانیوں نے آپ کو ’’مبارک باد‘‘ کے پیغام کے ساتھ ساتھ اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا ہے۔ لگتا ہے کہ اب یہ لوگ آپ کو اپنے دام میں پھنسانے کے لئے جال تیار کررہے ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ ان کے اس جال سے بچیں۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے تو ان کے دجل وفریب سے دنیا کو آگاہ کر

دیا تھا۔اللہ کرے آپ اس سے محفوظ رہ سکیں۔ والسلام!
حبیب الرحمٰن لدھیانوی

قائداعظم نے اس خط کا مختصر جواب دیا جو درج ذیل ہے:
(تاریخ درج نہیں)
ڈیئر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب
آپ کا خط ملا، جس بات کی طرف آپ نے توجہ دلائی ہے اس کا شکریہ! میں نے نشتر صاحب کے ذمہ لگا دیا ہے کہ وہ اس سلسلے میں آپ سے رابطہ کریں۔ پھر جو مناسب ہوگا کیا جائے گا۔ آپ کا خیر خواہ
ایم.اے جناح، بقلم نشتر

اس خط کے بعد سردار عبدالرب نشتر میرے دادا جان سے ملے یا نہیں اس بارے میں مزید معلومات نہیں مل سکیں۔مگر قادیانیوں نے قیام پاکستان کے بعد وزارت خارجہ کی کرسی حاصل کرلی اور سر ظفراللہ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ بن گئے۔

قائداعظم کا قادیانیوں کے بارے میں عقیدہ

مولانا حبیب الرحمٰن کی مسلسل کوششوں کے باعث قائداعظم محمد علی جناح بھی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت سمجھنے لگے تھے۔میرے والد محترم مولانا انیس الرحمٰن بتایا کرتے تھے کہ ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں مسلم لیگ کی کامیابی کے بعد جب قادیانی وزارتوں کے لئے قائداعظم کے گرد چکر لگانے لگے۔ایک ملاقات کے دوران قائداعظم نے قادیانی وفد سے ان کے عقائد کے بارے میں سوال کیا۔قادیانیوں نے جب مرزاغلام احمد قادیانی کے بارے میں اپنے عقائد بیان کئے تو قائداعظم نے کہا: ”گویا کہ تمہارے اور ہمارے عقیدے میں بنیادی فرق ہے۔تمہارا مذہبی لیڈر اور ہے اور ہمارا لیڈر اور ہے۔“

رئیس الاحرار کی حضرت عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے خط وکتابت

۱۹۳۷ء یا ۱۹۳۸ء کے الیکشن میں لدھیانہ کے سرسکندر حیات کی اتحاد پارٹی کی جانب سے میاں عبدالحئی امیدوار تھے۔ان کے مدمقابل مجلس احرار کی جانب سے خواجہ محمد یوسف کھڑے ہوئے تھے۔لدھیانہ کے کچھ مسلمانوں نے حضرت عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کو میاں عبدالحئی کی حمایت کرنے کے لئے خط لکھا۔ان لوگوں کا مؤقف تھا کہ میاں عبدالحئی بھی مرزائیوں کے خلاف

ہیں۔اسی دوران مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ پر حقیقت واضح کرنے کے لئے یہ خط تحریر کیا:

بخدمت جناب حضرت سیدی ومولائی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آج ایک طویل سفر کے بعد مقام پر پہنچا ہوں۔مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت کا والا نامہ احقر کے نام آیا تھا۔مولوی عبدالرحمٰن صاحب درزی میرے آنے سے پہلے وہ خط لے گئے۔مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ سبزی منڈی کے حاجی صاحبان نے آپ کا والا نامہ آنے کے بعد میاں عبدالحئی صاحب کو جو ہمارے مدمقابل ہیں آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔مجھے اس خبر سے بے حد صدمہ ہوا کہ ان لوگوں نے حضرت کا خط اس کو کیوں دکھلایا۔

ایجانب کے بارے میں جو مجلس احرار کی صحیح پوزیشن ہے وہ یہ ہے کہ میں نے امرتسر کی تقریر میں ذیل کے الفاظ کہے تھے۔’’بعض لوگ ہم سے سوال کرتے ہیں کہ جو لوگ مجلس احرار کے مدمقابل ہیں ان میں سے بھی بعض مرزائیوں کو کافر کہتے ہیں۔ان کو ہم ووٹ کیوں نہ دیں؟ میں نے کہا کہ اگر مجلس احرار کے مقابلہ میں دیوبند یا بریلی کا مفتی بھی ہوتا جو دیانت داری سے مرزائیوں کو کافر سمجھتا تو میں اس کی بھی مخالفت کرتا۔کیونکہ مرزائیوں سے جنگ مجلس احرار کی ہی مفتیوں اوران کو کافر کہنے والوں کی نہیں۔مرزامحمود یہ کہتا ہے کہ میری کامیابی یہ ہے کہ مجلس احرار کے آدمی کامیاب نہ ہوں۔خواہ ان کے مخالف مجھ کو کافر کہنے والے اور مجھ کو گالی دینے والے ہی کیوں نہ ہوں۔میں نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ قادیان آنے جانے کی ساری پابندیاں مجلس احرار کے کارکنوں پر ہیں اور کوئی مفتی عالم یا ملا جائے تو کوئی پوچھتا بھی نہیں کہ کون گیا اور کون آیا۔اس لئے مجلس احرار کے امیدواروں کی مخالفت مرزائیوں کی حمایت ہے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ گورنمنٹ انتخاب کے بعد یہ شمار کرے گی کہ امیر شریعت کی جماعت کو کتنے ووٹ ملے ہیں اور جماعت احرار کے مخالفین کو کتنے۔اسی رائے شماری پر آئندہ حکومت کی پالیسی سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تبدیل ہوگی۔

ہمارے مدمقابل میں عبدالحئی صاحب اتحاد پارٹی کی طرف سے کھڑے ہوئے ہیں۔ اس پارٹی نے چھ مرزائیوں کو بھی کھڑے کیا ہے اور خود ظفر اللہ مرزائی کو چائے کی دعوت بھی دے چکے ہیں۔میں یہ نہیں کہتا کہ یہ مرزائیوں کو کافر نہیں کہتے ہوں گے بلکہ یہ اوران کی جماعت اپنے مفاد کے لئے مرزائیوں کی حامی ہے۔میں نے لاہور کی تقریر میں یہ بھی کہا ہے کہ میں اتحاد پارٹی کے کسی ممبر کے اعلان کو مفید نہیں سمجھتا۔بلکہ ان کا لیڈر سکندر حیات اعلان کرے کہ میں مرزائیوں کو

کونسل میں مسلمانوں سے علیحدہ کرادوں گا تو میری جماعت انتخاب میں حصہ لینا ہی چھوڑ دے گی۔ان الفاظ سے میاں عبدالحئی بھی اعلان نہیں کرسکتا اور نہ وہ مرزائیوں کو اعلان کے ذریعے کافر کہہ سکتے ہیں۔خواجہ محمد یوسف جو ہمارے رفیق ہیں انہوں نے گزشتہ چار سال میں جماعت کی ہر طرح امداد کی۔لدھیانہ میں کانفرنس ہوئی۔ان کے انتظام سے۔ایک ہزار روپیہ ان کی والدہ اور ہمشیرہ نے شاہ جی کے مقدمہ کے لئے جمع کر کے دیا۔تین صد روپیہ ان کا اپنا بھی تھا اور یہ اس دن دیا جب مقدمہ پر خرچ کرنے کے لئے وکیل کرنا تھا اور ہمارے پاس ایک پیسہ نہ تھا۔آج ایک ایک مرزائی خواجہ صاحب کو نا کام بنانے پر تلا ہوا ہے۔خواجہ صاحب کے ذاتی اعمال سے میرے بہت سے دوست بحث کرتے ہیں۔میں نے ان کو کہہ دیا ہے کہ میں ان کو کسی مسجد کی امامت کے لئے نہیں لے جارہا ہوں اور ذاتی اعمال کے لحاظ سے دونوں میں سے کوئی بھی کم نہیں۔میں نے امرتسر میں یہ بھی کہا کہ میں نیک لوگوں کی خاموشی کو برداشت نہیں کرسکتا۔یا ادھر ہو جاؤ یا ادھر۔میں نے کہا کہ میں سمجھ سکتا ہوں کہ بہت سے دوست جیلوں میں نہیں جاسکتے۔میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ اعلانیہ گورنمنٹ کی مخالفت نہیں کرسکتے۔لیکن یہ نہیں سمجھتا کہ وہ اعلانیہ ہمیں ووٹ نہ دے سکتے ہوں یا دلا نہ سکتے ہوں اور اگر وہ ایسا نہیں کرسکتے تو ضعف ایمان کے درجہ سے بھی خارج سمجھتا ہوں۔مقابلہ سخت ہے۔گورنمنٹ نے چوہدری افضل حق کے مقابلہ میں سولہ موٹر کاریں اور دس ہزار روپے دیئے ہیں۔حاجی ڈپٹی احمد حسین صاحب انبالوی میرے رشتہ دار ہیں۔ہماری مدد کر رہے ہیں اور حضرت بھی ذرا سا ان کو اشارہ فرمائیں اور نواح شہر کے راعین سر چڑھ رہے ہیں۔وہاں پر بھی آپ تحریر فرمادیں کہ چوہدری عبدالرحمٰن کی امداد کی جائے۔

خط لکھ رہا تھا کہ چوہدری عبدالرحمٰن صاحب بھی تشریف لے آئے اور آپ کا گرامی نامہ بھی مل گیا۔یہ درست ہے کہ کسی کی اطاعت کے بغیر آزادی رائے بیکار ہے۔اس وقت ایک جماعت شوریٰ کے فیصلہ کے ماتحت آزادی رائے کا اظہار کررہی ہے۔خدا کرے وہ شخص بھی کہیں آجائے کہ جس کا تقویٰ اور فہم ہم کو مجبور کردے کہ ہم اس کی رائے پر چلیں۔والسلام مولانا عبدالرحمٰن صاحب، ملاں عبدالرحمٰن صاحب اور احقر وغلام مصطفیٰ کی طرف سے السلام علیکم۔''

حبیب الرحمٰن

شفاعت منزل لدھیانہ

(۱۹۴۷ء میں لدھیانہ کے مسلمانوں پر کیا گزری ص۴۵۲ تا ۴۶۳)

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں آپ کے صاحبزادہ اور

پوتا کی تحریروں کے ذریعہ مرحوم کی خدمات ختم نبوت کا آپ نے مطالعہ کیا کہ کس طرح مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، بانی پاکستان جناب قائداعظم محمد علی جناح کو قادیانی فتنہ کے متعلق باخبر رکھا۔

اب ذیل میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتا جناب محمد عثمان رحمانی لدھیانوی کی کتاب ''قافلہ علم وحریت'' سے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ رئیس الاحرار کی خدمات ختم نبوت پر نظر ڈالیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

تحریک کشمیراورقادیانی سازش

مجلس احرار اسلام ہند کے قیام کے فوراً بعد بطور صدر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے کشمیر کے حالات کے مدنظر قادیانی خلیفہ کی طرف سے کشمیر کو مرزائیت کے رنگ میں رنگنے کی سازش کو نہ صرف بھانپا بلکہ اس سازش کو ناکام کرنے کے لئے احرار کی تمام تر قوت لگادی۔ قابل ذکر ہے کہ کشمیر میں ڈوگرا حکومت اور وائسرائے کے اختلافات کے ساتھ ساتھ کشمیر کی اکثریت جو کہ مسلم آبادی پر مشتمل ہے، کے ساتھ ہورہے واقعات سے نہ صرف اہل کشمیر متاثر ہوئے بلکہ ملک بھر کے مسلم حلقوں میں بھی زبردست تشویش کی لہر پائی جارہی تھی۔ (تفصیل کے لئے تحریک کشمیراوراحرار، ازماسٹر تاج الدین انصاری پڑھیں)

مسلمان اپنے جمہوری حقوق کی جدوجہد میں تحریک چلانے کے پروگرام بنارہے تھے۔ دوسری طرف قادیانیت انگریز کے اشارے پر کشمیر پر قبضہ کے خواب دیکھ رہی تھی۔ قادیانیوں کا خلیفہ بشیرالدین محمود اپنی شاطرانہ چال چلنے کی فکر میں تھا۔ کشمیر میں قادیانیوں کی دلچسپی کیوں تھی جہاں اوروجوہات ہوسکتی ہیں، ان میں ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مرزاغلام احمد قادیانی خود اپنی کتاب کشتی نوح کے ص۱۵ اور ۶۹ پر لکھتا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم فوت ہوگئے اور کشمیر سری نگر محلّہ خانیار میں اس کی قبر ہے اور جب تک کشمیر پر قادیانیوں کا قبضہ نہیں ہوتا اس وقت تک ان کا یہ دعویٰ سچا نہیں ہوسکتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں اور ان کی قبر کشمیر میں ہے۔ جب کہ قرآن پاک اوراحادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع امت سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے وہ زندہ آسمانوں پر اٹھالئے گئے ہیں۔

ان عقائد کے پیش نظر قادیانیوں نے کوشش کی کہ اس تحریک کی قیادت ان کے ہاتھ میں آجائے اور مسلمانوں کے حقوق کی جنگ کے بہانے اپنے آپ کو مسلمان شو کرلیا جائے۔

انگریز کی بھی یہی خواہش تھی کہ اس خودساختہ پودے کی آبیاری میں مزید حصہ ڈال دیا جائے۔ چنانچہ انگریز نے سر فضل حسین کو استعمال کیا جو کہ سرکار پرست تھے۔

مرزائی کشمیر کمیٹی کا قیام

چنانچہ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

۲۴؍جولائی ۱۹۳۱ء کو شملہ میں سر فضل حسین کے اشارے سے سرکاری مسلمانوں کا اجتماع ہوا۔ جس میں کشمیر کے دس نئے لیڈر بھی شریک ہوئے۔ اس جلسے میں مرزا بشیرالدین محمود خلیفہ قادیان کو کشمیر کمیٹی کا صدر منتخب کیا گیا۔ مسٹر عبدالرحیم درد کو جو خلیفہ کا پرائیویٹ سیکرٹری تھا کشمیری کمیٹی کا جنرل سیکرٹری بنایا گیا۔ شملہ ہی سے مرزا محمود نے اعلان کیا کہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں نے مجھے اپنا رہنما تسلیم کرلیا ہے۔ اس لئے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ ۱۴؍اگست ۱۹۳۱ء کو تمام ہندوستان میں یوم کشمیر منایا جائے۔ مسٹر عبدالرحیم درد نے ہندوستان کے تمام مشہور علماء، فضلاء، وکلاء اور ڈاکٹروں کو خطوط لکھے کہ آپ کو کشمیر کمیٹی کا ممبر بنالیا گیا ہے۔ ہندوستان کے تمام لوگ حقیقت حال سے ناواقف تھے کسی نے کشمیر کمیٹی کی سیاسی سازش کی طرف توجہ نہ کی۔ سوائے مجلس احرار کے رہنماؤں کے کسی نے بھی عبدالرحیم درد پرائیویٹ سیکرٹری مرزا محمود کو انکار کا خط نہ لکھا۔

ان حالات کو دیکھ کر مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں نے محسوس کیا کہ کئی لوگ غلط فہمی کی بناء پر قادیانیوں کے جال میں آ گئے ہیں۔ خصوصاً ڈاکٹر علامہ اقبال جیسے مفکر کا قادیانیوں کی کشمیر کمیٹی کا ممبر بن جانا، مسلمانوں کے لئے غلط فہمی کا باعث بن سکتا تھا۔ چنانچہ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر احرار رہنماؤں نے حقیقت حال سے علامہ اقبال کو آگاہ کیا تو انہوں نے کشمیر کمیٹی سے مستعفی ہونے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ لیکن ابھی اس پر عمل درآمد نہیں ہوا تھا۔ ان ہی دنوں حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ لاہور میں انجمن خدام الدین کے اجتماع میں شرکت کے لئے آ رہے تھے۔ کیونکہ علامہ اقبال کو مولانا علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عقیدت تھی اور ایک شاگرد کی حیثیت سے ان کے پاس بیٹھا بھی کرتے تھے۔ جب علامہ اقبال کو حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے آنے کا علم ہوا تو وہ خود اس جگہ تشریف لائے اور ڈاکٹر اقبال کی کوشش تھی کہ حضرت علامہ شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ان کے یہاں کھانا کھائیں۔ مگر اس وقت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے تیور ہی کچھ اور تھے۔

رئیس الاحرار کا ڈاکٹر اقبال کو مشورہ

مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے تو ڈاکٹر اقبال بھی حاضر ہوئے۔ اس وقت رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ڈاکٹر اقبال سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب، علامہ صاحب (حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) آپ سے مطمئن نہیں ہیں۔ ڈاکٹر اقبال یہ سن کر الٹے قدموں سے واپس لوٹ گئے۔ انہیں واپس جاتا دیکھ کر دوسرے ساتھیوں نے رئیس الاحرار مولانا لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ یہ آپ نے کیا کیا؟ ڈاکٹر اقبال کو ہم اپنے سے دور نہیں کرنا چاہتے تھے۔ آپ کے اس طرز عمل سے وہ دور ہو جائیں گے۔ اس پر رئیس الارحرار مولانا لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ آپ حضرات حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ لیں کہ میں نے صحیح کیا ہے یا غلط؟ اس پر علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولوی حبیب الرحمٰن نے میرے دل کی بات کہی۔

چنانچہ رئیس الاحرار نے ڈاکٹر اقبال سے جو بات کہی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ڈاکٹر علامہ اقبال واپس آئے اور فرمایا کہ میں نے کشمیر کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا۔ ڈاکٹر اقبال کے استعفیٰ کے بعد مجلس احرار نے ۱۵ر جون کو اپنے مرکزی اجلاس میں ڈاکٹر اقبال کے استعفے پر انہیں مبارک باد دی۔ جس کی بناء پر بڑی حد تک قادیانی سازش کی کمر ٹوٹ گئی اور باقی کا کام مجلس احرار اسلام ہند نے تحریک کشمیر کے نام سے ایک بڑی تحریک چلا کر جس میں احرار کے ہزاروں رضا کاروں نے گرفتاریاں دیں، قادیانی اور انگریز اور ڈوگرہ شاہی کے دم خم کو ختم کر کے رکھ دیا۔

فتنۂ قادیانیت کا تعاقب

انگریز کے خود کاشتہ پودا مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے بعد اس کے ناپاک کام کو انگریز مشینری نے مرزا بشیر الدین محمود کے ذریعہ جاری رکھا ہوا تھا۔ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو تاج ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کا کام اپنے اکابرین سے وراثت میں ملا تھا۔ اس لئے آپ نے مجلس احرار اسلام ہند کی توجہ تحریک آزدی کے ساتھ ساتھ مکمل طور پر تحریک تحفظ ختم نبوت پر قائم رکھی۔ اس دور میں مرزا بشیر الدین محمود اپنے باپ سے بھی بڑھ کر انگریز حکومت کا وفادار ثابت ہو رہا تھا اور قادیانیوں کی شرانگیزیاں زوروں پر تھیں۔ بالخصوص ضلع گورداسپور قصبہ قادیان کے مسلمان قادیانیوں کے ظلم و ستم سے تنگ آ گئے تھے۔ جھوٹی نبوت کے

قلعے کو نیست و نابود کرنے کے لئے ایک بار پھر نظام الٰہی حرکت میں آیا۔

رئیس الاحرار کا قادیان میں مردانہ وار داخلہ

اللہ تعالیٰ کا اپنا ایک نظام ہے۔ بعض اوقات اگر کوئی نعمت کسی کو عطاء فرماتے ہیں تو وہ نسل در نسل چلتی رہتی ہے۔ مثلاً پہلے زمانے میں نبوت سے بہتر کوئی نعمت نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بعض پہلے انبیاء کو نسل در نسل یہ نعمت عطاء فرمائی۔ یہاں تک کہ جناب نبی آخرالزمان ﷺ تشریف لے آئے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد ہر قسم کی ظلی و بروزی نبوت کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ اس لئے اس نعمت کا اختتام ہوگیا۔ مگر علم نبوت باقی رہا۔ علماء کی ایک کثیر تعداد ہمیشہ موجود رہی اور ہے جو کہ علم نبوت کی خدمت کرتی چلی آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس علم کی نعمت سے بعض خاندانوں کو نسل در نسل نوازا۔ اسی نعمت کو اللہ تعالیٰ نے علماء لدھیانہ کے خاندان پر بھی نسل در نسل عطاء فرمایا ہوا ہے۔

بقول حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

کہ نسبت خضری ہی کا اثر ہے کہ علماء لدھیانہ کے خاندان میں علم دین نسلاً بعد نسل چلا آرہا ہے۔ ورنہ علم کسی خاندان کی میراث نہیں۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ علم دو سے زیادہ نسلوں میں آگے نہیں چلتا۔ لیکن پشت در پشت سے یہ علم دین کی وراثت کا سلسلہ جو میں آج مولانا حبیب الرحمٰن کے خاندان میں دیکھ رہا ہوں اس کی مثال آج کے دور میں کسی اور خاندان میں نہیں ملتی۔ یہ دیکھ کر اور بھی خوشی ہوئی کہ مولانا حبیب الرحمٰن کے لڑکے اور خاندان کے دوسرے نوجوان دیوبند، سہارنپور میں علم دین حاصل کر رہے ہیں۔ گویا علم دین کا یہ سلسلہ آٹھویں پشت میں داخل ہوگیا۔ (تقریر مولانا سید سلیمان ندوی، دسمبر ۱۹۳۸ء، شاہی مسجد لدھیانہ، بحوالہ رئیس الاحرار)

اس سلسلہ میں سب سے بڑا مشکل مرحلہ قادیان کو فتح کرنا تھا۔ کیونکہ قادیان اس جھوٹی نبوت کا مرکز تھا۔ عالم اسلام کے خلاف انگریز کی سرپرستی میں منصوبے بنائے جاتے تھے۔ نیز اس سلسلہ میں سب سے بڑا اور مشکل مسئلہ قادیان میں مسلمانوں پر زمین کا تنگ ہونا تھا۔ یعنی قادیان میں مسلمانوں کا جانا اور کاروبار کرنا وہاں رہنا سب سے زیادہ مشکل مسئلہ تھا۔ کیونکہ قادیان میں مرزائیوں کی انگریز کی سرپرستی میں مکمل حکومت تھی۔ کسی بھی مسلمان کا وہاں آزادی کے ساتھ داخل ہونا، کاروبار کرنا، آسان نہ تھا بلکہ اگر وہاں کوئی مسلمان کاروبار کرنا چاہتا تھا تو اس کے لئے چند شرائط پوری کرنا ضروری ہوتا تھا جو کہ مرزائیوں کی طرف سے لگائی گئی تھیں۔

معاہدہ تجارت منجانب ناظر امور عامہ قادیان

مرزائیوں کے خلیفہ بشیرالدین محمود کی طرف سے ناظر امور عامہ نے حسب ذیل معاہدہ تجارت شائع کیا ہوا تھا۔

۱...... قادیان کی جماعت احمدیہ نے جو معاہدہ ترقی تجارت شائع کیا ہے مجھے منظور ہے۔

۲...... میں اقرار کرتا ہوں کہ ضروریات جماعت احمدیہ کا خیال رکھوں گا اور جو حکم ناظر امور عامہ دیں گے اس کی بلاچون وچرا تعمیل کروں گا۔ نیز جو ہدایات وقتاً فوقتاً جاری ہوں گی ان کی بھی پابندی کروں گا۔

۳...... میں عہد کرتا ہوں کہ میرا جو جھگڑا احمدیوں سے ہوگا اس کے لئے امام جماعت احمدیہ (قادیان) کا فیصلہ میرے لئے حجت ہوگا۔

۴...... میں ہر قسم کا سودا احمدیوں سے خریدوں گا۔

۵...... معاہدہ کی خلاف ورزی کی صورت میں بیس روپے سے لے کر اسّی روپے تک جرمانہ ادا کروں گا۔

۶...... اور بیس روپے پیشگی جمع کرادوں گا۔

۷...... اگر میرا جمع شدہ روپیہ ضبط ہو جائے گا تو مجھے اس کی واپسی کا حق نہ ہوگا۔

۸...... نیز میں عہد کرتا ہوں کہ احمدیوں کی مخالف مجلس میں شریک نہ ہوں گا۔

شرائط معاہدہ تجارتی لائسنس

جاری کردہ، ناظر امور عامہ قادیان

خواجہ عبدالحمید بٹ آف قادیان حال مقیم لودھراں کچھ مزید حالات قادیان کے اس طرح لکھتے ہیں:

مرزائیوں کے ہسپتال جس کو وہ ’’نور ہسپتال‘‘ کہتے تھے اس ہسپتال کے نائب انچارج کا نام ڈاکٹر محمد عبداللہ تھا جو مرزائی تھا۔ نور ہسپتال کا انچارج ڈاکٹر حشمت اللہ تھا جو مرزا محمود خلیفہ قادیان کا فیملی ڈاکٹر تھا۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ کے پسر ڈاکٹر عبدالسلام نے مرزائیت کا گہرا مطالعہ کیا تو اس نے اپنے گہرے مشاہدات پر غور وفکر کرنے کے بعد مرزائیت سے توبہ کر کے اسلام قبول کیا۔ اس قبولیت اسلام سے پہلے مولانا عبدالکریم مباہلہ نے مرزائیت ترک کر کے اسلام قبول کیا۔ اس سے پہلے اخبار ’’الفضل‘‘ قادیان کے ایڈیٹر مہر محمد شہاب محفوظ الحق علمی اور ہیڈ ماسٹر نے مرزائیت

ترک کر کے بہائیت اختیار کر لی تھی۔

مرزا محمود خلیفہ قادیان کے عتاب کی وجہ سے وہ قادیان میں نہ رہ سکتے تھے۔ ان کا بائیکاٹ مقاطعہ (قطع کلامی) بولنا چالنا ہر قسم کے تعلقات بند کیا۔ ان صاحبان کو قادیان سے مجبوراً نکلنا پڑا۔ یہ داستان بھی عجیب وغریب تھی۔ مولانا عبدالکریم مباہلہ کا مکان جلایا گیا۔ ان پر قاتلانہ حملے ہوئے اور ہر قسم کے جبر وظلم ان پر روا رکھا گیا۔ یہ انگریزی حکومت کی موجودگی میں ہوا۔ قصہ کوتاہ۔

ڈاکٹر عبدالسلام کو بھی قادیان میں رہنا مشکل ہو گیا۔ اس کے باپ ڈاکٹر عبداللہ نائب انچارج نور ہسپتال قادیان کا بائیکاٹ کر دیا گیا۔ اس کے گھر پر مرزائی جاسوس عملہ کا پہرہ لگا دیا گیا۔ مجلس خدام الاحمدیہ کی یہ لٹھ بند فوج جس کا صدر مرزا ناصر احمد ایم.اے حال خلیفہ ثالث ربوہ ضلع جھنگ تھا۔ ڈاکٹر عبداللہ کے مکان کے ہمسایہ احمد الدین زرگر مرزائی محمد عبداللہ ولد محمد اسماعیل جلد ساز مرزائی کے مکانوں میں چھپ کر پہرہ دار نگرانی کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ ہر آنے جانے والے کا نام وپتہ نوٹ کرتے۔ اس طرح کی پکٹنگ نے ڈاکٹر محمد عبداللہ اور اس کے کنبہ کا ناطقہ بند کر دیا۔ ان سب مصائب کی وجہ ڈاکٹر عبدالسلام کا قبول اسلام تھا۔ ڈاکٹر عبداللہ کا یہ جرم تھا کہ اس کے بیٹے عبدالسلام نے مرزائیت ترک کر کے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس وجہ سے ڈاکٹر عبداللہ پر یہ دباؤ تھا کہ عبدالسلام کو یعنی اپنے پسر کو گھر سے نکال دو۔ اس کی بیوی بچوں کا ڈاکٹر عبدالسلام سے قطع تعلق کرواؤ۔ ان کو گھر سے نکال دو یا عبدالسلام کو دوبارہ معافی مانگ کر مرزائیت قبول کراؤ۔ ڈاکٹر عبدالسلام اور ڈاکٹر محمد عبداللہ اس کے والد کی فاقہ کشی تک نوبت آ گئی۔ مجبور ہو کر اکیلا عبدالسلام گھر سے نکلنے پر مجبور ہو گیا۔

لطف کی بات یہ ہے کہ انہی دنوں سے کچھ پہلے مفتی محمد صادق ناظر امور خارجہ سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان کا پسر عبدالسلام مرزائیت چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر چکا تھا۔ وہ بھی قادیان میں نہ رہ سکا۔ اس کو قادیان سے نکلنا پڑا۔ حبیب الرحمٰن عرف خان کابلی پٹھان کو بھی قادیان سے نکلنا پڑا۔ غرضیکہ جو بھی مرزائیت سے تائب ہوتا وہ قادیان میں نہیں رہ سکتا تھا۔ کیونکہ ہر شخص تائب کو جان کے لالے پڑ جاتے تھے۔ کاروبار ختم ہو جاتا تھا۔ اس کے کنبہ پر مصائب کے پہاڑ گرائے جاتے تھے۔ ان واقعات کا مختصر ذکر مسٹر جی.ڈی کھوسلہ سیشن جج گورداسپور نے مقدمہ سرکار بنام سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہ جرم نمبر ۱۵۳ تعزیرات ہند بوجہ تقریر احرار تبلیغ کانفرنس قادیان میں بخوبی کیا ہے۔

ان قادیان سے نکلنے والوں نے مختلف مقامات پر پناہ حاصل کرنا چاہی۔ مگر کہیں آسرا نہ ملا کہ وہ اپنی زندگی گزار سکیں تو آخر ڈاکٹر عبدالسلام نے مولانا عبدالغفار صاحب غزنوی امرتسری سے ملاقات کر کے حالات بتائے۔ مولانا عبدالغفار صاحب غزنوی مرحوم ان دنوں مجلس احرار اسلام امرتسر کے صدر تھے۔ انہوں نے شیخ حسام الدین صاحب مرحوم سے مشورہ کیا کہ قادیان کے مسلمانوں کو مصائب سے بچانے کے لئے اور جو لوگ مرزائیت سے تائب ہوں ان کی جان ومال کی حفاظت کے لئے قادیان میں شعبہ تبلیغ کے نام پر دفتر کھولا جاوے۔ اس پر قادیان میں ۱۹۳۳ء کے ابتداء میں علاؤالدین حیدر کپتان احرار محبوب عالم اور سید غریب شاہ کو قادیان بھیجا گیا اور چوہدری فیض اللہ صاحب نے ان کی رہائش کے لئے اور دفتر قائم کرنے کے لئے چھوٹے بازار میں ایک چوبارہ کرایہ پر لے دیا اور وہاں مجلس احرار اسلام قادیان کا بورڈ لگایا گیا۔ ہر سہ کی سرخ وردیاں ہوتی تھیں۔ جب یہ لوگ بازار میں جاتے سرخ وردی دیکھ کر لوگ پوچھتے آپ کون لوگ ہیں تو یہ لوگ اپنا تعارف کرواتے۔ مرزائیوں نے اس دفتر کو ہر طرح سے گھیرنا چاہا۔ حکومت نے وہاں سی.آئی.ڈی کا سفید کپڑوں میں بشیر احمد نامی کانسٹیبل متعین کر دیا اور مرزائیوں نے اپنی محکمہ جاسوسی کے افراد کو نگرانی کے لئے محمد ظفر مولوی مرزائی انچارج محکمہ جاسوسی کرتے رہے۔ ایک دن غریب شاہ رضا کار بڑے بازار سے آگے ریتی چھلی بازار کی آراضی مرزا اکرم بیگ سکنہ لاہور کی تھی (جس پر مرزائیوں نے جبری قبضہ کر لیا تھا اور ریتی چھلہ کا نام مرزا محمود خلیفہ قادیان نے دارالفتوح (فتح کیا ہوا) رکھا ہوا تھا) میں گیا۔ مرزائیوں نے اس کو پکڑ کر بے دریغ زدوکوب کیا۔ وہ چوکی میں رپٹ کرانے گیا۔ مگر تھانہ چوکی میں اس کی فریاد نہ سنی گئی۔ وہ حملہ آوروں کو جانتا نہ تھا۔ غریب شاہ کو شدید چوٹیں آئیں۔ وہ بات امرتسر اور لاہور میں دفتر احرار میں پہنچیں تو مجلس احرار نے قادیان میں مستقل تبلیغی دفتر قائم کر دیا۔ جس کے انچارج مولوی عنایت اللہ صاحب چشتی اور امام الصلوٰۃ حافظ محمد خاں صاحب ضلع میانوالی مقرر کئے گئے۔ یہ حضرات تبلیغ کا کام کرتے تھے اور ماسٹر تاج دین صاحب لدھیانہ انچارج دفتر تھے۔ احرار کے دفتر پر کئی دفعہ مرزائیوں نے حملہ کرنے کی اسکیم بنائی۔

اسی دوان میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی صدر مجلس احرار اسلام ہند قادیان پہنچے۔ بے شمار پولیس آگئی۔ جلسہ گاہ کا گھیراؤ کر لیا۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے متوازی حکومت ریاست قادیان کے خلاف پروٹیسٹ کیا۔ غریب شاہ احرار والینٹر کو زدوکوب کئے جانے کے خلاف زبردست پروٹیسٹ کیا۔ اس کے بعد قادیان میں احرار تبلیغ کانفرنس کرنے کا

اعلان کیا گیا۔ (بحوالہ ہفت روزہ لولاک فیصل آباد مورخہ ۲۶/جنوری ۱۹۷۹ء، ج ۱۵ ش ۳۵)

۲۳/مارچ ۱۹۳۴ء قادیان

تحریک تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں سب سے بڑا اور مشکل مرحلہ جھوٹی نبوت کے گڑھ قادیان کو فتح کرنا تھا۔ جسے اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل سے رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے انجام دیا۔ ۲۳/مارچ ۱۹۳۴ء یہ تاریخ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان ایک مستقل تاریخ ہے کہ اس روز مجلس احرار اسلام کے صدر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی مرحوم پہلی مرتبہ قادیان پہنچے۔ اسٹیشن سے شہر تک صدر مجلس احرار کا استقبال ان لوگوں کے دلوں کا آئینہ تھا۔ جنہیں مرزائیوں نے گزشتہ نصف صدی سے غیر قادیانی ہونے کے جرم میں پریشان کیا ہوا تھا۔ بٹالہ، گورداسپور، پٹھان کوٹ اور مضافات کے ہزار ہا شہری اور دیہاتی مسلمانوں نے اپنے نجات دہندہ کا والہانہ خیر مقدم کیا۔ مولانا لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے قادیان پہنچنے پر خوف وہراس کی اس سیاہ چادر کے چیتھڑے اڑ گئے جو مرزائیوں نے اپنے مخالفین پر رکھی تھی۔ استقبالیہ ہجوم کے چہروں کی رونق غمازی کر رہی تھی کہ کفر کے ستائے ہوئے دل ایمان کی روشن قندیل سے منور ہو رہے ہیں۔ ’’مجلس احرار زندہ باد، مرزائیت مردہ باد‘‘ کے فلک شگاف نعروں نے قصر خلافت کو متزلزل کر دیا۔

کارروائی جلسہ قادیان ۲۳/مارچ ۱۹۳۴ء

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ جب قادیان پہنچے تو ان کے ساتھ مولانا بہاء الحق قاسمی، مولانا محمد سلیمان صاحب فاروقی، بی۔اے حاجی عبدالرحمٰن صاحب بٹالوی بھی موجود تھے۔ جلسہ گاہ تک رضا کاران احرار بٹالہ ودیگر حضرات نظمیں پڑھتے ہوئے پہنچے تو رئیس الاحرار نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مسلمان جلدی وضو کر کے آجائیں۔ مولانا بہاء الحق قاسمی نے رئیس الاحرار کے حکم پر نماز جمعہ پڑھائی۔ جلسہ گاہ میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی اور حسب پروگرام جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے قادیان میں سب سے پہلے ایک بہت بڑے جلسہ عام میں تقریر کی۔ یہ جگہ سکھوں کے احاطہ میں بڑے بازار کے چوک کے نزدیک سردار تیجا سنگھ سیکرٹری خالصہ دیوان ریاڑ کی قادیان کے دوکان کے پیچھے واقع ہے۔ پولیس نے چاروں طرف سے راستہ روک رکھا تھا اور مرزائیوں کی لٹھ بردار انجمن احمدیہ کے رضا کار بڑے چوک سے

لے کر بھائی محمود احمد ڈاکٹر کی دوکان تک پولیس کے ہمراہ گشت کر رہے تھے۔ کارخانہ جراب ہوزری سے لے کر تانگا اڈہ خانہ چوہدری عبدالرحمٰن تک پولیس اور مرزائی لوگوں کو جبراً روک رہے تھے کہ وہ جلسہ گاہ میں نہ جائیں۔ مگر عوام ٹڈی دل کی طرح ہندوؤں کے محلے اور گلیوں سے گزر کر جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ تقریر سے پیشتر رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں نماز جمعہ کے بعد سپاسنامہ پیش کیا جس میں مرزا محمود اور اس کی جماعت کے مظالم پیش کئے۔ یہ سپاسنامہ (مولانا رحمت اللہ جو شجاع آباد میں فوت ہو چکے ہیں) نے پیش کیا۔

ہر چند مرزائی رضا کاروں نے فساد کروانے کی کوشش کی مگر وہ خائب و خاسر رہے اور اجلاس پرامن طریقہ پر ہوا۔ حضرت مولانا نے شیر کی طرح گرج کر تقریر کی اور حکومت پر بھی تنقید کی اور مرزا محمود کو مسلمانوں کے بائیکاٹ کرنے سے باز رہنے کی تنبیہ کی۔

(بحوالہ ہفت روزہ لولاک فیصل آباد مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۶۷ء، ج۱۳، ش۷)

ان تمام تفصیلات سے معلوم ہوگیا کہ یہ وہ حالت تھے جو کہ قادیان کے مذہبی معاشرتی اور سیاسی کردار کی نشاندہی کر رہے تھے اور یہاں کے مسلمان بہت پریشان تھے اور یہ دعا کرتے تھے کہ کوئی نجات دہندہ یہاں پر آئے۔ چنانچہ اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ مرحوم کو چنا۔ وہ قادیان جہاں مسلمانوں کو سانس لینا دشوار تھا۔ وہاں رئیس الاحرار مولانا لدھیانوی مردانہ وار داخل ہوئے۔ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ان ہی مولانا محمد لدھیانوی کے پوتے ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے علماء لدھیانہ سے صرف مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ ہی جاری نہیں کروایا۔ بلکہ اس خاندان کے خون میں وہ جوش اور جذبہ بھی پیدا کر دیا تھا کہ جس کی وجہ سے سب سے پہلے قادیان میں داخل ہونے کی جرأت بھی اسی خاندان کے فرزند جلیل نے کی۔

ڈاکٹر عبدالسلام سابقہ مرزائی نے جلسہ کی صدارت کی۔ مولانا ہمدانی نے تلاوت قرآن کریم فرمائی۔ اس کے بعد خواجہ عبدالرحیم عاجز نے اپنے مخصوص انداز میں نظم پڑھی۔ پھر مجلس احرار اسلام قادیان کی طرف سے مولانا کو سپاسنامہ پیش کیا گیا جو درج ذیل ہے۔

سپاسنامہ

”بحضور بطل حریت مجاہد ملت شیر اسلام حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ صدر مجلس احرار اسلام ہند۔“

حضرت قبلہ عالم ہم اراکین مجلس احرار اسلام قادیان حضور کی خدمت اقدس میں نہایت صدق دل سے آپ کے ورود مسعود پر خوش آمدید کہتے ہیں اور نہایت خلوص دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے ہم بے کس وناتواں مسلمانوں کی ایسی حالت میں دستگیری فرمائی۔ جب کہ ہم جبر وتشدد کی چکی میں بالکل پس چکے تھے۔ ہم نے ان لوگوں کے ساتھ کسی قسم کی دشمنی نہیں کی بلکہ ہمارا صرف یہ ہی گناہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے نام لیوا ہیں۔ اس گناہ کی پاداش میں ہم ایک عرصہ سے ظلم وتشدد کا تختہ مشق بنے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں سے سوشل بائیکاٹ کیا جاتا ہے۔ اکے دکے آدمی پر حملے کئے جاتے ہیں۔ شہر کی عام گزرگاہوں پر پھاٹک لگائے جاتے ہیں۔ مکان مسمار کئے جاتے ہیں۔ اشتہار پھاڑ دیئے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ مسجدوں کے گرانے سے دریغ نہیں کیا جاتا۔ اختلاف عقائد کی بناء پر قتل تک جائز قرار دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ حاجی محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کا واقعہ حضور کو یاد ہوگا۔

حضرت مولانا یہ تمام حقائق حقیقت سے لبریز ہیں۔ ایسے حالات میں ہم جب اپنے انجام پر غور کرتے ہیں تو ہماری روح کانپ اٹھتی ہے۔ حکومت بھی ان لوگوں کے منافقانہ رواداری سے دھوکا کھا چکی ہے اور ہمارے گلے میں ان منافقانہ وفاداری کے جرم میں ایک اور غلامی کا طوق ڈالا جارہا ہے اور حکومت کوئی نوٹس نہیں لیتی۔ جناب کی خدمت میں سچ عرض کرتے ہیں کہ ہم قادیان میں برطانوی حکومت نہیں سمجھتے بلکہ ہم پر قادیانی جماعت حکمران ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ قادیان میں برطانوی حکومت کا نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔ اسی لئے ہم لوگوں پر مظالم کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں۔ قادیان سے کان پکڑ کر نکال دینا ہر روز کا مشغلہ ہے اور جرمانوں اور بیدوں کی سزا دی جاتی ہے۔ قتل تک ہضم کر لئے جاتے ہیں۔

چنانچہ تھوڑا عرصہ گزرا کہ محمد امین مجاہد کو دن دہاڑے قتل کیا گیا اور قاتل جرم اقبال کرتا ہے۔ مگر کوئی مقدمہ نہیں چلتا۔ باقاعدہ امور عامہ ”امور داخلہ“ امور خارجہ مقرر کئے جاتے ہیں۔ خانہ ساز ہائیکورٹ اور اس کے ماتحت لوور کورٹ موجود ہے اور خصوصیت سے مسلمانوں کے متعلق ان کی پالیسی یہ ہے کہ ان کو قادیان سے نکال دیا جائے اور ان کا مذہبی عقیدہ بھی ہے۔ چنانچہ سمال ٹاؤن قادیان کا موجودہ پریذیڈنٹ کا عدالت میں بیان ہوا اور اس نے علی الاعلان کہا کہ قادیان میں غیر احمدیوں کے لئے صرف دو ہی صورتیں ہیں یا تو محمد رسول اللہ ﷺ کے دامن کو چھوڑ کر قادیانی ہو جائے یا قادیان سے نکل جائے۔ آپ ہی فرمائیں کہ جب حکومت کا یہ وطیرہ ہو کہ وہ خود اپنے نظام کو درہم برہم ہوتا دیکھ کر کوئی حرکت نہ کرے اور ہمارے متعلق مخالف جماعت کی یہ

جدوجہد ہو کہ مسلمانوں کو قادیان سے نکال دیا جائے تو ایسی صورت میں ہمارا نیست ونابود ہونا یقینی ہے۔ پس ہمارا رہا سہا آخری سہارا خداوند عالم ہے کہ جس نے آپ جیسے بزرگ اور مقدس ہستیوں کو ہم فلک زدہ مسلمانوں کی امداد کے لئے آمادہ کر دیا ہے۔ ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ آپ اور آپ کے رفقاء کے لئے درددل سے دعا گو ہے کہ خدائے ذوالجلال آپ کو اور آپ کی مقدس جماعت کو بیش از بیش خدمات اسلام سرانجام دینے کی توفیق عطاء فرمائے۔ نیز جناب حاجی عبدالرحمٰن صاحب رئیس اعظم بٹالہ اوران کے رفقاء کے لئے آپ سے ملتجی ہوں کہ آپ ان کے لئے دعا فرمائیں جنہوں نے آپ کی اس مقامی مجلس کی ہر ممکن امداد فرمائی ہے۔ جناب حضرت مولانا عنایت اللہ صاحب سلیم چشتی آپ کے ارشاد کے ماتحت مصروف عمل ہیں۔ ہر روز قرآن کریم کا درس ہوتا ہے۔ مسلمان کثرت سے شریک ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جامعہ محمدیہ میں طلباء کی تعداد چالیس تک پہنچ چکی ہے۔ بالآخر میں پھر حضور کی خدمت میں صدق دل سے مبارک باد عرض کرتا ہوں اور آپ کے ورود مسعود پر خوش آمدید کہتا ہوں۔ (ہم آپ کے ناچیز خدام) اراکین مجلس احرار اسلام قادیان۔

قادیان میں رئیس الاحرار کا خطاب

چنانچہ سپاسنامہ کے جواب میں رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے خطاب کرتے ہوئے یوں فرمایا کہ: ''سنو اور کان کھول کر سن لو کہ احرار دنیا میں مٹنے کے لئے نہیں بلکہ ظلم وسرکشی کو صفحہ دنیا سے مٹانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔''

پس احرار کا دنیا میں ایک ہی کام ہے کہ حق بات کہیں اور خود اس کی پاداش میں دنیا سے مٹ جائیں اور اس فنا کے بعد بقا کا جدید دور شروع ہوتا ہے۔ احرار کے لئے فنا کے درجہ میں بقا کا راز مضمر ہے۔ میں مسلمانوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر دنیا میں عزت وآبرو کی زندگی چاہتے ہو تو دنیا کی موت سے بے نیاز ہو جاؤ۔ حکومت بے شک اپنے منافق وفاداروں کو پستول، ریوالور اور دوسری قسم کے ہتھیار ہمارے سینے کو چھلنی کرنے کے لئے دے ہمیں اس کی مطلق پرواہ نہیں۔ کیونکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ آج ہمارے سینے ان نشانوں کے آماجگاہ بنے ہوئے ہیں تو ایک وقت آنے والا ہے کہ ان گولیوں کا منہ دوسری طرف پھر جائے گا۔ منافقت ایک عرصہ تک چھپائی جاسکتی ہے۔ لیکن منافقت کا بہت جلد انکشاف ہو جایا کرتا ہے۔ اسلام میں خطرناک فتنہ کھڑا کیا گیا ہے۔ اس حقیقت سے اس وقت تک دنیا بے خبر ہے۔

’’میرے دادا مرحوم نے مرزا قادیانی کی ظاہری شکل وصورت دیکھ کر بتلا دیا تھا کہ یہ شخص عنقریب نہ صرف اسلام بلکہ انسانیت کا دشمن ہوگا۔‘‘

میں اس مقدس خاندان کی یادگار ہوں کہ جس نے کشفی طور پر معلوم کر کے حقیقت کا انکشاف فرمایا۔ تمہارا فرض ہے محمود اور اس کے رفقاء کو پرامن طور پر صراط مستقیم کی طرف بلاؤ اور ان کے سامنے سرکار دوعالم ﷺ کے سچے دین کو پیش کرو اور اس کے عوض میں تمہارے سر پھوڑے جائیں تو سر پھڑ والو اور اگر تم کو گولی کا نشانہ بنائیں تو سینوں کو کھول دو اور بے تابانہ طور پر موت سے بغل گیر ہو جاؤ۔

’’خدا کی قسم میں اس بات کا منتظر ہوں کہ قادیان کی گلیوں میں احرار کے رضا کاروں کے خون کی نہریں بہتی ہوں اور میں سمجھ لوں کہ آج میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر میں اپنے مشن کو پورا کرتے ہوئے محمود کے حواریوں کے ہاتھوں خاص قادیان میں قتل کیا جاؤں تو میں اس کو شہادت کبریٰ تصور کروں گا۔‘‘

کیا مومن کو کوئی موت سے ڈرا سکتا ہے۔ موت تو مومن سے ہزاروں کوس دور بھاگتی ہے۔ کیوں نہیں کہتے کہ ہم مسلمان ہی نہیں۔ مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ آئے دن قادیان کے مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں۔ میں پورے زور سے یقین دلاتا ہوں کہ ان مظلوموں کی آج سے امداد کی جائے گی اور ظالموں کے ہاتھ ٹوٹ جائیں گے۔ اگر قادیان کے کسی مسلمان کی طرف کسی ظالم نے انگلی بھی اٹھائی تو اس ظالم کو قدرت کے خوفناک انتقام سے کوئی طاقت نہ بچا سکے گی۔

مباہلہ بلڈنگ کو گرایا گیا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ دنیا سے اسلام مٹ گیا۔ حاجی محمد حسین کو شہید کیا گیا تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ مسلمان نیست ونابود ہوگئے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ یاد رکھو قادیانی نبوت کے قصر کی اینٹیں خودبخود آپس میں ٹکرائیں گی اور دنیا اپنی آنکھوں سے قدرت حق کا تماشا دیکھے گی۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

یہ غریب شاہ کو مارا ہے تو میں نے سمجھا کہ انہوں نے سید کے لال کو پیٹا ہے۔ اب ان کی موت آ گئی۔ یہ غریب شاہ کی مار کا نتیجہ ہے کہ آج حبیب الرحمٰن تم کو قادیان میں دکھائی دیتا ہے اور اگر وہ ایک آدھے والینٹر کو قتل کر دیں تو پھر ان شاء اللہ قادیان میں ہماری حکومت ہوگی۔

قادیان کے مسلمانوں کو محمود کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو یہ دن تم کو نصیب نہ ہوتا۔ ہر روز جھوٹی نبوت کا زور ٹوٹتا جا رہا ہے۔

’’نبوت کی بحث کس سے کرتے ہو جو سرے سے مرزا قادیانی کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ آؤ تم کو یثربی نبوت کا حال سناؤں کہ ریگستان عرب کے لق ودق میں انتہاء درجہ کی بیچارگی کے عالم میں علم توحید بلند کرتا ہے۔ اپنے بیگانے دشمن ہوگئے۔ قتل کے منصوبے کئے گئے اور وطن سے نکلنا پڑا۔‘‘

بتلاؤ کسی حکومت سے امداد کی درخواست کی کہ مجھے کفار مکہ سے بچاؤ۔ کفار مکہ آئے اور انہوں نے کہا کہ جس چیز کی ضرورت ہے لے لو۔ مگر ہمارے بتوں کو برا نہ کہو۔ ہم تمہارے خدا کو برا نہ کہیں گے۔ اگر کوئی ماڈریٹ ہوتا تو کہتا صورت تو بہت اچھی ہے چلو مان جاؤ۔ مگر سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی لا کر رکھ دو پھر بھی اعلائے کلمتہ الحق سے باز نہیں آؤں گا۔ یہ ہے شان نبوت۔ تم ہی بتلاؤ کہ قادیان کی نوزائیدہ نبوت پولیس کے بغیر کبھی دوقدم بھی باہر چلی ہے۔ ساری عمر کی قید نہیں۔ ایک دن بتلا دو کہ فلاں دن قادیان کی نبوت پولیس سے بے نیاز تھی۔ پس یہ نبوت تو پولیس کے ہاتھ میں ہے۔ جس کو چاہے نبی بنا دے۔ پس جس شخص کا کسی پولیس افسر سے دوستانہ ہو نبوت کا دعویٰ کر دیا کرے۔

یاد رکھو کہ نبی جب کمزور ہوتا ہے تو وہ اپنی بہادری اور شجاعت کا عظیم الشان مظاہرہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اور دنیا کی تمام طاغوتی اور مادی قوتیں سرنگوں ہو جاتی ہیں اور جب وہ طاقت ور ہو جاتا ہے تو دشمنوں تک کے لئے رحیم ہوتا ہے۔

نبی یہ نہیں کرتا کہ قوت حاصل کرنے پر اپنے مخالفوں کو پیس ڈالے اور اس کے ساتھ ساتھ حکومت سے بھی امداد کی درخواست کرے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کا واقعہ اس حالت کا پورا پورا فوٹو ہے کہ پندرہ سو جانثار بمعہ جنگی سامان ہمرکاب ہے۔ دشمن کہتا ہے کہ امسال آپ کو عمرہ کی اجازت نہیں دی جاتی۔ صلح تک نوبت پہنچتی ہے۔ شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف ہیں۔ حضرت عمرؓ کو غصہ آتا ہے۔ مطالبہ ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھا جائے۔ حضرت علیؓ کے انکار کرنے پر درخواست مبارک سے ان الفاظ کو کاٹتے ہیں۔ یہ شان نبوت کی دریا دلی کہ باوجود طاقت وجبروت کے کائنات عالم کو خونریزی سے بچا لیتے ہیں۔ وہ نبوت ہی کیا ہے کہ غیر اللہ سے مدد کی خواہاں ہو۔ نبی تو دنیا کی حکومتوں کے کانسٹی ٹیوشن کو زیر وزبر کر کے خدائی قانون

رائج کرنے کے لئے آتا ہے۔ میں نے آج ہی پڑھا ہے کہ محمود نے خطبہ میں کہا ہے کہ اب انگریز بھی ہم سے ناراض ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جب خدا ہی تم سے ناراض ہے تو انگریز ہوگیا تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ خدا کبھی کبھی دین کی حمایت کافر سے کرالیا کرتا ہے۔ ہاں! جب خداوندان لنڈن ہی ناراض ہوگئے تو وحی کون بھیجے گا۔

خود محمود کو بھی قادیانی نبوت کا حال معلوم ہے۔ وہ خود اپنے ایمانیات کی رو سے مومن نہیں۔ اس کو معلوم ہے کہ اگر میں حقیقت کا اعتراف کرلوں تو پیری مریدی کا سسٹم ختم ہو جائے گا۔ محمود لکھتا ہے کہ اے مریدو! تم نے فرانس، جرمنی، یورپ کو فتح کرنا ہے۔ تو تم سے یہ احراریوں کی جھونپڑی فتح نہیں ہوتی۔ محمود کو شہنشاہ روس کی حالت پر غور کرنا چاہئے جو کہ دنیا میں ''انا ولا غیری'' کا دعویدار تھا۔ قدرت نے اس سے ایک زبردست انتقام لیا کہ اس کا خود اپنوں کے ہاتھ سے خاتمہ ہوگیا۔

''احراریوں کی جھونپڑی خدا کے فضل وکرم سے یقیناً فتح نہ ہوسکے گی۔ ایسی جھونپڑیوں نے ہی نمرود وشداد اور فرعون جیسی مغرور سرکش ہستیوں کو جلا کر خاکستر کردیا۔''

دنیا نے یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جب قادیانی امت سیاسیات کے میدان میں آئی تو ہم نے سمجھ لیا کہ ان کی موت ان کو دامن سے کھینچ کر میدان میں لے آئی۔ کیونکہ منافق جب سیاسی میدان میں آتا ہے تو مار کھاتا ہے۔ منافق اور بہادری دو متضاد چیزیں ہیں اور خدا کے فضل وکرم سے احراریوں کی جھونپڑی نے ایسا چاروں شانے چت گرایا کہ قادیانیت کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ فرانس، جرمنی، یورپ فتح کرنے والوں کے بوچڑ خانہ کی جب عین بارہ بجے دن اینٹ سے اینٹ بجائی گئی تو قادیانی امت کے دو آدمی ہمارے پاس پہنچے اور کہا کہ خدا کے لئے تم ہی کچھ کرو۔ تو میں نے کہا کہ بوچڑ خانہ کا بننا اور مسمار ہونا مقدرات سے تھا اور ہم تمہاری ان چالوں کو خوب سمجھتے ہیں۔

میں پھر قادیان کے مسلمانوں کو کہتا ہوں کہ جرأت اور بہادری سے خدا پر بھروسہ رکھتے ہوئے پرامن طور پر علم توحید کو بلند کرو۔ میں خوش ہوں گا کہ اس کے صلہ میں تمہارے سر پھوڑے جائیں تم کو قتل کیا جائے۔ ہمارا جب کوئی والینٹر شہید ہوتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ کام کے لئے راستہ کھل گیا۔ شہید الٰہی بخش کو جب برچھا مارا گیا تو اس نے زور سے ''**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**'' کا نعرہ مارا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میں بھی شہید الٰہی بخش جیسا جذبہ پیدا ہو جائے۔ مجلس احرار مرکزیہ کی شاخ قادیان میں قائم ہوچکی ہے۔ اس کی دل کھول کر امداد کرو۔ ایک پرائمری سکول ہونا

چاہئے اوراس کے ساتھ تعلیم قرآن کے لئے بھی درسگاہ کی ضرورت ہے۔ابتداء میں جب مجلس احرار قادیان میں قائم کی گئی تو محمود کی طرف سے اعلان کیا کہ قادیان میں احراریوں کا کوئی دفتر نہیں۔ بتلاؤ آج تم کو معلوم ہوگیا کہ قادیان میں واقعی مجلس احرار کا دفتر قائم ہے۔قادیانیوں میں اگر اخلاقی جرأت ہوتی تو ہم کو دعوت دیتے کہ ہماری مسجد میں نماز پڑھو اوراپنا جلسہ کرو۔مگرانہوں نے تو مسلمانوں کی مسجدوں کو مسمار کرنے کا تہیہ کرلیا۔یہ جگہ جہاں جلسہ گاہ قائم ہے میں نے سنا ہے کہ سکھوں کی زمین ہے۔جس پر ہم نے اذان دے کر نماز جمعہ ادا کی۔حالانکہ میں اسلام کی رو سے سکھوں کو کافر سمجھتا ہوں۔کافروں نے تو اپنی دریادلی کا ثبوت دیا ہے۔مگراسلام کے واحد علمبرداروں کو یہ توفیق نصیب نہ ہوئی۔سچ ہے جو نیکی سکھوں کی قسمت میں لکھی تھی وہ محمود کی قسمت میں کہاں۔

پس میں حکومت کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ وفاداروں کو قانون شکنی سے فوراً روک دیں۔ خانہ ساز ہائیکورٹ اور ڈنڈا فوج کو توڑ کر رکھ دے۔میں حیران ہوں کہ ہمارے لئے تو ڈنڈا رکھنا جرم مگر قادیان میں ڈنڈا فوج رہ سکتی ہے اورفوج کے علاوہ عورتوں تک کو چاند ماری سکھلائی جاسکتی ہے اوراگر قانون شکنی جائز ہے اورحکومت خود لوگوں کو قانون شکنی پر مجبور کرنا چاہتی ہے تو اسے گزشتہ واقعات کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس کی ایسی روش نے ہی دارورسن کو بوسہ دینے والے لاکھوں انسان پیدا کردیئے اور سینکڑوں سولیوں پر چڑھ گئے اور ہزاروں نے اپنے سینے کو گولیوں کا نشانہ بنوادیا اوراگر یہی لیل ونہار رہے تو اس کا نتیجہ سخت خطرناک ہوگا جس کی ذمہ دار حکومت ہوگی۔

سپاسنامہ میں حکومت کی غفلت کا رونا رویا گیا ہے۔مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہئے۔نہ تم حکومت کی بے نیازی سے مٹ سکتے ہو اور نہ قادیانی حکومت کی امداد سے زندہ رہ سکتے ہو۔جس شخص کی زندگی کا انحصار پولیس کی امداد پر ہو وہ کب تک زندہ رہ سکتا ہے۔اس کا مٹ جانا مقدرات سے ہے۔پس اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو بے خوف ہوکر کلمتہ الحق کو بلند کرو۔پولیس اگر اپنے طور پر فرائض کو سمجھے تو جو چاہے انتظام کرے۔ہم اس کے انتظامی معاملات میں دخل انداز نہیں ہوسکتے اوراگر کہو کہ میں پولیس سے امداد کی درخواست کروں تو یہ سنت نبوی کے خلاف ہے۔ میں تو اسی خداوند عالم سے امداد کی درخواست کروں گا کہ جس نے اس کائنات ارضی وسماوی کو اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کردیا اور جس نے فرعون جیسی مغرور ہستیوں کا سر توڑ کر رکھ دیا۔بالآخر میں مسلمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے اس گرمی کے موسم میں ہمارا استقبال کیا۔اس کے بعد پولیس کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔کیونکہ پولیس سے ہمارا ہمیشہ سے واسطہ چلا آیا ہے۔

میں پولیس کی ایک خوبی کا ضروری معترف ہوں تم تو میری تقریر کے بعد مختلف بولیاں بولو گے کہ مولوی صاحب نے یوں کہا۔ مولوی صاحب نے یوں کہا۔ مگر پولیس میری تقریر حرف بحرف حکومت تک پہنچائے گی۔ پس میں آخری الفاظ میں اپنا پیغام حکومت تک پہنچانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم قادیان میں کوئی بدامنی پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ ہم نے بھولے بھٹکے انسانوں کو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ سے بچانے کا تہیہ کیا ہوا ہے اور احسن طور پر تبلیغ کریں گے ہم کو تو کشمیر اور کپورتھلہ کی طرف سے فرصت نہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی ہم سے الجھنا چاہے تو ہم میدان سے بھاگ جائیں گے۔ ہم میدان سے بھاگنے والے نہیں۔ تقریر کے بعد ایک قادیانی نے حضرت مولانا کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا اور دعا کے بعد جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

(مضامین رئیس الاحرار ص۸۴ تا ۹۸)

رئیس الاحرار سے ڈر کر مرزا بشیرالدین کے بھاگنے پر مولانا ظفر علی خان کی نظم

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے قادیان میں داخلے اور مسلسل مرزائیت کے تعاقب نے تمام مرزائیوں کو ہراساں کر دیا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ وزیر آباد تشریف لے گئے۔ جب واپسی پر وزیر آباد ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تو وہاں مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا اور مرزائیوں کا خلیفہ دوم مرزا بشیرالدین محمود بھی تھا۔ جب مرزا بشیرالدین محمود نے رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو وہاں سے اس طرح بھاگا جیسے لاحول پڑھنے سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ یہ واقعہ جب مولانا ظفر علی خان صاحب کو معلوم تو انہوں نے اس پر یہ اشعار قلم بند کئے۔

شیر خدا کا ایمان

(از: مولانا ظفر علی خان صاحب)

جس کے ایثار سے ملت کی دوبالا ہوئی شان ۔۔۔ اس جماعت کے ہیں سردار حبیب الرحمٰن
ان کے ماحول کو لاحول سے دیجئے تشبیہ ۔۔۔ کہ ہوا پاس بھٹکتے ہی ففرو شیطان
جمع ٹوڈی ہوں جہاں گر یہ پہنچ جائیں وہاں ۔۔۔ نہیں ممکن کہ کسی طرح وہ ماریں میدان
تختہ دیتے ہیں الٹ سارے وفاداروں کا ۔۔۔ آتے ہی ان کے خطا ہوتے ہیں سب کے اوسان
کاسہ لیسان جہاں کی رگ جاں کے حق میں ۔۔۔ دم شمشیر ہے اس شیر خدا کا ایمان

رئیس الاحرار کے قادیان میں سب سے پہلے خطاب پر منظوم خراجِ عقیدت

ایک نظم جو کہ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے قادیان میں سب سے پہلے خطاب سے واپسی پر موصول ہوئی۔ (بعض حضرات شاعر کے طور پر مولانا ظفر علی خاں کا نام لیتے ہیں اور بعض علامہ انور صابری کا)

ہے تو بطل حریت اور شیر ہے احرار کا
تو ہے دشمن دین کے اور قوم کے غدار کا

تو حبیب قوم ہے اور قوم تجھ کو حبیب
تجھ پہ چل سکتا نہیں جادو کبھی اغیار کا

تیری درویشی کے قصے ہیں زباں زدعام اب
تیری استغناء بھی ہے اک سلسلہ اخیار کا

تو نے ختم المرسلینؐ کے نام کو اونچا کیا
تو بنا ہے ترجماں صدیقؓ کے افکار کا

برملا تو نے کہا جو کچھ کہا ہاں سچ کہا
ہے سب زمانہ معترف اس جرأت اظہار کا

لرزہ براندام ہیں ختم نبوت کے رقیب
ہے بنا جب سے تو قائد مجلس احرار کا

قادیاں میں جا کے توڑا جبر تو نے جھوٹ کا
ہر طرف شہرہ ہے تیرا اور تری للکار کا

قادیان میں احرار دفتر کا قیام

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی مرحوم کی جانب سے قادیان میں مردانہ وار داخلے سے جہاں علاقے کے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے وہیں جھوٹی نبوت کے پیروکاروں میں کھلبلی مچ گئی۔ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے قادیان میں داخل ہوتے ہی اس بات کا عزم کر لیا تھا کہ انگریز کے اس خود کاشتہ پودے کو اب ہر حال میں سرنگوں کرنا ہے۔ آپ نے قادیان میں مجلس احرار اسلام کا دفتر قائم کر دیا۔ جس پر احرار کا پرچم لہرا دیا گیا۔ نیز دشمن پر ضرب در ضرب لگانے کی حکمت عملی کے تحت آپ کے حکم پر چند ہی دن میں ایک اور جلسہ احرار نے وہاں منعقد کیا۔ جس کی صدارت مولانا عبدالغفار غزنوی نے فرمائی۔ نیز اس کے بعد ایک اور جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس کی قیادت مولانا بہاء الحق قاسمی کے سپرد کی گئی اور پھر رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے قادیان میں احرار کانفرنس کا اعلان کر دیا جو کہ تحریک تحفظ ختم نبوت کی تاریخ میں آج بھی ایک روشن باب کی طرح محفوظ ہے۔

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضمن میں ملک بھر کے علمائے کرام کو ایک اپیل بھی جاری فرمائی۔

رئیس الاحرار کی مرزائیت کے تعاقب کے لئے علماء اسلام سے اپیل

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

آپ میں سے ہر شخص پورے اخلاص اور دیانتداری کے ساتھ عقائد مرزائیہ کی تردید کے لئے پوری پوری کوشش کر رہا ہے۔ مگر مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہورہی ہے کہ آپ حضرات اپنے سامنے یہ دیکھ رہے ہیں کہ حکومت مسلمانوں کے حقوق کے نام پر مرزائیوں کو بڑی بڑی ملازمتیں دے رہی ہیں۔ لیکن آپ حضرات نے کبھی اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔

مرزائیت عوام کے اندر فنا ہوچکی ہے اور اس کی مذہبی تبلیغ تحریک احرار اور زمیندار کی مسلسل کوششوں کی وجہ سے میدان میں شکست کھا چکی ہے۔ اب مرزائیت کی تبلیغ اور ترویج کا ذریعہ حکومت کی امداد ہے۔ یعنی حکومت مرزائیوں کو بلند سے بلند عہدے دے کر مسلمانوں پر یہ ثابت کر رہی ہے کہ جو مسلمان اس زمانہ میں ملازمت چاہے وہ مرزائی مذہب اختیار کرے۔ اس سلسلہ میں یہ وحشت ناک خبر سنی گئی ہے کہ عنقریب وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں میاں سر فضل حسین کی جگہ چوہدری ظفر اللہ قادیانی کو ممبر بنایا جائے گا۔

مجھے معاف فرمایا جائے۔ اگر میں یہ کہوں کہ آپ حضرات کے نزدیک کسی مسجد میں ایک مرزائی کا داخل ہونا خطرہ کا باعث ہوتا ہے۔ لیکن کسی مرزائی کا حکومت میں عہدہ حاصل کر لینا اتنا خطرناک نہیں۔ حالانکہ اس زمانہ میں مسجد کے امام کی آواز حکومت کے عہدیدار کے مقابلہ میں کوئی اثر نہیں رکھتی۔ آپ صاحبان یقین رکھئے کہ اگر خدانخواستہ ظفر اللہ مرزائی وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا ممبر بن گیا تو ہزاروں تعلیم یافتہ مسلمان صرف اس کی خوشنودی مزاج کے لئے ہی مرزائی ہو جائیں گے۔ جس کے خوفناک نتائج کا مقابلہ کرنا آپ کے بس کی بات نہ ہوگی۔

اندریں حالات آپ کا فرض ہے کہ آپ پوری قوت کے ساتھ حکومت پر یہ واضح کر دیں کہ تمام مرزائی دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور حکومت کا کسی مرزائی کو مسلمانوں کے نام پر کسی قسم کا عہدہ یا ملازمت دینا اسلامی حقوق کے ساتھ انتہائی بے انصافی اور ظلم ہے۔

آپ حضرات کو صاف طور سے حکومت پر یہ واضح کر دینا چاہئے کہ اگر ظفر اللہ ایگزیکٹو کونسل کا ممبر بنایا گیا تو ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ حکومت در پردہ مرزائی مذہب کو فروغ دے کر مسلمانوں کے عقائد کو فنا کرنا چاہتی ہے۔

سنئے! مرزائیت کیوں زندہ ہے؟ اس لئے نہیں کہ مسلمان انہیں کافر سمجھتے ہیں بلکہ صرف

اس لئے کہ جو جماعتیں مسلمانوں کی نمائندہ جماعتیں ہونے کی دعویدار ہیں۔ان میں مرزائیوں کو نہ صرف ممبر بنایا گیا بلکہ عہدے بھی دیئے گئے۔ چنانچہ مختلف مقامات کی انجمن ہائے اسلامیہ میں ان کو بطور ممبر یہ عہدیدار جگہ دی گئی۔ یہی ظفر اللہ قادیانی ضلع سیالکوٹ کی طرف سے بلا مقابلہ مسلمانوں کے ووٹ پر پنجاب کونسل کا ممبر منتخب ہوتا رہا۔جس کی وجہ سے یہ سمجھا گیا کہ صرف چند صوفیاء اور علماء مرزائیوں کو کافر کہتے ہیں۔ ورنہ اگر مرزائی حقیقتاً کافر ہوتے تو کوئی مسلمان جماعت نہ تو ان کو اپنا ممبر بناتی اور نہ کوئی عہدہ دیتی اور نہ ہی کوئی مرزائی مسلمانوں کے ووٹ پر کونسل میں جاتا۔

ان حالات کے ذکر کے بعد مزید تفصیل کو چھوڑتے ہوئے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب تک آپ حضرات حسب ذیل طریقوں سے مرزائیت کی اعلانیہ مخالفت نہ کریں گے۔اس وقت تک حکومت ان کا ساتھ نہ چھوڑے گی۔

۱...... آپ اعلان کریں کہ کسی سوشل مذہبی سیاسی انجمن میں کسی مرزائی کو نہ تو ممبر بنایا جائے اور نہ کوئی عہدہ دیا جائے۔

۲...... کسی مرزائی کو میونسپل کمیٹی، ڈسٹرکٹ بورڈ، کونسل، اسمبلی میں مسلمانوں کی طرف سے نمائندہ منتخب نہ ہونے دیا جائے اور جو مسلمان جماعت کسی مرزائی کو اپنا ممبر یا عہدہ دار بنائے اس جماعت کا تمام مسلمان بائیکاٹ کردیں اور اس کو ایک پائی کی امداد نہ دیں۔ میں آپ حضرات کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ ان دو طریقوں سے مرزائیت کو شکست دینے کی کوشش کریں گے تو مرزائیت آپ کے سامنے ہی فنا ہو جائے گی۔

۳...... آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ مجلس احرار اسلام ہند نے اپنے ماتحت شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام ہند (جس کا صدر دفتر امرتسر میں ہے) قائم کر دیا ہے۔جس کو سیاسیات ملکی سے کوئی تعلق نہ ہوگا تا کہ ہر خیال کا مسلمان اس میں شریک ہو سکے۔اس شعبہ تبلیغ کے ماتحت قادیان میں مجلس احرار اسلام قائم کرائی گئی ہے۔خاص قادیان میں مسلمانوں کے اس تبلیغی مشن کو قائم ہوئے تقریباً ایک سال گزر چکا ہے۔ چونکہ شعبہ تبلیغ کی سالانہ رپورٹ شائع ہونے والی ہے۔اس لئے میں اختصاراً ان خدمات کا ذکر کرتا ہوں جو اس قلیل عرصہ میں بفضلہ باری تعالیٰ انجام دی گئیں۔

۱...... مبلغین کی اسلامی مسجد میں درس قرآن کریم۔

۲...... مبلغین کلاس جس میں ۱۴ طلباء ٹریننگ حاصل کر رہے ہیں۔

۳...... جامعہ محمدیہ جس میں مسلمانوں کے بچوں کو فی الحال پرائمری تک تعلیم دی جاتی ہے تعداد طلباء ۸۵ ہے۔
۴...... مسجد احرار تیار کی گئی۔
۵...... متعدد مرزائی تائب ہوئے اور بہتوں کو مرزائیت کا شکار ہونے سے بچایا گیا۔
۶...... ملحقہ دیہات میں تبلیغی دورے کئے گئے۔
۷...... جامع مسجد میں اہل سنت والجماعت اب ڈیڑھ ہزار مسلمان نماز جمعہ میں شریک ہونے کے لئے مضافات قادیان سے تشریف لاتے ہیں۔
۸...... مجلس احرار قادیان کے دفتر میں جھنڈا لگایا گیا۔
۹...... اس عرصہ میں تین جلسے ہوچکے ہیں۔ پہلی مرتبہ میں خود قادیان گیا۔ دوسرے جلسہ میں مولانا عبدالغفار صاحب غزنوی اور تیسرے میں مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی۔ ہر جلسہ میں ہزارہا کی تعداد میں مسلمان شریک ہوتے رہے۔
۱۰...... تین علماء خاص قادیان میں مستقل طور پر متعین ہیں۔ شعبہ تبلیغ نے مسلمانوں کے تبلیغی نظام کو منظم کرنے کے لئے متعدد علماء کام کی خدمات حاصل کر لی ہیں تاکہ ہر جگہ کے مسلمانوں کو تبلیغی جلسوں کے لئے کسی دقت کا سامنا نہ ہو بلکہ مسلمانوں کے لئے مبلغین کا ایک مرکز موجود ہو۔ نیز آپ یہ سن کر اور زیادہ خوش ہوں گے کہ عنقریب بتاریخ ۲۱،۲۲،۲۳؍ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو خاص قادیان میں شعبہ تبلیغ کی طرف سے مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ ہونے والا ہے۔ جس میں آپ صاحبان کی شرکت ضروری ہے تاکہ ہم یہ ثابت کر سکیں کہ باوجود اختلاف عقائد ہندوستان کے تمام علماء ومشائخ مرزائیوں کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں اور حکومت یہ سمجھ لے کہ مرزائیوں کی حمایت کرنا تمام مسلمانوں کو چیلنج کرنا ہے۔

مجھے پوری توقع ہے کہ آپ اس تبلیغی نظام کی رکنیت خود قبول فرمائیں گے اور اپنے متعلقین کو ہر قسم کی امداد دینے کی تلقین فرمائیں گے۔ وقت کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ ظفر اللہ قادیانی کے وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں تقرر کے خلاف پبلک جلسے کر کے قرارداد پاس کرائی جائے اور وائسرائے ہند کو شملہ اور وزیر ہند کو لندن کے پتہ پر تار مختصر مضمون کے دیئے جائیں۔

ظفر اللہ قادیانی کے وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں تقرر کی خبر پر مسلمانوں نے انتہائی رنج کا اظہار کیا۔ مفصل کارروائی جلسہ بذریعہ ڈاک ارسال کی جاتی ہے۔ یہ الفاظ تار میں جائیں اور باقی مفصل کارروائی ڈاک میں روانہ کریں۔ مگر یہ خیال کریں کہ لندن کو ہوائی ڈاک میں خط

جانا چاہئے۔ امید ہے کہ آپ حضرات فی الفور خود بھی اس کام کو انجام دیں گے اور اپنے متعلقین کو اس کام کے انجام دینے کی تاکید کریں گے۔ میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس وقت تساہل یا سستی سے کام لیا گیا تو اس کے نتائج ناقابل برداشت ہوں گے۔

اسی سلسلہ میں ایک ضروری کام یہ بھی ہے کہ حسب ذیل مضمون کا ایک مسودہ لکھئے اور مسلمانوں کے دستخط کروا کر وزیر ہند اور وائسرائے کو فوراً ارسال کیجئے۔ مسودہ اردو میں لکھتا ہوں مگر اس کو انگریزی میں کرلیا جائے۔ نیچے دستخط انگریزی اور نشان انگوٹھا جیسے دستخط کنندہ کرے کروائے جائیں۔

چوہدری ظفر اللہ قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید ہے۔ مرزائی مذہب کے نزدیک ہر وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا اقرار نہ کرے۔ اس لئے مرزائی نہ کسی مسلمان کا جنازہ پڑھتے ہیں نہ کسی مسلمان امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ مرزائی خود بھی اپنے آپ کو مسلمانوں میں شامل نہیں سمجھتے۔ تمام دنیا کے علماء ان کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ اس لئے چوہدری ظفر اللہ کو وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا ممبر بنانا مسلمانوں کے حقوق پر صریحاً ظلم ہے۔ ہم دستخط کنندگان گورنمنٹ سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ کسی مرزائی کو مسلمانوں کے نام پر کوئی عہدہ اور ملازمت نہ دے۔

مجھے توقع ہے کہ آپ حضرات میری اس کمزور اور بے ربط آواز پر عمل فرما کر ملت اسلامیہ کی بہت بڑی خدمت سرانجام دیں گے۔

نوٹ: قادیان کے جلسہ میں شرکت فرمانے والے اصحاب فوراً دفتر شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام ہند امرتسر کے پتہ پر اطلاع دیں۔ جملہ خط و کتابت بھی اسی پتہ پر کریں۔

حبیب الرحمٰن لدھیانوی

صدر مجلس احرار اسلام ہند لاہور

۲۹/اگست ۱۹۳۴ء

قادیان میں احرار کانفرنس

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی منشاء کے مطابق قادیان میں عظیم الشان احرار کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں پورے ملک سے احرار رضاکار اور علمائے کرام شامل ہوئے۔ اس کانفرنس نے جھوٹی نبوت کے قصر کی بنیادیں تک ہلا دیں۔ اس تاریخی کانفرنس کی

صدارت کے لئے امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا ظفر علی خاں رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا نام تجویز کیا تھا۔لیکن مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ تھی کہ اس کی صدارت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کریں۔اس بات پر ساتھیوں میں خاصی تکرار رہی۔ بالآخر رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لدھیانہ سے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نام پیغام بھیجا کہ میرا حکم ہے کہ قادیان کانفرنس کی صدارت آپ کریں۔بس! اس حکم پر سر تسلیم خم کر دیا گیا۔تاریخ کا یہی وہ موڑ ہے جہاں مولانا ظفر اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہ مجلس احرار سے علیحدہ ہوئے۔ (بحوالہ مضامین رئیس الاحرار، حیات امیر شریعت ص ۴۱۸)

دشمن کا اعتراف

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں قادیانیت کے خلاف مجلس احرار اسلام ہند کی تحریک کی جہاں اسلامی مورخین نے تعریف کی ہے وہیں دشمن نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ احرار نے قادیانیت کی جڑیں ہلا دیں ہیں۔چنانچہ اس ضمن میں انگلینڈ کی پارلیمنٹ میں ۱۲؍اگست ۱۹۳۵ء کو احراریوں کی سختی کے متعلق پیش کی گئی تاریخی رپورٹ مندرجہ ذیل ہے۔لندن ۱۲؍اگست ۱۹۳۵ء آج دارالعلوم (پارلیمنٹ) میں مسٹر سی ایماٹ (کنزرویٹو) کے سوال کا جواب دیتے ہوئے مسٹر ہٹلر (ڈپٹی پرائم منسٹر) ہند نے کہا کہ گزشتہ موسم سرما سے احراریوں کی معاندانہ سرگرمیوں کی وجہ سے جماعت احمدیہ قادیان میں سخت ہیجان پھیلا ہوا ہے جو بدقسمت سے ابھی تک جاری ہے اور حکومت پنجاب اس پر غور کر رہی ہے۔

نیز اس کے علاوہ برٹش امپائر ورکرز کونسل نے بھی اظہار نفرت کا ریزولیوشن ستمبر ۱۹۳۹ء کو پاس کیا ہے۔جس کا ذکر اخبار الفضل قادیان نے اپنے ۱۴؍ستمبر ۱۹۳۹ء کے شمارے میں کرتے ہوئے تفصیل سے لکھا ہے کہ جماعت احرار کے لوگ جو انتہا پسند ہیں ان کے مظالم کے خلاف جو احمدیہ جماعت قادیان پر کئے جا رہے ہیں۔امپائر ورکرز کونسل احتجاج کرتی ہے اور پارٹی کے ذمہ داران جلد ہی اس ضمن میں ایک نوٹ تیار کر کے پارلیمنٹ میں پیش کرے گی۔

مؤرخین کا اعتراف

خانوادہ علمائے لدھانہ نے یوں تو علمی اور عملی میدان میں ہر دور میں جوہر دکھائے۔ فتاویٰ قادریہ ۱۸۵۷ء سے لے کر احسن الفتاویٰ تک ایسی لاتعداد کتابیں ہیں جو علمائے لدھیانہ کی علمی بصیرت کی روشن دلیل ہے۔میدان جہاد میں بھی لدھیانہ کے علمائے کرام شمشیر بدست نظر

آتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ علمائے لدھیانہ کی خدمات میں سب سے بڑی اور روشن خدمت فتنۂ قادیانیت سے نہ صرف ٹکر لینا ہے بلکہ اس سے پوری امت مسلمہ کو ہوشیار کرنا ہے۔

راقم الحروف یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہے کہ جس دور میں حضرت مولانا محمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کے خلاف اوّل فتوائے تکفیر جاری کیا۔ وہ ایسا دور تھا کہ جب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد پورے ملک پر سکتہ طاری تھا اور انگریزی ظلم وتشدد عروج پر تھا اور کسی میں یہ ہمت نہیں تھی کہ علی الاعلان انگریز کے خود کاشتہ پودے کو اکھاڑ پھینکنے کا جوہر دکھاتا لیکن علمائے حق علمائے لدھیانہ نے اپنے عمل سے یہ واضح کر دیا کہ آوازِ حق کبھی کسی حکومت سے خوفزدہ نہیں ہوتی۔

اس ضمن میں ''حقیقت مذہب قادیانیت اور قادیانی کافر ومرتد کیوں'' کے مصنف جناب محمد قمر خاں صاحب رامپوری ایم۔اے، بی۔ایس سی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اپنی کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

لیکن غدر ۱۸۵۷ء کے ملک گیر ناکام جہادِ عظیم کے بعد انگریزی حکومت کسی نئے غدر کے تصور سے بھی لرزاں تھی۔ لہٰذا بڑے غور وفکر کے بعد سرکار نے ایک منصوبہ دعویٰ نبوت ترتیب دیا اور اس کا منشور ''تحریک حرمت جہاد واطاعت سرکار'' قرار دے کر مرزا غلام احمد قادیانی کے حوالے کر دیا۔ جس نے سرکار کی سرپرستی اور غیر معمولی سیکورٹی میں بڑے شاطرانہ انداز سے تدریجاً دعوے پر دعوے کئے اور ۱۹۰۱ء میں ''اوتار محمدیہ'' بن کر دعویٰ رسالت وخاتم النّبیین کر ڈالا اور اعلان کیا کہ ''اس کی شریعت میں جہاد قطعاً حرام ہے اور اطاعت سرکار سے منحرف کافر وجہنمی ہے۔'' اور اس طرح برطانوی منصوبہ سو فیصدی کامیاب رہا اور انگریز بے خوف وخطر ۱۹۴۷ء تک ملک کو لوٹتے اور دادِ عیش دیتے رہے اور ہر چند کہ علمائے لدھیانہ نے سربکفن ہو کر ۱۸۸۴ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف سب سے پہلے فتوائے تکفیر بھی جاری کر دیا اور مفتی اعظم مکۃ المکرّمہ نے بھی اس فتویٰ کی تصدیق میں ایک فتویٰ جاری فرما دیا تھا۔ لیکن پھر بھی مدتوں علمائے ہندوستان سرکار برطانیہ کے اس ''خود کاشتہ پودے'' کی بیخ کنی سے کتراتے رہے۔

۱۹۳۴ء میں رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے جماعت احرار اسلام کی تمام تر توانائیاں فتنۂ قادیانیت کے خلاف استعمال میں لائی گئیں اور علمائے لدھیانہ کے اس فرزند نے انگریز حکومت پر ایک بار پھر یہ بات واضح کر دی کہ انجام خواہ کچھ ہو آوازِ حق میں لغزش پیدا نہیں ہوسکتی۔ اکابرین دار العلوم دیوبند نے متعدد موقعوں پر احرار اور

بالخصوص رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو داد تحسین دیتے ہوئے یہ بات مجمع عام میں کہی ہے کہ برصغیر میں فتنۂ قادیانیت کو بے نقاب کرنے کا سہرا علمائے لدھیانہ اور پھر مجلس احرار اسلام کے سر ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ آج بھی ملک کے طول وعرض میں قادیانیت کے دانت کھٹے کرنے والے فرزندان اسلام میں علمائے لدھیانہ اور مجلس احرار اسلام مقدمۃ الجیش کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (قافلہ علم وحریت ص۱۴۹تا۱۶۹)

تحریک ختم نبوت، جواہر لال نہرو اور قادیانی

ذیل میں مذکورہ کتاب سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے جس سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد بھی ''انڈیا'' میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ قادیانی فتنہ کے تعاقب سے غافل نہ تھے۔ ملاحظہ ہو:

پاکستان کی تحریک ختم نبوت پر نہرو کو جواب

۱۹۵۳ء میں پاکستان میں برپا ہوئی تحریک تحفظ ختم نبوت، ایک عظیم تحریک جس میں علمائے اسلام نے نومولود اسلامی مملکت کے اندر فتنۂ قادیانیت کا نہ صرف ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ یہ بات واضح کردی کہ اسلامی سلطنت میں قادیانیوں کا عمل دخل برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ پاکستان میں تحریک تحفظ ختم نبوت عروج پر تھی۔ جس کی خبریں لگاتار ہندوستانی اخبارات کی سرخیاں بن رہی تھی اور قادیانیوں نے یہ پروپیگنڈہ شروع کردیا ہے کہ یہ تحریک تنگ نظری پر مبنی ہے اور محض فرقہ واریت پھیلانے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ چونکہ اس وقت پاکستان میں حکومت کے کلیدی عہدوں پر قادیانی کافی تعداد میں قابض تھے۔ اس پروپیگنڈے کا بیرونی دنیا پر اثر ہونا لازمی تھا۔

چنانچہ ہندوستان کے وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے اس ضمن میں ایک بیان جاری کردیا کہ یہ تحریک (تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء) تنگ نظری پر مبنی ہے۔

جواہر لال نہرو کے اس بیان سے ہندوستان کے مسلم حلقوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی اور پھر تاریخ اس بات کی گواہ بنی کہ ایک بار پھر حکومت کے سامنے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہندوستان میں پہلا قدم علمائے لدھیانہ کے فرزند نے اٹھایا۔ رئیس الاحرار نے نہ صرف تحریراً بلکہ علی الاعلان جواہر لال نہرو کے بیان کی تردید فرمائی اور ایک خط جواہر لال نہرو کو لکھا جو کہ حسب ذیل ہے:

محترم گرامی جناب پنڈت جواہر لال نہرو صاحب

تسلیمات! آپ کا وہ بیان میری نظر سے گزرا جس میں آپ نے فرمایا کہ پاکستان میں ختم نبوت کی تحریک تنگ نظری پر مبنی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ کے بیان کا یہ ترجمہ صحیح ہے یا نہیں۔

مجھے تو حیرت اس بات پر ہے کہ آپ نے ایک خاص مذہبی معاملے میں کس طرح اظہار خیال فرمایا۔ یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ کوئی شخص کسی جماعت میں اس وقت تک نہیں رہ سکتا۔ جب تک کہ وہ اس جماعت کے بنیادی عقائد پر یقین نہ رکھتا ہو۔ مثلاً کانگریس میں وہ شخص نہیں رہ سکتا جو اس کی جماعتی ڈسپلن کو نہ مانتا ہو۔ اسی بناء پر بہت سے سچے اور پکے کانگریسی کانگریس سے علیحدہ کر دیئے گئے۔ چونکہ وہ کانگریس کے نظام کے پابند نہیں رہے۔ حالانکہ وہ گاندھی جی کے تمام بنائے ہوئے دستور کو صحیح سمجھتے ہیں۔ مگر صرف ڈسپلن کے نہ ماننے کی وجہ سے وہ کانگریس سے علیحدہ کر دیئے گئے۔ اسی لئے اسلام میں ہر وہ شخص بطور مسلمان کے رہ سکتا ہے جو اس کے بنیادی عقائد پر یقین رکھے۔ اسلام کسی فرقہ یا سوسائٹی کا نام نہیں بلکہ چند عقائد کا نام ہے جو ان کو سچے دل سے قبول کرے اور ان کا اقرار کرے۔

ختم نبوت کا مسئلہ کوئی پاکستان کا ہی مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ تمام عالم اسلام کا بنیادی اور مشترک مسئلہ ہے جو اسلام کے چار بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے جو حسب ذیل ہیں:

۱...... اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کی جاوے۔

۲...... مرنے کے بعد آخرت کا یقین رکھنا۔

۳...... تمام پیغمبروں پر ایمان لانا، خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ پر تشریف لاتے ہوں۔

۴...... حضرت محمد ﷺ کو خدا کا آخری پیغمبر ماننا کہ ان کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔

جو شخص ان عقیدوں میں سے کسی ایک کا بھی منکر ہوگا وہ اسلام سے قطعی طور پر خارج سمجھا جاوے گا اور نہ اسے مسلمانوں کی سوسائٹی میں مسلمان کہلا کر رہنے کا حق ہوگا۔ جو شخص مسلمان ہوتے ہوئے کسی معنی میں بھی اپنے آپ کو پیغمبر یا نبی کہے وہ اسلام کا باغی سمجھا جائے گا اور قانون اسلام میں وہ کافر اور مرتد قرار دیا جاوے گا۔ قادیانیوں کی جماعت ایک ایسی جماعت ہے جو ہمیشہ اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ وہ مسلمانوں کو اس بناء پر غیر مسلم سمجھتی ہے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتے۔ چنانچہ قادیانیوں نے مسٹر جناح اور لیاقت علی کے نماز جنازہ میں اسی بنیاد پر شرکت نہیں کی کہ وہ مسٹر جناح اور لیاقت علی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اور وزارتی

کمیشن کے سامنے بھی قادیانیوں نے اپنا مطالبہ پیش کیا تھا کہ ان کو ہندوستان میں اقلیت کے قائم کرنے کی کوشش کی تھی جس میں وہ کامیاب نہ ہوسکے۔ یہ جماعت (قادیانی) دانستہ اور ارادتاً فرقہ واریت کو پھیلاتی ہے اور پچھلے پانچ برس میں مسلمان عوام سے اسلام کے نام پر قوت حاصل کرتے رہے ہیں اور مزید کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے اس سے اختلاف کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ وہ جو کچھ مانگیں وہ پاکستان کے ایک شہری کی حیثیت سے مانگیں۔ نہ کہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے اسلام کو استعمال کریں۔ میری یہ ہرگز خواہش نہیں ہے کہ آپ تحریک کی حمایت کریں۔ لیکن میری یہ استدعا ضرور ہے کہ آپ یہ کہہ کر ختم نبوت کی تحریک تنگ نظری پر مبنی ہے۔ دنیائے اسلام کے مسلمانوں کو دکھ نہ پہنچاویں۔ (مولانا) حبیب الرحمٰن لدھیانوی

۲۸؍مارچ ۱۹۵۳ء، کوچہ رحمان، بلی ماران، دہلی

اس تاریخ خط کی تمام ملک کے اخبارات میں عام اشاعت بھی ہوئی۔ رئیس الاحرار کے اس فوری اقدام سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ اوّل قادیانی جھوٹا پروپیگنڈہ کر کے حکومت ہند سے بین الاقوامی سطح پر سیاسی مدد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جس کے دروازے بند ہوگئے۔ دوم عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ایک عرصے کے بعد پھر ملک کے مسلمانوں میں بیداری آ گئی۔ سوم حکومت ہند پر یہ بات واضح ہوگئی کہ مسلمان اپنے عقیدہ میں ذرہ برابر دخل اندازی برداشت نہیں کریں گے۔ (قافلہ علم وحریت ص۲۲۵،۲۲۶)

(۱۱۲۹)

حبیب الرحمٰن لودھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش: ۵؍مئی ۱۹۲۱ء ...... وفات: ۲۲؍مارچ ۱۹۹۶ء)

آپ کے والد مولانا عبدالحکیم فاضل دیوبند تھے۔ مولانا حبیب الرحمٰن نے ابتدائی تعلیم مانسہرہ میں حاصل کی۔ پھر جامعہ فتحیہ اچھرہ اور اورینٹل کالج لاہور سے تعلیم حاصل کی۔ پھر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل چلے گئے۔ وہاں جن اساتذہ سے شرف تلمذ طے کیا۔ ان میں مولانا عبدالرحمٰن امروہی ﷺ، علامہ شبیر احمد عثمانی ﷺ، مولانا سید محمد یوسف بنوری ﷺ اور مولانا سید بدر عالم میرٹھی ﷺ شامل تھے۔ فراغت کے بعد گجرات کاٹھیاوار میں خطابت کی۔ جب وطن واپس آئے تو ریاست امب کے نواب کے ظلم وستم کے خلاف تحریک چلائی۔ اس پر آپ کو ریاستی تشدد کا نشانہ

بننا پڑا۔ قیام پاکستان کے بعد ریاستی نظام ختم ہوا تو عوام کو ظلم وستم سے نجات ملی۔ اب آپ ایبٹ آباد منتقل ہوگئے۔ گورنمنٹ سکول میں مدرس مقرر ہوئے اور ساتھ ہی جامع مسجد منڈیاں کے خطیب تعینات ہوئے۔ ۲؍اکتوبر ۱۹۸۸ء کو آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ایبٹ آباد کے امیر منتخب ہوئے۔ ناموس رسالت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے خلاف آپ کی خدمات کبھی فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ آپ کی حق گوئی اور بے باکی کی وجہ سے آپ پر کئی مرتبہ قاتلانہ حملے ہوئے۔ قادیانیوں اور قادیانی نواز حکمرانوں کے لئے آپ شمشیر بے نیام تھے۔ ایبٹ آباد میں عالمی مجلس نے ابتدائی آٹھ سال میں جتنی کامیابیاں حاصل کیں ان میں مولانا حبیب الرحمٰن ﷺ کا کلیدی کردار تھا۔ (اعجاز احمد، ایبٹ آباد)

(۱۱۳۰)

حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (ویسہ)، مولانا

(ولادت: ۱۹۶۵ء ...... وفات: ۱۹؍ستمبر ۱۹۷۴ء)

مولانا حبیب الرحمٰن عرف ناظم صاحب موضع ویسہ علاقہ چھچھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار مولانا سلطان محمود موضع طورو ضلع مردان سے ولیسہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت ہوئی اور مسجد خاناں موضع ولیسہ میں خطیب تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام علاقہ چھچھ کے ناظم رہے اور ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا اور ۹ ماہ تک پابند سلاسل رہے۔ طویل علالت کے بعد رمضان المبارک میں خالق حقیقی سے جاملے۔ آپ کی آخری آرام گاہ ولیسہ علاقہ چھچھ میں موجود ہے۔ آپ نے ''درہ زاہدیہ برفرقہ احمدیہ'' میں تائیدی دستخط کر کے قادیانیت کی تکفیر پر مہر ثبت کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۲۸۸)

(۱۱۳۱)

حبیب الرحمٰن ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۰ء ...... وفات: ۱۹۵۹ء)

مولانا حبیب الرحمٰن ہزاروی ﷺ ۱۹۰۰ء جرید ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد

گرامی مشہور عالم دین مولانا محمد افغان ﷺ تھے۔ ابتدائی تعلیم مقامی علاقہ میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ ۱۳۴۵ھ میں دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ رامپور، حیدرآباد دکن، بھلوال، سرگودھا ان شہروں میں تدریس اور خطابت کی ذمہ داریاں نبھائیں۔ قیام پاکستان کے موقع پر مہاجرین کی آبادکاری میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء لاہور میں آپ نے قادیانیت کے خلاف تقریر کی۔ جس کی پاداش میں ۹ ماہ جیل میں رہے۔ وہاں کی گرمی نے آپ کو شدید متاثر کیا۔ دو سال کی علالت کے بعد اپنے وطن میں آپ کا انتقال ہوا۔ جرید کے قبرستان میں آپ مدفون ہیں۔

(۱۱۳۲)

حبیب اللہ شاہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: فروری ۱۹۱۹ء)

مولانا حبیب اللہ بنوری ﷺ، لنڈی کوتل، پشاور میں حاجی عبدالغفار ﷺ کے گھر پیدا ہوئے۔ تقریباً چھبیس واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ ابتدائی تعلیم مقامی علاقہ میں حاصل کی۔ شیخ بنوری ﷺ کے حکم دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ﷺ، مولانا رسول خان ہزاروی ﷺ، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی ﷺ، قاری محمد طیب ﷺ، مولانا مفتی محمد شفیع ﷺ، مفتی محمد سہول ﷺ، مولانا عبدالحق نافع ﷺ، مولانا اعزاز علی ﷺ وغیرہم سے علوم وفنون اور احادیث کی تکمیل ۱۳۵۷ھ میں کی۔ ۱۳۶۶ھ میں اپنے جدامجد مولانا محمد ابراہیم بنوری ﷺ کے ہاتھوں سلسلہ نقشبندیہ اور قادریہ میں بیعت ہوئے۔

مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال، سوات، جامعہ عباسیہ، بہاول پور میں بطور صدر مدرس، استاذ الملک، مفتی، معلم اعلیٰ، شیخ التفسیر کی تعلیمی خدمات سرانجام دیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف فتویٰ بعنوان حیات مسیح علیہ السلام پر آپ کے بھی دستخط موجود ہیں۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۱۷)

(۱۱۳۳)

حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ (ماموں کانجن)، حافظ

مدرسہ احیاء العلوم و جامع مسجد ماموں کانجن کے بانی مولانا حافظ حسام الدین، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید باصفا تھے۔ حضرت حافظ صاحب بہت ہی اجلی سیرت کے انسان تھے۔ آپ کی شخصیت کا سکہ مانا جاتا تھا۔ لوگ دل و جان سے آپ کا احترام کرتے تھے۔ اولاد کے ہاں باپ کا کیا احترام ہوگا جو حافظ حسام الدین کو اللہ تعالیٰ نے اس علاقہ میں دیا تھا۔

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے گرویدہ تھے۔ ان کا کوئی جلسہ مولانا جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے بغیر نہ ہوتا تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے والہانہ محبت فرماتے تھے۔ فاتح قادیان مولانا محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حافظ صاحب کے ہاں ہفتوں ہفتوں تبلیغی بیان کے لئے قیام فرماتے تھے۔ اس دھرتی پر حافظ حسام الدین کا وجود نیکی و شرافت، امانت و دیانت کی چلتی پھرتی دلیل تھا۔ حق تعالیٰ مغفرت کریں۔ بہت بڑے آدمی تھے۔

(۱۱۳۴)

حسن بن کرامت علی بن رستم علی امروہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شیخ محمد

(پیدائش: ۱۲۴۹ھ ...... وفات: ۱۳۲۳ھ)

محمد حسن، محمد احسن امروہہ میں اس نام کے کئی علماء تھے۔ ان میں ایک حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ کے رہنما تھے۔ ایک اور سکہ بند قادیانی تھے۔ جسے مرزا قادیانی نے اپنا فرشتہ قرار دیا تھا۔ ان میں ایک مولانا محمد حسن امروہی تھے۔ جنہوں نے تفسیر بھی لکھی جو تفسیر شاہی یا معالم الاسرار کے نام پر فارسی میں لکھی۔ ان کی اردو زبان میں ایک تفسیر غایۃ البرہان بھی ہے۔ ملعون قادیان اور اس کے لاہوری پٹھہ محمد علی لاہوری نے اس تفسیر سے بہت ہی خام مال حاصل کر کے اپنے مزعومہ دعاوی کو غذا مہیا کرتے رہے۔ ان کی تفسیر پر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت نقد قائم کیا ہے۔ لیکن ملعون قادیانی کی طوطا چشمی اور کمینہ پن کو دیکھیں کہ ان کی کتاب سے مصالحہ بھی حاصل کیا اور اپنے مخالفین کی فہرست میں شامل کر کے مخالف علماء و مشائخ کی فہرست مندرجہ انجام آتھم ص۷۰ نمبر۲۴ پر ''مولوی

محمد حسن مؤلف تفسیر امروہہ'' درج کر کے ان کو مباہلہ کے لئے بلایا۔ زہے مقدر کہ یہی بات مولانا محمد حسن امروہوی کی نجات کا ذریعہ بن جائے۔ ورنہ مرزا قادیانی تو عملاً اپنی اہمیت جتلانے کے لئے اس دور کے نامی گرامی علماء کو مقابلہ کے لئے بلا کر اپنی کھرک کو تسکین دیا کرتا تھا۔

(۱۱۳۵)

حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید

(ولادت:۱۳۳۴ھ ...... وفات:۱۳۸۱ھ)

مولانا محمد حسن دیوبندی ﷺ سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا اسم گرامی مولانا نبیہ حسن تھا۔ تحصیل علم دارالعلوم دیوبند میں کی۔ ۱۳۵۶ھ میں آپ نے مولانا سید حسین احمد مدنی ﷺ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ بعد از فراغت دارالعلوم میں ہی آپ کا تقرر ہوا۔ فارسی اور عربی کے اسباق آپ پڑھاتے رہے۔ تادم آخر دارالعلوم میں ہی تدریس فرماتے رہے۔ آپ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ﷺ کے حقیقی بھانجے تھے۔ متعدد کتب آپ نے تصنیف فرمائیں۔ آپ کی وفات دارالعلوم دیوبند کے لئے عظیم سانحہ تھی۔ دارالعلوم دیوبند سے مفتی عزیز الرحمٰن ﷺ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا تو اس پر آپ نے بھی تائیدی دستخط فرمائے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۶۵)

(۱۱۳۶)

حسن رئیس رحمۃ اللہ علیہ (لدھیانہ)، مولانا محمد

لدھیانہ کی مردم خیز سرزمین کے ایک نامور سپوت کا نام محمد حسن رئیس لدھیانہ تھا۔ جو ملعون قادیان کے خلاف زندگی بھر اوّل دستہ میں شامل رہے اور مرزا قادیانی کا خواب وخور حرام کئے رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ ملعون قادیان نے جب دعوت قوم نامی کتاب مشمولہ انجام آتھم کے ص۶۹ پر اپنے جن مخالفین علماء ومشائخ کو مباہلہ کے لئے بلایا تو آٹھویں نمبر پر لوگوں میں حسن رئیس لدھیانہ کے الفاظ سے آپ کا نام درج کیا۔ مرزا ملعون قادیان نے ان کو اپنے مخالفین میں شامل کیا جو مرحوم کی نجات کے لئے کافی ہے۔

(۱۱۳۷)

حسن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (رحیم یار خان)، مفتی محمد

(وفات: مئی ۱۹۷۹ء)

مجلس احرار اسلام کے قائد اور بانی حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برادر گرامی مولانا مفتی محمد حسن لدھیانوی جو تقسیم کے بعد رحیم یار خان آ گئے تھے ابتدائی تعلیم لدھیانہ میں حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ مولانا سید انور شاہ کشمیری صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاگرد رشید تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا جذبہ صادق اپنے خاندان لدھیانہ اور اپنے استاذ حضرت کشمیری صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پایا اور عمر بھر اس عہد کو نبھایا۔ جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے امیر مولانا رشید احمد لدھیانوی کے والد گرامی تھے۔

(۱۱۳۸)

حسین احمد ربانی رحمۃ اللہ علیہ، مولوی

مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے۔ ۷/ جولائی ۱۹۶۰ء کے اجلاس شوریٰ میں آپ کی تقرری کی منظوری دی گئی۔

(۱۱۳۹)

حسین احمد صاحب مردانوی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ

(پیدائش: ۱۹۴۴ء ...... وفات: جولائی ۲۰۱۶ء)

حافظ صاحب ختم نبوت کے ایک عظیم مرد مجاہد تھے۔ مردان میں جب قادیانیوں کے خلاف ۱۹۸۶ء میں تحریک چلی تو اس تحریک میں حافظ صاحب دست اوّل کا کردار ادا کرتے رہے۔ مردان میں قادیانی مرزاوڑہ کو نیست و نابود کرنے اور گرانے میں حافظ صاحب کا قائدانہ کردار تھا۔ قادیانیت کو مردان میں ہر جگہ ناکوں چنے چبوائے۔ (اللہ تعالیٰ ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین)

(۱۱۴۰)

حسین رحمۃ اللہ علیہ (کوٹلہ والے، دہلی)، حضرت مولانا محمد

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا محمد حسین صاحب کو بھی انجام آتھم کے ص۷۰ نمبر۳۶ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدامت سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۱۴۱)

حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، سید قاری محمد

(وفات: ۲۳/اپریل ۱۹۹۴ء)

آپ مانسہرہ کے گاؤں داتا میں پیدا ہوئے۔ نجیب الطرنین سادات بخاری میں سے تھے۔ آپ جامعہ اشرفیہ کے فارغ التحصیل تھے۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ تفسیر کیا۔ قاری عبدالمالک صاحب سے قرأت پڑھی۔ آپ نے شیرانوالہ قاسم العلوم میں قرأت پڑھانے کا آغاز کیا۔ پھر تجوید القرآن میں قاری محمد شریف آپ کو لے گئے اور پھر یہیں کے ہی ہو کر رہ گئے۔ حضرت مولانا قاری سید حسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ داتا کے رہنے والے تھے۔ وہاں پر قادیانیت کے اثرات تھے۔ آپ عمر بھر قادیانی گروہ کے خلاف برسرپیکار رہے۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ وچناب نگر بڑے اہتمام سے تشریف لاتے تھے۔ بہت بڑی نسبتوں کے وارث تھے اور خود بھی بہت بڑے انسان تھے۔

(۱۱۴۲)

حسین شاہ مودودی رحمۃ اللہ علیہ (دہلی)، حضرت سید

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت سید حسین شاہ صاحب کو بھی انجام آتھم کے ص۷۱، نمبر۸۰ پر مخاطب کیا

ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۱۴۳)

حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، سید

یہ بھی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ رہے۔۱۳؍جون ۱۹۵۵ء اجلاس مرکزی مجلس شوریٰ جو جناح کالونی فیصل آباد میں منعقد ہوا حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے صدارت فرمائی۔ اس اجلاس میں سید حسین شاہ صاحب کی تقرری کی منظوری دی گئی۔

(۱۱۴۴)

حسین رحمۃ اللہ علیہ (عبدالحکیم)، مولانا حافظ محمد

(وفات:۲؍اگست ۱۹۶۲ء)

آپ علاقہ عبدالحکیم ضلع ملتان میں متحرک شخصیت تھے۔ ہر دینی تحریک میں صف اوّل میں آپ کو دیکھا جاتا۔ ہر بے دین فتنہ کے خلاف برسرپیکار رہے۔قادیانی عقائد وکفریات کو الم نشرح کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔

(۱۱۴۵)

حسین رحمۃ اللہ علیہ (گدی نشین حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ)، حضرت محمد

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔اس میں حضرت محمد حسین صاحب کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۱، نمبر ۶۵ پر مخاطب کیا ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۱۴۶)

حسین معظم آبادی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ محمد

(ولادت:۱۸۹۹ء ...... وفات:۱۹۶۱ء)

خواجہ محمد حسین معظم آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت خواجہ معظم الدین کے ہاں ہوئی۔ رب کریم کی شان بے نیازی کہ ان کی ولادت کے وقت والد کی عمر ستر سال تھی۔ آٹھ سال کی عمر میں آپ کے والد کا انتقال ہوا۔ خواجہ محمد الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں بیعت کی۔ ہمہ وقت ذکر وفکر میں مشغول رہتے۔ نماز تہجد میں قرآن کریم ختم فرماتے۔ مجاہد ختم نبوت مولانا ظہور احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا قلبی تعلق تھا۔ حضرت بگوی رحمۃ اللہ علیہ قادیانیت کے خلاف مناظروں میں حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ضرور دعوت دیتے۔ ردقادیانیت پر لکھے جانے والے فتاویٰ جات پر آپ کے تائیدی دستخط موجود ہیں۔ (فوز المقال فی خلفائے پیر سیال ج۳ ص۴۳۰)

(۱۱۴۷)

حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا مفتی محمد

(ولادت:۲؍مارچ ۱۹۲۳ء)

مولانا محمد حسین نعیمی سنبھل مرادآباد میں پیدا ہوئے۔ جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں آپ نے پڑھنا شروع کیا۔ یہاں سے ۱۹۴۰ء میں فراغت حاصل کی۔ نعیم الدین مرادآبادی کے آپ نامور شاگرد تھے۔ مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری کی خواہش پر فراغت کے بعد آپ حزب الاحناف لاہور میں تدریس کے لئے تشریف لائے۔ اس کے بعد پہلے چوک دالگراں جامعہ نعیمیہ کی بنیاد رکھی۔ یہ ۱۹۵۳ء کی بات ہے۔ پھر ۱۹۵۹ء میں اسے گڑھی شاہو میں منتقل کیا۔ آپ بہت مرنجاں مرنج دھان پان انسان تھے۔ اتحاد امت کے لئے ضرورت پڑنے پر پیش پیش ہوتے۔ جناب ضیاء الحق کی شوریٰ میں بھی رہے۔ نظریاتی کونسل کے رکن بھی منتخب ہوئے۔ تحریک ہائے ختم نبوت میں پیش پیش رہے اور جملہ متعلقین وشاگردوں کے ساتھ نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ نے مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر شیخ عبدالعزیز بن باز کے ایک فتویٰ کی توثیق بھی کی۔ ان الفاظ میں

کی کہ یہ فتویٰ اسی طرح ہی ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ العبد محمد حسین نعیمی لاہور۔
(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۸۲)

(۱۱۴۸)

حضرت الدین رحمۃ اللہ علیہ (مبلغ جنوبی افریقہ)، مولانا محمد

(وفات: ۱۰ر ستمبر ۱۹۴۷ء)

ابوالبیان مولانا محمد حضرت الدین بن مولانا محمد گل رحمۃ اللہ علیہ ایک علمی و مذہبی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کی ولادت موضع دریا شریف ضلع اٹک میں ہوئی۔ ابدائی تعلیم علاقہ چھچھ میں اور اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کے لئے ہندوستان کا سفر کیا۔ سند فراغت کے بعد مدرسہ قوۃ الاسلام گلہ ضلع سوات میں صدر مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے۔ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے محبت والفت رکھتے اور اکثر مختلف علمی موضوعات پر تبادلہ خیالات کے لئے ڈابھیل تشریف لے جاتے۔ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت کی بناء پر اپنے ایک بیٹے کا نام بھی انور رکھا۔ اپنے مخلص دوست قاضی احمد صادق و دیگر احباب کے پرزور تقاضے پر جنوبی افریقہ تبلیغ و تدریس کے لئے تشریف لے گئے اور ڈربن شہر میں مقیم ہوئے۔ حقانیت اسلام کے موضوع پر ہنود و نصاریٰ سے بیسیوں کامیاب مناظرے کئے اور مسلمانوں کو دین اسلام پر قائم رکھا۔ کئی غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد پر تصدیقی دستخط فرما کر حضور خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت ومحبت کا ثبوت پیش کیا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۲۸۷)

ڈربن شہر میں ہی رحلت فرمائی اور وہیں سمندر کے قریب آخری آرام گاہ ہے۔

(۱۱۴۹)

حفیظ الدین رحمۃ اللہ علیہ (دوجانہ ضلع رہتک)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا حفیظ الدین کو بھی انجام آتھم کے ص۷۱، نمبر۵۶ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۱۵۰)

حفیظ اللہ رحمۃ اللہ علیہ (بھکر)، مولانا مفتی

(وفات: ۲/ فروری ۲۰۱۷ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھکر کے امیر مولانا مفتی حفیظ اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ محمد سرفراز رحمۃ اللہ علیہ کے گھر آنکھ کھولی۔ دارالعلوم کبیر والا کے فاضل اور پیر مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی کے خلیفہ مجاز تھے۔ بھکر شہر کی جامعہ مسجد امیر حمزہ میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ مسجد سے متصل مدرسہ عربیہ عزیز العلوم بھی قائم کر رکھا تھا۔ خوب محنتی اور ورکر انسان تھے۔ بھکر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر منتخب ہوئے۔ مولانا مرحوم نے اپنے مرشد سے عرض کی کہ ختم نبوت کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی ہے۔ اس کے متعلق کوئی حکم ارشاد فرمائیں۔ اس پر پیر صاحب نے فرمایا کہ ختم نبوت کے محاذ پر ایک کارکن بن کر خدمت کرو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کا خوب کام کرو۔ چاہے اس کے لئے آپ کو گھٹنوں کے بل ہی چل کر کیوں نہ جانا پڑے۔ مولانا مرحوم نے اپنے ضلع میں ختم نبوت کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مرحوم نے پسماندگان میں دو بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑی ہیں۔

(۱۱۵۱)

حفیظ اللہ سلفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۲۷/ رمضان ۱۳۲۴ھ، دہلی)

مولانا حفیظ اللہ بن گاما خان دہلی میں پیدا ہوئے۔ مولانا سید اسماعیل شہید بن شاہ عبدالغنی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے برکت کی دعا دی۔ علماء، صالحین میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کے والد شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور خود مولانا عبدالخالق دہلوی اور مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی سے دینی تعلیم میں تکمیل کا اعزاز حاصل کیا۔ مولانا نذیر حسین دہلوی کے پاس بھی رہے۔ بڑے عالم اور خطیب تھے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی کے استفتاء جس کا جواب مولانا سید نذیر حسین دہلوی نے فرمایا اس پر بہت سے پہلے تائیدی دستخط مولانا حفیظ اللہ دہلوی کے ہیں۔ آپ

نے لکھا: ”جواب صحیح ہے۔ حسبنا اللہ بس۔ حفیظ اللہ۔“ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۱۶۳)

(۱۱۵۲)

حفیظ رحمۃ اللہ علیہ (قادیان)، محمد

قادیان میں فقیروں کے ایک لڑکے محمد حفیظ نے ۱۹۳۵ء میں مرزا محمود قادیانی گرو کے بھائی کو جوتیوں اور ہاکیوں سے پیٹ ڈالا۔ (کاروان احرار ج۳ ص۱۲۵)

(۱۱۵۳)

حمید اللہ جان رحمۃ اللہ علیہ (لکی مروت)، مولانا مفتی

(وفات: ۲۹/اکتوبر ۲۰۱۶ء)

مولانا مفتی حمید اللہ جان نادر خیل ضلع لکی مروت کے مولانا نیاز محمد صاحب کے صاحبزادے تھے جو مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور شاگرد تھے۔ مولانا حمید اللہ جان نے ابتدائی عصری و دینی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ دارالعلوم اسلامیہ لکی مروت میں بھی پڑھتے رہے۔ دورۂ حدیث شریف آپ نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں پڑھا۔ آپ شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے نامور لائق شاگردوں میں شمار ہوتے تھے۔ لکی مروت، جامعہ اشرفیہ لاہور اور دارالعلوم حنفیہ چکوال میں آپ تدریسی اور افتاء کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں اپنے استاذ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں اپنے علاقہ میں بھرپور خدمات سرانجام دیں۔ متعدد دینی کتب کے آپ مصنف تھے۔ آپ شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ تصوف کے شناور تھے۔ متعدد اکابر سے آپ کو خلافت حاصل تھی۔ آپ نے رائے ونڈ روڈ پر لاہور میں جامعۃ الحمید قائم کیا۔ آپ متعدد بار ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں تشریف لاکر خطاب فرماتے تھے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۱۱۵۴)

حنیف رضا لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب

فیصل آباد میں ادارہ پیغام حج کے بانی الحاج خلیل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی جناب حنیف رضا تھے۔ خوب پڑھے لکھے اور ذہین شخص تھے۔ جسم کی پرداخت میں خوب ڈیل ڈول تھا۔ عمر بھر ویسپا پر شہر کا سفر کرتے۔ خوب ہنس مکھ انسان تھے۔ بات سے بات بنانا ان پر ختم تھا۔ جس پر چوٹ کرتے وہ کہیں نظر نہ آتا۔ نقد کرنے میں خوب کھلے دل سے کام لیتے۔ شاعر تھے۔ ادیب تھے۔ شاعری میں حبیب جالب کے طرز کی پیروی کرتے اور ادب میں ان کے آئیڈیل آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں انہوں نے فیصل آباد میں تحریک کے رہنماؤں کے شانہ بشانہ کام کیا۔ چنیوٹ کی سالانہ ختم نبوت کانفرنسوں پر قادیانی گرو کے خلاف تازہ کلام پیش کرتے تو سماں باندھ دیتے۔ ایک زمانہ میں وہ علمی، ادبی مجلسوں کی جان وشان ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے سمندری روڈ پر گلاس فیکٹری لگائی۔ آتے جاتے مولانا یوسف مظفر گڑھی سے ملنے جاتے تو مجلس لگتی اور پھر یہ مجلس دوستی میں بدل گئی۔ جناب حنیف رضا نے ان کی ذاتی طور پر مالی خدمت بھی کی۔ لیکن یہ صاحب ایسے محسن کش نکلے کہ ان کے خلاف اہانت آمیز مضمون لکھ مارا۔ ہوا یہ کہ حنیف رضا صاحب کے والد گرامی کا ڈاکٹروں کے غلط علاج کے باعث انتقال ہوگیا تو مغموم حالت میں انہوں نے ہسپتال اور قصوروار ڈاکٹروں کے خلاف کالم لکھ دیا۔ مولانا یوسف مظفر گڑھی نے ڈاکٹروں کی خوشنودی کے لئے جناب حنیف رضا کے کالم کے خلاف کالم رگڑ دیا۔ بس پھر اللہ دے اور بندہ لے۔ جناب حنیف رضا نے یوسف مظفر گڑھی کے خلاف چار قسطوں میں مضمون لکھا جو اردو ادب کی صنف تنقید کا شاہکار تھا۔ یوسف صاحب کی گگّی ،زبان، بولتی تک بند ہوگئی۔ اس مضمون کا ایک جملہ کہ مجاہد صاحب چوب مسجد نہ فروختنی نہ سوختنی کا مصداق ہیں۔ جناب حنیف رضا کا کلام مل جائے تو شائع ہونا چاہئے کہ عقیدۂ ختم نبوت کے حوالہ سے وہ بہت قیمتی سرمایہ ہے۔ ان کے صاحبزادہ جناب خالد عمران صاحب روزنامہ اسلام کراچی کے ایڈیٹر گروپ میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ علماء کرام سے جناب حنیف رضا کی محبت کے باعث ان کے خاندان پر اللہ تعالیٰ نے کرم کا معاملہ کیا کہ اب ان کے پوتے پوتیاں کراچی میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ جو حضرت حنیف رضا کے لئے یقیناً توشۂ آخرت ہیں۔ کیا خوب گرانمایہ انسان تھے۔

(۱۱۵۵)

حیات رحمۃ اللہ علیہ (تربت، بلوچستان)، مولانا محمد

(وفات: اکتوبر ۱۹۷۷ء)

تربت بلوچستان کے نامور مجاہد عالم دین، عظیم قومی رہنما، حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کے ترجمان، محقق عالم دین ومدرس پوری زندگی اپنے علاقہ میں ذکریوں کے مقابل رہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے مبلغ ومناد تھے۔

(۱۱۵۶)

حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ (جلال پور کنکیاں والے)، حضرت سید

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت سید حیدر شاہ کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۱، نمبر ۲۷ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کوالم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۱۵۷)

حیدر شاہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

(وفات: محرم ۱۲۵۶ھ)

مولانا حیدر شاہ جناب مبین کے فرزند تھے اور اپنے والد ہی کے علمی وارث بھی تھے۔ تعلیم آپ نے لکھنو میں ہی حاصل کی۔ نواب سعادت علی خان لکھنوی کے منظور نظر تھے۔ تاہم نواب کے انتقال کے بعد وزیر نے دینی معاملات میں بے جا دخل اندازی کر کے مرحوم کو ذہنی اذیت سے دوچار کر دیا۔ آپ وزراء کے دلدل سے نکل کر ارض مقدس مکہ معظّمہ چل دیئے۔ قرآن مجید حفظ کیا اور مسجد حرام میں تراویح میں سنایا۔ حضرت نے وظائف حیدریہ اور منطق کا ایک رسالہ لکھا۔ آپ کا وصال حیدرآباد میں ہوا۔ مولانا حیدر شاہ فقیہہ دوم دارالعلوم ندوۃ العلماء کی خدمت

میں جب فتویٰ تکفیر قادیان کے عنوان سے استفتاء آیا تو آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ: ’’معتقدان اعتقادات کا مسلمان نہیں ہے۔لہٰذا کسی مسلمان کا نکاح ان سے جائز نہیں اور اگر نکاح کیا گیا ہو وہ عدم محض سمجھا جائے گا اور تفریق واجب ہوگی۔‘‘

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۷۲)

(خ)

(۱۱۵۸)

خادم حسین رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، جناب قاری

(پیدائش:۱۹۷۱ء ...... وفات:۴؍جون ۲۰۱۶ء)

جلالپور سے اوچ شریف مین روڈ پر جائیں تو راستہ میں بہادر پور کے لئے مشرق کی جانب سڑک جدا ہوتی ہے۔اس سڑک پر جائیں تو چند کلومیٹر کے بعد شمال مشرق کو ایک پکی سڑک نکلتی ہے جو بل کھاتی ہوئی محمد علی والا کی بستی میں جا پہنچتی ہے۔اس بستی میں قاری خادم حسین رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے تھے۔آپ لانگ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔اس برادری کا آبائی پیشہ زمیندارہ ہے۔قاری خادم حسین رحمۃ اللہ علیہ نے سکول کی چند جماعتیں اور ناظرہ قرآن مجید اسی بستی میں پڑھا۔پھر حفظ کے لئے جامعہ خیرالمدارس ملتان میں داخل ہوئے۔استاذ القراء حضرت قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ سے بھی چند اسباق پڑھے۔حفظ حضرت حافظ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کیا۔گردان بھی ان کے ہاں مکمل کی۔حضرت حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے حج کے سفر کے باعث دوتین ماہ ان کی کلاس کے نگران بھی رہے۔یہاں سے فراغت کے بعد حضرت مولانا ظفر احمد قاسم کے جامعہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ٹھینگی کالونی وہاڑی میں دوسال حفظ کی کلاس پڑھاتے رہے۔پھر ملتان ایک سال لطیف آباد میں پڑھایا۔

اس کے بعد پندرہ سال عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر میں حفظ کی کلاس کے استاذ اور امامت کے فرائض سرانجام دیئے۔کچھ عرصہ قبل بنات کے لئے اپنا ادارہ قائم کیا اور خود حضوری باغ روڈ کی ایک مسجد کی امامت اور حفظ کی کلاس پڑھانا شروع کی۔قاری خادم حسین رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے پانچ صاحبزادے اور ایک بیٹی دی۔تمام اولاد کو حفظ وناظرہ اور دینی تعلیم سے بہرہ ور کیا۔قاری خادم حسین رحمۃ اللہ علیہ انتہائی ہنس مکھ اور صاحب اخلاق تھے۔دوستی قائم کرنا

اور اسے نبھانا جانتے تھے۔ معاملہ فہم تھے۔ اتنے شریف الطبع تھے کہ زندگی بھر کسی سے تو تکرار کی نوبت ہی نہ آنے دی۔

حضوری باغ روڈ محمدی محلّہ کی نوجوان نسل نے حفظ وناظرہ آپ سے پڑھا۔ اس حلقہ میں آپ کو نمایاں احترام کا مقام حاصل تھا۔ اللہ رب العزت نے اپنے گھر کی دوبار زیارت اور حرم نبوی ﷺ کے دیدار کی سعادت سے بھی بہرہ ور کیا۔ زندگی بھر قرآن مجید کی تعلیم کو عام کرنے کے لئے کوشاں رہے۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے شوگر کے مریض تھے۔ پھر دل کی تکلیف نے گھیر لیا۔ وفات کے دن صبح کی نماز پڑھائی۔ اس سے فارغ ہوکر کلاس میں آکر تشریف فرما ہوئے۔ سینے میں درد محسوس ہوا تو بڑے بیٹے کو کندھا اور بازو دبانے پر لگا دیا۔ بیٹھے بیٹھے طبیعت نڈھال ہوئی تو لیٹ گئے۔ بچوں نے اٹھایا کارڈیالوجی لے گئے۔ ڈاکٹروں نے چیک کیا تو موت کی تصدیق کر دی۔ الٹے پاؤں واپس گھر لایا گیا۔ اتنی دیر میں دو جہانوں کا سفر طے کر لیا۔ آپ کے جسد خاکی کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان لایا گیا۔ یہاں غسل وتکفین کا عمل مکمل ہوا۔ دن گیارہ بجے جنازہ کا اعلان ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دفتر کا چھت والا حصہ صحن اور پلاٹ مکمل طور پر انسانوں سے اٹ گیا۔ آپ کے شاگردوں کو آنسو بہاتے، دعائیں کرتے دیکھا گیا۔ دینی تعلق ورشتہ بھی کیا مقدس رشتہ ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم عمومی مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ نے جنازہ کی امامت کرائی۔ جنازہ کے بعد آپ کے جسد خاکی کو ایمبولینس کے ذریعہ آبائی گاؤں لے جایا گیا۔ جہاں عصر کے بعد جنازہ ہوا۔ علی پور، جلالپور، بہاولپور، حاصل پور، نامعلوم کہاں کہاں سے خلق خدا نے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ یہاں بھی بہت بڑا جنازہ ہوا اور مغرب سے قبل آبائی قبرستان میں آسودۂ خاک ہوئے۔

دوسرے دن آپ کے ایک عزیز شاگرد نے خواب دیکھا کہ ایک جہاز کے قریب قاری خادم حسین رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حسان احمد اور قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے برادر بزرگ مولانا محمد اسحاق ساقی کھڑے ہیں۔ جہاز اڑان بھرنا چاہتا ہے۔ خواب دیکھنے والے نے خواب میں دوسرے ساتھی سے پوچھا کہ حسان اور ساقی صاحب جہاز کے قریب کیوں کھڑے ہیں؟ ساتھی نے کہا: تمہیں نہیں معلوم کہ قاری خادم حسین رحمۃ اللہ علیہ مدینہ طیبہ جارہے ہیں۔ اللہ رب العزت مبارک فرمائیں۔ واقعی وہ آقا مدنی ﷺ کے عاشق صادق اور غلام بے دام تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔ مولانا محمد اسحٰق ساقی اور قاری خادم حسین رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ پسماندگان

تعزیت کے مستحق ہیں اور جبکہ بجائے خود مجلس تحفظ ختم نبوت بھی تعزیت کی مستحق ہے کہ ایک اچھے وفادار مخلص ساتھی چل دیئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو بقعۂ نور فرمائیں۔ آمین!

(۱۱۵۹)

خان زمان خان رحمۃ اللہ علیہ

(پیدائش:۱۹۰۳ء ...... وفات:۱۳؍اگست۱۹۷۹ء)

خان زمان خان نے ۱۹۰۳ء میں میانوالی کے ایک قصبے وتہ خیل میں حاجی محمد گل خان کے گھر میں آنکھ کھولی۔ مڈل تک سکول کی تعلیم حاصل کی۔ گھر کے دینی ماحول نے آپ پر گہرے اثرات مرتسم کئے۔ آپ بچپن ہی سے نماز کے پابند اور معاملات کے کھرے تھے۔ خان زمان خان کی سیاسی زندگی کا آغاز اس وقت ہوا جب غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کو پھانسی کے لئے میانوالی لایا گیا۔ آپ نے غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کو پھانسی دینے کے فیصلہ کے خلاف میانوالی میں ایک دھواں دھار تقریر کر ڈالی اور ایک احتجاجی جلوس لے کر ڈپٹی کمشنر کے دفتر پہنچ گئے۔ ڈی سی آفس پر سے برطانوی پرچم کو اتار کر زمین پر پھینک دیا اور اس کے نتیجے میں ایک سال کے لئے قید کر دیئے گئے۔ جیل میں آپ نے قرآن مجید حفظ کرنے کے ساتھ چہرے کو سنت نبوی سے مزین کر لیا۔ رہائی کے بعد قومی تحریکوں میں حصہ لیتے رہے اور مولانا گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دست راست کی حیثیت سے ہندو بنیوں کے معاشی استبداد کے خاتمے، علاقائی جاگیرداروں کے مظالم کے سدباب اور آزادئ وطن کی تمام تحریکوں میں ان کے ممدومعاون رہے۔

خان زمان خان مرحوم کو ضلع میانوالی کے احرار رہنماؤں میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ مجلس احرار کی تحریک مسجد شہید گنج میں شامل ہوئے اور لاہور میں قید بھی رہے۔ ۱۹۳۹ء میں مولانا گل شیر کے کہنے پر مجلس احرار میں باقاعدہ شمولیت کا اعلان کیا۔ تحریک فوجی بھرتی بائیکاٹ کو فروغ دیا اور ۱۱؍نومبر ۱۹۳۹ء کو ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے تحت گرفتار کر لئے گئے۔ اڑھائی سال سزا پائی اور فیروز پور جیل بھیج دیئے گئے۔ فیروز پور سے ساہیوال (منٹگمری) جیل منتقل کئے گئے۔ جہاں مولانا گل شیر رحمۃ اللہ علیہ اور شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ بھی قید تھے۔ انہوں نے قید کا یہ زمانہ بڑی پامردی سے پورا کیا۔ جس کا تذکرہ شورش نے اپنی کتاب ’’پس دیوار زنداں‘‘ میں بھی کیا ہے۔

۲۹؍جون ۱۹۵۲ء کو تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں گرفتاری عمل میں لائی گئی۔ ۱۹۵۳ء کی

تحریک ختم نبوت میں بنیادی کردار ادا کیا اور دیگر رہنماؤں کے ساتھ مل کر رضا کاروں کے قافلے لاہور بھجواتے رہے۔ مولانا محمد رمضان (میانوالی) کے ہمراہ تلہ گنگ کا دورہ کیا۔ جہاں کی تقاریر کی بناء پر ۳۱؍مارچ ۱۹۵۳ء کو ان کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوگئے۔ میانوالی پولیس نے بھی زیر دفعہ ۲۱ سیفٹی ایکٹ مقدمہ قائم کر رکھا تھا۔ لہٰذا آپ کو تلہ گنگ کے دورہ سے واپسی پر گھر سے گرفتار کر لیا گیا اور مولانا محمد رمضان کے ہمراہ اٹک جیل بھیج دیا گیا۔ ۵؍مئی کو انہیں سنٹرل جیل لاہور روانہ کیا گیا۔ جولائی میں ضمانت پر رہا ہوئے اور ۱۸؍نومبر ۱۹۵۳ء کو باعزت بری کر دیئے گئے۔ (ڈاکٹر عمر فاروق، تلہ گنگ)

(۱۱۶۰)

خان زمان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: ۱۸۸۳ء …… وفات: ۱۹۶۰ء)

آپ منڈھار تحصیل مانسہرہ میں پیدا ہوائے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں سے حاصل کر کے نکلے۔ پھر کیمبل پور (اٹک)، راولپنڈی، ہری پور سے تعلیم حاصل کرتے ہوئے اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند داخل ہوئے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث شریف پڑھ کر سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد کانپور کا رخ کیا اور وہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔ جامع العلوم کانپور میں ہی مدرس مقرر ہوئے اور وہیں رہ کر صدر مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے۔ کانپور کے مشہور طبیب اور سیاسی رہنما ڈاکٹر عبدالصمد صدر مسلم لیگ کانپور کی بہن آپ کے نکاح میں آئی۔ جامع العلوم کانپور میں تدریس کے دوران آپ نے ردقادیانیت پر فتویٰ ’’قہر یزدانی برجان دجال قادیانی‘‘ میں تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۲۰)

(۱۱۶۱)

خان محمد رحمۃ اللہ علیہ (خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ)، حضرت مولانا

(وفات: ۲۳؍مئی ۲۰۰۱ء)

آپ ضلع شیخوپورہ کے شہر ڈوگراں کے بزرگ ہیں۔ آپ حضرت خواجہ خان محمد

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم نام، ہم وطن اور ہم مکتب ہیں کہ دونوں کا نام خان محمد، دونوں کا آبائی وطن میانوالی اور دونوں ایک ہی مکتب یعنی دارالعلوم دیوبند کے چشمہ صافی سے سیراب ہونے والے ہیں۔ حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ آپ کی دارالعلوم دیوبند سے فراغت حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پہلے کی ہے اور حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ جیسا کہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے کچھ ابتدائی کتابیں پڑھی ہیں۔ غالباً ۱۹۹۸ء میں ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے خانقاہ ڈوگراں سے چناب نگر قافلہ روانہ ہونے لگا تو خود تو ضعف وعلالت کی وجہ سے شرکت نہ کر سکے البتہ فرمایا کہ ”(خواجہ) خان محمد کو کانفرنس کے بعد ادھر ہی بلا لو۔“ اتنی عظیم شخصیت کا نام القابات وخطابات کے بغیر اتنی سادگی اور بے تکلفی سے سن کر دھچکا سا لگا۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ استاذی اور شاگردی کا تعلق ہے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے اپنے آبائی علاقے میانوالی کو خیرباد کہہ دیا اور خانقاہ ڈوگراں میں ڈیرے ڈال دیئے۔ یہاں آ کر جامع مسجد توحیدیہ المعروف ایک مینار والی اور اس سے ملحقہ مدرسہ جامعہ قاسمیہ کی بنیاد رکھی۔ اس مسجد کے منبر ومحراب سے آج بھی ماضی کی طرح حق کی آواز بلند ہو رہی ہے اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب مدرسہ سے تشنگان علم وحکمت سیر ہو رہے ہیں۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں جب پورے ملک میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی صدائے بازگشت عام تھی تو خانقاہ ڈوگراں اور اس کے قرب وجوار میں بھی فدایان عظمت رسالت، عشق مصطفیٰ میں سر دھڑ کی بازی لگانے کے لئے بے مآبانہ اور مضطرانہ حالت میں پھر رہے تھے۔ ان عشاق پیغمبر کی قیادت وسیادت کا سہرا مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ اور میاں محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ خادم خاص حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے سر تھا۔ آپ چھ ماہ پابند سلاسل رہے اور اسیران ختم نبوت کی فہرست میں اپنا نام لکھوایا۔ اس کے بعد تادم زیست قادیانیوں کا تعاقب جاری رکھا۔ ۱۹۹۸ء میں اصغر حسین قادیانی خانقاہ ڈوگراں کا ایس.ڈی.او مقرر ہوا۔

اس نے اپنے عہدے کا استعمال کرتے ہوئے مسلمان طبقہ اور بالخصوص مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کو پریشان کرنا شروع کیا۔ معاملہ کی سنگینی کو سامنے رکھتے ہوئے مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کا ایک اجلاس طلب کیا اور طے کیا کہ ایس.ڈی.او کی برطرف کرانے کے لئے احتجاجی پروگرام کا انعقاد کر کے انتظامیہ کو احتجاج ریکارڈ کرایا جائے۔ چنانچہ احتجاج ہوا۔ احتجاج میں شاہین ختم

نبوت مولانا اللہ وسایا صاحب کو بھی مدعو کیا گیا۔ پروگرام میں ایس.ڈی.او کی برطرفی تک احتجاج جاری رکھنے کا وعدہ کیا۔ بحمداللہ! چند ہی دنوں میں ایس.ڈی.او کو معطل کر دیا گیا۔

(حافظ محمد ابوبکر شیخوپوری، مدرس جامعہ امدادیہ چنیوٹ)

(۱۱۶۲)

خان محمد کمتر مرحوم، جناب میاں

(وفات: جون ۱۹۸۰ء)

پپلاں ضلع میانوالی کے رہائشی میاں خان محمد کمتر نامور نعت گو شاعر اسلام تھے۔ عمر بھر عظمت صحابہ واہل بیت توحید وختم نبوت کے ترانے گاتے اور نظمیں لکھتے رہے۔ وہ ایک عظیم شاعر تھے۔ ایسے قادر الکلام تھے کہ ان کا کلام الہامی معلوم ہوتا ہے۔ ایسے مخلص اور نامور محبوب شاعر تھے کہ ان کے عہد میں کوئی جلسہ ان کے بغیر نہ ہوتا تھا۔ وہ علماء کرام کے قدردان تھے اور علماء کرام بھی ان کو احترام کا مقام دیا کرتے تھے۔ تنظیم اہل سنت کا پلیٹ فارم ان کی جولانیوں کا مرہون منت ہے۔

(۱۱۶۳)

خدابخش حضروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: ۱۸۸۱ء ...... وفات: ۶؍جنوری ۱۹۷۷ء)

مولانا خدابخش رحمۃ اللہ علیہ حضرو ضلع اٹک میں مولانا فضل الٰہی حضروی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قاضی پور نزد تربیلہ کے مولانا سید حبیب شاہ اور پھر کوٹ نجیب کے مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے مظاہر العلوم سہارنپور تشریف لے گئے اور وہاں کے اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ فراغت کے بعد تین برس بلاس پور صوبہ سی. پی ہندوستان میں مقیم رہے اور پھر اپنے وطن مالوف میں بقیہ زندگی بسر کی۔ تحریک خلافت اور ترک موالات میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ فتنہ قادیانیت کی تکفیر کے لئے ''درہ زاہدیہ برفرقہ احمدیہ'' نامی فتویٰ میں تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۲۸۷)

آپ کی آخری آرام گاہ حضرو میں موجود ہے۔آپ نے تین صاجزادے اور ایک صاجزادی ورثاء میں چھوڑی۔

(۱۱۶۴)

خدابخش رحمۃ اللہ علیہ، مولوی

مولوی خدا بخش مظفر گڑھ پنجاب کے باسی تھے۔آپ نے مدرسہ امینیہ دہلی سے سند الفراغ حاصل کی اور وہیں مدرس مقرر ہوگئے۔منقولات ومعقولات میں خاصی دسترس حاصل تھی۔ فنون یعنی منطق فلسفہ کی کتابوں پر عبور حاصل تھا۔۲۲ر سال تک مدرسہ امینیہ دہلی میں اعلیٰ درجات کی کتب پڑھائیں۔دہلی والوں سے آپ کے تعلقات بہت وسیع ہوگئے تھے۔اسی لئے لوگوں میں آپ بھی دہلوی مشہور ہونے لگے تھے۔تقسیم کے بعد مدرسہ امینیہ کو خیرباد کہہ کر وطن واپس آ گئے۔آپ بہت بڑے مناظر بھی تھے۔دہلی میں عیسائیوں، آریوں اور قادیانیوں سے آپ کے بڑے معرکۃ الآراء مناظرے ہوتے رہے۔قادیانی مناظر عمرالدین سے اکثر مناظرہ کیا کرتے۔ آخر عمر میں آپ نے قادیانیت کی بیخ کنی کے لئے اپنی زندگی وقف کردی تھی۔

(۱۱۶۵)

خدابخش ملتانی ثم خیرپوری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ مولانا

(وفات: محرم۱۲۵۲ھ)

مولانا خدابخش چشتی رحمۃ اللہ علیہ شیخ وقت تھے۔ملتان میں پیدا ہوئے۔اسی شہر میں تعلیم حاصل کر کے چالیس سال تک تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ جمال محمد بن سیف ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے فن طریقت میں عبور حاصل کیا۔آخری زندگی میں خیرپور ٹامیوالی منتقل ہوگئے اور یہیں آپ کا وصال ہوا۔آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف مندرجہ ذیل فتویٰ جاری کیا کہ:’’بلا ارتیاب یہ تمام اعتقادات صریح کفروالحاد ہیں۔قائل ومعتقدان کا خود بھی کافر ہے اور جو شخص اس کو باوجود ان اعتقادات کے مسلم یا مجدد یا نبی یا رسول مانے وہ بھی کافر اور مرتد ہے اور بحکم آیت:’’لاھن حل لھم ولاھم یحلون لھن ‘‘مناکحت مسلمہ بمرزائی وبالعکس نہ ابتداء صحیح ہے نہ بقاء، یعنی رشتہ مناکحت ہوسکتا ہے اور نہ قائم رہ سکتا۔اسی طرح حقوق ارث سے بھی فرمان ہوجاتا ہے۔‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۷۵)

(۱۱۶۶)

خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، مولانا

(وفات: ۲رفروری ۲۰۱۷ء)

مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ اصلاً میلسی کے علاقہ کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۳۸ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ دارالعلوم کبیر والا میں امام الصرف والنحو حضرت مولانا منظور الحق رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کسب فیض کیا۔ پھر جامعہ خیر المدارس ملتان میں داخل ہوئے۔ دورۂ حدیث شریف یہاں سے کیا۔ آپ کا شمار جامعہ خیر المدارس کے ممتاز فضلاء میں ہوتا تھا۔ آپ جامع الخیر حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے منظور نظر شاگرد تھے۔ فراغت کے بعد استاذ محترم نے مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کو احیاء العلوم ماموں کانجن میں تدریس کے لئے بھیج دیا۔ آپ نے اشاعت العلوم چشتیاں، پنڈی گھیپ میں بھی تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ جامعہ قاسم العلوم میں آٹھ سال آپ نے پڑھایا۔ پھر مادر علمی خیر المدارس ملتان میں مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ نے پچیس سال پڑھایا۔ آپ جامعہ خیر المدارس میں فارسی سے لے کر دورۂ مشکوٰۃ شریف تک مسلسل کتابیں پڑھاتے رہے۔ آپ کو یہاں شیخ الادب کا منصب بھی تفویض کیا گیا۔ تغلق روڈ پر مسجد کھنڈاں والی میں آپ نے امامت وخطابت کے سالہا سال فرائض سرانجام دیئے۔

مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ مادہ تاریخ نکالنے میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ نے قمری اعتبار سے اسّی سال عمر پائی ہے۔ مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ فارسی زبان کے نامور اور ماہر استاد تسلیم کئے جاتے تھے۔ آپ نے طلباء کے پڑھانے کے لئے فارسی کا رہبر ابواب الصرف جدید بھی تیار کیا۔ جس سے اساتذہ وطلباء سب نے برابر فائدہ حاصل کیا۔ مولانا فارسی نظم میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ خود بھی فارسی اور اردو زبان میں بہت اچھی نظمیں کہہ لیتے تھے۔ ندیم تخلص تھا۔ محفل ندیم مجموعہ کلام ہے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی لوح قبر پر آپ کی کہی ہوئی فارسی کی خوبصورت نظم کندہ ہے۔

مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ کرنے والوں کے دل وجان سے عاشق تھے۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے عاشقانہ اور مخلصانہ تعلق خاطر تھا۔ ان کی خدمات کے مناد

تھے۔ بہت معتدل طبیعت پائی تھی۔ مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ملک کے ان خوش نصیب علماء کرام میں سے تھے جنہیں دنیا میں صرف ''کتاب'' سے عشق کامل تھا۔ کتابوں کے اسی عشق کامل میں آپ نے پوری زندگی صرف کردی۔ حق تعالیٰ نے آپ کو کتب جمع کرنے اور اپنے کتب خانہ کو وسیع سے وسیع تر کرنے کا وہ ذوق دیا تھا جس پر رشک آتا تھا۔ اس وقت شخصی لائبریریوں میں آپ کی بہت ہی قابل قدر لائبریری ہے۔

بلاشبہ ہزاروں کتب پر مشتمل یہ لائبریری اسلامیان ملتان کے لئے گرانقدر عطیہ الٰہی ہے۔ مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کو کتابوں کو جمع کرنے اور ان کی حفاظت کا قدرت نے ایسا عمدہ ذوق ودیعت فرمایا تھا کہ دیکھنے والا عش عش کر اٹھتا۔ آپ نایاب کتابوں کو جمع کرنے کے ماہر تھے۔ قصبہ قصبہ، شہر شہر، ملکوں ملکوں پھرے اور کتابوں کو جمع کیا۔ جمعہ یا اتوار کو لاہور، کراچی ایسے شہروں میں پرانی کتابوں کی مارکیٹ لگنے پر جاتے اور بوریاں بھر کر خرید لاتے۔ ان کی خوبصورت جلد تیار کراتے۔ ان پر کاغذ لگاتے۔ اس کو دھاگے سے باندھتے۔ اس کے اوپر شاپر چڑھاتے۔ پردہ در پردہ کتاب کی حفاظت کے لئے ایسے طریقے ایجاد کئے جس سے ان کی کتابوں سے دلی وابستگی اور قدردانی عیاں ہوتی تھی۔ کتاب خریدنے کے ایسے حریص تھے کہ ایک ایسی کتاب جو آپ کے پاس پہلے سے موجود ہوتی اگر کہیں سے عمدہ نسخہ اچھے مطبع کا مل جاتا تو اسے بھی خرید لیتے۔ یہ نہ سوچتے تھے کہ پہلے سے موجود ہے۔ دوسرے کی کیا ضرورت ہے۔ اس سے ان کے ذوق عالی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ بہتر سے بہتر کتاب کی تلاش میں ہروقت مستعد وجویا رہتے تھے۔ مطالعہ کے لئے کتابوں کو دینے میں بھی وہ بہت محتاط تھے۔ بعض دوست انہیں بخیل ہونے کا طعنہ دیتے۔ لیکن اس کے باوجود وہ کتاب کی جدائی کے روادار نہ تھے۔ ساری زندگی وہ کتابوں کے حصول کی جدوجہد اور سعی بلیغ میں مست الست رہے۔ اس حوالہ سے وہ جہاں نادر کتابوں کا ذخیرہ اپنے پاس رکھتے تھے۔ وہاں وہ نادر دماغ بھی کتب کی تلاش میں رکھتے تھے۔ اب یہ عمدہ ذوق عنقاء ہورہا ہے۔ کتب بینی کا چسکا ختم ہوگیا ہے۔ کتب جمع کرنے اور لائبریری بنانے کا تو خیر کہنا ہی کیا کہ یہ جنس نایاب ہے۔ اس حوالہ سے ان کا اس دنیا سے جانا ایک عبقری انسان کے وجود سے ہمارے لئے محروم ہونا ہے۔

مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ گورا، بال سفید، چہرہ کتابی، قد درمیانہ، جسم سڈول، اعضاء ونقش متناسب، صحت بہت اچھی، چال ڈھال میں پھرتی، چہرہ ہنس مکھ، طبیعت ہنسوڑ تھی۔

آپ علمی لطائف وظرائف میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ بسا اوقات لطائف میں الفاظ کے حجابات بھی ہٹ جاتے تھے۔ عابد، زاہد تھے۔ طبیعت جفاکش پائی تھی۔ لباس سادہ مگر اجلا استعمال کرتے تھے۔ قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ مولانا خدابخش رحمۃ اللہ علیہ کو قدرت نے گوناگوں خوبیوں ومحاسن کا مجموعہ بنایا تھا۔ درس وتدریس سے محافل ومجالس تک زندگی بھر خوشبو بکھیرتے رہے۔

ہمارے ملک میں کنڈیارو سندھ قاسمیہ لائبریری بڑی وقیع لائبریری ہے۔ اس کے ناظم شیخ الحدیث ڈاکٹر مولانا محمد ادریس سومرو، مولانا خدابخش ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور فقیر راقم جب ملتان اکٹھے ہوتے تو ایک تکون سی بن جاتی جو بہت بھلی لگتی تھی۔ مولانا خدابخش رحمۃ اللہ علیہ کتابیں دینے میں بہت ہی محتاط تھے۔ لیکن راقم پر اعتبار کرتے۔ کتاب خود دے جاتے پھر لے جاتے۔ مجلس کی کوئی تازہ طبع سامنے آتی تو ضرور لیتے۔ ہائے اب صرف یادیں رہ گئیں۔ ان کا وجود بہت ساری روایات کا امین تھا۔ وہ کیا گئے کہ اچھی روایات بھی ماتم کناں نظر آتی ہیں۔ رحمت حق کے پھول سدا ان کی تربت پر برستے رہیں۔ مغفرت باری تعالیٰ کی شبنم سے ان کی قبر مبارک شرابور رہے۔ ملتان ابدالی مسجد میں جنازہ ہوا۔ ملتان کے علم وفضل کے حامل حضرات کا قابل رشک اجتماع تھا۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد عیسیٰ صاحب نے جنازہ پڑھایا۔ چاروں بیٹے عالم وفاضل ہیں۔ زہے نصیب!

اپنی مادر علمی خیرالمدارس سے تدریس کا تعلق منقطع ہوا تو اپنے قائم کردہ مدرسۃ البنات ولائبریری کے لئے وقف ہوگئے تھے۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ آمین!

(۱۱۶۷)

خدابخش رحمۃ اللہ علیہ (کفری وادی سون سکیسر)، مولانا استاذ العلماء

(پیدائش: ۱۹۰۱ء ...... وفات: ۱۳؍دسمبر ۱۹۹۲ء)

آپ بہت بڑے عالم اور استاذ الاساتذہ تھے۔ آپ انتہائی متوکل علی اللہ تھے۔ اس دور میں اکابر علماء کی تصویر تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے خود اپنی اولاد اور شاگردوں سمیت شریک ہوتے تھے۔

(۱۱۶۸)

خلف بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اعظم حنابلہ مکہ مکرمہ)، حضرت مفتی

حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری نے جب ملعون قادیان کے خلاف ۱۳۰۴ھ میں حرمین شریفین سے فتویٰ طلب کیا تب خلف بن ابراہیم مفتی اعظم حنبلی مکہ مکرمہ نے ذیل کا فتویٰ ارشاد فرمایا:

الحمد لله الذی انزل علٰی عبده الكتاب الصادق فی قيله القائل فيه وان هٰذا صراطی مستقيماً فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله، والصلٰوة والسلام علٰی سيدنا محمد نبيه وحبيبه وخليله وعلٰی آلهٖ واصحابهٖ وانصارهٖ وتابعی سبيله، اما بعد!

فقد اطلعت علٰی هٰذه الرسالة الشريفة المشتملة على النقول الصحيحة الصريحة المنيفة فرأيتها محكمة مؤيدة شافية كافية مفيدة تقربها اعين الموحدين اهل السنة والجماعة وتعمى بها اعين المعتزلة والخوارج والملحدين والمبتدعة المارقين من الدين كما يمرق السهم من الرمية، كما اخبر بذالک خير البرية وهی التی اظهرت زيغ احمد القادیانی وانه مسيلمة الكذاب الثانی واظهرت تلبيس ابليسه الشيطانی فجزی الله مؤلفها عن المسلمين خيراً كثيراً واجراً جزيلاً جميلاً كبيراً وصلی الله علٰی سيدنا محمد خاتم النّبيين والمرسلين وعلٰی آله وصحبه اجمعين.

امر برقمه الحقير خلف بن ابراهيم خادم افتاء الحنابلة بمكة المشرفة حالاً حامداً مصلياً مسلماً

سب تعریف اس خدا کی ہے جس نے اپنے خاص بندے پر قرآن مجید اتار، جو اپنی بات میں سچا ہے۔ جس میں خداتعالیٰ نے فرمایا ہے: ’’اور یہ میری راہ سیدھی ہے۔ اس کی پیروی کرو اور بہت راستوں کی پیروی نہ کرو جو تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گے۔‘‘ اور درود وسلام ہمارے سردار محمد ﷺ پر جو خدا کا نبی اور دوست وخلیل ہے اور اس کی آل واصحاب ومددگاروں پر، پھر بعدازاں بے شک میں نے اس بزرگ رسالے کا مطالعہ کیا جو صحیح، صاف، محکم روایات پر مشتمل ہے۔ پس میں نے اس رسالے کو بروئے دلائل محکم، مضبوط، شافی، کافی، فائدہ رساں

دیکھا۔ جس کے پڑھنے سے موحدین اہل سنت و جماعت کی آنکھیں خنک ہوتی ہیں اور معتزلہ وخارجیوں وبدمذہبوں وبدعتیوں کی آنکھیں اندھی ہوتی ہیں۔ وہ بدمذہب جو دین سے یوں نکلتے ہیں جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے اور یہ مبارک رسالہ جس نے غلام احمد قادیانی کی کجی کو ظاہر کیا اور بے شک یہ قادیانی، مسیلمہ کذاب ثانی ہے اور نیز اس کے مؤید کے دھوکے ظاہر کئے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ اس کے لکھنے والے کو اہل اسلام کی طرف سے بہت نیک بدلہ دے اور بہت سا اجر عطاء فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار محمد ﷺ، نبیوں اور رسولوں کے ختم کرنے والے پر رحمت پہنچا اور اس کی آل واصحاب سب پر۔ اس تحریر کے لکھنے کا عاجز خلف بن ابراہیم نے جو مکہ شریف میں حنبلیوں کے فتویٰ دینے کا بالفعل خادم ہے، حکم کیا۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۹۷،۹۸)

(۱۱۶۹)

خلیل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، الحاج

فیصل آباد ڈگلس پورہ میں ’’ادارہ پیغام حج‘‘ کے بانی اور مدیر الحاج خلیل احمد لدھیانوی نے دینی تعلیم سرے سے حاصل نہیں کی اور سکول کی بھی شاید دوسری، تیسری جماعت سے آگے نہ جاسکے۔ لیکن اتنے ذہین اور عاقل شخص تھے کہ حکومتی افراد ہوں یا افسران، علماء کرام ہوں یا پروفیسر حضرات، خواص ہوں یا عوام جس مجلس میں ہوتے گفتگو کے اعتبار سے سب کی نظروں کا مرکز ہوتے۔ حاجی خلیل احمد لدھیانوی کا مجلس احرار اسلام، جمعیۃ علماء اسلام، تنظیم اہل سنت اور مجلس تحفظ ختم نبوت سے مثالی تعلق تھا۔ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ سے محبت بھرے تعلقات تھے۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی سے یارانہ تھا۔

حاجی صاحب پان کے رسیا تھے۔ خوب دلچسپ آدمی تھے۔ داڑھی کے بالوں کو خضاب کرتے تو ایک حصہ کو خضاب کرتے پھر کچھ بال سفید چھوڑ دیتے۔ پھر اور بال خضاب کرتے۔ پھر اگلے حصہ کے بال سفید چھوڑ دیتے۔ گویا داڑھی کے بالوں سے خضاب کے ذریعہ جمعیۃ علماء السلام کا جھنڈا بنادیتے۔ اتنے ذہین آدمی تھے کہ بزرگوں کے ملفوظات، شعراء کا کلام لطائف وکثائف خوب یاد تھے۔ مجلس کے ذوق کے مطابق ان سے کام چلاتے تھے۔ پچاس سے بھی زیادہ عمرے اور حج کئے ہوں گے۔ ادارہ پیغام حج کے ذریعہ انہوں نے خوب خلق خدا کی خدمت کی۔ تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں گرفتار بھی ہوئے۔ قادیانیوں کو غیرمسلم

اقلیت قرار دیا گیا۔ چناب نگر میں مسلم کالونی بنی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے وہاں ختم نبوت کانفرنس کی بنیاد رکھی تو انہوں نے ایک قافلہ کی قیادت کرتے ہوئے فیصل آباد سے چناب نگر تک پیدل سفر کیا۔ حضرت حاجی صاحب کا بیعت کا تعلق مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ حاجی صاحب بے باک تبصرہ کرنے میں بڑے حضرات کو رگید دیتے تھے۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کبھی ہلکا لفظ بھی عمر بھران کی زبان پر نہ آیا۔

(۱۱۷۰)

خلیل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شیخ الحدیث

(وفات: ۱۳؍جنوری ۱۹۸۴ء)

آپ ۱۹۱۴ء میں جناب قاضی فیض عالم صاحب کے گھر بیرن گلی ایبٹ آباد ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ پھر مدرسہ رحمانیہ ہری پور میں مولانا عبداللہ صاحب آف پوٹھوہار سے صرف نحو اور فقہ کی کتابیں پڑھیں۔ مارچ ۱۹۲۸ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے دیوبند تشریف لے گئے۔ وہاں پورے سات سال رہ کر علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۳۵۳ھ میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں دوسال تک تدریس کی۔ پھر وطن واپسی پر مدرسہ رحمانیہ ہری پور میں ۱۵سال تک صدر مدرس کے عہدہ پر اعلیٰ تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ مدرسہ رحمانیہ کے بعد مدرسہ احمد المدارس سکندر پور میں تقریباً ۳۰ سال بطور شیخ الحدیث اپنا علمی فیضان عام کیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ، خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل خان رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ایوب الہاشمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شمس الاسلام رحمۃ اللہ علیہ جیسے سینکڑوں علماء کرام آپ کے شاگرد ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایبٹ آباد کے سرپرست، حضرت مولانا شفیق الرحمٰن صاحب چھوٹے بھائی ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا خلیل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر ان کے سالانہ جلسہ میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لایا کرتے تھے۔ سکندر پور ہی میں تدفین ہوئی۔ (اورنگزیب اعوان)

(۱۱۷۱)

خلیل رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، مولانا مفتی محمد

(پیدائش: ۱۹۱۶ء ...... وفات: ۳۰/اپریل ۱۹۸۲ء، جمعہ، مکہ مکرمہ)

مولانا مفتی محمد خلیل بھلوال کے موضع اوپی نزد کوٹ مومن میں گوندل قوم میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد گرامی حافظ علی محمد گوندل سے قرآن مجید حفظ کیا۔ کنری میں مولانا خدا بخش، سون سکیسر بھلوال میں مولانا محمد اشرف، انہی ضلع گجرات میں مولانا ولی اللہ سے درسیات پڑھیں۔ دورۂ حدیث کے لئے دیوبند میں ۱۹۳۸ء میں داخلہ لیا۔ حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرات سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ ایک سال اپنے گاؤں میں پڑھایا۔ پھر بھیرہ عزیز العلوم، فیروزپور چھاؤنی بھی پڑھاتے رہے۔ گوجرانوالہ جامعہ عربیہ میں پڑھایا۔ مئی ۱۹۵۲ء میں مدرسہ اشرف العلوم کا سنگ بنیاد رکھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں حصہ لیا۔ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق تھا۔ خلافت کا شرف بھی حاصل کیا۔ ۱۹۸۲ء میں حج کے لئے مکہ مکرمہ گئے۔ وہاں وصال فرمایا۔ زہے نصیب! مدرسہ اشرف العلوم آج بھی علم کی بہاروں کو سمیٹے ہوئے ہے۔

(۱۱۷۲)

خورشید عالم رحمۃ اللہ علیہ ایڈووکیٹ (حافظ آباد)، چوہدری

(وفات: جولائی ۱۹۸۱ء)

جناب خورشید عالم ایڈووکیٹ حافظ آباد کے نامور قانون دان تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت سے والہانہ عقیدت تھی۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق تھا۔

(۱۱۷۳)

خیر اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، الحاج خان

(وفات: ۲۹ر جون ۱۹۷۰ء)

تحریک خلافت کے رہنما عقیدۂ ختم نبوت کے مناد، جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما، علماء اسلام کے شیدائی تھے۔

(۱۱۷۴)

خیر اللہ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ (اوچ شریف)، مولانا

(وفات: جنوری ۱۹۷۵ء)

اوچ شریف کے مولانا خیر اللہ قاسمی دار العلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ عمر بھر عقیدۂ ختم نبوت کے لئے جدوجہد میں جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے سرگرم عمل رہے۔

(۱۱۷۵)

خیر محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ (مدرس الحرم المکی)، مولانا

مولانا محمد مکی حجازی مدرس الحرم المکی کے والد گرامی حضرت مولانا خیر محمد مکی یادگار اسلاف تھے۔ نامور عالم دین، محقق اور ماہر مدرس تھے۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ ٹھل حمزہ ضلع رحیم یار خان کے رہنے والے تھے۔ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ چلے گئے تھے۔ وہاں حرم مکہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ عمر بھر دین اسلام کی ترویج کے لئے ساعی رہے۔ آپ نے مدینہ طیبہ میں رباط مکی بھی حجاج وزائرین کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ حق تعالیٰ نے آپ کے لئے حرم شریف کے جوار میں ابدی راحت کا سامان کر دیا۔ اب آپ کی مسند کو ہمارے مخدوم زادہ مولانا محمد مکی حجازی نے سنبھال رکھا ہے۔ جناب الشیخ حسن محمد المشاط مفتی حرم کے ایک مفصل فتویٰ مسئلہ رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام پر تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۴۵۶)

(د)

(۱۱۷۶)

دل مراد بلوچ رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، حاجی

(پیدائش:۱۸۵۲ء ...... وفات: یکم راگست ۱۹۸۴ء)

آپ مولانا محمد صادق مظہر العلوم کھڈہ کے شاگرد رشید تھے۔تحریک آزادی کے لئے جان جوکھوں میں ڈال کر لڑے۔ جمعیۃ علماء ہند میں کام کیا۔شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق تھا۔حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ جمعیۃ علماء اسلام میں آخر وقت تک شریک عمل رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں کراچی کے درودیوار کوسراپا تحریک بنانے میں سرگرم عمل رہے۔لیاری گاڑی کھاتہ میں تحریک کا جوبن آپ کی خدمات کا مرہون منت تھا۔گرفتار ہوئے جیل بھی کاٹی۔

(۱۱۷۷)

دوست محمد ساقی رحمۃ اللہ علیہ (چنیوٹ)، مولانا

(وفات:۱۰رستمبر۱۹۹۳ء)

چنیوٹ سے آٹھ میل موضع ولّہ رائے میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ابتدائی کتب اپنے ماموں مولانا محمد یار سے پڑھیں۔ پھر فیصل آباد میں مولانا مفتی محمد یونس مراد آبادی، مولانا محمد چراغ گوجرانوالہ سے پڑھیں۔ ہر دو استاذ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث شریف کیا۔حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔تحریک آزادی کے لئے مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے حصہ لیا۔ پہلے ایک گاؤں میں پڑھاتے رہے۔ پھر گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول چنیوٹ میں ملازمت کی۔ جامعہ عربیہ اور احیاء العلوم میں بھی پڑھایا۔اٹھارہ اٹھارہ سبق اکیلے پڑھاتے تھے۔آپ کے ممتاز شاگردوں میں مولانا منظور احمد چنیوٹی بھی شامل ہیں۔آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ عمداً کسی غیر محرم پر نظر نہیں پڑی اور نہ ہی عمداً حرام کا لقمہ حلق کے نیچے اتارا۔عقیدۂ ختم نبوت کے زندگی بھر منادرہے۔

(۱۱۷۸)

دیدار علی الوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید

(پیدائش:۱۲۷۳ھ ...... وفات:۱۳۵۴ھ)

مولانا سید دیدار علی شہرالور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی کتب اپنے شہرالور میں پڑھیں اور درس نظامی کی دیگر کتب مولانا کرامت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ آپ کو اجازت حدیث حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھی۔ شاہی مسجد آگرہ کے خطیب اور مفتی رہے۔ بعدازاں مسجد وزیرخان لاہور کے خطیب مقرر ہوئے۔ مرزاغلام احمد قادیانی اور فتنہ قادیانیت کے خلاف آپ نے دیگر علماء کرام کے ساتھ بھرپور کردار ادا کیا۔ مرزاغلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب دعوۃ قوم مشمولہ انجام آتھم کے ص۷۰، نمبر۳۲ پر ان کو اپنے مخالف علماء ومشائخ میں شامل کر کے مباہلہ کے لئے چیلنج دیا۔ رب کریم کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔ انہیں مولانا سید دیدار علی الوری کے صاحبزادہ مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں پوری امت کو قادیانیت کے خلاف میدان عمل میں لا کھڑا کیا اور یوں مولانا سید دیدار علی کے صاحبزادہ نے ملعون قادیان کو ایک گالی بنادیا۔

سید دیدار علی نے مرزا قادیانی کی تکفیر پر ''فتویٰ تکفیر قادیان'' میں صورت مسئولہ پر جواب بھی تحریر کیا۔ ''ان اقوال کے قائل اور معتقد کے ساتھ نکاح مطلق جائز نہیں اور ایسا نکاح موجب افتراق ہے۔ قادیانی مرتد ہے اور قادیانیوں کے ساتھ نکاح مطلق جائز نہیں اور اگر کوئی مسلمان مرد یا عورت مرتد ہوجائے۔ اس کا نکاح فسخ ہوگا۔ (انتہی مختصر فقط)''

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۷۰)

(۱۱۷۹)

دین محمد خان رحمۃ اللہ علیہ (ڈھاکہ)، حضرت مولانا مفتی

الجواب صحیح بلا ارتیاب! قال النبی ﷺ: ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیامة (درمنثور ج۲ ص۳۶)

واعلم ان اصحاب عیسٰی علیہ السلام هم تفرقوا ثلاث فرق: فقالت فرقة: كان الله تعالٰی فینا فصعد الی السماء

وقالت فرقة اخرىٰ: كان فینا ابن الله عزوجل ثم رفعه الله سبحانه الیه

وقالت فرقة اخرىٰ منهم: كان فینا عبدالله ورسوله، ماشاء الله ثم رفعه الیه. وهٰولاء المسلمون فتظاهرت الكافران فرقتان علی المسلمة فقتلوهم فلم یزل الاسلام طامساً حتٰی ان بعث الله محمداً صلی اللہ علیہ وسلم.

فالمسلمون یعتقدون ان عیسٰی علیہ السلام مرفوع حیاً الی السماء، ثم راجع الینا قبل یوم القیامة، هٰذه عقیدة اسلامیة اعتقد بها المسلمون من اوّل الاسلام الٰی ان تقوم القیامة، كما فی قوله تعالٰی: ”یٰعیسٰی انی متوفیک ورافعک الیّ (آل عمران:۵۵)“ ای رافعک الیّ ومتوفیک كما اخرج ابن ابی حاتم عن قتادة (روح المعانی ج۳ ص ۱۷۹، طبع دا احیاء الثرات العربی، بیروت) وما جاء فی سورة النساء: ”وما قتلوه وما صلبوه الٰی آخر الآیة (النساء:۱۵۶)“ الضمیر لعیسٰی علیہ السلام كما هو الظاهر، ای ماقتلوه قتلا یقینا بل رفعه سبحانه الیه یقیناً هٰذا هو رد وانكار لقتله واثبات لرفعه علیہ السلام، هٰذا ما ظهر لی. والله تعالٰی اعلم! مفتی دین محمد خان

ڈھاکہ مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش)

جواب بلاشبہ درست ہے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”تحقیق عیسیٰ فوت نہیں ہوئے اور بے شک قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹ کر آئیں گے۔“

جان لیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تین گروہ بن گئے ہیں۔ پہلا گروہ تو یہ کہتا ہے کہ: ”خدا ہم میں رہتا تھا، پھر وہ آسمان کی طرف چڑھ گیا۔“

دوسرے فرقے نے کہا کہ ہم میں اللہ رب العزت کا بیٹا رہتا تھا۔ پھر اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔

تیسرے گروہ نے کہا کہ ہم میں تو اللہ کا بندہ اور رسول رہتا تھا۔ جتنا اللہ کو منظور تھا رہا۔ پھر اللہ نے اپنی طرف اوپر اٹھالیا۔ یہی مسلمان فرقہ ہے، پھر پہلے دونوں کافر گروہوں نے مسلمان فرقے پر چڑھائی کر دی اور انہیں قتل کر دیا۔ سو اسلام محو رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

تو مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھالئے گئے ہیں اور پھر

ہماری طرف قیامت سے پہلے لوٹ کر آئیں گے۔ یہی اسلامی عقیدہ ہے جس پر مسلمانوں نے اوّل دن سے آج تک ایمان قائم رکھا ہوا ہے اور قیامت قائم ہونے تک یہی عقیدہ رہے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’اے عیسیٰ میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھالوں گا اپنی طرف۔‘‘ آیت میں تقدیم وتاخیر ہے۔ یعنی: ’’رافعک الیّ ومتوفیک‘‘ کہ تجھ کو اٹھالوں گا اور لے لوں گا، جیسا کہ ابن ابی حاتم نے قتادہ سے نقل کیا ہے۔ (بحوالہ روح المعانی)

باقی سورۂ نساء میں جو آیا ہے: ’’اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا۔‘‘ تو اس آیت میں ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے۔ جیسا کہ آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے۔ معنی یہ ہے کہ انہوں نے بالکل قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ سبحانہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا ہے تو یہ آیت جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل ہوجانے کے قول کی تردید کرتی ہے۔ وہاں ان کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کو بھی ثابت کرتی ہے۔ یہی کچھ مجھے اس بارے میں علم ہے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۵۳،۵۴)

(۱۱۸۰)

دین محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مستری

(وفات: ۸؍جون ۱۹۶۵ء)

۱۸؍جون ۱۹۶۵ء ترجمان اسلام لاہور کے ص۴ پر خبر شائع ہوئی۔ مستری علی محمد کے چچازاد بھائی مستری دین محمد صاحب وفات پاگئے۔ مرحوم ہمیشہ احرار اسلام کے معاون وکارکن رہے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت میں زبردست قربانیاں دیں۔

(ذ)

(۱۱۸۱)

ذاکر بگوی بھیروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(ولادت: ۱۸۷۶ء ...... وفات: ۲۰؍جنوری ۱۹۱۶ء)

مولانا عبدالعزیز بگوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد ذاکر بگوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر بھیرہ میں اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ لاہو میں اپنے چچا مولانا غلام محمد صاحب سے بھی کسب فیض کیا۔ دہلی کے اہل علم سے استفادہ کیا۔ لاہور میں مولانا عبداللہ ٹونکی اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری سے پڑھا۔ پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل بھی کیا۔ مدرسہ حمیدیہ لاہور اور شاہی مسجد میں طلباء کو پڑھاتے بھی رہے۔

مولانا محمد ذاکر صاحب بگوی نے بیعت خانقاہ عالیہ سیال شریف کے مرشد ثانی، حضرت خواجہ محمد دین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ اپنے مرشد سیالوی کے ساتھ حج بھی کیا۔ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تونسہ شریف بھی حاضری دی۔ حضرت خواجہ محمد دین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کے جانشین حضرت خواجہ ضیاء الدین مرشد ثالث سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق جوڑا۔ اجمیر شریف بھی حاضری دی۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا جب اگست ۱۹۰۰ء میں لاہور مرزا قادیانی کے مقابلہ کے لئے جانا ہوا، ملعون قادیان کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی لاہور تشریف آوری پر بہت سے علماء ومشائخ بھی آپ کے ساتھ تشریف لائے۔ لاہور میں پیر صاحب کے ساتھ تشریف لانے والوں میں ایک نام حضرت مولانا محمد ذاکر بگوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ آپ اس پورے معرکہ میں شریک رہے۔ علماء کرام کے دستخطوں سے جو دستاویز مرتب کی گئی اس پر بھی آپ نے دستخط فرمائے۔ اسی طرح پیر سید ظہور احمد شاہ قادری جلالپور جٹاں ضلع گجرات نے مرزا قادیانی کے خلاف ایک فتویٰ ’’قہر یزدانی برجان دجال قادیانی‘‘ کے نام سے شائع کیا۔ اس پر جن علماء نے تائیدی دستخط فرمائے ان میں مولانا محمد ذاکر بگوی کے بھی دستخط موجود ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۱۴)

(۱۱۸۲)

ذکراللہ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات: ۴؍مئی ۱۹۷۰ء)

مولانا محمد ذکراللہ خیراللہ ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ مولانا خیرمحمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمدرس تھے۔ شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ کا زہدوتقویٰ مثالی تھا۔ عقیدۂ ختم نبوت کے دل وجان سے پاسبان تھے۔ تقسیم کے بعد چک نمبر ۴۹۷ ای۔ بی بورے والہ میں وفات پائی۔

(ر)

(۱۱۸۳)

رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ (شہداد پور)، مولانا قاری

(وفات:۱۹۸۷ء)

مولانا قاری رحمت اللہ لاہور سے دینی علوم کی تکمیل کے بعد شہداد پور تشریف لائے۔ ۱۹۵۱ء میں مکہ مسجد شہداد پور سے دارالعلوم حسینیہ کی بنیاد رکھی۔ بعد میں دارالعلوم حسینیہ نے جامعہ کی شکل اختیار کرلی۔ یہ آپ کے اخلاص کا صدقہ ہے۔ آج بھی جامعہ دارالعلوم حسینیہ اندرون سندھ کے سب سے بڑے جامعہ کا اعزاز رکھتا ہے۔ قاری رحمت اللہ اسلامی نظام اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ وترویج کے لئے پیش پیش رہے۔ وہ انتہائی زیرک مخلص قومی رہنما تھے۔

(۱۱۸۴)

رحمت اللہ مہاجر رحمۃ اللہ علیہ (بٹالہ)، مولانا

قادیان کے مقامی باشندوں میں سے ایک صاحب رحمت اللہ نامی نہایت جوشیلے کارکن تھے۔ مرزائیت کے خلاف ان کے سینہ میں ایک جلن تھی اور وہ انہیں مرزائیت کے خلاف ہراقدام پر آمادہ رکھتی تھی۔ ہمارے (مولانا عنایت اللہ) جانے سے پہلے تو مرزائیت کا ’’کوس لمن الملک ‘‘بج رہا تھا۔ اس دور میں ایسے جوشیلے انسان کو کیسے برداشت کیا جاسکتا تھا؟ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ وہ مرزائیت کے پنجہ استبداد سے کیسے بچ نکلے؟ انہوں نے قادیان کی سکونت ترک کر کے بٹالہ میں اقامت اختیار کرلی تھی۔ بٹالہ میں مرزائیوں کی استبدادی دال نہ گلتی تھی۔ اس لئے ہمارے وہ ساتھی وہاں رحمت اللہ مہاجر کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ قادیان میں ہمارے دفتر کھولنے سے انہیں بڑا حوصلہ ہوا۔ اب وہ ہر جمعہ کو بچ بچا کر ہمارے پاس پہنچ جاتے تھے۔ بٹالہ اور قادیان کے درمیان ریل گاڑی چلتی تھی۔ لیکن وہ بٹالہ سے دس میل کا سفر پیدل طے کر کے قادیان آتے تھے۔ حالات کا جائزہ لے کر اور مفید مشورے دے کر صبح سویرے واپس بٹالہ چلے جاتے تھے۔ نہایت مخلص اور جوشیلے نوجوان تھے اور ہمیشہ اپنے پاس تلوار رکھتے تھے۔ ان ایام میں سرکار

انگریزی نے تلوار رکھنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ کیونکہ مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا تھا کہ ہر سکھ کے پاس کرپان نامی تلوار ہوتی ہے۔ اس لئے ہمیں بھی تلوار رکھنے کی اجازت دی جائے یا سکھوں سے بھی کرپان جو تلوار ہی کا دوسرا نام ہے چھین لینی چاہئے۔ اس لئے سرکار انگریزی نے مسلمانوں کا یہ جائز مطالبہ مان لیا اور ان کو بھی تلوار رکھنے کی اجازت دے دی تھی۔ رحمت اللہ مہاجر سے آج بھی مجھے محبت ہے۔ میرے دل میں ان کا احترام ہے۔

مجھے نہایت افسوس ہے کہ مہاجر صاحب آخری وقت میں مجھ سے ناراض ہوگئے اور آخر تک ناراض رہے۔ غلطی میری تھی وہ بٹالہ میں شدید بیمار رہوئے اور باوجودیکہ میں بٹالہ میں عموماً آیا جایا کرتا تھا۔ مگر کثرت اشغال کی وجہ سے مہاجر صاحب کی بیمار پرسی کو نہ جاسکا۔ اس سلسلہ میں مہاجر صاحب کی بے پناہ قربانیاں تھیں۔ ان کے پیش نظر ناراضی ایک فطری عمل ہے۔ جس کا مجھے افسوس ہے اور تادم زیست رہے گا۔ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

مولانا رحمت اللہ مہاجر نے قادیان کے محاذ پر بڑی جانفشانی سے خدمات سرانجام دیں اور پوری امت کی طرف سے جن حضرات نے فرض کفایہ ادا کیا۔ ان میں آپ شامل تھے۔ تقسیم کے بعد شجاع آباد آگئے تھے۔ حضرت مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ فاتح قادیان، حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالرحیم اشعر رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے لئے جب ملتان آتے، دفتر ختم نبوت ضرور تشریف لاتے تھے۔ بڑے نفیس و نستعلیق قسم کے انسان تھے۔ فقیر مرتب کتاب نے ان کی زیارت کی ہے۔ آپ نے اپالو گیارہ کے چاند پر اترنے کے بعد ایک کتاب لکھی۔ ’’خلائی تسخیر اور قرآن کریم‘‘ اس میں اپنی کنیت یا قلمی نام ابومسعود نقشبندی درج کیا۔ شجاع آباد میں آپ کا انتقال ہوا۔ (مرتب)

(۱۱۸۵)

رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

(ولادت: جمادی الاوّل ۱۲۳۳ھ ...... وفات: ۲۲؍رمضان ۱۳۰۸ھ)

مولانا رحمت اللہ کی عربی میں کتاب اظہار الحق جو مسیحی حضرات کے رد میں تحریر کی گئی۔ اس کا اردو ترجمہ حضرت مولانا محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ کی زیرنگرانی ہوا۔ آپ نے اس اردو کتاب کے تیسرے باب ص ۱۷۹ سے ۲۱۸ تک مولانا رحمت اللہ صاحب کے حالات تحریر فرمائے۔ اہمیت کے پیش نظر

مکمل ہم نے وہاں سے یہاں لے لئے ہیں۔ جو یہ ہیں۔ (فقیر مرتب)

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی ؒ ان خدامست مجاہدین میں سے ہیں جن کی زندگی کا ہر سانس دین اسلام کی خدمت کے لئے وقف تھا۔ انہوں نے ایک ایسے زمانے میں حق کی آواز بلند کی تھی جب حق کے پرستاروں کے لئے جگہ جگہ دار کے تختہ لٹکے ہوئے تھے۔ تاریخ اسلام ایسے حضرات کے تذکروں سے مالا مال ہے جنہوں نے علمی طور پر حق کو پھیلانے اور پہنچانے کی مؤثر خدمتیں انجام دیں اور اپنی زبان اور قلم سے دین اسلام کا دفاع کیا۔ دوسری طرف ایسے جانبازوں کی بھی کمی نہیں ہے جنہوں نے دین کی حفاظت کے لئے تلوار اٹھائی اور اس کی آبیاری کے لئے اپنا خون پیش کیا۔ لیکن ایسے لوگوں کی تعداد بلاشبہ کم ہے جنہوں نے قلم اور تلوار دونوں میدانوں میں اپنے جوہر دکھلائے ہوں۔

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی ؒ انہی مقدس ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کی نظیریں ہر زمانے کی تاریخ میں گنی چنی ہوا کرتی ہیں۔ انہوں نے اگر ایک طرف عیسائیت کے تابڑ توڑ حملوں کا دفاع کرنے کے لئے اپنی زبان اور قلم کی تمام توانائیاں وقف کر دیں تو دوسری طرف وہ ہندوستان کو مغربی اقتدار سے آزاد کرانے کے لئے تلوار لے کر بھی نکلے اور دونوں میدانوں میں جہد و عمل کی وہ ولولہ انگیز داستانیں چھوڑ گئے جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گی۔ اقبال نے انہی جیسے سرفروشوں کے لئے کہا تھا ۔

قلندراں کہ براہ تو سخت می کوشند ۔۔۔ زشاہ باج ستانند و خرقہ می پوشند
بہ جلوت اندد کمندے بہ مہرومہ پیچند ۔۔۔ بہ خلوت اندوزمان و مکاں درآغوشند
بروز بزم سراپا چو پرنیان و حریر ۔۔۔ بروز رزم خود آگاہ و تن فراموشند

مولانا کے آباء واجداد

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب ؒ کیرانہ کے مشہور و معروف عثمانی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے جد امجد شیخ عبدالرحمٰن گاذرونی ؒ، سلطان محمود غزنوی ؒ کی فوج میں شرعی حاکم تھے۔ یہ عہدہ قاضی عسکر کے نام سے سلطنت ترکیہ کے زمانے میں بھی ہمیشہ رہا ہے اور آخری خلیفہ سلطان محمد ارشاد خان خامس مرحوم کے زمانے تک اس عہدے پر ممتاز علماء مقرر کئے جاتے تھے جو فوج کے تمام شرعی معاملات اور مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔ شیخ عبدالرحمٰن گاذرونی ؒ سلطان محمود غزنوی ؒ کے لشکر کے ساتھ قاضی عسکر کی حیثیت سے ہندوستان

آئے اور جب سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے سومنات پر حملہ کیا تو یہ فوج کے ساتھ جہاد میں شریک تھے اور پانی پت کی فتح کے بعد یہیں قیام اختیار کرلیا۔ پانی پت کے قلعے کے نیچے آپ کا مزار ہے۔

شیخ عبدالرحمٰن گاذرونی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ایک بزرگ حکیم عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے گزرے ہیں جو مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کے آٹھویں جدامجد ہیں۔ یہ دربار اکبری کے مشہور طبیب اور حکیم بینا کے نام سے معروف تھے۔ ایک مرتبہ شاہ اکبر لاہور کے قریب چاندنی رات میں ہرنوں کی لڑائی کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ اتفاقاً ایک ہرن نے جھپٹ کر اکبر کی رانوں کے بیچ میں سینگ مار کر اسے زخمی کردیا۔ علاج کیا گیا۔ مگر افاقہ نہ ہوا تو ابوالفضل کے مشورے سے ''حکیم بینا'' کو پانی پت سے بلایا گیا۔ ایک ماہ سات روز کے بعد صحت ہوگئی۔ اس پر شہنشاہ اکبر نے حکیم بینا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ الزمان کا شاہی خطاب عطاء کیا۔ حکیم بینا کے صاحبزادے حکیم محمد احسن مرحوم بھی اپنے والد کے ساتھ بادشاہ کے علاج میں ہمہ تن مصروف رہے تھے۔ اس لئے انہیں ۹۱۵ء میں قصبہ کیرانہ جاگیر کے طور پر عطاء کیا گیا تھا۔ شہزادہ سلیم نے انہیں نواب مقرر خان کا لقب دیا۔ بعد میں جہانگیر نے انہیں صوبہ دکن اور گجرات کا اور شاہجہان نے صوبہ بہار کا گورنر معین کیا تھا۔

حکیم محمد احسن رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے بھائی حکیم عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جن کی ساتویں پشت میں مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ آتے ہیں) بھی اپنے بھائی کی طرح صاحب منصب وجاہ تھے اور جہانگیر کے عہد میں دربار کے خاص طبیب رہے ہیں۔

جب حکیم محمد احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کیرانہ بطور جاگیر عطاء ہوا تو عثمانی خاندان کا بڑا حصہ پانی پت سے منتقل ہوکر کیرانہ میں آباد ہوگیا تھا۔ حکیم محمد احسن رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے قصبہ سے باہر اپنے محلات، کچہریاں اور ریاستی مکانات بنائے تھے۔ ایک سو چالیس بیگہ زمین میں انہوں نے آموں کا ایک باغ لگایا تھا، جسے دیکھنے کے لئے شاہ جہانگیر خود کیرانہ آیا تھا۔ اس نے اپنے اس سفر کا ذکر تزک جہانگیری میں کیا ہے اور باغ کی تعریف کی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس میں نولاکھ درخت تھے۔ اس لئے آج بھی اس باغ کی زمین ''نولکھا باغ'' کے نام سے مشہور ہے۔

ابتدائی حالات

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی خاندان کے چشم وچراغ تھے اور اپنے آباؤاجداد کے انہی مکانات میں جمادی الاولیٰ ۱۲۳۳ھ کو پیدا ہوئے۔ مولانا نے ۱۲سال کی عمر تک قرآن کریم بھی ختم کرلیا اور اس کے ساتھ فارسی اور ابتدائی دینیات کی کتابیں اپنے بزرگوں

سے پڑھ لیں۔اس کے بعد علوم اسلامیہ کی تحصیل کے لئے دہلی تشریف لے گئے۔ جہاں حضرت مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مدرسہ قائم کیا ہوا تھا۔۱۲۵۰ھ میں آپ کے والد مولوی خلیل اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں مہاراجہ ہندوراؤ بہادر کے میر منشی مقرر ہوئے اور دھیرج پہاڑی کے قریب قیام اختیار کیا۔اس وقت مولانا مدرسہ سے اپنے والد کے پاس آ گئے۔ دن میں تعلیم حاصل کرتے اور رات کو والد ماجد کے پاس رہتے اور راجہ کو اکبر نامہ سناتے تھے۔کچھ عرصہ تک اپنے والد کا ہاتھ بٹانے کے لئے آپ نے میر منشی کا کام بھی کیا ہے۔لیکن بالآخر اس کام سے حضرت مولانا نے علیحدگی اختیار کر لی اور لکھنؤ کی علمی شہرت سن کر وہاں تشریف لے گئے اور حضرت مولانا مفتی سعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور ان سے مسلم الثبوت اور میر زاہد کا درس لیا۔

اگر چہ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی اساتذہ مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھے،مگر مندرجہ ذیل حضرات سے بھی آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے۔

۱...... مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ بڈولی ضلع مظفر نگر، جو آخر میں ریاست پٹیالہ کے وزیر ہو گئے تھے۔

۲...... عارف باللہ مولانا حافظ عبدالرحمٰن چشتی رحمۃ اللہ علیہ، یہ استاذ شاہ وقت تھے۔تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔بستی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ میں ان کا مزار ہے۔

۳...... مولانا امام بخش رحمۃ اللہ علیہ صہبائی،ان سے فارسی پڑھی۔

۴...... حکیم فیض محمد رحمۃ اللہ علیہ ان سے علم طب کی تکمیل کی۔

۵...... مصنف لوکارثم سے ریاضی پڑھی۔

تدریس

ہندوستان میں حضرت مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کو تدریس کا بہت کم موقع ملا۔ ملک میں عیسائیت کا فتنہ اپنے شباب پر تھا۔اس کی روک تھام کی فکر نے مولانا کو اتنی مہلت نہ دی کہ آپ اطمینان کے ساتھ تدریس کا فیض جاری رکھتے۔طالب علمی سے فراغت کے بعد اور ۱۲۷۰ھ سے قبل مولانا نے قصبہ کیرانہ میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا تھا۔اس مدرسہ کے سینکڑوں تلامذہ میں سے حضرت مولانا محمد سلیم مدظلہم مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ نے مندرجہ ذیل نام بطور خاص ذکر فرمائے ہیں:

۱...... مولانا عبدالسمیع رامپوری (مصنف حمد باری)

۲...... مولانا احمد الدین صاحب چکوالی

۳...... مولانا نور احمد امرتسری

۴...... مولانا شاہ ابوالخیر

۵...... مولانا شاہ شرف الحق صدیقی (مشہور مناظر عیسائیت ومصنف دافع البیان واستیصال دین عیسوی)

۶...... مولانا قاری شہاب الدین عثمانی کیرانوی

۷...... مولانا حافظ الدین دجانوی

۸...... مولانا امام علی عثمانی کیرانوی

۹...... مولانا عبدالوہاب بانی مدرسہ الباقیات الصالحات مدراس

۱۰...... مولانا بدرالاسلام عثمانی کیرانوی، مہتمم حمیدیہ کتب خانہ شاہی قسطنطنیہ

پھر جب مولانا ہجرت کر کے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو آپ کا حلقہ درس سینکڑوں طلباء اور علماء وقت پر مشتمل ہوتا تھا۔ مکہ مکرمہ میں آپ کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ بعض خاص تلامذہ کے نام یہ ہیں:

۱...... شریف حسین بن علی سابق امیر حجاز وبانی حکومت ہاشمیہ

۲...... شیخ احمد النجار رحمۃ اللہ علیہ سابق قاضی طائف

۳...... شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن الہ آبادی

۴...... شیخ محمد حسین الخیاط رحمۃ اللہ علیہ بانی مدرسہ خیریہ مکہ مکرمہ

۵...... شیخ احمد ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ مفتی الاحناف مکہ مکرمہ

۶...... شیخ اسعد الدہان رحمۃ اللہ علیہ، قاضی مکہ ومدرس مسجد حرام

۷...... شیخ عبدالرحمٰن سراج رحمۃ اللہ علیہ شیخ الائمہ ومفتی الاحناف بمکۃ المکرّمۃ

۸...... شیخ محمد حامد الجدادی رحمۃ اللہ علیہ، قاضی جدہ

۹...... شیخ محمد عابد المالکی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی المالکیۃ بمکۃ المکرّمۃ والمدرس بالحرم الشریف

۱۰...... شیخ عبداللہ دحلان رحمۃ اللہ علیہ، من مشاہیر علماء الحرم

گھریلو حالات

۱۲۵۶ھ میں مولانا کی شادی اپنی خالہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ شادی کے اگلے سال پھر مہاراجہ ہندوراؤ نے آپ کو اور آپ کے والد ماجد کو اپنے پاس دہلی باڑہ ہندوراؤ میں بلالیا اور حضرت مولانا کو اپنا میر منشی مقرر کیا اور آپ کے والد کو جائیداد کی نگرانی اور دیکھ بھال کا کام سپرد

کیا۔اسی دوران ۱۲۷۰ھ میں مولانا کا ایک سالہ لڑکا فوت ہوگیا اور کچھ ہی عرصے کے بعد آپ کی اہلیہ محترمہ دق کے عارضے میں مبتلا ہوکر انتقال فرماگئیں۔اعزہ نے دوسری شادی کے لئے اصرار کیا۔مگر کافی عرصے تک آپ نے دوسری شادی نہ کی۔ابھی اس غم کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔چنانچہ آپ نے اپنی جگہ پر اپنے چھوٹے بھائی مولوی محمد جلیل صاحب کو ملازم رکھ کر راجہ کی ملازمت سے علیحدگی اختیار کی اور کیرانہ پہنچ کر درس وتدریس کے ساتھ تردید عیسائیت کی خدمت میں مصروف ہوگئے۔

ردعیسائیت کی خدمات

شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ ساکن خانقاہ غلام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش پر مولانا نے عیسائیت پر اپنی پہلی تصنیف ''ازالۃ الاوہام'' فارسی زبان میں لکھنی شروع کی۔حضرت مولانا محمد سلیم مدظلہم مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ تحریر فرماتے ہیں:''ازالۃ الاوہام زیر ترتیب تھی کہ حضرت مولانا مرحوم سخت علیل ہوئے۔اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے۔اشارہ سے نماز ادا ہوتی تھی۔اقرباء واعزاء تلامذہ اور تیماردار بڑھتی ہوئی کمزوری اور شدت مرض سے پریشان تھے۔ایک روز نماز فجر کے بعد آپ رونے لگے۔تیماردار سمجھے کہ زندگی سے مایوسی ہے۔اعزاء نے تسلی وتشفی کرنی چاہی۔ آپ نے فرمایا:''بخدا صحت کی کوئی علامت نہیں۔لیکن ان شاءاللہ صحت ہوگی۔رونے کی وجہ یہ ہے کہ خواب میں آنحضرت ﷺ تشریف لائے۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔اے جوان! تیرے لئے رسول اللہ ﷺ کی یہ خوشخبری ہے کہ اگر تالیف ازالۃ الاوہام مرض کی وجہ ہے تو وہی باعث شفاء ہوگی۔'' حضرت مولانا مرحوم نے فرمایا کہ اس خوشخبری کے بعد مجھے کوئی رنج وملال نہیں۔بلکہ مسرور اور خوش ہوں اور فرط مسرت سے یہ آنسو نکل آئے۔'' (ایک مجاہد معمار ص۱۹،۲۰)

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ عیسائی مشنریوں نے ہندوستان میں اپنی اسلام دشمن سرگرمیاں تیز کر رکھی تھیں۔پادری فانڈر (*REV.C.C.P. Fonder*) عیسائیوں کا سرگروہ تھا۔وہ جگہ جگہ اسلام کے خلاف دلخراش تقریریں کر رہا تھا اور اس نے ''میزان الحق'' نامی اپنی کتاب میں جو شبہات وتلبیسات پیدا کئے تھے ان کی وجہ سے مسلمانوں میں خوف وہراس پیدا ہو رہا تھا۔پادری علماء کی خاموشی سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے تھے۔

حضرت مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس فرمایا کہ اس سیلاب کا مؤثر مقابلہ اس وقت تک

نہ ہو سکے گا۔ جب تک کہ پادری فانڈر کے ساتھ کسی مجمع عام میں ایک فیصلہ کن مناظرہ کر کے عیسائیت کی کمر نہ توڑ دی جائے تا کہ عوام کے دلوں میں عیسائیت کا جو خوف مسلط ہونے لگا ہے وہ بالکل دور ہو جائے اور وہ پہچان لیں کہ دلیل و حجت کے میدان میں عیسائیت کے اندر کتنی سکت ہے؟

فانڈر سے مناظرہ

چنانچہ مولانا اپنے دوست مولوی محمد امیر اللہ صاحب میر مختار راجہ صاحب بنارس کی معرفت پادری فانڈر سے ملنے تشریف لے گئے۔ تا کہ مناظرہ کے لئے گفتگو کریں۔ پادری مکان پر نہ ملے۔ چنانچہ ۲۳/مارچ ۱۸۵۴ء سے حضرت مولانا نے پادری فانڈر سے خط و کتابت شروع کی۔ فانڈر شروع میں پہلوتہی کرتا رہا۔ بالآخر ۷/اپریل ۱۸۴۵ء کے آخری خط میں مناظرہ طے پا گیا۔ (یہ پوری خط و کتابت مناظرے کی مطبوعہ روداد میں موجود ہے۔ اس کا عربی ترجمہ ''البحث الشریف'' کے نام سے شیخ رفاعی خولی نے کیا ہے جو اظہار الحق مطبوعہ مطبع علمیہ استنبول ۱۳۱۵ھ کے حاشیہ پر چھپا ہے) طرفین کے اتفاق سے ابتدائی مراحل کی تکمیل کے بعد پیر کے دن ۱۱/رجب ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۰/اپریل ۱۸۵۴ء کو علی الصباح کٹڑہ عبدالمسیح اکبر آباد آگرہ میں مناظرہ کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ حضرت مولانا کے ساتھ جناب ڈاکٹر محمد وزیر خاں صاحب مرحوم معاون تھے اور فانڈر کے ساتھ پادری فرنچ، مناظرہ کی مجلس میں پہلے دن حاکم صدر دیوانی مسٹر اسمتھ صدر صوبہ بورڈ مسٹر کرسچن سیکنڈ، مجسٹریٹ علاقہ فوج مسٹر ولیم، ترجمان حکومت مسٹر لیڈلی، پادری ولیم گلبن، مفتی ریاض الدین صاحب، منشی خادم علی صاحب مہتمم مطبع الاخبار وغیرہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

ان کے علاوہ تقریباً چھ سو مسلمان، عیسائی، ہندو اور سکھ موجود تھے۔ مناظرے کے لئے پانچ مسائل طے ہوئے تھے۔ تحریف بائبل، وقوع نسخ، تثلیث، رسالت محمد ﷺ اور حقانیت قرآن اور شرط یہ طے پائی تھی کہ اگر مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ غالب آئے تو فانڈر مسلمان ہو جائے گا اور اگر فانڈر غالب آئے تو مولانا عیسائی ہو جائیں گے۔

مناظرے کا پہلا دن

پہلے تین مسائل میں طے یہ ہوا تھا کہ مولانا اعتراضات کریں گے اور فانڈر جواب دے گا اور آخری دو مسئلوں میں برعکس صورت ہوگی۔ (البحث الشریف فی مسئلۃ النسخ والتحریف علی ہامش اظہار الحق ج۱ ص۴۶) سب سے پہلے نسخ کے مسئلے پر بحث شروع ہوئی۔ مولانا نے پہلے نسخ کی حقیقت واضح فرمائی اور بتایا کہ مسلمانوں کے نزدیک اس کا کیا مطلب؟ اس کے بعد مسلمانوں کا

دعویٰ معین کیا کہ انجیل کے بعض احکام منسوخ ہیں اور بعض منسوخ نہیں۔ فانڈر نے دونوں کی مثالیں پوچھیں تو آپ نے بتایا کہ مثلاً انجیل میں طلاق کی ممانعت کا جو حکم ہے وہ منسوخ ہو چکا ہے۔ مگر (انجیل مرقس باب:۱۲) میں جو توحید کا حکم دیا گیا ہے وہ منسوخ نہیں ہوا۔ اس پر فانڈر نے کہا کہ انجیل کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ (انجیل لوقا باب:۲۱، آیت:۳۳) میں حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہے کہ: ’’زمین وآسمان ٹل جائیں گے، مگر میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی۔‘‘

مولانا نے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد اپنی تمام باتوں کے لئے نہیں تھا۔ بلکہ خاص ان باتوں کے لئے تھا جو اکیسویں باب میں مذکور ہیں۔

فانڈر نے کہا: ’’لیکن الفاظ تو عام ہیں۔‘‘

اس پر مولانا نے ڈی آئلی اور رچرڈ مینٹ کی تفسیر انجیل کا حوالہ دیا۔ جس میں خود عیسائی علماء نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس قول میں میری باتوں سے مراد وہ باتیں ہیں جو اوپر ذکر ہوئیں۔

تھوڑی سی گفت وشنید کے بعد فانڈر مولانا کے اس اعتراض کا جواب نہ دے سکا اور اس نے پطرس کے پہلے خطبہ کے باب اوّل آیت:۲۳ کی یہ عبارت پیش کی۔ ’’کیونکہ تم فانی تخم سے نہیں بلکہ غیر فانی سے خدا کے کلام کے وسیلے سے جو زندہ اور قائم ہے۔‘‘

فانڈر نے کہا کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کا کلام ہمیشہ قائم رہے گا اور منسوخ نہ ہوگا۔ اس پر حضرت مولانا نے فرمایا کہ بعینہٖ اسی قسم کا جملہ تورات کی کتاب یسعیاہ میں بھی مذکور ہے کہ: ’’گھاس مرجھاتی ہے، پھول کملاتا ہے۔ پر ہمارے خدا کا کلام اب تک قائم ہے۔‘‘

(یسعیاہ باب:۴۰، آیت:۸)

لہٰذا اگر ’’کلام کے زندہ اور قائم‘‘ ہونے سے اس کا کبھی منسوخ نہ ہونا لازم آتا ہے تو آپ کو تورات کے بارے میں بھی یہ کہنا چاہئے کہ وہ منسوخ نہیں ہوسکتی۔ حالانکہ اس کے سینکڑوں احکام کو آپ خود منسوخ کہتے ہیں۔

فانڈر نے لاجواب ہوکر کہا کہ میں اس وقت صرف انجیل کے نسخ سے بحث کر رہا ہوں۔ اس پر ڈاکٹر وزیر خان صاحب نے کہا کہ حواریوں نے اپنے زمانے میں بتوں کی قربانی، خون، گلا گھونٹے ہوئے جانور اور حرامکاری کے سوا تمام چیزوں کو حلال کر دیا تھا۔

(حواریوں کا یہ فتویٰ اعمال باب:۱۵، آیت:۲۹ میں مذکور ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے انجیل کے دوسرے احکام بھی منسوخ قرار دیئے تھے۔

اس کے علاوہ اب آپ کے نزدیک ان چیزوں میں سے بھی صرف حرام کاری ناجائز رہ گئی ہے۔

فانڈر نے کہا کہ اصل میں ان اشیاء کی حرمت میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے اور ہم بتوں کی قربانی کو اب بھی حرام کہتے ہیں۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ آپ کے مقدس پولس نے رومیوں کے نام خط کے باب ۱۴، آیت: ۱۴ میں لکھا ہے کہ: ”مجھے یقین ہے کہ کوئی چیز بذات حرام نہیں لیکن جو اس کو حرام سمجھتا ہے اس کے لئے حرام ہے۔“

اور طبلس کے نام خط کے باب اوّل آیت: ۱۵ میں بھی اس قسم کی عبارت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام چیزیں حلال ہیں۔ پھر آپ انہیں حرام کیوں کہتے ہیں؟

فانڈر نے زچ ہوکر کہا کہ انہی آیات کی بناء پر ہمارے بعض علماء نے ان چیزوں کو حلال کہا ہے۔

اس کے بعد مولانا اور ڈاکٹر وزیر خاں مرحوم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام سے نسخ کی کچھ اور مثالیں پیش کیں۔ آخر میں فانڈر نے یہ تسلیم کرلیا کہ انجیل کے احکام کا منسوخ ہونا ممکن ہے۔ البتہ نسخ کے وقوع کو تسلیم نہ کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ فی الحال ہم آپ سے یہی چاہتے تھے کہ آپ نسخ کے امکان کو تسلیم کرلیں۔ رہا اس کا وقوع سو اس کا اثبات ان شاءاللہ! اس وقت ہو جائے گا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی بحث آئے گی۔

فانڈر نے کہا: ٹھیک ہے! آپ دوسرے مسئلہ یعنی تحریف کو لے لیجئے۔

تحریف کی بحث شروع ہوئی تو سب سے پہلے مولانا نے فانڈر سے پوچھا کہ آپ پہلے یہ بتائیے کہ میں کون سی قسم کی تحریف کے شواہد پیش کروں کہ آپ اسے تسلیم کرسکیں؟

فانڈر نے اس کا کوئی واضح جواب نہ دیا تو مولانا نے پوچھا: ”یہ بتائیے کہ بائبل کی کتابوں کے بارے میں آپ کا کیا اعتقاد ہے؟ کیا کتاب پیدائش سے لے کر کتاب مکاشفہ تک ان کا ہر فقرہ اور ہر لفظ الہامی اور اللہ کا کلام ہے؟“

فانڈر نے کہا: نہیں۔ ہم ہر لفظ کے بارے میں کچھ نہیں کہتے۔ کیونکہ ہمیں بعض مقامات پر کاتب کی غلطی کا اعتراف ہے۔

مولانا نے فرمایا: ”میں اس وقت کاتب کی غلطیوں سے صرف نظر کر کے ان کے علاوہ دوسرے جملوں اور الفاظ کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔“

فانڈر نے کہا: ”میں ایک ایک لفظ کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔“

اس پر مولانا نے کہا کہ: ”مورخ یوسی بیس نے اپنی تاریخ کی چوتھی کتاب کے اٹھارھویں

باب میں لکھا ہے کہ جسٹن شہید نے طریفون یہودی کے مقابلے میں بعض بشارتوں کی عبارتیں نقل کر کے یہ دعویٰ کیا تھا کہ یہودیوں نے بائبل کے عہد نامہ قدیم سے یہ بشارتیں ساقط کر دی تھیں۔“

یہ کہہ کر مولانا نے واٹسن ج۳ ص۳۲ اور تفسیر ہورن ج۴ ص۶۲ کے حوالے بھی دکھائے کہ اس میں بھی جسٹن کا یہ دعویٰ مذکور ہے اور آئرینوس، کریب، سلپر جیس، وائی ٹیکر اور کلارک نے بھی جسٹن کی تصدیق کی ہے۔

اس کے بعد مولانا نے فرمایا: اب بتایئے کہ جسٹن نے جو یہ بشارتیں ذکر کی تھیں اور ان کے کلام الٰہی ہونے کا دعویٰ کر کے یہودیوں پر انہیں مٹانے کا الزام لگایا تھا اس معاملے میں وہ سچا تھا یا جھوٹا؟ اگر سچا تھا تو ہمارا دعویٰ ثابت ہو گیا کہ یہودیوں نے تحریف کی ہے اور اگر جھوٹا تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جسٹن جو آپ کا اتنا بڑا عالم ہے اپنی طرف سے چند جملے گھڑ کر انہیں خدا کا کلام ثابت کر رہا تھا۔

اس پر فانڈر نے کہا کہ: ”جسٹن ایک انسان تھا۔ اس سے بھول ہو گئی۔“

مولانا نے فرمایا: ”ہنری واسکاٹ کی تفسیر کی جلد اوّل میں تصریح ہے کہ آگسٹائن بھی یہودیوں کو یہ الزام دیا کرتا تھا کہ انہوں نے اکابر کی عمروں میں تحریف کی اور اس طرح عبرانی نسخے کو بگاڑ دیا۔ اس کے علاوہ تمام متقدمین اس معاملے میں آگسٹائن کے ہم نوا تھے اور مانتے تھے کہ یہ تحریف ۱۰۳ھ میں واقع ہوئی تھی۔“

فانڈر نے جواب دیا: ”ہنری اور واسکاٹ کے لکھنے سے کیا ہوتا ہے؟ یہ دونوں مفسر تھے اور ان کے علاوہ سینکڑوں نے تفسیریں لکھی ہیں۔“

مولانا نے فرمایا: ”مگر یہ دونوں اپنی رائے نہیں لکھ رہے۔ بلکہ جمہور علماء متقدمین کا مذہب بیان کر رہے ہیں۔“

فانڈر نے کہا: ”یسوع مسیح نے (انجیل یوحنا باب:۵، آیت ۴۶، لوقا باب:۲۴، آیت:۲۷، باب:۱۶، آیت:۳۱) میں عہد نامہ قدیم کی حقانیت کی شہادت دی ہے اور یسوع مسیح سے بڑھ کر کسی کی شہادت نہیں ہو سکتی۔“

ڈاکٹر وزیر خان نے کہا: ”تعجب ہے کہ آپ اسی کتاب سے استدلال کر رہے ہیں۔ جس کی اصلیت میں سارا جھگڑا ہے۔ جب تک بائبل کی اصلیت ثابت نہ ہو جائے۔ آپ اس کی کسی عبارت سے اسی کی اصلیت پر کیسے استدلال کر سکتے ہیں؟ اور اگر فرض کیجئے اس وقت ہم اس پہلو سے قطع نظر بھی کر لیں تو اناجیل کی جو عبارتیں آپ نے پیش کی ہیں ان کے بارے میں محقق

پیلی اپنی کتاب مطبوعہ لندن ۱۸۵۰ء کی قسم سوم اور باب سوم میں اقرار کرتا ہے کہ ان عبارتوں سے اس سے زائد کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ عہد قدیم کی یہ کتب یسوع مسیح کے وقت موجود تھیں۔ لہٰذا ان سے کتب عہد قدیم کی حرف بحرف اصلیت ثابت نہیں ہوتی۔“

فانڈر نے کہا: ”اس معاملے میں ہم پیلی کی بات نہیں مانتے۔“

مولانا نے فرمایا: ”اگر آپ پیلی کی بات نہیں مانتے تو ہم آپ کی بات نہیں مانتے۔ ہمارے نزدیک پیلی کا کہنا درست ہے۔“

تھوڑی سی بحث وتمحیص کے بعد فانڈر نے کہا: ”میں نے تورات کی اصلیت کے لئے انجیل سے استدلال کیا ہے۔ اگر آپ انجیل کو درست نہیں سمجھتے تو انجیل کی تحریف ثابت کیجئے۔“

ڈاکٹر وزیر خان نے کہا: ”اگرچہ آپ کی یہ بات اصول کے خلاف ہے کہ آپ انجیل سے استدلال کریں۔ تاہم اگر آپ انجیل کی تحریف کے دلائل سننا چاہتے ہیں تو سنئے۔“

یہ کہہ کر ڈاکٹر صاحب نے انجیل اٹھائی اور انجیل متی باب:۱، آیت:۱۷ پڑھنی شروع کی۔ جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کے نسب نامے کے سلسلے میں کئی فحش غلطیاں ہیں۔

فانڈر نے یہ سن کر کہا: ”غلطی اور چیز ہے اور تحریف دوسری چیز۔“

ڈاکٹر صاحب نے کہا: ”اگر انجیل پوری الہامی ہے تو اس میں غلطی کی کوئی گنجائش نہ ہونی چاہئے۔ لہٰذا اگر اس میں کوئی غلطی پائی جاتی ہے تو لازماً وہ تحریف کا نتیجہ ہوگی۔“

فانڈر نے کہا: ”تحریف صرف اس وقت ثابت ہوسکتی ہے کہ آپ کوئی ایسی عبارت دکھلائیں کہ جو پرانے نسخوں میں نہ ہو اور موجودہ نسخوں میں موجود ہو۔“

اس پر ڈاکٹر صاحب نے یوحنا کے پہلے خط باب:۵، آیت:۷،۸ کا حوالہ دیا۔ (ان آیات کی عبارت عربی ترجمہ مطبوعہ کیمبرج یونیورسٹی پریس ۱۹۵۶ء و کیتھولک بائبل ناکس ورژن انگریزی مطبوعہ میک ملن لندن ۱۹۶۳ء و کنگس جیمس ورژن مطبوعہ بائبل سوسائٹی نیویارک ۱۹۵۸ء میں اس طرح ہے: ”آسمان میں گواہ تین ہیں۔ باپ، کلمہ اور روح القدس اور یہ تین ایک ہیں اور زمین کے گواہ تین ہیں۔ روح، پانی اور خون اور تینوں متفق ہیں۔“

اس میں خط کشیدہ عبارت تمام علماء پروٹسٹنٹ کے نزدیک الحاقی ہے۔ یعنی کسی نے اپنی طرف سے بڑھادی ہے۔ کریساخ اور شولز اس کے محرف ہونے پر متفق ہیں اور ہورن نے اسے کاٹ ڈالنے کا مشورہ دیا ہے۔ چنانچہ اردو ترجمہ بائبل مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور ۱۹۵۹ء اور جدید انگریزی ترجمہ مطبوعہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۶۱ء میں یہ جملہ ساقط کردیا گیا ہے۔ محمد تقی!

فانڈر نے کہا: ’’ہاں! اس جگہ تحریف ہوئی ہے اور اسی طرح دوسرے ایک دو مقامات پر بھی۔‘‘

دیوانی عدالت کا صدر جج اسمتھ جو پادری فرنچ کے برابر میں بیٹھا تھا جب اس نے یہ سنا تو اس نے پادری فرنچ سے انگریزی میں پوچھا: ’’یہ کیا بات ہے؟‘‘

فرنچ نے جواب دیا: ’’ان لوگوں نے ہورن وغیرہ کی کتابوں سے چھ سات مقامات نکالے ہیں جن میں تحریف کا اقرار موجود ہے۔‘‘

اس کے بعد فرنچ نے ڈاکٹر وزیر خان صاحب سے کہا: ’’پادری فانڈر بھی اعتراف کرتے ہیں کہ سات آٹھ مقامات پر تحریف ہوئی ہے۔‘‘

اس پر بعض مسلمانوں نے ’’مطلع الاخبار‘‘ کے مہتمم سے کہا کہ آپ کل کے اخبار میں پادری صاحب کا یہ اعتراف شائع کر دیں تو فانڈر بولا: ’’ہاں! شائع کر دیں۔ مگر اس قسم کی معمولی تحریفات سے بائبل کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ خود مسلمان انصاف کے ساتھ اس کا فیصلہ کر لیں۔‘‘

یہ کہہ کر وہ مفتی ریاض الدین صاحب کی طرف دیکھنے لگا تو مفتی صاحب نے فرمایا: ’’اگر کسی وثیقے میں ایک جگہ جعل ثابت ہو جائے تو وہ قابل اعتماد نہیں رہتا اور آپ تو سات آٹھ جگہ تحریف کا اعتراف کر رہے ہیں۔ اس بات کو جج صاحبان اچھی طرح سمجھیں گے۔‘‘

یہ کہہ کر مفتی صاحب نے سول جج اسمتھ کی طرف دیکھا۔ مگر اسمتھ خاموش رہا تو مفتی صاحب نے فرمایا: ’’دیکھئے! مسلمانوں کا دعویٰ یہی ہے کہ بائبل کو یقینی طور پر اللہ کا کلام نہیں کہا جاسکتا اور آپ کے اعتراف سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔‘‘

اس پر فانڈر نے کہا: ’’اجلاس کا وقت آدھا گھنٹہ زائد ہو چکا ہے۔ باقی بحث کل ہوگی۔‘‘

مولانا رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ’’آپ نے آٹھ جگہ تحریف کا اعتراف کیا ہے۔ ہم کل ان شاء اللہ پچاس ساٹھ مقامات پر تحریف ثابت کریں گے۔ لیکن تین باتوں کا خیال رکھئے۔ ایک تو یہ کہ ہم آپ سے بائبل کے بعض صحیفوں کی سند متصل کا مطالبہ کریں گے۔ وہ آپ کو بیان کرنی ہوگی۔ دوسرے ہم جن پچاس ساٹھ مقامات پر تحریف ثابت کریں گے آپ کے ذمے لازم ہوگا کہ یا ان کی تحریف کو تسلیم کریں یا اس میں کوئی تاویل کریں۔ تیسرے جب تک ان مقامات کی تحریف کی بحث ختم نہ ہو جائے۔ آپ بائبل کی کسی عبارت سے استدلال نہیں کریں گے۔‘‘

فانڈر نے کہا: ’’ہمیں یہ شرطیں منظور ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ آپ یہ بھی بتلائیں کہ آپ کے نبی کے زمانے میں انجیل کون سی تھی؟‘‘

مولانا نے فرمایا: ”یہ شرط منظور ہے۔ ہم ان شاء اللہ! کل یہ بتا دیں گے۔“
ڈاکٹر وزیر خان بولے: ”اگر آپ فرمائیں تو یہ بات مولانا ابھی بتا دیں؟“
فانڈر نے کہا: ”نہیں! اب دیر ہوگئی ہے کل ہی سنیں گے۔“
اس پر پہلے دن کی نشست برخاست ہوگئی۔

مناظرے کا دوسرا دن

پہلے دن کے مناظرے کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ اس لئے دوسرے دن حاضرین کی تعداد ایک ہزار سے زائد تھی۔ انگریز حکام، عیسائی، ہندو، سکھ اور مسلمان عوام بھی کافی تعداد میں آئے تھے۔

اس دن کی بحث میں سب سے پہلے فانڈر نے ایک طویل تقریر میں قرآن کریم کی بعض آیات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے تک انجیل اپنی اصلی شکل میں محفوظ تھی اور قرآن نے اسی پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے۔ لیکن مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر وزیر خان مرحوم نے نہایت معقول اور مدلل جواب دے کر ان کے تمام دلائل پر پانی پھیر دیا اور اس کے بعد پہلے دن کی طرح بائبل کے بہت سے مقامات پر تحریف ثابت کی۔ بالآخر فانڈر اور فرنچ نے کہا کہ یہ تمام غلطیاں کاتب کا سہو ہیں اور ہم اسے تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ان غلطیوں سے متن کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

حاضرین نے پوچھا: ”متن سے آپ کا کیا مطلب ہے؟“

فانڈر نے کہا: ”وہ عبارتیں جن میں تثلیث، الوہیت مسیح، کفارہ اور شفاعت کا بیان ہے۔“

مولانا نے فرمایا: یہ بات ناقابل فہم ہے کہ جب اتنے سارے مقامات پر آپ تحریف کا اعتراف کر چکے ہیں تو اب اس کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ (بقول آپ کے) متن ان تحریفات سے محفوظ رہا ہے۔

فانڈر نے کہا: ”اس لئے کہ خاص ان عبارتوں کے محرف ہونے پر کوئی دلیل ہونی چاہئے اور وہ صرف اس وقت ثابت ہوسکتا ہے کہ آپ کوئی قدیم نسخہ دکھلائیں جس میں تثلیث وغیرہ کا عقیدہ مذکور نہ ہو۔“

مولانا نے فرمایا: ”آپ نے جن تحریفات کا اعتراف کیا ہے ان سے یہ پوری کتاب مشکوک ہوچکی ہے۔ اب اگر کسی عبارت کے بارے میں آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ یقیناً اللہ کا کلام

ہے تو اسے اللہ کا کلام ثابت کرنے کی دلیل آپ کے ذمہ ہے۔“

فرنچ نے کہا: آپ نے بائبل کے جن مفسرین کے حوالہ سے تحریف ثابت کی ہے۔ وہی مفسرین یہ کہتے ہیں کہ تثلیث وغیرہ کے عقائد تحریف سے محفوظ رہے ہیں۔

مولانا نے فانڈر سے مخاطب ہوکر فرمایا: ”آپ نے ابھی تفسیر کشاف اور تفسیر بیضاوی کے حوالے دیئے تھے نا؟“

فانڈر نے کہا: ”جی ہاں!“

مولانا نے فرمایا: ”انہی مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ انجیل میں تحریف ہوئی ہے۔ محمد ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور آپ ﷺ کے منکر کافر ہیں۔ کیا ان کی یہ باتیں بھی آپ مانتے ہیں؟“

فانڈر نے کہا: ”نہیں۔“

مولانا نے فرمایا: ”اسی طرح ہم آپ کے علماء کی یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ بائبل میں اتنی ساری تحریفات کے باوجود عقیدۂ تثلیث وغیرہ تحریف سے یقینی طور پر محفوظ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم نے آپ کے علماء کے اقوال الزامی طور سے نقل کئے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ ہم ان کی ہر بات تسلیم کرتے ہیں۔“ (یعنی ہمارا ان کے اعتراضات سے استدلال کرنا اس لئے درست ہے کہ اگر حقیقت میں بائبل کے ان مقامات پر تحریف نہ ہوئی ہوتی تو یہ عیسائی مفسر ہرگز تحریف کا اعتراف نہ کرتے۔ ان کا اعتراف اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں تحریف ناقابل انکار طریقے پر ثابت ہوگئی ہے)

فانڈر نے کہا: ”بہرحال! عقیدۂ تثلیث وغیرہ میں تحریف نہیں ہوئی اور اس میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا۔ اس لئے جب تک آپ اس بات کو نہیں مانیں گے میں آگے بحث نہیں کروں گا۔ کیونکہ تثلیث کے عقیدے میں ہم بائبل ہی سے استدلال کرتے ہیں۔“

حاضرین میں سے مولانا فیض احمد نے کہا: ”یہ عجیب بات ہے کہ آپ ایک کتاب کے اتنے بڑے حصے میں تحریف کا اقرار کرتے ہیں۔ اس کے باوجود آپ کو اس پر بھی اصرار ہے کہ اسے بے نقص مانا جائے۔“

اس پر بحث ختم ہوگئی۔ (ہم نے اس بحث کا نہایت مختصر خلاصہ لکھا ہے جو ”البحث الشریف“ سے ماخوذ ہے۔ پورے مناظرے کے لئے اسی کتاب کی طرف مراجعت کی جائے)

اور فانڈر تیسرے دن مناظرے کے لئے نہیں آیا۔ اس کے بعد پہلے ڈاکٹر وزیر خاں صاحب مرحوم اور اس کے بعد حضرت مولانا سے اپریل ۱۸۵۴ء تک اس کی کافی طویل خط وکتابت

رہی۔ مگر زبانی مناظرے کی طرح قلمی بحث میں بھی وہ اپنی ہٹ دھرمی پر جما رہا اور ان حضرات کے اتمام حجت کر دینے کے باوجود اپنی ضد پر قائم رہا۔ یہ تحریری بحث بھی مناظرے کی مطبوعہ روئیداد میں موجود ہے۔ جو ''مباحثہ مذہبی'' اور ''مراسلات مذہبی'' کے نام سے سید عبداللہ اکبرآبادی نے منشی محمد امیر کے اہتمام سے مطبوعہ منعمیہ اکبرآباد ۱۲۷۰ھ میں چھپوایا، پہلا حصہ فارسی میں تقریری مناظرے کی روئیداد ہے اور دوسرے حصے میں ڈاکٹر محمد وزیر خاں مرحوم اور پادری فانڈر کا تحریری مناظرہ اردو میں ہے اور اس کا عربی ترجمہ اظہار الحق کے بہت سے نسخوں میں حاشیئے پر چھپا ہوا ہے۔

اس مناظرے کی عالمگیر شہرت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ مکہ مکرمہ کے شیخ رفاعی خولی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''میں نے اس مناظرے کا حال مکہ معظّمہ میں ان بے شمار لوگوں سے سنا۔ جو اس مناظرے کے بعد حج کے لئے آئے۔ یہاں تک کہ یہ بات تواتر معنوی کی حد تک پہنچ گئی کہ پادری فانڈر اس میں مغلوب ہوا تھا۔'' (البحث الشریف علی ہامش اظہار الحق ج۱ ص۵، مطبوعہ استنبول)

جہاد ۱۸۵۷ء

مناظرے کے بعد تین سال تک مولانا تصنیف وتالیف میں مشغول رہے۔ بالآخر ۱۸۵۷ء میں سلطنت مغلیہ کا ٹمٹما تا ہوا چراغ گل ہوگیا اور ہندوستان پر انگریزی اقتدار نے اپنے پاؤں پوری طرح جمالئے۔ اس زمانے کے علماء کی ایک خدامست جماعت اپنے فرائض سے غافل نہ تھی۔ جہاد فی سبیل اللہ کے عظیم مقصد کے لئے یہ جماعت میدان میں آئی اور اپنی بساط وہمت کے مطابق خدمت دین کا حق ادا کیا۔

۱۸۵۷ء کا جہاد آزادی درحقیقت کسی باضابطہ اسکیم یا لائحہ عمل کے تحت پیش نہیں آیا تھا۔ (۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی کے اس پہلو پر حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فاضلانہ تصنیف ''سوانح قاسمی'' میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اکابر دیوبند نے اس جہاد میں جس طرح حصہ لیا۔ اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو) (سوانح قاسمی ج۲ ص۷۹ تا ۲۰۸، ت)

بلکہ واقعہ یہ تھا کہ ۱۷۵۷ء میں پلاسی کی جنگ کے بعد جب انگریزوں نے ہندوستان پر باضابطہ حکومت کا فیصلہ کرلیا تو اس کے بعد سوسال تک ہندوستانی باشندوں میں اس حکومت کے خلاف نفرت اور بیزاری کے غیرمعمولی جذبات پروان چڑھتے رہے۔ ادھر انگریزوں نے ہندوستانی باشندوں کی شجاعت کے پیش نظر انہیں اپنی فوج میں اکثریت دے دی۔ نفرت وبیزاری کی انتہاء ان فوجیوں کی بغاوت پر ہوئی۔ جب فوج باغی ہوگئی تو ملک کے عام باشندے جو سال

سے انگریزی حکومت سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے بھی ایک نجات کی صورت آ گئی۔ چنانچہ ملک کے مختلف حصوں میں مختلف جتھے اور جماعتیں بنیں اور ہر علاقے میں اس جہاد کا ایک امیر منتخب ہوا۔تواریخ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان امراء کا آپس میں کوئی رابطہ تھا یا نہیں؟

چنانچہ تھانہ بھون اور کیرانہ کا ایک محاذ قائم کیا گیا۔ مجاہدین کی جماعت مدافعت اور مقابلہ کرتی رہی۔ تھانہ بھون میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ امیر، حضرت حافظ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ امیر جہاد، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سپہ سالار اور حضرت مولانا محمد منیر رحمۃ اللہ علیہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے یاور حربی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وزیر لام بندی قرار پائے۔ انہی حضرات نے شاملی میں انگریزی فوج کی ایک گڑھی پر حملہ کر کے تحصیل شاملی کو فتح کر لیا۔ (سوانح قاسمی ج۲ص۱۲۷، مطبوعہ دیوبند۱۳۷۳ھ)

دوسری طرف کیرانہ اور اس کے گردونواح میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ امیر، اور چوہدری عظیم الدین مرحوم سپہ سالار تھے۔ (چوہدری صاحب مرحوم انقلاب کے بعد حضرت مولانا رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مکہ معظمہ آ گئے تھے۔ وہیں وفات پائی) (ایک مجاہد معمار ص۲۹)

اس زمانے میں عصر کی نماز کے بعد مجاہدین کی تنظیم وتربیت کے لئے کیرانہ کی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر نقارہ بجایا جاتا اور اعلان ہوتا کہ: ’’ملک خدا کا اور حکم مولوی رحمت اللہ کا۔‘‘

اس دور کی تواریخ میسر سے ہمیں یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ شاملی کی جنگ میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ فی الواقعہ شامل تھے یا نہیں۔ لیکن آپ کے سوانح نگاروں نے اتنا ضرور لکھا ہے کہ انگریزوں نے آپ پر بھی تحصیل شاملی پر حملہ کرنے کا الزام لگایا تھا اور اس کی وجہ بعض ابن الوقت لوگوں کی مخبری تھی۔ اسی کے نتیجے میں آپ کے نام حکومت نے گرفتاری کا وارنٹ جاری کر دیا۔ مخبر نے اطلاع دی تھی کہ مولانا کیرانہ کے محلے دربار میں موجود ہیں۔ اس لئے مولانا کو گرفتار کرنے کے لئے انگریز فوج نے کیرانہ کے محلے دربار کا محاصرہ کر لیا۔ اسی محلے کے دروازے کے سامنے اس نے توپ خانہ نصب کیا اور محلے کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ عورتوں اور بچوں کو فرداً فرداً دربار سے باہر نکالا گیا۔ مولانا بذات خود پورے مجاہدانہ عزم اور حوصلے کے ساتھ گرفتاری کے لئے تیار تھے۔ لیکن آپ کے بعض بزرگوں نے روپوش ہو جانے پر اصرار کیا۔ کیرانہ کے قریب پنجیٹھ کے نام سے ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ جس میں مسلمان گوجروں کی ایک بڑی تعداد آباد تھی۔ یہاں کے بہت سے مسلمان مولانا کی جماعت مجاہدین میں شامل تھے۔ انہوں نے پیشکش کی کہ آپ پنجیٹھ تشریف لے چلیں۔

چنانچہ ان لوگوں کے اصرار پر آپ وہاں تشریف لے گئے۔ گاؤں کا مکھیا ایک مخلص مسلمان تھا۔ اس کی جاں نثاری پر صد آفریں کہ اس نے اس وقت آپ کی حفاظت کی۔ جب کسی باغی کو پناہ دینا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ مولانا پنجیٹھ میں رہتے ہوئے کیرانہ کے حالات معلوم کرنے اور لوگوں کو تسلی دینے کے لئے چرواہوں کے بھیس میں خود بھی کیرانہ آتے جاتے تھے اور دوسرے لوگ بھی آپ کو اہم واقعات کی خبریں پہنچا دیتے تھے۔

ہجرت

ایک دن انگریزی فوج کو کسی طرح یہ اطلاع مل گئی کہ مولانا پنجیٹھ گاؤں میں مقیم ہیں۔ چنانچہ انگریزی فوج کا ایک شہسوار دستہ مولانا کو گرفتار کرنے کے لئے پنجیٹھ روانہ ہوا۔ گاؤں کے مکھیا کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے جماعت کو منتشر کر دیا اور مولانا سے گزارش کی کہ کھرپا لے کر کھیت میں گھاس کاٹنے چلے جائیں۔ مولانا تشریف لے گئے اور گھاس کاٹنی شروع کر دی۔ انگریزی فوج اسی کھیت کی پگڈنڈی سے گزری۔ مولانا خود فرماتے تھے: ”میں گھاس کاٹ رہا تھا اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے جو کنکریاں اڑتی تھیں وہ میرے جسم پر لگ رہی تھیں اور میں ان کو اپنے پاس سے گزرتا ہوا دیکھ رہا تھا۔“

فوج نے گاؤں کا محاصرہ کیا۔ مکھیا کو گرفتار کر لیا گیا۔ پورے گاؤں کی تلاشی ہوئی۔ مگر مولانا کا پتہ نہ چلا۔ مجبوراً یہ فوجی دستہ کیرانہ واپس ہوا۔ مولانا کی روپوشی کی وجہ سے انگریزوں نے حالات پر قابو پالیا تھا۔ مولانا پر فوجداری کا مقدمہ دائر کیا گیا۔ وارنٹ جاری ہوا اور آپ کو مفرور باغی قرار دے کر گرفتاری کے لئے ایک ہزار روپیہ انعام کا اعلان ہوا۔

ہجرت کی سنت پر عمل قسمت میں لکھا تھا۔ مولانا نے یہ حالات دیکھ کر ہجرت حجاز کا عزم فرمالیا۔ حجاز پہنچنا اس وقت کوئی ہنسی کھیل نہ تھا۔ لیکن مولانا کی اولوالعزمی، جرأت و حوصلہ مندی اور مجاہدانہ جفاکشی نے تمام مراحل سر کرا دیئے۔ مولانا نے اپنا نام بدل کر مصلح الدین رکھا اور پیدل دہلی روانہ ہوئے۔ ایک ایسے وقت میں جب کہ معمولی معمولی شبہات پر مسلمانوں کے لئے دار کے تختے لٹکے ہوئے تھے۔ آگ اور خون کے اس دریا کو عبور کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مگر مولانا نے دہلی سے سورت تک بھی پیدل سفر کرنے کا ارادہ کر ہی لیا۔ چنانچہ چشم فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھ لیا کہ وہ مولانا رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو ہمیشہ ناز و نعم اور عیش و آرام میں پلے تھے، جے پور اور جودھپور کے وحشت خیز ریگستانوں اور مہیب اور خطرناک راستوں کو نہایت مجاہدانہ عزم

واستقامت اورصبرواستقلال کے ساتھ قطع کرتے ہوئے سورت پہنچ گئے۔

لیکن سورت کی بندرگاہ سے جہاز کا سفر آسان نہ تھا۔اس وقت بادبانی جہاز چلا کرتے تھے۔سال بھر میں صرف ایک جہاز ہوا کی موافقت کے زمانے میں سورت سے جدہ جایا کرتا تھا۔ ایک خط کا محصول چارروپے تھا جو لوگ ہجرت کے ارادے سے ترک وطن کرتے وہ ساتھ ہی دنیوی تعلقات اور باہمی رشتوں کو زندگی ہی میں ختم کر دیتے تھے۔غرض چندر چند آلام ومصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہوا یہ مجاہد فی سبیل اللہ اپنی جان پر کھیل کر اس مقدس سرزمین میں پہنچ گیا۔جسے قدرت کی طرف سے ’’من دخلہ کان اٰمنا‘‘ کا شرف عطاء ہوا ہے۔

جائیداد کی ضبطی

ادھر مولانا حجاز روانہ ہوئے اور ادھر آپ پر غائبانہ فوجداری مقدمہ چلا کر حکومت نے آپ کی اور آپ کے خاندان کی ساری جائیداد ضبط کی اور اس کا نیلام کرادیا۔یہ فیصلہ ڈپٹی کمشنر کرنال کی طرف سے ۳۰؍جنوری ۱۸۶۲ء کو کیا گیا۔سرکاری کاغذات میں اس نیلام کا عنوان اس طرح درج کیا گیا:’’انڈکس مشمولہ مثل فوجداری مقدمہ عرضی کمال الدین ساکن کیرانہ حال پانی پت مولوی رحمت اللہ باغی۔‘‘ (تاریخ عروج عہد سلطنت انگلشیہ ہند ص۶۷۵)

اس طرح مندرجہ ذیل جائیدادیں نیلام ہوئیں۔

۱...... سرائے کھجور،جس کی قیمت سرکاری طور پر پانچ سوروپے تھی۔
۲...... سرائے چوڑھے،جس کی قیمت سرکاری طور پر پانچ سوروپے تھی۔
۳...... سرائے معروف شیخ فضل الٰہی۔
۴...... سرائے قصاباں۔
۵...... سرائے لوآباد۔
۶...... سرائے مالیان۔

یہ سب سرائیں اور وسیع قطعات زمین اور مکانات ۱۴۲۰روپے میں نیلام ہوئے جن کی اصل قیمت لاکھوں روپے تھی۔مزروعہ علاقے جو بحق سرکار ضبط ہوئے اس کے علاوہ ہیں۔

بیت اللہ میں

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مولانا سے پہلے ہی ہجرت فرما کر مکہ معظّمہ پہنچ چکے تھے اور باب العمرہ سے متصل رباط داؤدیہ کے ایک حجرے میں مقیم تھے۔صبح صادق کے

قریب حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی ؒ مکہ مکرمہ پہنچے۔ مطاف میں حضرت حاجی صاحب ؒ سے ملاقات ہوئی۔ طواف قدوم اور سعی میں حضرت حاجی صاحب ؒ ساتھ رہے۔ اس کے بعد دونوں رباط داؤدیہ میں آ گئے۔ اس زمانے میں سلطان عبدالعزیز خان خلافت عثمانیہ کے خلیفہ تھے اور عبداللہ بن عون بن محمد شریف مکہ شیخ العلماء حضرت سید احمد دحلان ؒ مسجد حرام میں درس دیا کرتے تھے اور شریف مکہ ان کا بڑا احترام کرتا تھا۔ مولانا رحمت اللہ ؒ اکثر شیخ العلماء ؒ کے درس میں بیٹھ جاتے۔ شیخ العلماء ؒ شافعی المذہب تھے۔ اس لئے ایک روز دوران تقریر کسی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے اپنے مذہب کی ترجیح کے ساتھ حنیفہ ؒ کے دلائل کو کمزور قرار دیا۔ درس ختم ہونے کے بعد حضرت مولانا نے شیخ سید احمد دحلان ؒ سے پہلی بار ملاقات کی اور اس مسئلہ کے بارے میں طالب علمانہ انداز سے اپنی تشفی چاہی۔ تھوڑی دیر کے سوال و جواب اور علمی گفتگو سے شیخ العلماء کو اندازہ ہو گیا کہ یہ شخص طالب علم نہیں۔ اس پر انہوں نے مولانا سے حقیقت حال دریافت کی۔ مولانا نے اختصار کے ساتھ کچھ حالات بیان فرمائے۔ دوسرے دن شیخ نے مولانا کو اپنے گھر پر مدعو کیا۔ آپ اپنے رفیق عزیز حضرت حاجی صاحب ؒ کے ساتھ شیخ کی دعوت میں شریک ہوئے۔ اسی مجلس میں انقلاب ۱۸۵۷ء کے تمام حالات اور خاص طور سے نصاریٰ کی تبلیغی سرگرمیوں اور ان کی تردید میں مسلمانوں کی عظیم الشان کامیابیوں کا ذکر آ گیا۔ شیخ نے اس پر بے حد مسرت کا اظہار فرمایا اور حضرت مولانا سے دیر تک بغلگیر ہوئے۔ اسی مجلس میں انہوں نے آپ کو مسجد حرام میں درس کی باقاعدہ اجازت دی اور علماء نے مسجد حرام کے دفتر میں آپ کا نام درج کرا دیا۔ مولانا شیخ دحلان ؒ سے بہت متاثر تھے۔ اظہار الحق کے مقدمہ میں آپ نے ان کا ذکر نہایت عقیدت و محبت کے ساتھ کیا ہے۔

قسطنطنیہ کا پہلا سفر

۱۸۵۷ء کے بعد پادری فانڈر جرمنی، سوئٹزرلینڈ اور انگلستان میں رہا۔ اس کے بعد لندن کی چرچ مشنری سوسائٹی نے اسے قسطنطنیہ بھیج دیا۔ تاکہ وہاں کام کرے۔ وہاں اس نے سلطان عبدالعزیز خان مرحوم سے بیان کیا کہ ہندوستان میں میرا ایک مسلمان عالم سے مذہبی مناظرہ ہوا تھا جس میں عیسائیت کو فتح اور اسلام کو شکست ہوئی۔ سلطان عبدالعزیز خان مرحوم کو دینی معاملات سے کافی شغف تھا۔ انہوں نے تحقیق حال کے لئے شریف مکہ عبداللہ پاشا کے نام فرمان جاری کیا کہ:

’’حج کے زمانے میں ہندوستان سے جو باخبر حضرات آئیں ان سے پادری فانڈر کے مناظرے اور انقلاب ۱۸۵۷ء کے خاص حالات معلوم کر کے باب خلافت کو مطلع کیا جائے۔‘‘

شریف مکہ کو اس مناظرے کی پوری کیفیت شیخ العلماء سید احمد دحلان رحمۃ اللہ علیہ سے معلوم ہو چکی تھی۔ چنانچہ انہوں نے فوراً خلیفہ کو جواب میں مناظرے کی مختصر کیفیت کے ساتھ اطلاع دی کہ وہ عالم جن سے ہندوستان میں یہ مناظرہ ہوا تھا مکہ مکرمہ میں موجود ہیں۔ سلطان رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے حضرت مولانا کو قسطنطنیہ طلب کر لیا۔ چنانچہ ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۴ء میں آپ شاہی مہمان کی حیثیت سے قسطنطنیہ پہنچے۔

پادری فانڈر کو جب یہ معلوم ہوا کہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ قسطنطنیہ آ رہے ہیں تو وہ قسطنطنیہ چھوڑ کر چلا گیا۔ سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا کی تشریف آوری پر ایک مجلس علماء منعقد کی جس میں وزرائے سلطنت کے علاوہ اہل علم حضرات کو مدعو کیا گیا اور حضرت مولانا سے ہندوستان میں مذہب عیسوی کی شکست اور انقلاب ۱۸۵۷ء کے حالات سنے۔ دولت عثمانیہ میں اس فتنہ وفساد کو روکنے کے لئے حکومت نے مشنریوں پر مختلف قسم کی پابندیاں لگائیں اور سخت احکام جاری کئے۔

اکثر نماز عشاء کے بعد سلطان پوری توجہ اور اشتیاق کے ساتھ حضرت مولانا کو بلاتے خیرالدین پاشا تونسی صدراعظم اور شیخ الاسلام وغیرہ بھی شریک مجلس ہوتے۔ سلطان نے حضرت مولانا کی جلیل القدر دینی خدمات کی قدر افزائی کی اور خلعت فاخرہ کے ساتھ تمغہ مجیدی درجہ دوم عطاء کیا اور مولانا کے لئے گراں قدر ماہانہ وظیفہ مقرر کیا۔

اظہار الحق کی تصنیف

سلطان عبدالعزیز خان رحمۃ اللہ علیہ اور صدراعظم خیرالدین پاشا کی خواہش تھی کہ مولانا عربی زبان میں ایک کتاب تصنیف فرمائیں جس میں ان پانچوں مسائل پر محققانہ بحث کی گئی ہو جو اکبر آباد کے مناظرے میں موضوع بحث بنے تھے۔ چنانچہ ماہ رجب ۱۲۸۰ھ میں حضرت مولانا نے اظہار الحق لکھنی شروع کی اور ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ میں چھ ماہ کے اندر اسے مکمل کر کے سلطان کی خدمت میں پیش کر دیا۔

مولانا نے اظہار الحق کے مقدمہ میں تالیف کا سبب شیخ العلماء سید احمد دحلان رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کو قرار دیا تھا۔ خیرالدین پاشا نے جب یہ دیکھا تو مولانا سے فرمایا کہ آپ نے تو یہ کتاب امیرالمؤمنین کی خواہش پر لکھی ہے۔ اس لئے اس میں امیرالمؤمنین کا ذکر ہونا چاہئے تھا۔ اس کے

بجائے آپ نے مکہ معظّمہ کے شیخ العلماء کا ذکر فرمایا ہے؟ حضرت مولانا نے جواب میں فرمایا: ’’اس خالص مذہبی خدمت میں کسی دنیاوی غرض ومقصد کا کوئی شائبہ نہ آنا چاہئے۔اس کے علاوہ مکہ معظّمہ میں خود شیخ العلماء مجھ سے ان حالات کے قلمبند کرنے کی خواہش کر چکے تھے اور ابتدائی مواد کی ترتیب کا کام بھی شروع کر دیا تھا۔دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کتاب کی تالیف کا اصل سبب شیخ العلماء ہیں۔کسی وجہ سے اگر وہ مجھے امیر مکہ تک نہ پہنچاتے تو میری رسائی یہاں تک نہ ہوتی اور اس خدمت کا موقع نہ ملتا۔‘‘

مولانا کی بیان فرمودہ ان وجوہات کو بنظر استحسان دیکھا گیا۔

قسطنطنیہ میں قیام کے دوران مختلف مذاق وخیال کے اہل علم سے مولانا کی گفتگو رہتی تھی۔مغربی تعلیم کے اثرات یہاں بھی رفتہ رفتہ ذہنوں کو مادیت کی طرف لے جارہے تھے۔اس لئے مولانا نے یہیں رہتے ہوئے تنبیہات کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس میں اسلام کے بنیادی عقائد کو خالص عقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ اظہار الحق کے بعض نسخوں کے حاشیہ پر چھپا ہوا ہے۔

مدرسہ صولتیہ کا قیام

قسطنطنیہ سے واپس تشریف لانے کے بعد حضرت مولانا نے محسوس فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں ایک ایسے دینی مدرسے کی شدید ضرورت ہے جو دینی معاملات میں ٹھوس علم وبصیرت رکھنے والے علماء پیدا کرے۔اس زمانے میں اگرچہ مسجد حرام میں مختلف علماء کے درس ہوا کرتے تھے۔ جن کی سرپرستی خلافت عثمانیہ پوری توجہ کے ساتھ کرتی تھی۔لیکن اوّل تو درس کے یہ حلقے کسی جچے تلے نظام اور ضابطے کے ماتحت نہ تھے۔ یہاں تک کہ کوئی نصاب تعلیم بھی مقرر نہ تھا۔دوسری تدریس کا طریقہ ایسا تھا کہ درس میں شریک ہونے والے ایک وعظ تقریر کی طرح اس سے مستفید ہوتے تھے۔طلباء میں قوت مطالعہ اور ذاتی استعداد پیدا کرنے کے لئے جس طرز تدریس کی ضرورت ہوتی ہے وہ مفقود تھا۔تمام عمر میں طلباء نحو، فقہ، تفسیر اور حدیث پڑھتے تھے اور وہ بھی نامکمل طریقے سے۔اس لئے مولانا نے مکہ معظّمہ کے ہندوستانی مہاجرین اور اہل خیر اصحاب کو اس طرف متوجہ فرمایا اور رمضان ۱۲۹۰ھ میں نواب فیض احمد خاں صاحب مرحوم رئیس ضلع علی گڑھ کے رہائشی مکان کے ایک حصے میں مدرسے کی ابتداء کی پھر ۱۲۹۰ھ کے موسم حج میں کلکتہ کی ایک فیاض خاتون ’’صولت النساء صاحبہ‘‘ حج کرنے آئیں تو حضرت مولانا کے مشورے سے انہوں نے محلّہ خندریسہ

میں ایک جگہ خریدی اور اس پر مدرسے کی تعمیر خود اپنی نگرانی میں کروائی۔ انہی نیک دل خاتون کے نام پر مدرسے کا نام مدرسہ صولتیہ رکھا گیا۔

اس مدرسے میں دینی علوم کی تدریس کے علاوہ حضرت مولانا نے ایک صنعتی سکول بھی قائم فرمایا۔ جس میں مہاجرین اور اہل عرب کے بچوں کی تعلیم وتربیت کے انتظام کے ساتھ انہیں صنعت ودستکاری کی تعلیم دی جاتی تھی۔ تاکہ اگر اہل حجاز اور مہاجرین کی اولاد کو ضروری ابتدائی تعلیم کے بعد مزید پڑھنے کا موقع نہ ملے تو وہ باعزت معاش حاصل کر سکے۔

یہ مدرسہ آج تک بحمداللہ مکہ مکرمہ کے ''حارۃ الباب'' میں قائم ہے اور تعلیمی خدمات کے علاوہ تبلیغی جماعتوں اور حجاج وزائرین کی خدمت کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔ حضرت مولانا رحمت اللہ ؒ کے بعد آپ کے بھتیجے محمد صدیق کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد سعید[1] صاحب ؒ اس کے مہتمم ہوئے اور پچاس سال کے بعد اپنی زندگی کے آخری ایام میں یہ ذمہ داری اپنے قابل فخر فرزند حضرت مولانا محمد سلیم مدظلہم کو سونپ دی جو بحمداللہ آج تک اسے بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ (مولانا محمد سلیم مدظلہم مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ وہیں تعلیم حاصل کی اور پندرہ بیس سال مدرسہ صولتیہ میں تعلیم دی۔ ۱۳۴۶ھ سے مدرسے کے نائب ناظم اور ۱۳۵۷ھ کے بعد سے اس کے ناظم ہیں۔ ہم نے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی ؒ کے تذکرے میں

[1] مولانا محمد سعید کے والد محمد صدیق انبالہ میں سررشتہ دار تھے۔ ان کے مکان کے قریب ایک مشن سکول تھا۔ محمد صدیق مرحوم نے اپنے ایک دوست کے مشورے سے اپنے صاحبزادے مولانا محمد سعید کو اس سکول میں داخل کرادیا۔ جب کہ ان کی عمر دس سال تھی۔ اس وقت حضرت مولانا رحمت اللہ ؒ مکہ مکرمہ ہجرت فرما چکے تھے۔ جب آپ کو اس کا علم ہوا تو بے حد رنجیدہ ہوئے کہ اسلام کے جن دشمنوں سے لڑتے ہوئے میری ساری عمر گزری۔ آج میرے ہی خاندان کا ایک بچہ ان سے تعلق جوڑے ہوئے ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے خاندان کے ہر بزرگ کو خطوط لکھے اور تاکید کے ساتھ لکھا کہ محمد سعید کو مشن سکول سے نکال کر فوراً میرے پاس بھیجو۔ مولانا محمد سعید کی والدہ بڑی نیک دل اور اولوالعزم خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے لخت جگر کو بارہ سال کی عمر میں مکہ معظمہ روانہ کردیا۔ حضرت مولانا نے ان کی تعلیم وتربیت خصوصی توجہ کے ساتھ فرمائی۔ اپنی نواسی سے ان کا نکاح کیا۔ نکاح کی مجلس میں حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی ؒ بھی موجود تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''میں نے اس بچے کی اس طرح تربیت کی ہے جس طرح سنار سونے کو بھٹی میں ڈال کر تپاتا ہے۔'' حضرت مولانا سعید ؒ نے ۱۳۵۷ھ میں بمقام کیرانہ وفات پائی اور پچاس سال مدرسہ صولتیہ کے ناظم رہے۔

(ماہنامہ قومی زبان کراچی ۱۹۶۶ء، مضمون مولانا محمد سعید مرحوم از جناب امداد صابری)

زیادہ تر آپ ہی کے لکھے ہوئے مختصر مگر جامع رسالہ ''ایک مجاہد معمار'' سے استفادہ کیا ہے۔ تقی)

قسطنطنیہ کا دوسرا سفر

۱۲۹۹ھ میں دولت عثمانیہ نے عثمان نوری پاشا کو حجاز کا گورنر نامزد کیا۔ انہوں نے نہ جانے کس غلط فہمی کی بناء پر مدرسہ صولتیہ کو ایک اجنبی ملک کی تحریک سمجھا اور اس سے بدظن ہوگئے۔ بالآخر معاملہ قسطنطنیہ تک پہنچا۔ اس وقت سلطان عبدالمجید خاں مرحوم کی خلافت قائم تھی۔ انہوں نے مولانا کو طلب فرمایا۔ چنانچہ مولانا دوسری بار قسطنطنیہ تشریف لے گئے۔ اس سفر میں حضرت مولانا کے بھتیجے مولانا بدرالاسلام بھی ساتھ تھے۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس سفر کی روئیداد خود اس طرح بیان فرماتے ہیں:

۲۰؍ربیع الاوّل ۱۳۰۱ھ ہفتہ کے دن مغرب کے وقت مکہ معظّمہ سے جدہ کو روانہ ہوئے۔ آٹھویں کے آگبوٹ میں چلنے کی تجویز موقوف رہی۔ پھر بابور (جہاز) مصری میں ۱۵؍ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ روز بدھ کو سوار ہوئے اور اس نے جمعرات کے روز صبح کے وقت لنگر اٹھایا۔ پیر کی رات کو پانچ بجے سویز پہنچے اور صبح کو جو پیر کا دن اور ۲۰؍ربیع الثانی کی تھی بابور سے اترے...... وہاں سے منگل کے دن ۲۱؍تاریخ اسکندریہ کو ریل پر گئے۔ تین بجے اسکندریہ پہنچے۔ سعداللہ بے کے مکان پر اترے۔ پھر آٹھویں دن...... بابور مصری پر سوار ہوکے...... جمادی الاولیٰ کی پانچویں تاریخ پیر کے دن استنبول میں پہنچے۔ ادھر جہاز نے لنگر ڈالا۔ اسی وقت فی الفور مصطفیٰ وہبی بے یاور (اے.ڈی.سی) اور بین باشی حضرت سلطان کے جہاز پر چڑھے اور مل کے کہا کہ حضرت سلطان نے بہت بہت سلام فرمایا ہے اور کشتی خاص اپنی بھیجی ہے۔ چلئے۔ وہاں سے چل کر سرائے (محل) قصر شاہی سلطانی تک جو بنائے سلطان مرحوم عبدالمجید خاں غازی کی ہے۔ آئے۔ وہاں کشتی سے اتر کر دو گھوڑوں کی بگی میں سوار ہوکے محل سرائے سلطانی میں آئے اور محل سرائے کے ایک کمرے میں اترے۔ اس روز ملاقات کو جناب کمال پاشا اور جناب عثمان بے اور جناب علی بے اور جناب نسیم بے تینوں قرناء (مشیر) حضرت سلطان کے ہیں اور جناب سید احمد اسعد مدنی جو مصاحب حضرت سلطان ہیں۔ دن کو اور رات کو نصرت پاشا آئے اور اگلے دن منگل کو جناب عثمان پاشا غازی اور بدھ کو ساتویں تاریخ جناب شیخ حمزہ ظافر اور جناب سید احمد اسعد مدنی اور جناب کمال پاشا آئے اور رات کو جناب علی بے قرنا درجہ دوم نے حضرت سلطان کی طرف سے مزاج پرسی کر کے کلمات عواطف شاہانہ پہنچائے۔ آٹھویں تاریخ جمعرات کے روز شیخ محمد ظافر صاحب تشریف

لائے اور جمعہ کو جناب حسنی پاشا داماد سلطان عبدالمجید مرحوم اور جناب سفوت پاشا اور جناب اسماعیل حقی اور جناب سید فضل پاشا آئے اور اسی دن مغرب کے وقت خلعت سلطانی میرے اور بدرالاسلام اور مولوی حضرت نور (صدر مدرس مدرسہ صولتیہ) کے لئے آیا۔ ۱۷ر تاریخ ہفتہ کے دن وہبی بے نے حضرت سلطان کی طرف سے حکم پہنچایا کہ مرضی سلطانی یہ ہے کہ تم اپنے اہل وعیال کو بلوا لو۔ موسم ربیع قریب آ پہنچا۔ اب عرصہ تک آب وہوا استنبول بہت اچھی رہے گی۔ نرمی سے اس میں عذر کیا گیا۔ منگل کے دن کیسہ مفتاح کعبہ اور ایک تسبیح عقیق البحر کی اور ایک تسبیح سنگ مقصود کی بھجوائی گئی اور فرمایا کہ اس کے شکریہ میں میں نے تم کو رتبہ پایہ حرمین شریفین کا عطاء کیا۔ اس کا لباس بھی پہنچے گا اور چھٹی تاریخ رجب کی جمعرات کے دن کو عصر کے بعد سرائے سلطانی (محل) کو جانا ہوا۔ مغرب کے بعد ملاقات ہوئی۔ غایت عنایت شاہانہ سے پیش آئے۔ مسند سے اٹھ کے ایک دو قدم بڑھا کر ہاتھ میرا قوت سے اپنے ہاتھ میں پکڑ کے فرمایا کہ کثرت شغل کے سبب اب تک میں نے ملاقات نہیں کی تھی اور تاخیر کا سبب اس کے سوا کوئی دوسرا امر نہیں۔ میں نے بھی دعا اور کلمات شکریہ مناسبہ کہے۔

اس کے بعد سلطان سے متعدد بار ملاقاتیں رہیں۔ مختلف مسائل ومعاملات پر گفتگو ہوتی تھی۔ سلطان نے مدرسہ صولتیہ کے لئے معقول ماہانہ امداد مقرر کرنے کے متعلق خیال ظاہر فرمایا جس کے جواب میں شکریہ اور دعا کے بعد حضرت مولانا نے فرمایا کہ: ”حرمین شریفین میں امیرالمؤمنین کے بہت سے جاری کردہ امور خیر ہیں اور بہت سے نیک کام تشنہ تکمیل، مدرسہ صولتیہ چونکہ ہندوستان کے دیندار اور نیک خیال مسلمانوں کی امداد سے چل رہا ہے اور قائم ہے۔ ان کو اس کار خیر میں شرکت وسرپرستی کی سعادت سے محروم نہ فرمایا جائے۔ جو یقیناً امیرالمؤمنین کے الطاف شاہانہ سے بعید نہیں۔“ (ایک مجاہد معمار ص۴۸ تا ۵۲)

اسی دوران سلطان نے حضرت مولانا کے بھتیجے مولانا بدرالاسلام کو اپنے شہرۂ آفاق شاہی کتب خانے ”حمیدیہ“ کا ناظم بنادیا۔ یہ آخر وقت تک سلطان کے معتمد علیہ رہے۔ سلطان عبدالحمید کی معزولی کے پرخطر وقت میں صرف تین اشخاص سلطان کی خدمت میں باقی رہے تھے۔ ان میں مولانا بدرالاسلام صاحب بھی تھے۔ ایک عرصہ نظر بند رہنے کے بعد یہ اپنے وطن کیرانہ واپس آگئے تھے۔ (۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں انگریز ان پر بہت شبہ کرتے تھے۔ اس لئے یہ لکھنؤ چلے گئے تھے۔ جہاں انہیں ندوۃ العلماء میں ادب عربی کا استاذ مقرر کیا گیا۔ مولانا حالی مرحوم سے ان کے بڑے اچھے تعلقات تھے) (قومی زبان ستمبر ۱۹۶۶ء ص۵۸)

بالآخر سلطان سے الوداعی ملاقات کے بعد دوسرے دن مصطفیٰ وہبی بے یاور اور خیرالدین پاشا وغیرہ تشریف لائے اور سلطان کی طرف سے ذاتی ہدیہ اایک مرصع تلوار حضرت مولانا مرحوم کو دی اور سلطان کے یہ الفاظ نقل کئے کہ: ’’ہتھیار ہر مجاہد فی سبیل اللہ کی زینت ہے۔‘‘

جب آپ مکہ معظّمہ پہنچے تو استقبال کرنے والوں میں حجاز کے گورنر عثمان نوری پاشا بھی تھے جو سب سے پہلے حضرت مولانا سے بغل گیر ہوئے اور اپنی غلط فہمی کی معافی چاہی۔

تیسرا سفر

دوسرے سفر سے واپس آنے کے بعد بھی سلطان اور مختلف وزراء سے مولانا کی خط وکتابت جاری رہی۔ آخر عمر میں کبرسنی اور کثرت مشاغل سے آپ کو ضعف بصر کی شکایت ہوگئی تھی اور ۱۳۰۳ھ میں حضرت مولانا موتیابند کی وجہ سے لکھنے پڑھنے کے قابل نہ رہے۔ سلطان کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فوراً حضرت مولانا کو علاج کے لئے قسطنطنیہ طلب کیا۔ اس سفر میں آپ کے شاگرد اور خادم مولوی عبداللہ ساتھ تھے۔

۲ر رمضان ۱۳۰۴ھ کو مولانا پھر استنبول پہنچے۔ اسی دن مرتبہ سلطان سے ملاقات ہوئی۔ افطار بھی سلطان کے ساتھ ہوا اور تراویح بھی وہیں پڑھی۔ اس وقت سلطان نے فرمایا کہ آپ کی آنکھوں کے علاج کے لئے میں کل ڈاکٹروں کو جمع کروں گا۔ چنانچہ اگلے دن پانچ ممتاز ڈاکٹروں نے مولانا کی آنکھوں کا معائنہ کیا اور کہا کہ ابھی موتیا پوری طرح نہیں اترا۔ اس لئے علاج دو ماہ بعد ہوگا۔ چنانچہ آپ دو تین ماہ قسطنطنیہ میں رہے۔ بالآخر ڈاکٹروں نے آپریشن تجویز کیا۔ اس زمانے میں آپریشن ایک نہایت ہیبت ناک چیز تھی۔ اس لئے حضرت مولانا اس کے لئے تیار نہ ہوئے۔ سلطان کو آپ کی از حد دلداری مقصود تھی۔ اس لئے آپ کی مرضی کے خلاف اصرار نہیں کیا۔ سلطان کی خواہش تھی کہ آپ قسطنطنیہ میں ان کے پاس رہیں۔ ایک ملاقات میں انہوں نے اس خواہش کا اظہار بھی کیا مگر مولانا نے فرمایا: ’’اعزاء اور اقارب کو چھوڑ کر ترک وطن کر کے خدا کی پناہ میں اس کے دروازے پر آ کر پڑا ہوں۔ وہی لاج رکھنے والا ہے۔ آخری وقت میں امیرالمومنین کے دروازے پر مروں تو قیامت کے دن کیا منہ دکھاؤں گا؟‘‘

چنانچہ ذیقعدہ کے مہینے میں مولانا واپس مکہ معظّمہ تشریف لے آئے۔

سماجی خدمات

مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں کی بہت

سی سماجی اور معاشرتی اصلاحات میں حصہ لیا۔ جن میں اہم مندرجہ ذیل ہیں:

۱...... حجاز کی نہر زبیدہ، ہارون رشید کی بیوی زبیدہ کا صدقہ جاریہ ہے۔ لیکن مرور ایام کی بناء پر اس نہر میں بہت زیادہ نقص واقع ہوگئے تھے اور پانی کے حصول کے لئے ساکنان حرم کو کافی زحمت اٹھانی پڑتی تھی۔ عرصے سے اس کی مرمت اور اصلاح کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ اسی زمانے میں سیٹھ عبدالواحد صاحب عرف واحد سیٹھ مکہ مکرمہ آئے اور اس سلسلے میں مدرسہ صولتیہ کے اندر ایک مشاورتی اجتماع منعقد ہوا۔ حضرت مولانا نے نہر زبیدہ کی اصلاح ومرمت کا بیڑا اٹھایا۔ حکومت کی اجازت سے اس کام کے لئے ایک مجلس بنائی گئی۔ جس میں مہاجرین کے ہر طبقہ سے ممتاز افراد ارکان منتخب ہوئے۔ اس مجلس کی صدارت کے لئے مولانا کو منتخب کیا گیا۔ مگر آپ نے اپنے شاگرد رشید مولانا شیخ عبدالرحمٰن سراج مرحوم مفتی الاحناف وشیخ العلماء مکہ معظّمہ کو اس کے لئے موزوں سمجھا اور خود نائب صدر کی حیثیت اختیار کی۔ سیٹھ عبدالواحد صاحب نہر زبیدہ کے خازن اور تحویلدار مقرر ہوئے اور اس طرح نہر زبیدہ کا صدقہ جاریہ ان حضرات کی ہمت سے دوبارہ زندہ ہوا۔ (ایک مجاہد معمار ص۵۳)

۲...... جس وقت حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ پہنچے تو وہاں ڈاک تقسیم کرنے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ نہ کوئی ڈاک خانہ تھا۔ اس زمانے میں جو ڈاک آتی تھی حرم شریف کے دروازے کے سامنے رکھ دی جاتی تھی۔ جس کا خط ہوتا وہ تلاش کر کے لے جاتا۔ حضرت مولانا نے ڈاک کے انتظام کے لئے کوشش فرمائی۔ زندگی میں تو اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ مگر آپ کے بعد مولانا محمد سعید نے اس جدوجہد کو جاری رکھا اور سلطان عبدالحمید کو توجہ دلا کر باب الوداع پر ڈاکخانہ تعمیر کرایا۔ (ماہنامہ قومی زبان کراچی ستمبر ۱۹۶۶ء، مولانا محمد سعید از جناب امداد صابری ص ۶۲)

۳...... دینی تعلیم کا ایک خاص منہاج اور نظام قائم کیا اور مکہ مکرمہ میں باضابطہ دینی تعلیم کی طرح ڈالی۔

۴...... مکہ مکرمہ میں ایک صنعتی سکول قائم فرمایا۔ جس میں مہاجرین اور مقامی باشندوں کے بچے ابتدائی تعلیم وتربیت کے بعد ہنرمند بن کر اپنے پاؤں پر کھڑے ہوسکیں۔

۵...... جب عثمان نوری پاشا نے سلطان عبدالحمید مرحوم کی اجازت سے صحن حرم میں بنے ہوئے شاہی کتب خانے کو حجاج کی سہولت کے لئے منہدم کرایا تو مولانا نے اس کے پتھروں اور سامان تعمیر سے مدرسہ صولتیہ کے قریب ایک مسجد تعمیر کرائی جس کے تینوں گنبد پانی پت ضلع کرنال کے معماروں نے تعمیر کئے۔ اس مسجد کا تاریخی نام خانہ رحمت ہے اور یہ مسجد آج تک وہاں موجود ہے۔

۶...... مسجد صولتیہ اوراس کے طرز پر جو دوسرے مدارس حجاز میں قائم ہوئے۔ان کی افادیت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اپنے خلیفہ ارشد حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:''یہ مدرسہ (مولانا قاری احمد مکیؒ کا مدرسہ) جناب مولوی رحمت اللہؒ کی شاخ ہے۔جناب مولانا مرحوم کی ہمت اور توجہ سے یہ مدرسہ قائم ہوا اور اس کا اہتمام قاری حافظ احمد مکی موصوف کے ذمہ کیا گیا۔ ماشاءاللہ!ان مدرسوں سے فائدہ عظیم ہوئے ہیں۔''

(مکتوبات امدادیہ مرتبہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ص۶)

وفات

اسلام اور مسلمانوں کی گوناگوں علمی وعملی خدمات کے بعد اس مجاہد فی سبیل اللہ نے پچھتّر سال کی عمر میں جمعہ کے دن ۲۲/رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ کو وفات پائی اور آپ کو حرم محترم کی مقدس سرزمین میں دفن ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ جنت المعلیٰ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کے جوار میں صدیقین وشہداء کے قریب آپ کا مزار ہے۔اس چھوٹے سے احاطے میں پانچ قبریں ہیں جن میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کے علاوہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور مولانا عبدالحق شیخ الدلائل،مصنف ''اکلیل شرح مدارک التنزیل'' بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ اپنے زمانے کے ممتاز علماء اور اولیاء اللہ کی نگاہوں میں کتنا محبوب مقام رکھتے تھے۔اس کا اندازہ اس بات سے کیجئے کہ جس زمانے میں مولانا استنبول گئے ہوئے تھے۔اس وقت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ مکہ مکرمہ سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ وغیرہم کے نام اپنے ایک گرامی نامے میں تحریر فرماتے ہیں:''مولوی رحمت اللہ ہنوز تشریف باستنبول میدارند،خدائے تعالیٰ مولوی صاحب را جلد آرد۔''

(امداد المشتاق ص۲۴۱،اشرف المطابع تھانہ بھون ۱۹۲۹ء)

تصانیف

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی بیشتر تصانیف ردعیسائیت کے موضوع پر ہیں۔ان تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

(۱)ازالۃ الاوہام

یہ کتاب بڑی تقطیع کے ۵۶۴ صفحات پر ۱۲۶۹ھ میں سید المطابع شاہجہاں آباد میں چھپی۔ یہ فارسی زبان میں ہے اور اس میں نصاریٰ کے اکثر مباحث کا جواب ہے۔ پادری فانڈر نے ''میزان الحق'' میں جو اعتراضات کئے تھے۔ ان کے دندان شکن جوابات بھی اس میں موجود ہیں۔ مسئلہ تثلیث اور بشارات کی بحث اس کتاب کی خصوصیت ہے۔ ازالۃ الاوہام کے اس نسخے کے حاشیے پر مولانا آل حسن صاحب کی استفسار بھی چھپی ہوئی ہے۔ احقر (مولانا محمد تقی عثانی) نے اپنے کام میں اس کتاب سے کافی مدد لی ہے۔

(۲)ازالۃ الشکوک

یہ کتاب اردو زبان میں ہے اور اس میں عیسائیوں کے ۳۹ سوالات کا جواب ہے۔ دونوں جلدوں کے مجموعی صفحات ۱۱۱۶ ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی رسالت کا اثبات اور بائبل کی تحریف اس کتاب کے خاص مباحث ہیں۔ اس کی پہلی جلد مدرسۃ الباقیات الصالحات مدراس کے بانی اور حضرت مولانا کے خاص شاگرد مولانا عبدالوہاب دیلوردی نے مدراس میں چھپوائی تھی۔ پھر دوسری جلد مولانا کے فرزند ضیاء الدین نے اپنی نگرانی میں طبع کرائی ہے۔

(۳)اعجاز عیسوی

یہ کتاب بھی اردو میں ہے۔ اس کا موضوع تحریف بائبل ہے اور اپنے موضوع پر بے نظیر تصنیف ہے۔ متوسط تقطیع کے چھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلی بار آگرہ کے مطبع رضوی میں چھپی تھی۔ سن طباعت ۱۲۷۱ھ ہے۔ ''ذلک ھدی اللہ یھدی بہ من یشآء'' اس کی تاریخ ہے۔

(۴)اوضح الاحادیث

اس کا پورا نام ''اوضح الاحادیث فی ابطال التثلیث'' ہے۔ یہ ۶۴ صفحات پر مشتمل ایک مختصر رسالہ ہے جس میں عقیدۂ تثلیث کو عقلی ونقلی دلائل سے باطل کیا گیا ہے۔ ۱۲۹۲ھ میں دہلی میں چھپا تھا۔ (یہ رسالہ راقم الحروف کی نظر سے نہیں گزرا)

(۵)بروق لامعہ

یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے اور اس میں آنحضرت ﷺ کی رسالت کا مدلل اثبات اور عقیدۂ ختم نبوت پر فاضلانہ گفتگو کی گئی ہے۔

(۶) معدل اعوجاج المیزان

یہ کتاب فانڈر کی میزان الحق کا جواب ہے۔ پادری صفدر علی نے رسالہ نور افشاں ج ۱۲ ش ۳۰، مطبوعہ ۲۴؍جولائی ۱۸۸۴ء میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا قلمی نسخہ ان کے پاس ہے۔

(۷) تقلیب المطاعن

یہ کتاب پادری لاسمند کی تحقیق دین حق کا جواب ہے جو افسوس ہے کہ زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوسکا۔

(۸) معیار التحقیق

یہ پادری صفدر علی کی کتاب تحقیق الایمان کا مدلل اور مفصل جواب ہے۔ (تصانیف کی یہ فہرست فرنگیوں کا جال از جناب امداد صابری ص ۲۳۷، ۲۳۸ اور ایک مجاہد معمار ص ۲۷، ۲۸ سے ماخوذ ہے)

(۹) اظہار الحق

ردعیسائیت پر مولانا کی آخری اور سب سے زیادہ معرکۃ الآراء کتاب اظہار الحق ہے۔ چھ ابواب پر مشتمل اس کتاب میں اسلام اور عیسائیت کے بنیادی اختلافی مسائل میں سے ہر ایک پر اس قدر مبسوط، سیر حاصل، مدلل اور فاضلانہ بحثیں کی گئی ہیں کہ شاید کسی بھی زبان میں ردعیسائیت پر اتنا قیمتی مواد یک جا نہ ہو۔ یہ کتاب حضرت مولانا نے قسطنطنیہ میں رہتے ہوئے چھ ماہ کے اندر تصنیف فرمائی۔ اصل کتاب عربی زبان میں تھی جس کا پہلا ایڈیشن ۱۲۸۱ھ میں استنبول میں چھپا۔ پھر ایک ترک عالم نے براز الحق کے نام سے اس کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا۔ پھر حکومت عثمانیہ نے یورپ کی متعدد زبانوں فرانسیسی وغیرہ میں اس کے ترجمے شائع کئے۔ پادریوں نے خاص اہتمام سے ان ترجموں کو خرید خرید کر جلایا۔ مصر میں بار بار طبع ہوئی۔ مولانا سلیم اللہ مرحوم نے اردو میں اس کا ترجمہ کیا تھا۔ مگر چھپ نہ سکا۔ پھر مولانا غلام محمد بھانجا رندیری نے اس کا گجراتی میں ترجمہ کیا اور اس کے بعض مقامات پر مفید حواشی کا اضافہ کیا۔ اسی گجراتی ترجمے سے کسی صاحب نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا جو (***The Truth Reveale***) کے نام سے چھاپا۔ یہ انگریزی ترجمہ راقم الحروف کے پاس موجود رہا ہے اور احقر (مولانا محمد تقی عثمانی) نے اس سے

اپنے کام میں کافی استفادہ کیا ہے۔

مصر اور استنبول میں متعدد مرتبہ شائع ہونے کے باوجود یہ کتاب عربی زبان میں تقریباً نایاب ہوچکی تھی۔ اب حال ہی میں مراکش کی وزارت مذہبی امور نے ۱۳۸۴ھ میں اسے عمدہ طریقے پر شائع کیا ہے۔ ابھی جلد اوّل ہی راقم الحروف کی نگاہ سے گزری ہے۔ جلد ثانی کا انتظار ہے۔ مصر کے ایک استاذ عمر الدسوقی نے اس کی تصحیح وترتیب کی ہے۔

اردو زبان میں یہ کتاب پہلی بار منظر عام پر آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے نافع اور مقبول بنائے۔ آمین!

تبصرے

کوئی شک نہیں اظہار الحق جس زبان میں بھی چھپی، اس نے علمی دنیا میں ایک تہلکہ مچادیا اور ہر طبقے کی طرف سے اسے زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔ ۱۲۸۱ھ کے بعد جو کتاب بھی ردعیسائیت میں لکھی گئی اظہار الحق اس کا مأخذ بنی۔ علماء، محققین اور صحافیوں نے اس کتاب کو جو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ ہمارے لئے ممکن نہیں ہے کہ اس سب کو یکجا کر کے پیش کریں۔ تاہم ماضی قریب کی چند اہم علمی شخصیتوں کے تبصرے ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

لندن ٹائمز

’’**الفضل ماشهدت به الاعداء** ‘‘ کے پیش نظر ہم سب سے پہلے ایک غیر مسلم کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ جب اظہار الحق کا انگریزی ترجمہ شائع ہوکر لندن پہنچا تو لندن ٹائمز نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ: ’’لوگ اگر اس کتاب کو پڑھتے رہیں گے تو دنیا میں مذہب عیسوی کی ترقی بند ہوجائے گی۔‘‘

نواب حاجی اسماعیل خان صاحب مرحوم رئیس دتاولی ضلع علی گڑھ نے مکہ معظّمہ میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کو ٹائمز کا یہ تراشا خاص طور پر دیا تھا۔ (ایک مجاہد معمار ص۲۶)

شیخ باچہ جی زادہ رحمۃ اللہ علیہ

مصر کے مشہور عالم شیخ عبدالرحمٰن بک باچہ جی زادہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۲۲ھ میں ’’الفارق بین المخلوق والخالق‘‘ کے نام سے ردعیسائیت پر ایک معرکۃ الآراء کتاب لکھی جو بلاد عربیہ کے علمی حلقوں میں بہت مشہور ہے۔ مگر اظہار الحق اس کتاب کا اہم مأخذ ہے۔ وہ ایک موقع پر لکھتے ہیں:

’’ان الاستاذ الفاضل رحمت اللّٰہ الهندی قدس اللّٰہ روحه فی کتابه اظهار الحق فضح کتبهم وبین مافیها من التحریف والمناقضات والکذب وتجاسرهم علی اللّٰہ تعالٰی وانبیائه الطاهرین فان اردت الوقوف علٰی مساویهم فراجعه فهو یغنیک ویشفیک‘‘ (الفارق بین المخلوق والخالق ص۳۱۶، مطبعۃ التقدم بمصر۱۳۲۲ھ)

’’بلاشبہ استاذ فاضل رحمت اللہ ہندی قدس اللہ روحہ نے اپنی کتاب اظہار الحق میں عیسائیوں کی کتابوں کو رسوا کر کے چھوڑا ہے اور ان کتابوں میں جو تحریف ہوئی ہے جو اختلافات اور جھوٹی باتیں ان میں پائی جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اور انبیاء طاہرین کے حق میں جو گستاخیاں ان میں کی گئی ہیں ان سب کو کھول کھول کر بیان کیا ہے۔ لٰہذا اگر آپ ان کے نقائص سے واقف ہونا چاہیں تو اس کتاب کی مراجعت کیجئے۔ وہ آپ کو بے نیاز کر دے گی اور تشفی بخشے گی۔‘‘

اور اسی کتاب کے مقدمے میں بشارات کی بحث کے ذیل میں لکھتے ہیں: ’’ومن اراد زیادة التبیان والاطمئنان فلیراجع ماکتبه العلامة والحبر الفهامة الشیخ رحمت اللّٰہ الهندی رحمۃ اللہ علیہ فی الجزء الثانی من کتابه المسمّٰی اظهار الحق ففیه غنیة المحتاج اذ قداشبع القول فی ذکر الدلائل العقلیة والبراهین النقلیة من کتب علمائهم ورؤساء دینهم‘‘ (الفارق ص۶)

’’جو صاحب زیادہ وضاحت اور زیادہ اطمینان حاصل کرنا چاہیں تو وہ عالم مفکر علامہ شیخ رحمت اللہ ہندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اظہار الحق جلد ثانی کی طرف رجوع فرمائیں۔ اس میں حاجت مند کو بے نیاز کر دینے والا سامان ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے عقلی دلائل اور خود عیسائیوں کے علماء اور مذہبی پیشواؤں کی کتابوں کے نقلی دلائل سے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے۔‘‘

شیخ جزیری رحمۃ اللہ علیہ

مصر میں سابق ہیئت کبار العلماء کی لجنہ علمیہ کے ایک رکن رکین اور مساجد الاوقاف کے مفتش اوّل شیخ عبدالرحمٰن جزیری رحمۃ اللہ علیہ نے پادری فانڈر کی کتاب میزان الحق کا ایک جواب ’’ادلۃ الیقین‘‘ کے نام سے لکھا ہے۔ اس کے دیباچے میں وہ تحریر فرماتے ہیں: ’’ہاں بلاشبہ استاذ جلیل شیخ رحمت اللہ ہندی مرحوم نے اس کتاب (میزان الحق) کے بعض نظریات کی تردید میں سخت محنت اٹھائی ہے اور اپنی کتاب اظہار الحق میں تورات وانجیل کی تحریف پر دلائل قاطعہ قائم کئے ہیں۔‘‘ (ادلۃ الیقین ص۹، مطبعۃ الارشاد ۱۳۵۳ھ)

رشید رضا مصری

مصر کے مشہور جدت پسند عالم اور مجلۃ المنار کے ایڈیٹر شیخ رشید رضا لکھتے ہیں: ’’شیخ ہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اظہار الحق کے چھٹے باب میں آنحضرت ﷺ کی بشارت کو کافی وافی طریقے سے بیان فرمایا ہے اور قاطع دلائل قائم کئے ہیں۔‘‘

عمر الدسوقی

قاہرہ یونیورسٹی کے شعبۂ ادب عربی کے صدر جناب عمر الدسوقی اظہار الحق پر اپنے مقدمے میں اظہار الحق کا مفصل تعارف کرانے اور مدح وستائش کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں: ’’اس کتاب کو پڑھتے وقت ہر شخص یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ شخص اپنے دین پر گہرا ایمان رکھتا ہے۔ دوسرے مذاہب سے پوری طرح باخبر ہے۔ اپنے موضوع پر اسے پوری گرفت حاصل ہے۔ دلائل قائم کرنے اور فن مناظرہ میں اس کو زبردست ملکہ حاصل ہے۔ اپنے مخالف کی تمام کمزوریوں سے واقف ہے۔ اس نے عہدنامہ قدیم وجدید کا ایک ایک لفظ پڑھا ہے اور ان تمام باتوں کا مطالعہ کیا ہے جو بائبل کے بارے میں یہودی اور عیسائی علماء نے لکھی ہیں اور اس کی دلیلوں میں سب سے زیادہ زوردار حصہ وہ ہے۔ جہاں وہ خود عیسائی مفسرین اور مورخین کے اقوال سے استشہاد پیش کر کے اپنے نظریات کی تائید کرتا ہے۔‘‘

(مقدمۃ اظہار الحق ص ک ج اوّل، مکتبۃ الواحدۃ العربیہ الدار البیضاء المغرب)

اس کے علاوہ ہندوستان کے علماء میں سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں اور حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے قصص القرآن میں اس کتاب کا ذکر فرما کر اس کی تعریف وتوصیف کی ہے اور تقریباً تمام مشاہیر علماء اس پر اپنے اعتماد کا اظہار فرماتے رہے ہیں۔

والحمد للہ اولہ وآخرہ

محمد تقی عثمانی، دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۰۴ھ کے اوائل میں جب مرزا قادیانی کے خلاف سوال فتویٰ مرتب کر کے حجاز مقدس بھیجا تو ذی القعدہ ۱۳۰۴ھ میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتویٰ کا جواب تحریر فرمایا جو رجم الشیاطین براغلوطات البراہین کے ص ۵۵،۵۶ پر عربی میں اور اس کا اردو ترجمہ ص ۹۶،۹۷ پر شائع ہوا جو یہ ہے۔

تقریظ حضرت سید العلماء سید الاتقیاء مولانا مولوی محمد رحمت اللہ الهندی المهاجر الذی اعزہ حضرت سلطان الروم بتجویز شیخ الاسلام فی الروم بخطاب پایۂ حرمین شریفین و کتب له فی منشورہ بالقاب عالیة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بعد! فانی سمعت هٰذہ الرسالة من اولها الٰی آخرها فوجدتها صحیحة العبارة والمضمون والنقول التی نقلها حضرت مؤلف هٰذہ الرسالة جزاہ اللہ خیراً مطابقة للاصل وقد سمعت قبل هٰذا ایضاً من الثقات المعتبرین حال صاحب البراهین الاحمدیة فهو عندی خارج من دائرة الاسلام لا یجوز لأحد اطاعته وجزی اللہ مؤلف هٰذہ الرسالة عسٰی ان ینجو بمطالعها کثیر من الناس من ان یتبعوا صاحب البراهین الاحمدیة عصمنا اللہ وجمیع المسلمین من اغواء الشیاطین ومکرهم وخدیعتهم وانا الفقیر الراجی رحمة اللہ ابن خلیل الرحمٰن غفر اللہ لهما ولجمیع المسلمین اجمعین

مولانا مولوی محمد رحمت اللہ ہندی مہاجر رحمۃ اللہ علیہ جن کو حضرت سلطان روم نے بصواب دید شیخ الاسلام روم خطاب پایا حرمین شریفین عطاء کیا اور فرمان شاہی میں ’’اقضٰی قضاة المسلمین واولٰی ولاة الموحدین وارث علوم سید المرسلین‘‘ وغیرہا القاب سے ملقب فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد اور صلوٰۃ کے بعد بے شک میں نے اس رسالے کو اوّل سے آخر تک سنا۔ اس کی عبارت اور مضمون دونوں صحیح پائے۔ حضرت مؤلف اس رسالہ نے ’’خدا اس کو اچھا بدلہ دے‘‘ جو نقلیں درج کی ہیں، وہ سب اصل کے مطابق ہیں۔ میں نے اس سے پہلے بھی معتبروں کی زبانی مرزا قادیانی کا حال سنا ہے۔ سو وہ میرے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کی فرمانبرداری کسی کو جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کے بنانے والوں کو نیک بدلہ دے۔ امید ہے کہ اس کے مطالعے سے بہت لوگ صاحب براہین احمدیہ کی پیروی سے بچ جائیں گے۔ ہم کو اور سب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ شیطانوں کے اغوا اور مکروفریب سے محفوظ رکھے۔ میں فقیر، خدا کی رحمت کا امیدوار، رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مؤمنوں کو بخشے۔ آمین!

دستخط ومہر: محمد رحمت اللہ

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۵۵،۵۶،۹۶،۹۷)

(۱۱۸۶)

رحیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ (مدرس اکبر آباد)، مولوی محمد

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں مولوی محمد رحیم اللہ مدرس اکبر آباد کو بھی انجام آتھم ص۷۰، نمبر۳۲۳ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۱۸۷)

رحیم بخش پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاری

(پیدائش: رجب ۱۳۴۱ھ ...... وفات: ۱۳/ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ)

حضرت مولانا قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ نے پانی پت میں چوہدری فتح محمد کے ہاں آنکھ کھولی۔ مدرسہ اشرفیہ پانی پت میں حضرت مولانا قاری فتح محمد پانی پتی ثم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حفظ قرآن مجید مکمل کیا۔ فارسی، صرف ونحو کی کتب بھی یہاں پڑھیں۔ دورۂ حدیث شریف دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس شعبان ۱۳۶۲ھ میں کیا۔ ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ میں مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو مسجد سراجگان حسین آگاہی ملتان میں قرآن مجید کی تعلیم کے لئے لائے۔ اس وقت قاری رحیم بخش سبزہ آغاز تھے اور عمر کوئی اکیس سال کے لگ بھگ ہوگی۔ نوعمری میں دور تدریس کا آغاز، یہ پاکستان بننے سے چار سال قبل کی بات ہے۔ بس حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص ومحبت اور تواضع نے حضرت قاری صاحب کو جمائے رکھا۔

اس زمانہ میں مدرسہ جامعہ محمدیہ، حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے حسین آگاہی مسجد سراجاں میں قائم کر رکھا تھا۔ قاری صاحب کے پاس پڑھنے والی پہلی کلاس میں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت بھی شامل تھے۔ قدرت کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔ قریباً چالیس سال بعد آپ کی زندگی کی جو آخری کلاس تھی اس میں مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کے صاحبزادے قاری محمد عثمان ایڈووکیٹ حال برطانیہ شامل تھے۔ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ سے مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

کے پوتا قاری محمد عثمان تک یوں چالیس کی یہ تدریس حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے شروع ہوکر اس پر ہی اختتام پذیر ہوئی۔ پاکستان بننے سے قبل پانی پت شادی کے لئے گئے تو راستے مسدود ہونے کے باعث چھ ماہ وہیں پانی پت میں پڑھایا۔ پاکستان تشریف لائے تو پھر وہی مسجد سراجاں۔ اب خیرالمدارس جالندھر سے پاکستان منتقل ہوا۔ جامعہ محمدیہ مسجد سراجاں کے تمام طلباء استاذ قاری رحیم بخش صاحب سمیت خیرالمدارس آ گئے اور یوں خیرالمدارس میں تعلیم کا آغاز کردیا گیا۔ پاکستان میں قاری صاحب کے شاگرد اوران کے شاگروں کے شاگردوں کا اندازہ کیا جائے تو بلامبالغہ ہزاروں حفاظ وقراء اس خطہ کو حضرت قاری رحیم بخش صاحب نے دیئے۔ آپ اس خطہ کے مجدد القرأت تھے۔ آپ کی اس محنت کے اجر میں حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کا پورا پورا حصہ ہے۔ یہ حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے زندگی کے درخشندہ بیسیوں کارناموں میں سے ایک ہے۔ جس کے فیض کا یہ عالم ہے کہ پوری دنیا اس سے فیضیاب ہورہی ہے۔ فلحمدللہ!

تحریک ختم نبوت میں شرکت اور گرفتاری

۱۹۵۱ء میں الیکشن آئے تو ووٹرلسٹوں میں قادیانیوں کا اندراج بھی تھا۔ وزیرخارجہ ظفراللہ قادیانی تھا۔ اہل اسلام نے ان دونوں کے خلاف آواز بلند کی اور یوں قادیانیت کے خلاف تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا۔ جس کا پہلا واقعہ اکتوبر ۱۹۵۰ء ملتان میں یوں ہوا کہ گورنر پنجاب لاہور سے ملتان آئے تو مسلمانوں کے وفد نے ملاقات کی۔ لیکن گورنر موصوف نے سنی ان سنی کردی۔ اس کے بعد مسلمانوں کے ایک گروپ نے ملتان کے علاقہ کپ میں واقع تھانہ کا گھیراؤ کرلیا۔ پولیس نے اندر سے فائرنگ کی جس کی وجہ سے ۱۳ مسلمان نوجوان شہید ہوگئے۔ جن میں سے ۹ جوانوں کی قبریں حضرت مولانا احمد سعید کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے احاطہ میں ہیں۔ یہ تحریک ختم نبوت کا آغاز تھا۔

پھر یہ تحریک ملک بھر میں پھیل گئی۔ ملتان میں اس کا مرکز حسین آگاہی میں واقع مسجد سراجاں تھا۔ ان دنوں حالات اس قدر کشیدہ تھے کہ چار پانچ آدمی ظہر کی نماز مسجد سراجاں میں پڑھتے اور پھر چوک حسین آگاہی میں آکر اپنی گرفتاری پیش کردیتے۔ کچھ دنوں بعد حکومت نے فیصلہ کیا کہ مسجد سراجاں کے مستقل نمازیوں کے علاوہ جو حضرات نماز ظہر میں شامل ہوں۔ انہیں نماز کے فوراً بعد از خود گرفتار کرلیا جائے۔ دس بارہ دن یہی سلسلہ چلتا رہا۔ گرفتار شدگان میں جامعہ

خیرالمدارس کے درجہ کتب کے تلامذہ بھی شامل تھے۔ پھر عام پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تو ایک دن حضرت قاری صاحب ختم نبوت کے جلوس میں مسجد سے باہر تشریف لائے تو تحریک ختم نبوت میں حضرت قاری صاحب کی گرفتاری عمل میں آئی اور حضرت قاری صاحب کو لاہور سنٹرل جیل بھیج دیا گیا۔ تحریک ختم نبوت کے لئے گرفتار حضرات کو مختلف جرائم کے تحت مقدمہ بنا کر پابند سلاسل کیا گیا۔ حضرت قاری صاحب اور میرے (مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری) ماموں حافظ عطاء الرحمٰن دونوں اکٹھے گرفتار ہوئے اور دونوں کو ریلوے لائن اکھاڑنے کا جرم شو کر کے مجرم قرار دیا گیا۔

سنٹرل جیل لاہور اپنی وسعت کے باوجود تمام بیرکیں پلاٹ وغیرہ مجاہدین ختم نبوت سے بھر گئیں۔ جیل میں موجود حفاظ کرام نے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گردانیں شروع کر دیں اور زیر حفظ لوگوں نے تکمیل حفظ شروع کر دیا۔ یوں سنٹرل جیل تعلیم القرآن کا بڑا ادارہ بن گیا۔ جیل میں حضرت قاری صاحب کی مصروفیت اور تعلیم قرآن میں انہماک کا یہ عالم تھا کہ نماز تہجد سے لے کر نماز عشاء تک قرآن کریم کی تعلیم میں مصروف رہتے۔ گرفتار شدگان میں بہت سے علماء ومشائخ بھی شامل تھے۔ بہت سے علماء کو لہجہ اور طرز قرأت سیکھنے کا شوق ہوا۔ جن میں پاکستان کی عظیم علمی روحانی واصلاحی شخصیت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین کے اخص الخاص تھے۔ اپنے تمام فضل وکمال کے باوجود جیل میں حضرت قاری صاحب سے باقاعدہ مشق قرأت کیا کرتے تھے۔ جیل میں جہری نمازوں کی امامت حضرت قاری صاحب خود فرماتے۔ کچھ عرصہ بعد عام قیدیوں کی رہائی کا اعلان ہو گیا۔ جیل میں پڑھنے والے رہا ہو گئے۔ لیکن حضرت قاری صاحب ابھی تک جیل میں رہے۔ حکومت اپنے طریقہ کے مطابق اہم دفعات کے تحت گرفتار شدگان کو رہا کرنے میں تاخیر سے کام لیتی ہے۔ اس لئے چھ ماہ کا عرصہ گزرنے کے باوجود بھی حضرت قاری صاحب رہا نہ ہو سکے۔

۱۹۵۳ء میں جو گروپ سب سے آخر میں رہا ہوا حضرت قاری صاحب بھی ان میں شامل تھے۔ اس طرح مسجد سراجاں میں تعلیم قرآن کے جو انوار وبرکات تھے سنٹرل جیل میں ان سے کہیں پررونق دیکھے گئے۔ یہ سب حضرت قاری صاحب کے عشق قرآن کی برکات تھیں۔

(تذکرۃ الشیخین ص ۱۱۳، ۱۱۴)

غرض قاری رحیم بخش صاحب ایسے عبقری انسان عقیدۂ ختم نبوت کے منّاد تھے۔ قاری رحیم بخش صاحب کی تدریس کی کل زندگی وہ حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان میں گزری اور آج بھی انہیں ہر دو حضرات کے درمیان محو

استراحت ہیں اور قیامت کے دن انہیں حضرات کے ساتھ اٹھیں گے۔ ان اصحاب ثلاثہ کو دیکھیں تو دل کی کائنات فداء ہونے کو بے قرار ہو جاتی ہے۔ زہے مقدر!

(۱۱۸۸)

رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ، حاجی

(وفات: جنوری ۱۹۷۸ء)

کنڈا رحیم بخش نزد شجاع آباد کے رہائشی انتہائی دیندار، احرار رہنماؤں کے خدمت گزار، صوفی منش تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے علمبردار تھے۔

(۱۱۸۹)

رستم علی خان چشتی رحمۃ اللہ علیہ، مولوی ابوالانوار نواب محمد

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں مولوی ابوالانوار نواب محمد رستم علی خان چشتی کو بھی انجام آتھم ص۷۰، نمبر۳۴ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمد للہ!

(۱۱۹۰)

رسول خان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: ۱۸۷۱ء ...... وفات: رمضان ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء)

حضرت مولانا رسول خان بٹگرام ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا اسم گرامی محمود علی بن گل خان تھا۔ ابتدائی تعلیم اوگی اور ہری پور میں حاصل کی۔ بعدازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے ۳ سال پڑھنے کے بعد ۱۳۲۳ھ میں مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث شریف کی سند فراغت حاصل کی۔ گیارہ سال تک مدرسہ امدادالاسلام میرٹھ میں درس وتدریس کے بعد آپ کا تقرر آپ کے مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں

ہوا۔ آپ کے نامور شاگردوں میں مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اساطین علم وعمل کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔ بعدازاں لاہوراورینٹل کالج میں ۱۷سال تک لیکچرار رہے۔ مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش پر جامع اشرفیہ میں تدریسی سلسلہ شروع کیا اور تادم آخراسی ادارہ میں شیخ الحدیث کے منصب سے ''قال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)'' سے تشنگان علوم کو سیراب کرتے رہے۔ اصلاحی تعلق حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ ۱۳۵۴ھ کو آپ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

یکم رمضان کو بخار نے اور ۳ رمضان کو موت نے آگھیرا اور سورۃ یٰسین پڑھ کر ''فاللہ خیر حافظاً وھو ارحم الراحمین'' کے ذکر کے ساتھ اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی۔

آپ نے دارالعلوم دیوبند میں دوران تدریس مرزا قادیانی کے متعلق شائع ہونے والا ''فتویٰ تکفیر قادیان'' پر اور جامعہ اشرفیہ لاہور میں دوران تدریس مرزا ملعون کے خلاف فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام پر تائیدی دستخط فرمائے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۳۶۵، ج۳ص ۶۷)

(۱۱۹۱)

رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ (بانی جامعہ فاروقیہ شجاع آباد)، مولانا

(ولادت: ۱۹۳۳ء ...... وفات: ۱۴/اکتوبر ۱۹۹۹ء)

مولانا رشید احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، شجاع آباد کے رہائشی تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ دورۂ حدیث شریف ۱۹۵۸ء میں شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں کراچی میں کیا۔ کئی مقامات پر تدریس کا شغل اختیار کیا۔ مولانا عبدالرحیم اشرف مرحوم کے جامعہ تعلیمات اسلامیہ سرگودھا روڈ فیصل آباد میں بھی پڑھاتے رہے۔ آپ کا معمول تھا کہ جمعرات شام کی ٹرین سے شجاع آباد جاتے اور ہفتہ کے دن صبح کی ٹرین سے واپس تشریف لاتے۔ اتنے وضع دار تھے کہ آتے یا جاتے مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ سے ریلوے مسجد میں ضرور ملاقات کرتے۔ فقیر راقم نے پہلی بار یہاں آپ کو دیکھا۔ بہت ہی خوبیوں والے محنتی انسان تھے۔ پھر جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کی بنیاد رکھی اور اس کو پروان چڑھانے کے لئے عمر بھر کوشش کرتے رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے بنیادی ارکان میں سے تھے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ،

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد ادریس انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق رہا۔ اتنے کامل ہونے کے باوجود عمر بھر خود کو کسی نہ کسی بزرگ سے جوڑے رکھا۔ مولانا رشید احمد بہت ہی متواضع اور زیرک انسان تھے۔ حق تعالیٰ نے انہیں خوبیوں کے حسن سے نوازا تھا۔ اسلامیان شجاع آباد کی جس اخلاص سے آپ نے خدمت کی اس کا صدقہ ہے کہ ان کا قائم کردہ ادارہ کا آج بڑے مدارس میں شمار ہوتا ہے۔ مولانا رشید احمد عمر بھر نظام اسلام اور عقیدۂ ختم نبوت کے حدی خواں رہے۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں اکثر تشریف لاتے تھے۔ بہت ہی محبتوں والے انسان تھے۔ آپ نے شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام کی توثیق کرتے ہوئے لکھا کہ: ''یہی فتویٰ حق ہے اور حق زیادہ لائق ہے کہ اس کی تابعداری کی جائے۔'' احقر الی اللہ! رشید احمد، ناظم　(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۸۰)

(۱۱۹۲)

رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ تپیدار

(وفات: ۴؍اپریل ۱۹۹۷ء)

جالندھر کے رہنے والے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے کنری آ گئے۔ مستری برکت علی مغل رحمۃ اللہ علیہ، جناب بشیر احمد قلندر، ڈاکٹر محمد شفیق اور دیگر دوستوں کے ساتھ مل کر عقیدۂ ختم نبوت کا کام مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے شروع کیا۔ بخاری مسجد اور دفتر ختم نبوت کی بنیاد رکھی۔ سالانہ ختم نبوت کانفرنس شروع کی۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد بھی صالح دی اور ان کے دو بیٹے میاں محمود اور بھائی محمد اقبال مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ ہیں۔　(مولانا محمد علی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۱۹۳)

رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ نمبردار

(وفات: ۱۷؍مارچ ۲۰۱۶ء)

رشید احمد نمبردار بشیر احمد قلندر کے چھوٹے بھائی تھے۔ بہت ہی سادہ مزاج درویش منش

آدمی تھے۔ ان کا گھر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے احباب کا میزبان گھرانہ تھا۔ اصلاحی تعلق حضرت خواجہ خلیل احمد صاحب سے تھا۔ حضرت خواجہ صاحب کا قیام بھی موصوف کے گھر میں رہا۔ شوگر کے مریض تھے۔ لیکن پرہیز کبھی کبھی چھوڑ دیتے تھے۔ انتقال سے دودن قبل گھروالوں نے پھیکی چائے دی تو کہنے لگے کہ میں چند دن کا مہمان ہوں۔ مجھے پھیکی چائے نہ دیا کریں۔ دودن بعد انتقال ہوگیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ محمد علی صدیقی نے نماز جنازہ پڑھایا۔ تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات نے جنازہ میں شرکت کی۔

(مولانا محمد علی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۱۹۴)

رفیق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، حاجی محمد

(وفات: ۲۱/مارچ ۱۹۸۶ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ کے ایک جری مجاہد حاجی محمد رفیق بھٹی تھے۔ آپ فنافی ختم نبوت تھے۔ مجلس کوئٹہ کے بانی ارکان میں سے تھے۔ ۱۹۶۹ء میں جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیم نو میں اہم کردار ادا کیا۔ حاجی محمد رفیق بھٹی مرحوم مجلس کے تمام کاموں میں اہم کردار ادا کرتے تھے۔ تحریک ختم نبوت ژوب، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کا اعزاز ہے کہ پاکستان میں کلمہ طیبہ کا بیج لگانے کا سب سے پہلا مقدمہ انہوں نے درج کرایا۔ جس میں حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی سید شاہ محمد آغا مرحوم عینی شاہد تھے۔ مجلس کوئٹہ کا موجودہ دفتر خریدنے میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا۔ وہ مجلس کوئٹہ کے ساری زندگی عام رکن رہے اور تادم زیست کوئی عہدہ قبول نہیں کیا۔ (مولانا محمد یونس کوئٹہ)

(۱۱۹۵)

رفیق پوری رحمۃ اللہ علیہ، جناب محمد

(وفات: ۱۲/مارچ ۲۰۱۵ء)

جناب محمد رفیق پوری ۱۹۳۶ء چنیوٹ میں میاں احمد دین پوری کے گھر پیدا ہوئے۔

سکول کی تعلیم چنیوٹ میں حاصل کی۔ ۱۹۴۹ء کو منظور آباد فیصل آباد میں رہائش اختیار کی۔ وہاں مسجد بھی قائم کی۔ مجلس احرار اسلام، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں مثالی کارکن کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔ زندگی بھر چنیوٹ وچناب نگر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شریک ہوتے رہے۔ مصطفیٰ آباد فیصل آباد میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے بانی حضرات میں سے تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء میں بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ کی نماز جنازہ مولانا غلام مصطفیٰ خطیب چناب نگر نے پڑھائی۔

(۱۱۹۶)

رفیق رحمۃ اللہ علیہ (جوہر آباد)، مولانا محمد

(وفات: ۲۵؍جولائی ۱۹۷۷ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جوہر آباد کے امیر اور مدرسہ کاشف العلوم کے صدر مولانا محمد رفیق تھے۔ جو تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں کیمبل پور (اٹک) میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے سیکرٹری نشرواشاعت تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ کی جوانی میں وفات ہوئی۔ بہت ہی بہادر اور ایثار پیشہ عالم ربانی تھے۔

(۱۱۹۷)

رفیق رحمۃ اللہ علیہ (چھوکر خورد)، مولانا حافظ محمد

(پیدائش: ۱۹۲۱ء ...... وفات: ۲۰۰۲ء)

مولانا حافظ محمد رفیق چھوکر خورد تحصیل وضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم مولانا بدرالدین (نوراللہ مرقدہ) حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی اور مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ حافظ محمد رفیق نے تمام کتابیں اپنے والد محترم سے پڑھیں۔ کچھ فنون کی کتابیں چنیوٹ کے نزدیک دیہات میں ایک بڑے جید عالم دین تھے۔ فرماتے تھے میں رمضان المبارک میں ان کے پاس گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے جانوروں کو چارہ بھی ڈالنا ہے۔ رات کو قرآن پاک بھی تراویح میں سنانا ہے۔ دن کو سبق پڑھتا۔ فرمایا میں نے اکیس دن

میں سراجی اور بقیہ کتابیں مکمل کیں۔ فراغت کے بعد بسلسلہ تجارت چک نمبر ۴۷ ضلع منڈی بہاؤالدین قیام رہا۔ ساتھ طلباء کو پڑھاتا اور ترجمہ کی کلاس شروع کی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں کوٹ مومن ضلع سرگودھا کے دیہات میں تقریریں کرتے اور مسئلہ ختم نبوت بیان کرتے۔ اسی دوران گرفتاری ہوئی اور تقریباً دس ماہ ملتان جیل رہے۔ قاری عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ سرگودھا والے بھی ساتھ تھے۔ آپ کا ایک شاگرد دوست محمد رحمۃ اللہ علیہ نامی بھی آپ کے ساتھ جیل میں رہا۔

ازاں بعد چھوکر خورد واپس آئے۔ یہاں چونکہ چند گھرانے قادیانیوں کے ہیں۔ لہٰذا یہاں ختم نبوت کا مسئلہ جمعہ پر بھی بیان کرتے اور قادیانیوں سے بائیکاٹ کی ترغیب بھی دیتے۔ ایک موقعہ پر آپ جوڑوں کے درد کی وجہ سے سخت بیمار تھے۔ قادیانی مبلغ تقریر کے لئے آیا۔ گرمی کا موسم شام کے بعد چھت پر اس کا تقریر کا پروگرام تھا۔ پتہ چلنے پر فرمایا مجھے اٹھا کر چھت پر لے چلو۔ وہاں لوگوں کو جمع کر کے مرزائیوں کے عقائد بیان کئے۔ نتیجتاً قادیانی مبلغ تقریر نہ کر سکا اور واپس چلا گیا۔

بہت دفعہ گاؤں کے لوگوں کو جمع کر کے قادیانیوں سے بائیکاٹ کے معاہدے کئے۔ غریب خاندان کے لوگ جوان کے کام کرتے ہیں ان کو بھی بائیکاٹ کرایا۔ جن لوگوں کے گھروں میں مرزائی آتے جاتے ہیں۔ ان کے نکاح جنازہ میں شرکت سے بھی منع کیا۔ غرض ہر بیان اور ہر مجلس میں فتنہ قادیانیت کے متعلق ضرور بیان کرتے۔ اس ساری تحریک میں آپ کے بڑے بھائی مولانا حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے ساتھ رہے۔ وہ بھی مرزائیت کے خاتمہ کے لئے زبردست کوشش کرتے تھے۔ دوسرے بڑے بھائی مولانا حافظ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مسئلہ میں ساتھ تھے۔ تیسرے چھوٹے بھائی مولانا حافظ منظور احمد جو امام وخطیب بھی تھے اور مدرسہ کے سارے نظام کے ذمہ دار بھی۔ وہ بھی اس ساری تحریک میں آپ کے مددگار تھے۔ اللہ تعالیٰ تمام حضرات کی خدمات کو قبول فرمائیں۔

ایک کاپی پر مرزا قادیانی کے دعاوی کے بارے میں بڑی اہم معلومات درج تھیں اور تحریک کے سلسلہ میں چیدہ چیدہ حالات اور خوابیں اور ان کی تعبیر بھی تھیں۔ لیکن وہ کاپی مل نہیں سکی۔ ۲۰۰۲ء میں ۱۱ر رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ شام ۸ر بجے کے قریب انتقال ہوا۔ رات کو ہی جنازہ کے بعد تدفین ہوگئی۔ انتقال والے دن بھی دن کو بچوں سے قرآن پاک کا سبق سنا۔

(۱۱۹۸)

رفیق رحمۃ اللہ علیہ (چیچہ وطنی)، مولانا حکیم محمد

(ولادت: ۱۸۹۸ء ...... وفات: ۹رمئی ۱۹۷۴ء)

تحصیل زیرا ضلع فیروزپور انڈیا میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم دھرم کوٹ اور جگرانوں میں حاصل کی۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم جگرانوی (میاں چنوں) آپ کے استاذ تھے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالعزیز زراعتی فارم والے مولانا محمد عبداللہ کندیاں شریف اور مولانا محمد عبداللہ سلیم پوری کے ہم سبق بھی رہے۔ ۱۹۳۱ء میں ایمپریل کالج دہلی سے طب کی سند حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد قادر آباد کے نواحی گاؤں ۵۷/۴ آر میں سکونت اختیار کی۔ ۱۹۵۷ء سے مستقل چیچہ وطنی میں مقیم ہوگئے۔ اکابرین ختم نبوت اور مجاہدین ختم نبوت سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ تحریک ختم نبوت کے قدیمی کارکنوں میں شمار ہوتا تھا۔ نماز جنازہ پیر جی مولانا عبدالعزیز رائے پوری نے پڑھائی۔ (مولانا عبدالحکیم)

(۱۱۹۹)

رفیق رحمۃ اللہ علیہ (گوجرہ)، حاجی محمد

(وفات: ۲۵ر دسمبر ۱۹۸۸ء)

آپ اصلاً کالرہ ضلع گجرات کے تھے۔ گوجرہ میں تجارت کرتے تھے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق تھا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرہ کے معاون خصوصی تھے۔ ختم نبوت کانفرنسہائے گوجرہ وچنیوٹ وچناب نگر کے مستقل سامع تھے۔

(۱۲۰۰)

رمضان پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حافظ محمد

(پیدائش: ۱۸۶۳ء ...... وفات: ۱۹۴۳ء)

آپ پشاور کے محلّہ نیل بان میں پیدا ہوئے۔ مقامی علماء سے تعلیم حاصل کرنے کے

بعد حدیث شریف کی تعلیم مولانا نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ حدیث کی طرح صرف ونحو اور دیگر علوم پر بھی بھرپور دسترس تھی۔ پشاور شہر محلّہ بڑھ (آسیا) کی مسجد اہل حدیث میں آپ درس ووعظ ارشاد فرماتے تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد اسحاق مانسہروی، قاضی القضات ایسے حضرات آپ کے شاگرد تھے۔

مرزائے قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کی مباہلہ کے لئے جو فہرست تیار کی انجام آتھم ص۷۰ پر آپ کا نام ۳۱ویں نمبر پر ہے۔ آپ کی شہرت ومقبولیت کا یہ عالم تھا کہ مرزائے قادیان ان سے خم کھاتا تھا اور آپ اس کو زخم پہنچاتے تھے۔ اس میں پشاور کے اثرات بھی شاید درکر آئے ہوں۔ تاہم ان کا وجود ملعون قادیان کے لئے سوہان روح تھا۔

(۱۲۰۱)

رمضان رحمۃ اللہ علیہ (پنڈ دادنخاں)، جناب محمد

(وفات: مارچ ۱۹۷۵ء)

پنڈ دادنخاں کے مشہور احراری رہنما اور ختم نبوت کے شیدائی وعلمبردار جناب محمد رمضان تقسیم ہند سے قبل آگرہ میں کاروبار کرتے تھے۔ تقسیم کے بعد پنڈ دادنخاں منتقل ہوئے۔ آپ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء میں مثالی خدمات سرانجام دیں۔ ناموس ختم نبوت کے وہ پاسبان شمار ہوتے تھے۔ کیا ہی بڑے لوگ تھے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۱۲۰۲)

رمضان لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: ۱۸۸۵ء ...... وفات: جون ۱۹۶۱ء)

حضرت مولانا رمضان لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ لدھیانہ کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کے والد مولانا شاہ محمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے عظیم مجاہد تھے۔ ابتدائی تعلیم شاہی مسجد لدھیانہ میں حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث شریف پڑھ کر درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔ تحریک ریشمی رومال میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہے۔ لدھیانہ میں

آپ نے وکالت بھی کی۔ مقدمات کی پیروی میں بڑے بڑے بیرسٹروں کو شکست دی۔ تقسیم پاکستان کے بعد آپ نے ملتان میں قیام فرمایا۔ آپ نے قادیانیت کے خلاف فتویٰ دیا کہ قادیانی کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۲۷)

(۱۲۰۳)

رمضان رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، مولانا محمد

(وفات: دسمبر ۱۹۸۷ء)

تنظیم اہل سنت پاکستان کے رہنما، انتہائی مسکین الطبع اور قابل رشک نظریاتی رہنما مولانا محمد رمضان کا حجاز مقدس جدہ میں وصال ہوا۔ جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔ عظمت صحابہ اور عقیدۂ ختم نبوت کے مجاہد مبلغ تھے۔

(۱۲۰۴)

ریاست حسین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: جمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ)

مولانا ریاست علی، جناب خورشید علی کے فرزند ارجمند تھے۔ رائے بریلوی سے آپ کا تعلق تھا۔ آپ نے مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد میں مولانا عبدالکافی رحمۃ اللہ علیہ سے درسی کتب پڑھیں۔ شہر رائے بریلی میں مدرسہ رحمانیہ کی بنیاد رکھی۔ وعظ ونصیحت کرنا اور فتویٰ دینا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ جب آپ مدرسہ رحمانیہ الٰہ آباد کے مہتمم تھے۔ تب آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف یہ فتویٰ جاری کیا کہ: ''مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین سب کے سب بے ایمان اور بددین ہیں۔ کیونکہ اس کے اقوال مستلزم کفر ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب!'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۵۶)

(۱۲۰۵)

ریاست علی شاہ جہانپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

حضرت مولانا ریاست علی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے مشہور، تاریخی اور مردم خیر خطے میں ایک دینی

گھرانے میں پیدا ہوئے۔قرآن پاک کی تعلیم اورابتدائی درسی کتب اپنے علاقہ کے علماء سے پڑھیں۔ ابتداء ہی سے اللہ پاک نے ذہانت وخطابت کا ملکہ عطاء کیا ہوا تھا۔طبعاً نیک اور صالح تھے۔مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے شیخ ارشاد حسین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رام پور چلے گئے۔ان سے فقہ، اصول کلام، منطق اور حکمت پڑھی۔علم طریقت میں بھی رسوخ حاصل کیا۔فقہ وافتاء میں آپ کو رسوخ حاصل تھا۔آپ مرزاغلام احمد قادیانی کے بارے میں ایک فتویٰ میں لکھتے ہیں: ”بلاشبہ مرزاغلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کے عقائد اہل سنت والجماعت کے عقائد سے خارج ہیں اور فجر بکفر اور ان کے ساتھ خلط ملط بلاضرورت شرعیہ نہ چاہئے اور نہ ان کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے۔“ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۳۵۱)

(ز)

(۱۲۰۶)

زکریا کراچوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات: ۱۹۸۸ء)

دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید کراچی کے نامور عالم دین مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۹۷۷ء میں بڑی شہرت پائی۔ہوا یہ کہ کراچی میں جلوس کو روکنے کے لئے فوج نے لائن لگادی کہ جو اسے کراس کرے گا اسے گولی ماردی جائے گی۔اگلے لمحہ مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ لائن کراس کر چکے تھے۔اس پر اقتدار کی رعونت روندی گئی اور اہل حق کو اللہ تعالیٰ نے سرخرو کردیا۔یہ مولانا زکریا اصلاً چیچہ وطنی کے قریب کے رہنے والے تھے۔کراچی جاکر آباد ہوئے۔یہاں فیڈرل بی ایریا میں مدرسہ انوارالعلوم قائم کیا۔آپ عقیدۂ ختم نبوت کے حدی خواں تھے۔ختم نبوت کانفرنس چناب نگر بھی تشریف لائے تھے۔

(۱۲۰۷)

زین العابدین احراری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش: ۱۹۳۰ء ...... وفات: ستمبر ۲۰۱۲ء)

مولانا زین العابدین احراری رحمۃ اللہ علیہ عرف سکنہر ستم پلوڈھیری مردان کے رہنے والے

مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق خاص تھے اور غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم کی وجہ سے عقیدۂ ختم نبوت سے والہانہ محبت تھی اور مجاہدین ختم نبوت پر جان نثار کرنے والے مجاہد ختم نبوت تھے۔

مولانا زین العابدین کو ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جلیل کہہ کر پکارتے تھے۔ جب کبھی قادیانیوں کا جلسہ ہوتا تھا تو ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا صاحب سے کہتے تھے کہ جلیل جاؤ اپنے ساتھ تیس چالیس بندے لے جا کر جلسے کو ناکام بناؤ۔ مولانا صاحب اپنے ساتھیوں کی مدد سے مختلف ذرائع استعمال کر کے جلسے کو اس طرح ناکام بنادیتے تھے کہ جلسے میں بھگدڑ مچ جاتی اور جلسہ ناکام ہوجاتا تھا۔ کئی دفعہ قادیانی مولانا کو مختلف قسم کی دھمکیاں دیتے رہے۔ مگر جب مولانا صاحب اپنے کئے پر قائم رہے اور ہٹنے والے نہیں تھے تو کئی جگہ ناکام جلسوں کے بعد قادیانیوں نے مولانا صاحب کو ایک فرانسیسی لڑکی اور ایک لاکھ روپے کی پیشکش کی۔ مگر اس وقت اس پیشکش کو بھی ٹھکرا کر مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقام اور کام پر ڈٹے رہے۔

مولانا زین العابدین کی ربوہ (چناب نگر) کے مقام پر اپنی ذاتی کرش کی سات مشینیں تھیں۔ جن میں تقریباً ۱۵۰۰ مزدور کام کرتے تھے۔ جس کے قریب ہی قادیانیوں کا بہشتی مقبرہ بھی ہے۔ اس مقبرہ کے ساتھ ایک مسجد ہے جو کہ ایک ہی رات میں تعمیر ہوئی تھی۔ اس مسجد کی تعمیر میں مولانا زین العابدین اور ان کے ساتھیوں کا بہت زیادہ کردار تھا۔ اس مسجد میں اسی رات فجر کی اذان بھی دی گئی۔ وہی مسجد آج بھی اسی جگہ قائم ہے۔ مولانا زین العابدین تنظیم ختم نبوت کے انتہائی اہم رکن رہے اور تحریک ۱۹۵۳ء میں ۴ ماہ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کی ہیں۔ آپ کا مزار اپنے آبائی گاؤں جلیل کے مقبرے میں ہے۔

(۱۲۰۸)

زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ (پشاور)، شیخ الحدیث مولانا

(ولادت: ۱۳۴۴ھ ...... وفات: ۲۰ رمضان ۱۳۸۸ھ)

حضرت مولانا زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ علاقہ چغرزئی ہری پور ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام مولانا عبدالحکیم تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے گھر حاصل کی۔ سوات میں شرح جامی تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۶۰ھ میں مدرسہ امینیہ دہلی میں داخلہ لیا اور موقوف علیہ کی تکمیل کی۔ دورۂ حدیث ۱۳۶۵ھ میں دارالعلوم دیوبند سے کیا اور شرف تلمذ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ بعد

فراغت سول کوارٹرز پشاور کی جامع مسجد میں خطیب مقرر ہوئے۔ جامعہ اشرفیہ پشاور میں ۱۲سال تک شیخ الحدیث کے منصب پر تدریسی فرائض انجام دیئے۔ آپ کی اہلیہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی بھتیجی تھیں۔ آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر پر مہر ثبت کرنے کے لئے ''فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام'' پر یہ جملہ لکھ کر دستخط کئے۔''یہ فتویٰ اسی طرح ہی ہے۔''
(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۸۵)

(س)

(۱۲۰۹)

سراج الدین ڈیروی ثم بھیروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

۱۹۴۷ء میں مولوی بازوگل کے ہاں بہلول خیل تحصیل کلاچی ضلع اسماعیل خان میں مولانا سراج الدین پیدا ہوئے۔ آپ نے پرائمری اور موقوف علیہ تک کی کتب کلاچی میں مولانا قاضی عبدالکریم اور قاضی عبداللطیف سے پڑھیں۔ دارالعلوم حقانیہ مولانا عبدالحق صاحب سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ وفاق کے امتحان میں پورے ملک میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ سے ردقادیانیت پر مناظرہ کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۷۲ء سے زندگی کے آخری سانس تک محلّہ خواجگان میں مدرسہ تعلیم الدین کے بانی اور مہتمم کے فرائض سرانجام دیئے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں پورے ضلع سرگودھا میں بھرپور کردار ادا کیا۔ بیعت کا تعلق حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ آپ نظریاتی عالم دین تھے۔ زندگی بھر جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ شان ختم نبوت نامی ایک رسالہ بھی آپ نے تحریر فرمایا۔

(۱۲۱۰)

سراج الدین منیر رحمۃ اللہ علیہ، غازی

(وفات: جون ۱۹۸۴ء)

ایک عظیم سکالر، وجیہہ وخوبصورت شخصیت دہلی ولکھنو کی روایات کے علمبردار، دلنشین اور مدلل ومربوط گفتگو کے بادشاہ تھے۔ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تبلیغ اسلام کے لئے

آپ کے لیکچرز بڑی اہمیت سے سنے جاتے تھے۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں دیوانہ وار حصہ لیا۔ مہینوں قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔تحریکہائے ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں مقدور بھر ہمت مردانہ سے کام لیا۔

(۱۲۱۱)

سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ (کلورکوٹ)،مولانا حافظ

(وفات:۵؍دسمبر ۱۹۸۱ء)

مولانا حافظ سراج الدین نے کلورکوٹ ضلع میانوالی میں آ کر دینی مدرسہ قائم کیا۔ قرآن مجید پڑھانے میں اس علاقہ میں آپ استاذ الکل شمار ہوتے تھے۔آپ نے ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فام سے حصہ لیا اور دوسری پوزیشن حاصل کی۔مولانا حافظ سراج الدین مرحوم کو شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ، امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ سے دلی تعلق وارادت عشق کی حدوں کو بھی پھلانگتا نظر آتا تھا۔حق تعالیٰ نے آپ کو غضب کا حافظہ دیا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر آپ کو ایسے ازبر تھیں۔سناتے تو ماحول پر جذب کی کیفیت طاری کر دیتے تھے۔ سننے والوں کی طرح سنانے والے کی آنکھوں سے بھی آنسوں کے موتی تیرنے لگ جاتے تھے۔آپ ایک نظریاتی رہنما تھے۔ ہائے میرے اللہ! جتنے بڑے آدمی تھے اتنے ہی سادہ طبیعت کے حامل اور تکلفات سے کوسوں دور تھے۔اپنے دور میں اکابر اسلاف کی تصویر تھے۔ چلتے پھرتے سنہری تاریخ کا ایک درخشندہ باب تھے۔حق تعالیٰ نے ان کو سراپا خیر بنایا تھا۔اپنے معمولات کے اس شدت کے ساتھ پابند تھے کہ عقل دنگ رہ جاتی تھی۔اپنے دور میں عقیدۂ ختم نبوت کی ہر جدوجہد میں پیش پیش ہوتے تھے۔

(۱۲۱۲)

سردار احمد فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالفضل

(پیدائش:۱۹۰۵ء ...... وفات:۲۹؍دسمبر ۱۹۶۲ء)

آپ میراں بخش کے ہاں دیال گڑھ گورداسپور میں پیدا ہوئے۔آپ جٹ برادری

سے تعلق رکھتے تھے۔ بٹالہ میں میٹرک پاس کیا۔ مولانا مصطفیٰ رضا خان، مولانا حامد رضا خان بریلی مدرسہ معینیہ اجمیر میں مولانا امجد علی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی میں مدرس بھی رہے۔ ترقی کرتے کرتے یہاں کے شیخ الحدیث بھی مقرر ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد پہلے ساروکی ضلع گجرات اور پھر فیصل آباد آ گئے۔ جھنگ بازار میں جامعہ رضویہ قائم کیا۔ ان کے ردقادیانیت پر ایک رسالہ مرزا (غلام احمد قادیانی) مرد ہے یا عورت کا تذکرہ اختر راہی نے تذکرہ علماء پنجاب کی جلد اوّل ص ۲۰۶ پر کیا ہے۔

(۱۲۱۳)

سعدالدین غورغشتی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا سعدالدین بن محمد موسیٰ کاکڑ قبیلہ کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے جد بزرگوار سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ برصغیر میں وارد ہوئے۔ آپ کا خاندان ظاہری و باطنی اور علمی و عملی لحاظ سے ممتاز ہے۔ آپ نے اپنے ورثاء میں مولانا بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کو چھوڑا جو کہ آپ کے شاگرد، مرید اور خلیفہ جانشین ہوئے اور یہ مولانا بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نصیرالدین غورغشتی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد ہیں۔ مولانا سعدالدین رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کی تکفیر میں ایک فتویٰ ''درۂ زاہدیہ برفرقہ احمدیہ'' پر اپنی تائید پیش کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص ۲۸۷)

(۱۲۱۴)

سعید اختر رحمۃ اللہ علیہ ایڈووکیٹ (لاہور)، شیخ

(وفات: ۲۳ر فروری ۱۹۷۵ء)

آپ نامور قانون دان تھے۔ ایوب خان مرحوم کے زمانہ اقتدار میں جب مجاہد ختم نبوت آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو پہلے ڈیرہ اسماعیل خان پھر کراچی میں نظر بند کیا گیا تو آپ کے مقدمہ کی پیروی جناب سعید اختر ایڈووکیٹ نے کی۔ اس دوران میں قادیانی فتنہ پر بھی قانونی بحث ہوئی۔ آپ نے جس بے جگری سے مفت یہ کیس لڑا اور کامیابی حاصل کی وہ آپ کا حصہ ہے۔ قلب و جگر کی گہرائیوں سے اسلام اور ختم نبوت پر فدا تھے۔ بیالیس سال کی عمر میں وصال فرمایا تھا۔ لاہور میں مدفون ہیں۔

(۱۲۱۵)

سعید اقبال رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، میاں

(وفات: اپریل ۱۹۸۳ء)

لاہور کے حضرت مولانا عبدالعزیز کے فرزند جناب سعید اقبال تھے۔ جنہوں نے عزیز الاسلام ہائی سکول قائم کیا اور اس کے ہیڈ ماسٹر بنے۔ جناب سعید تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں تین ماہ قید رہے۔ تمام دینی تحریکوں میں پیش پیش ہوتے تھے۔ ریلوے روڈ عزیز الاسلام ہائی سکول کا گراؤنڈ تمام تحریکوں کے جلسہ جات کا پنڈال ہوتا تھا۔ میاں سعید اقبال، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد علیہ تھے۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ کیا لوگ تھے۔ زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے؟

(۱۲۱۶)

سعیدالدین شیرکوٹی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: ۱۰رجون ۱۹۳۱ء ...... وفات:)

آپ کے والد حضرت مولانا محمد عمادالدین انصاری شیرکوٹی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔ فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں بارہ سال تدریس کی۔ مطبع قاسمی قائم کر کے کئی اہم تاریخی اور نادر ونایاب کتابیں شائع کیں۔ ان کے صاحبزادے، نور نظر اور لخت جگر تھے مولانا سعیدالدین شیرکوٹی رحمۃ اللہ علیہ۔ ۱۹۳۸ء کے سفر جالندھر کے موقع پر حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ''پندنامہ عطار'' اور ''میزان منشعب'' کی بسم اللہ کرائی تھی۔ ابتدائی تعلیم اور ''کافیہ'' تک کی کتابیں اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔ اس کے بعد مدرسہ عربیہ خیرالمدارس جالندھر میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ مفتی فقیر اللہ قدس سرہ اور حضرت علامہ محمد شریف کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا۔ ۱۹۴۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔

۱۹۴۶ء آپ کا دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کا سال ہے۔ ایک سال خیرالمدارس جالندھر میں بھی رہ کر حضرت مولانا خیرمحمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث شریف کا سماع کیا۔ اس موقع پر حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک سے لکھی ہوئی سند بھی عطاء فرمائی۔ جس پر شعبان ۱۳۶۶ھ لکھا ہوا ہے۔ جالندھر اور دیوبند کے زمانہ میں ہی حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے قریبی تعلق اور عقیدت رہی۔ آپ مجلس احرار اسلام سے وابستہ ہوگئے۔ ہندوستان کے کئی شہروں میں ردقادیانیت پر تقریریں کیں اور قادیانیت کے دجل کو عوام الناس پر آشکارا کیا۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد طاہر قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی شفقتیں آپ کو حاصل رہیں۔ قیام پاکستان کے بعد اپنے والد صاحب کے ہمراہ پشاور منتقل ہوگئے۔ ماضی میں مجلس احرار اسلام، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام سے وابستگی رہی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے قیام سے لے کر ۱۹۷۴ء تک پشاور کے امیر رہے۔ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی مقدس تحریکہائے ختم نبوت میں مثالی جرأت مندانہ کردار ادا کیا۔ ایک ایک دن میں پانچ پانچ جلسوں سے خطاب کرتے۔ یوں اپنا خون جگر دے کر انہوں نے تحریک کے الاؤ کو روشن رکھا۔ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم پوپلزئی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید محمد زکریا باچا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا بادشاہ گل رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی شفقتیں آپ کو حاصل رہیں۔ حضرت مولانا نورالحق نور رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خاص تحریکی رفقاء میں سے تھے۔ تحفظ ختم نبوت اور تردید مرزائیت کے حوالہ سے آپ کی گرانقدر سنہری خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ آپ ضیاء الحق مرحوم کے دور اقتدار میں صوبائی مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے۔ وفاقی شرعی عدالت کے مشیر رہے۔

۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت کے موقع پر بھی آپ نے خدام ختم نبوت کو اپنی دعاؤں اور مفید مشوروں سے نوازا۔ بیماریوں اور کمزوری کے باعث آپ نے اپنی سرگرمیوں کو محدود کرلیا تھا۔ اس کے باوجود بھی مدینہ مسجد گلبہار نمبر۲ پشاور میں آپ درس دیتے رہے۔ گلبہار نمبر۲، بی بلاک کے قبرستان میں اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں آپ کی تدفین ہوئی۔ (محمد اورنگزیب اعوان)

(۱۲۱۷)

سعیدالدین رامپوری رحمۃ اللہ علیہ (کانپور)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا

ہے۔اس میں مولانا سعیدالدین رامپوری کو بھی انجام آتھم کے ص۷۰، نمبر۳۰ پر مخاطب کیا ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۲۱۸)

سعید بن محمد بابصیل رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اعظم شافعیہ، مکہ مکرمہ)، مفتی محمد

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری نے ۱۳۰۴ھ میں جب حرمین کے علماء کرام ومفتیان عظام سے ملعون قادیان کے متعلق فتویٰ طلب کیا تو اس وقت کے علماء شافعیہ کے مفتی اعظم مکہ مکرمہ جناب مفتی محمد سعید صاحب بن بابصیل نے یہ فتویٰ عنایت فرمایا۔

الحمدللہ الذی یسر بھٰذا الدین من یقوم بحقہ من خفض کل زندیق ضال مضل وردعہ وقمعہ ونصر کل عالم ھاد مھد واعانتہ ورفعہ وبعد!

فقد نظر فیما نسب لغلام احمد القادیانی الفنجابی فان صح مانسب الیہ عند کان من الضالین المضلین ومن الزنادقۃ للملحدین ومثلہ فیما ذکر محمد حسین المؤید لہ برسالۃ المسماۃ باشاعۃ السنۃ فکل منھما یجب علیٰ ولی الأمر وفقہ اللہ لما یحبہ ویرضاہ ان یعزرھما التعزیر البلیغ الذی یحصل بہ ردعھما وردع امثالھما واما ما الفہ الامام الفاضل والھمام الکامل الشیخ محمد ابوعبدالرحمٰن غلام دستگیر الھاشمی الحنفی القصوری فی بیان ضلال المذکورین وابطال اقوالھما وسماہ ”برجم الشیاطین برد اغلوطات البراھین“ فتالیفہ المذکور ھو الحق الذی لا شک فیہ فجزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین الجزاء الجمیل واحلہ فی القلوب المحل الجلیل، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم قالہ بفمہ ورقمہ بقلمہ المرتجی من ربہ کمال النیل محمد سعید بن محمد بابصیل مفتی الشافعیۃ بمکۃ المحترمۃ غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولجمیع المسلمین

سب تعریفیں اس خدا کو ہیں جس نے اس دین اسلام کے خلل وزلل بدمذہبوں، گمراہوں کے دور کرنے کے لئے کچھ پیدا کئے ہیں۔ جو بدمذہبوں گمراہ کنندوں کی سرکوبی کرتے رہے ہیں اور جس نے ہر عالم راہنما سیدھی راہ کے چلنے والے کی مدد کی ہے۔ بعداس کے بے شک میں نے دیکھا ان باتوں کو جو غلام احمد قادیانی پنجابی کی طرف منسوب ہیں۔ پس اگر اس نے یہ کی ہیں تو وہ گمراہوں، گمراہ کنندوں وسخت بدمذہبوں سے ہے اور ایسا ہی محمد حسین ہے۔ جس نے رسالہ

اشاعۃ السنہ میں اس کی تائید کی ہے۔ پس حاکم اسلام پر...... اللہ تعالیٰ اس کو نیک توفیق دے۔ واجب ہے کہ ان دونوں کو ایسی سخت تعزیر دی جائے جس سے یہ اور ان کے ہم مشرب ایسی باتوں سے باز آویں اور جو رسالہ امام فاضل، بزرگ کامل، شیخ محمد ابوعبدالرحمٰن غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری نے ان دونوں کی گمراہی کے بیان اور ان کے رد میں لکھا اور اس کا نام ''رجم الشیاطین براغلوطات براہین'' رکھا ہے۔ وہ ایسا حق ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے ان کو نیک بدلہ دے اور مسلمانوں کے دلوں میں اس کا اعتبار بڑھائے اور خدا بہت دانا ہے۔ یہ تحریر اپنی زبان سے کہی اور اپنے قلم سے لکھی۔ اللہ تعالیٰ سے کمال کامیابی کے امیدوار محمد سعید بن بابصیل نے جو مکہ معظّمہ میں شافعیوں کا مفتی ہے۔ خدا اس کو اور اس کے والدین و جمیع مؤمنین کو بخشے۔

دستخط محمد سعید بابصیل

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۵۷، ۹۷، ۹۸)

(۱۲۱۹)

سعید رحمۃ اللہ علیہ (حیدرآباد)، الحاج محمد

(وفات: ۴؍ستمبر ۱۹۶۹ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت حیدرآباد کے صدر ریٹائرڈ ایس. پی خوبیوں اور نیکیوں کا چلتا پھرتا مرقع تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے دل وجان سے دن رات ایک کر دیتے تھے۔ ان کے وصال کے بعد مجلس کے امیر مولانا عبدالحق بنائے گئے۔

(۱۲۲۰)

سعید مدراسی ثم حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد

(ولادت: ۴؍جمادی الاخری ۱۲۴۷ھ ...... وفات: ۱۱؍شعبان ۱۳۱۴ھ)

مولانا مفتی محمد سعید بن مولانا صبغت اللہ محمد غوث شافعی مدراسی ثم حیدرآبادی بڑے علماء میں سے ایک ہیں۔ والد گرامی سے فن فقہ اور حدیث پڑھی۔ شیخ محمد مظہر بن احمد سعید عمری دہلوی مہاجر سے اجازت حاصل کی۔ ۱۲۸۶ھ میں حیدرآباد دکن میں منتقل ہوئے تو حکومت نے آپ کو ارکان عدلیہ میں شامل کرلیا۔ ایک مدت کے بعد محکمہ عالیہ کے شعبہ افتاء کی ذمہ داری

سنبھالی۔ آپ کتابوں کے جمع کرنے کے حریص تھے۔ آپ نے بہت سی کتب عربی، فارسی اور اردو میں تصنیف کیں۔ فتنہ قادیانیت کی تردید میں مولانا قاضی عبیداللہ کے فتویٰ بنام ’’تکفیر منکر عروج جسمی ونزول عیسیٰ علیہ السلام‘‘ میں صورت مسئولہ پر جواب تحریر کیا جو کہ درج ذیل ہے۔

’’باعث تحریر اس مقال موجب تفصیل ایں اجمال آنکہ شخصے قادیانی ازنواحی پنجاب خروج کردہ عوام کالانعام رادردام ضلالت انداختہ وخودرا مثیل حضرت عیسیٰ بلکہ مسیح موعود شمردہ دعوت نبوت ورسالت می دارد کہ مرسل خداوندتعالیٰ ام واشارہ آیت: ’’ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد‘‘ بطرف خوداست، ومصداق آیت: ’’ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ (الصف: ۹)‘‘ خودرامی پندارومیگوید کہ برخود الہام شدہ کہ: ’’انا انزلناہ قریباً من القادیان وبالحق انزلناہ وبالحق نزل‘‘ حالانکہ وبالحق آہ آیت قرآن مجید است کہ مرجع آن بسوی قرآن است نہ درشان ایں خبیث۔ بلکہ عبارت بالائی مہمل باآں منضم ساختہ وچوں آنحضرت ﷺ بنص قطعی خاتم النّبیین بودندولا نبی بعدہ دراحدیث واقع شدہ، وہم نزول فرشتہ واظہار معجزات وغیرہ۔ اموراز لوازم رسالت بودہ است۔ ونیز عیسیٰ علیہ السلام ابرص واکمہ راتندرست می ساخت، واحیای مردگان می کرد کہ بنص صریح ثابت است۔ وخدائی تعالیٰ اورابلائی آسمان زندہ بردودرآخرزمان برمنارۂ جامع دمشق نزول خواہد کرد، وخروج دجال وقتل اودجال را، وامامت مہدی واقتدائ عیسیٰ علیہ السلام، وغیرذالک امور کہ باحادیث متواترہ بہ ثبوت پیوستہ وعلمائے امت برآں اتفاق کردہ اندایں ہمہ امور قادح نبوت اوبودہ اند پس چارۂ ندید بجز انکار ایں ہمہ امور صریحہ قاطعہ ازاں کہ ختم نبوت بہ آنحضرت ﷺ شدہ وہیچک معجزہ مثل مسیح ازو بظہور نہ پیوستہ ونہ طاقت آں می دارد، ونہ دجال خروج کردہ است کہ جنگ ازوواقع شود، ونہ اوازمسجد دمشق فرودشدہ وہم احادیث یکہ اہل سنت برآں استناد وحجت می آرندآں رابمعانی غلط ودروغ برائی نمائش جہلا برداختہ وآیاتے راکہ درحق عیسیٰ علیہ السلام دارداند: ’’وان من اھل الکتٰب الّا لیؤمننّ بہٖ قبل موتہ (النساء: ۱۵۹)‘‘

’’وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم (النساء: ۱۵۸)‘‘

’’یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ (آل عمران: ۵۵)‘‘ وغیرذالک بہ تفسیر وتعبیر دروغ وکذب می پروارد کہ مخالف اقوال سلف است کہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم اندومی گوید روحش پرواز گشتہ وجسدش درزیرزمین مدفون گشتہ وایں بعینہٖ اعتقاد یہود وفرقۃ النصاری بودہ پس کسیکہ اینچنین اعتقاد دارو پیش علمائی حقانی کافرومرتد است وحکم ارتداد بروجاری می شودوآں کہ

خودرا مثیل مسیح میشمر و بیشک او مثیل مسیح الدجال است کہ مخبر صادق بآں خبر دادہ کما رواہ الشیخان عن ابی ہریرۃ ؓ عن النبی ﷺ قال: ''لاتقوم الساعۃ حتّٰی تبعث دجالون کذابون قریباً من ثلاثین، کلھم یزعم انہ رسول اللہ''

(مسلم ج۲ ص۳۹۷، کتاب الفتن)

پس بر حکام اسلام و مسلمین وقضاۃ و مفتیین لازم است کہ بدفع ایں شریر پردازند وآیۃ فیض پیراہ: ''ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنٰت ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق''(البروج) رانصب العین داشتہ فتنہ عظیم ایں کس رادرمیان اہل اسلام انداختہ است دورسازند، واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب!

کتبہ: محمد سعید

مفتی مجلس عدالت عالیہ حیدرآباد، دکن کان اللہ لہ

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۲۷۳)

(۱۲۲۱)

سلام الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا سلام الدین شاہ کو بھی انجام آتھم ص۷۲، نمبر۹۸ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کوالم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۲۲۲)

سلامت اللہ جیراجپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا سلامت اللہ، جیراجپور میں رجب علی کے گھر پیدا ہوئے۔ جیراجپور اعظم گڑھ کا علاقہ ہے۔ مولانا سلامت اللہ نے ابتدائی کتب جیراجپور میں ہی مولوی عبداللہ اور مولوی عبدالغنی بن شاہ میر فرخ آبادسے پڑھیں۔ پھر جونپور میں مفتی یوسف بن اصغر انصاری لکھنوی سے کچھ کتابیں پڑھنے کے بعد سہارنپور کا سفر کیا اور شیخ احمد علی بن لطف اللہ حنفی سہارنپوری سے علم حدیث کی تکمیل کی اور مولانا نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سند حاصل کی۔ بعدازاں ریاست بھوپال میں سکونت اختیار کی

اور وہیں دفن ہوئے۔ ’’فتویٰ علمائے پنجاب و ہندوستان‘‘ میں مرزا قادیانی کی تکفیر پر صورت مسئلہ کے جواب میں مولانا بشیر احمد شہسوانی نے عبارت لکھی۔ جس کی تائید میں مولانا سلامت اللہ نے لکھا کہ: ’’مجھ کو مولوی محمد بشیر صاحب کی تحریر سے اتفاق ہے۔ بے شک یہ لوگ ایسے ہی ہیں جیسا مولوی صاحب موصوف نے تحریر فرمایا: واللہ اعلم!‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۱۷۱)

(۱۲۲۳)

سلطان احمد رحمۃ اللہ علیہ (جڑانوالہ)، جناب بابا

(وفات: ۱۹۷۷ء)

جڑانوالہ کے قریبی دیہات میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید باصفا جناب بابا سلطان احمد ہوتے تھے۔ جو سراپا اخلاص تھے۔ کیا خوب لمبا چکلا چوڑا قدو کاٹھ خوب وجیہہ اور بھرپور دلاویز شخصیت کے مالک تھے۔ اپنے قد کے مطابق لمبا ڈنڈا خوب موٹا ہاتھ میں رکھتے تھے۔ لباس ڈھیلا ڈھالا دیہاتی ہوتا تھا۔ جھومتے جھامتے اس شان سے چلتے تھے کہ سماں پیدا کر دیتے تھے۔ ۱۹۷۰ء کے دور میں جمعیۃ علماء اسلام ضلع لائل پور کے سالار اعلیٰ تھے۔ گاؤں گاؤں تبلیغ ختم نبوت اور تنظیم جمعیۃ کا کام کرتے تھے۔ حق مغفرت کرے خوب مرد آزاد تھے۔

(۱۲۲۴)

سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ (اعوان شریف)، قاضی

(پیدائش: ۱۸۴۰ء ...... وفات: ۲؍مئی ۱۹۱۹ء)

قاضی سلطان محمود بن غلام غوث بن غلام مصطفیٰ بن غلام محمد اعوان شریف ضلع گجرات کے ایک علمی گھرانہ کے چشم و چراغ تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ مزید تعلیم کے لئے حاجی والا (ضلع گجرات) ملکہ (تحصیل کھاریاں) چنن گڑھ (ضلع گجرات) کدّمی، تھوامحرم خان۔ چکی۔ غورغشتی اور پشاور میں بھی پڑھتے رہے۔ پچیس سال کی عمر میں درس نظامی کی تکمیل سے فارغ ہوگئے۔

فراغت کے بعد درس و تدریس اور اصلاح و ایثار میں مصروف رہے۔ حضرت اخوند

عبدالغفور سوات (م:۱۸۷۷ء) سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور خلافت سے بھی مشرف ہوئے۔ آپ نے کئی درسی کتابوں پر محققانہ حواشی وتعلیقات تحریر فرمائیں۔ کتابوں سے عاشقانہ تھا۔ بڑے کتب خانہ کے مالک تھے۔ قریباً اسّی سال عمر پائی۔ مزار اعوان شریف میں ہے۔ مرزا قادیانی کے خلاف آپ نے فتویٰ دیا اور اس کی رد میں ساعی رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملعون قادیان نے اپنے رسالہ دعوت قوم میں جن مخالف علماء اور مشائخ کو دعوت مباہلہ دی ہے ان میں ۷۱ نمبر پر مولانا قاضی سلطان محمود اعوان والا پنجاب کے عنوان سے آپ کا نام لکھا ہے۔

(انجام آتھم ص۷۱، خزائن ج۱۱ ص۷۱)

جس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ جن علماء مشائخ نے اپنے دور میں ملعون قادیان کو تگنی کا ناچ نچایا ہے ان میں آپ بھی شامل تھے۔

(۱۲۲۵)

سلطان محمود جعفر رحمۃ اللہ علیہ (تونسہ شریف)، جناب پروفیسر

(پیدائش:۵؍جنوری ۱۹۵۷ء ...... وفات:۵؍جولائی ۲۰۰۰ء)

پیران خواجگان تونسہ شریف جعفر پٹھان برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ تونسہ شریف میں حکیم جعفر برادری ایک بلند مقام رکھتی ہے۔ ان میں سے حکیم احمد خان (مرحوم) کا پشت در پشت روحانی تعلق خانقاہ سراجیہ کندیاں سے چلا آرہا ہے۔ ان میں سے پروفیسر سلطان محمود جعفر حکیم احمد خان (مرحوم) کے ہاں تونسہ شریف میں پیدا ہوئے۔ پروفیسر صاحب اعلیٰ تعلیم یافتہ سیاسی، سماجی اور تحریکی آدمی تھے۔ ۱۹۸۶ء جب ایک قادیانی سردار کو مسجد میں دفن کردیا تھا اس کو نکلوانے کے لئے تحریک شیر گڑھ میں بھرپور حصہ لیا۔ حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مرید باصفا تھے۔ جنرل ضیاء الحق کے دور حکومت میں جب ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو بڑے اعزاز دیئے جارہے تھے ملک بھر میں بے چینی تھی۔ ایک دفعہ قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں اس کو اعزاز دیا جانا تھا۔ پروفیسر سلطان محمود جعفر نے قومی اسمبلی کے ممبران یونیورسٹی کے پروفیسر صاحبان اور طلباء کو اس ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے عقائد اور نظریات بتائے تو اس کے خلاف یونیورسٹی کے اندر نفرت پھیل گئی۔ ڈاکٹر قادیانی کے آنے سے پہلے ہی ہنگامہ کھڑا ہوگیا۔ اس کا پروگرام نہ صرف ناکام ہوا بلکہ وہ شرم سار ہوکر واپس چلا گیا۔

(۱۲۲۶)

سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ (سیالکوٹ)، مولانا

(وفات: فروری ۱۹۸۸ء)

جمعیۃ علماء اسلام سیالکوٹ کے امیر، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد و مرید، تحریک ختم نبوت سمیت تمام دینی تحریکوں میں صف اوّل کے حاضر باش رہنما تھے۔ مولانا محمد علی کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(۱۲۲۷)

سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، رئیس المحدثین، حضرت مولانا

(پیدائش: ۱۵؍دسمبر ۱۹۲۶ء ...... وفات: ۱۵؍فروری ۲۰۱۷ء)

مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے دیوبندی مکتب فکر کے بہت بڑے محدث، استاذ العلماء، قابل احترام، لائق تکریم مذہبی شخصیت تھے۔ آپ جامعہ فاروقیہ کراچی کے بانی، مہتمم اور شیخ الحدیث تھے۔ وفاق المدارس العربیۃ پاکستان کے صدر، تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان کے رئیس تھے۔ آپ کو پورے ملک کے دینی حلقہ میں بڑا وقیع مرتبہ حاصل تھا۔ اپنے مکتب فکر کی تمام دینی جماعتوں کے سربراہان آپ کو اپنی اپنی جماعتوں کا سرپرست تسلیم کرتے تھے۔

آپ انڈیا ضلع مظفر نگر کے قصبہ حسن پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی سکول کی تعلیم یہاں سے حاصل کی۔ پھر دینی تعلیم کے لئے جلال آباد مدرسہ مفتاح العلوم میں داخل ہوئے۔ آخری تین سال دارالعلوم دیوبند میں رہ کر دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ آپ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور شاگردوں میں شامل تھے۔ زہے نصیب! کہ فراغت کے بعد اپنی پہلی مادر علمی جلال آباد میں پڑھانا شروع کیا۔ اس وقت مدرسہ مفتاح العلوم کی حالت قابل ترس تھی۔ آپ نے دن رات محنت کر کے اسے صدا بہار بنادیا۔ چہار جانب سے طلباء آنے لگے۔ دورۂ حدیث شریف تک کی تعلیم ہونے لگی۔ چند سالوں میں آپ کی تدریس کی شہرت نے ملک گیر حیثیت حاصل کر لی۔ مظاہر العلوم سہارنپور، دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کے صاحبزادے آپ

کے پاس پڑھنے کے لئے آنے لگے۔ یہ محض قدرت کا کرم، اساتذہ کے اعتماد کی برکات تھیں۔ حق تعالیٰ نے اس مدرسہ کو ایک بار پھر **اصلها ثابت وفرعها فی السماء** کا مصداق بنادیا۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۵۴ء میں پاکستان آئے تو دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار خان میں پڑھانا شروع کیا۔ یہ وہ دور تھا کہ جب یہاں بڑے بڑے نابغہ روزگار حضرات تدریس کے مناصب پر براجمان تھے۔ ان حضرات کے ہوتے ہوئے آپ نے اپنی تدریس کا مقام رفیع حاصل کیا۔ تین سال یہاں پڑھانے کے بعد آپ پاکستان کے مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر دارالعلوم کراچی آ گئے۔ دس سال یہاں پر منتہی کتب کے فاضل اجل استاذ اور ماہر مدرس کے طور پر اپنا لوہا منوایا۔ **ذالک فضل اللہ عظیما!**

۱۹۶۷ء میں جامعہ فاروقیہ کی بنیاد رکھی۔ آج یہ ملک عزیز کے صف اوّل کے مدارس میں اپنا نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اس کی کوہ قامت عمارتیں مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے بلند حوصلہ پر دلالت کرتی ہیں۔ عرصہ ہوا کہ جامعہ فاروقیہ کی تمام تر عمارتیں اپنی تمام تر وسعتوں کے باجود تنگ دامنی کی شکایت کرنے لگیں تو آپ نے حبّ سائیڈ پر وسیع رقبہ حاصل کر کے تعمیرات کا آغاز کیا۔ جو آج حقیقت ثابتہ کا مظہر ہیں۔ وفاق المدارس کی سربراہی دینی حلقہ میں ایک وقیع ورفیع منصب ہے۔ حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ولی حسن رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات اپنے اپنے عہد میں اس کی قیادت کرتے رہے۔ قریباً چالیس سال سے مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ وفاق المدارس کے رئیس چلے آرہے تھے۔ اس عرصہ میں وفاق المدارس نے جو ترقی کے منازل طے کئے جس سرعت کے ساتھ یہ کامیابیوں اور کامرانیوں کا چمکتا دمکتا نشان بنا، وہ تاریخ کا حصہ ہے۔

پرویز دور حکومت میں دینی حلقہ بالخصوص مدارس عربیہ پر جو سخت کڑا اور مشکل وقت آیا۔ یہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت باسعادت اور جرأت وہمت کا صدقہ ہے کہ نہ صرف وفاق المدارس بلکہ ملک کے تمام مکاتب فکر کے جملہ مدارس اور تنظیمات مدارس دینیہ کو دباؤ کے ماحول سے نکال کر امن وسلامتی اور خودمختاری کی کشتی کو ساحل مراد پر لا کھڑا کیا۔ بلاشبہ آج بھی گھٹن کا ماحول یا آزمائش کی بھٹی کی تلخی موجود ہے۔ لیکن سابقہ دور کے مقابل میں کچھ بھی نہیں۔ تمام تر حکومتی کوششوں کے باوجود وہی نصاب، وہی تعلیمی ماحول، وہی مدارس کی آزادی کا ماحول،

تمام دینی قیادت کی بلند فکری اور بیدار مغزی کی دلیل بیّن ہے۔جس کی زمام قیادت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک میں تھی۔تمام تر آزمائشی دور میں آپ جس ثبات قدمی کے ساتھ میدان عمل میں ڈٹے رہے۔آپ کی زندگی کا سنہری باب ہے۔

اس سے ہٹ کر صرف ختم نبوت کے تحفظ کے حوالہ سے آپ کی خدمات جلیلہ کا جائزہ لیں تو وفاق المدارس کے درجہ سابعہ میں ''آئینہ قادیانیت'' کو داخل نصاب کیا۔حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کی کمال ذمہ داری کو ملاحظہ کریں کہ اس کتاب کے لئے پہلے سوالات مرتب کرنے کا حکم دیا۔ان کو پڑھا پھر جوابات کے لئے کتاب کی تیاری کا ارشاد فرمایا۔جب کتاب چھپ کر تیار ہوگئی تو کتاب کی ایک ایک سطر کو پڑھ کر اس میں نہ صرف ترامیم کیں بلکہ اس کی پروف ریڈنگ بھی کی۔اس سے اندازہ فرمائیں کہ وہ کس قدر احساس ذمہ داری سے سرشار تھے کہ اس کی ایک ایک سطر کو بغیر نظر ثانی کے نہیں جانے دیا۔ان مراحل کے بعد پھر نصاب کمیٹی میں اس کو منظور کرایا۔ پھر عاملہ میں لا کر حتمی منظوری سے سرفراز فرمایا۔آپ کی صرف ایک یہ وہ نیکی ہے جو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی ذمہ داری کو نبھا رہی ہے۔نہیں یاد کہ کسی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے درخواست کی ہو اور آپ نے عذر فرمایا ہو۔صحت کے زمانہ میں ہر حال میں شرکت فرماتے۔بارہا چناب نگر ختم نبوت کانفرنسوں پر تشریف آوری سے سرفراز فرمایا۔لاہور بادشاہی مسجد، اسلام آباد آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت کانفرنس، ختم نبوت کانفرنس ایبٹ آباد، اندرون سندھ سنجر چانگ، قدوم میمنت لزوم سے زیر احسان فرمایا۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے آخری عہد میں کئی روز تک خانقاہ شریف قیام فرمایا۔کہاں کراچی؟ کہاں خانقاہ سراجیہ؟ لیکن آپ کی نسبت نوازیوں کو دیکھئے اور سر دھنئے، حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ پر تشریف لائے۔رش کی وجہ سے کئی میل وہیل چیئر پر سفر کیا۔ لیکن جنازہ میں شرکت فرمائی۔ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ پر تشریف لائے۔جنازہ پڑھایا۔تعزیتی مضمون لکھا اور بھرپور شفقتوں سے نوازا۔

فقیر راقم قارئین سے درخواست گزار ہے کہ مدرسہ ختم نبوت چناب نگر ضلع چنیوٹ میں واقع ہے۔ضلعی مسئول کے لئے، سنٹر بنانے کے لئے، حفظ کے مسئول کے لئے جو جائز درخواست کی وہ آپ نے پورا کرنے میں تاخیر نہ فرمائی۔آپ نے ہمیشہ سچ کو اپنایا۔خود حق و سچ پر چلے، اوروں کو چلنے کا پابند بنایا۔یہی وہ آپ کی خوبیاں ہیں جو مدتوں آپ کی یاد دلاتی رہیں گی۔

وفاق المدارس کے سلسلہ میں آپ احساس ذمہ داری کا اتنا اونچا معیار مقرر کر کے گئے ہیں کہ اسے اب نظرانداز کرنا ناممکن نہیں، تو مشکل ضرور ہوگا۔

حق تعالیٰ ہم سب کو آپ کے نقش قدم پر چلنے اوران کی روایات کو زندہ رکھنے کی توفیق سے سرفراز فرمائیں۔ آمین!

(۱۲۲۸)

سلیم نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا پیر محمد

(پیدائش: ۱۹راگست ۱۹۲۹ء)

فیصل آباد کے گاؤں **RB | 196** کے ایک گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تعلیم جامعہ رضویہ جھنگ بازار فیصل آباد میں حاصل کی۔ وزیرآباد مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، ملتان حضرت مولانا سعید احمد کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اکتساب فیض کیا۔ علی پور سیداں کے متوسلین میں سے تھے۔ فیصل آباد میں محکمہ اوقاف کے ڈسٹرکٹ خطیب تھے۔ جھال خانوآنہ کی مسجد کے خطیب تھے۔ بہت مرنجاں مرنج شخصیت تھی۔ عقیدۂ ختم نبوت پر دل وجان سے فداءاوراس کے مبلغ ومناد تھے۔

(۱۲۲۹)

سلیمان احمد علاؤلپوری رحمۃ اللہ علیہ، جناب سید محمد

(وفات: دسمبر ۱۹۷۴ء)

سید محمد سلیمان احمد علاؤلپوری، علاول پور ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد سید پیر برکت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ رشدوہدایت کے رہنما اور پیر طریقت تھے۔ سید سلیمان صاحب کا عنفوان شباب میں قافلہ احرار سے ربط قائم ہوا۔ صاحبزادگی کی آرام دہ زندگی کی بجائے ان بزرگوں کی معیت میں آزادی ملک کے لئے قیدوبند کی زندگی کو لبیک کہا۔ دوسری جنگ عظیم کے وقت جب مجلس احرار نے فوجی بھرتی کے خلاف تحریک چلائی تو آپ آل انڈیا احرار اسلام کے تیسرے ڈکٹیٹر تھے۔ فوجی بھرتی کے خلاف کل ہندوستان کا طوفانی دورہ کیا۔ اسی دورہ میں سوبھاش چندربوس کے ساتھ مل کر آزادی ملک کے لئے خوب خوب کام کیا اور گرفتار ہوئے۔ اسی طرح

مجلس احرار کی ملکی وملی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تقسیم کے بعد بھلیر سانگلہ ہل میں قیام کیا اور تردید مرزائیت کے کام میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں بھرپور حصہ لیا۔ خدا مغفرت کرے۔ عجیب آزاد مرد تھے۔ مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ ایسے اکابر سے نیازمندانہ تعلقات تھے۔

(۱۲۳۰)

سلیمان پھگلہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

آپ مولانا محمد یعقوب فاضل فتح پوری کے ہاں ۱۹۱۲ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ مولانا کریم عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مظاہر العلوم سہارنپور میں جید علماء کرام سے فیض حاصل کیا۔ بعد ازاں دارالعلوم دیوبند میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث کی سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد وطن واپس آ کر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ تفسیر بھی کیا۔ لاہور میں زندگی کا اکثر حصہ گزارا۔ جامع آسٹریلیا لاہور کے پہلے امام پھر خطیب بھی رہے۔ لاہور میں مجلس احرار سے اپنا تعلق قائم کیا اور بڑی جواں مردی سے تحفظ ختم نبوت میں کردار ادا کیا۔

(۱۲۳۱)

سلیمان طارق رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: جولائی ۱۹۹۲ء)

جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے فارغ التحصیل، صاحب طرز خطیب، مقرر بے بدل، مجاہد وبہادر، ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے رشتہ میں کزن تھے۔ عرصہ تک جہانیاں، اوکاڑہ، گوجرہ میں اوقاف کے خطیب رہے۔ پھر ڈسٹرکٹ خطیب بنے۔ اپنے دور کے نامور خطباء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ردبدعت واحیائے سنت کے داعی رہے۔ ہردلعزیز عوامی رسیلے خطیب تھے۔ خوب وجیہہ تھے۔ آواز گرجدار اور جہیر الصوت تھے۔ وجد میں آتے تو سماں بندھ جاتا۔ ختم نبوت کے عقیدۂ کے بیان کے لئے ہمہ جہت صف اوّل میں زندگی بھر نمایاں رہے۔

(۱۲۳۲)

سونہارا رحمۃ اللہ علیہ، میاں

ڈیرہ غازی خان کے جماعتی اور نظریاتی کارکن تھے۔

(۱۲۳۳)

سکندر خان بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

یوں تو بٹالہ کے تمام مسلمان تحریک ختم نبوت سے ہمدردی رکھتے تھے اور مرزائیت کے شدید مخالف تھے۔ مگر ایک خاندان ہماری بڑی تندہی سے پشت پناہی کرتا تھا اور ہمارے دکھ دردوں کا ملجاؤ ماویٰ تھا۔ وہ تھا الحاج سکندر خان کا گھرانہ۔ حاجی صاحب کا انتقال ہو چکا تھا اور ان کے دو ہونہار صاحبزادگان ہماری پشت پناہی پر ہر وقت کمربستہ رہتے تھے۔ ان کی والدہ (اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے) بڑی نیک اور پاکیزہ خاتون تھیں۔ ہم لوگ بٹالہ میں ان کے ہاں سکونت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس نیک خاتون کو بخشے۔ ہم لوگ وقت بے وقت جتنی تعداد میں آ جاتے ان کے ماتھے پر کبھی بل نہ آتا تھا اور وہ فوراً ہمارے کھانے پینے کا بہ طیب خاطر اہتمام کرتیں۔ کھانا مکلّف ہوتا اور ہم جس قدر چاہتے مہیا ہوتا۔ تحریک زوروں پر تھی۔ اس لئے ہمیں بٹالہ آنا پڑتا تھا۔ کوئی فرق نہ پڑتا کہ ہم دس افراد ہیں یا بیس۔ یا کم وبیش۔ کھاتا پیتا گھرانہ تھا۔ کچھ دیر نہ لگتی اور ہر چیز مہیا ہو جاتی۔ ان دو بھائیوں میں سے ایک کا نام حاجی عبدالرحمٰن تھا اور دوسرے کا نام حاجی عبدالغنی تھا۔ حاجی عبدالرحمٰن بڑے منچلے تھے۔ ہر جمعہ کو بٹالہ کی شیر شاہی مسجد میں جاتے اور ہماری تائید اور مرزائیت کی مخالفت میں تقریر کرتے۔ علاوہ ازیں ہر مہم میں شریک ہوتے۔ بٹالہ میں احرار لیڈروں کو بلا کر اجتماعات منعقد کراتے۔ قید وبند سے بھی دریغ نہ تھا۔ اب دونوں حضرات اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ حاجی عبدالرحمٰن کا صرف ایک لڑکا تھا جس کا نام اختر تھا۔ ان دنوں اس نے میڈیکل میں داخل لیا تھا اور آج وہ پاکستان میں ڈاکٹری کے فرائض سرانجام دے رہا ہے اور شنید ہے کہ وہ بڑا کامیاب ڈاکٹر ہے۔ حاجی عبدالغنی کے تین لڑکے تھے۔ امجد حسین، ارشد حسین۔ تیسرے کا نام یاد نہیں۔ امجد حسین وکیل ہیں اور لاہور ہائیکورٹ میں

پریکٹس کرتے ہیں۔ بڑی وسیع معلومات کے حامل ہیں۔ان کے سیاسی مضامین عموماً اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ایک دودفعہ میری ان سے ملاقات بھی ہوئی۔ بڑے ملنسار اور قومی وملی جذبہ رکھتے ہیں۔

سکندر خان مرحوم بڑی جائیداد کے مالک تھے۔امرتسر میں سکندر خان کی تعمیر کردہ مسجد موجود تھی جو ہال بازار امرتسر میں واقع تھی اور اس کے ساتھ قیمتی دکانیں تھیں جو سکندر خان کی ملکیت تھیں اور بعد میں حاجی عبدالرحمٰن وحاجی عبدالغنی کے لئے بڑا مالی سہارا تھیں۔احرار کو اگر بٹالہ کی امداد نہ ہوتی تو اس کے لئے کادیان میں کام کرنا ممکن نہ ہوتا۔ہم لوگوں کو کادیان میں کسی بھی مشکل کا سامنا ہوتا تو ہم بٹالہ پہنچ جاتے۔ حاجی عبدالرحمٰن اور حاجی عبدالغنی کے گھر کا دروازہ ہر وقت ہمارے لئے کھلا رہتا۔دن ہو یا رات؟ چارپائی، کھانا، بستر بلا تکلف مہیا ہوتا۔

حاجی صاحب کی زبان مثل سیف وسنان ہماری مشکل کو حل کرنے میں ہمہ تن مصروف ہوتی۔ اگر مطالبات عوام تک پہنچانے کی ضرورت ہوتی تو فوراً اعلان ہوتا اور ایک وسیع میدان میں جو منڈی کے نام سے مشہور تھا اور حاجی صاحبان کی ملکیت تھا وہاں جلسہ ہوجاتا اور ہمارے مطالبات حکام بالا تک پہنچ جاتے۔ یہ منڈی احرار لیڈروں کے جلسوں کے لئے ہمیشہ آماجگاہ رہی۔سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بارہا اس منڈی میں تقاریر کیں۔ آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ جب احرار میں شامل ہوئے تو انہیں بٹالہ آنے کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے ہاتھ میں کلہاڑی لے کر اس منڈی میں مرزائیوں کے خلاف اس زناٹے سے تقریر کی کہ کادیان میں بیٹھے مرزائی تھرّا اٹھے۔ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۲۳۴)

سیاح الدین کاکاخیل رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی سید

(ولادت:۱۹۱۶ء ...... وفات:۲۳؍اپریل ۱۹۸۷ء)

زیارت کاکاخیل نوشہرہ کے حضرت مولانا مفتی سیاح الدین رحمۃ اللہ علیہ کاکاخیل نامور عالم دین اور ماہر مدرس تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔ادیب وخطیب اور شاعر تھے۔ عرصہ تک مدرسہ اشاعت العلوم کچہری بازار فیصل آباد میں تدریس کی صدارت اور شیخ الحدیث کے

منصب پر فائز رہے۔ ضیاء الحق کے زمانہ اقتدار میں نظریاتی کونسل کے ممبر بھی رہے۔ اتحاد العلماء کی سربراہی بھی حصہ میں آئی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں فیصل آباد میں رہ کر بڑی بہادری سے حصہ لیا۔ بہت ہی مرنجاں مرنج شخصیت کے حامل تھے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جماعت اسلامی کے پلیٹ فارم سے حصہ لیا۔ مقابلہ میں جمعیۃ علماء اسلام کی طرف سے مولانا محمد ضیاء القاسمی مرحوم تھے۔ ایم.این.اے کا الیکشن تھا۔ جناب مختار رانا سیٹ نکال کر لے گئے۔ وہ پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر تھے۔

مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام پر شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتویٰ پر تائید وتوثیق کے الفاظ یوں تحریر کئے: ’’جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کے وائس چانسلر شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کے بارے میں جو مفصل فتویٰ دیا میں اس کی تائید وتصدیق کرتا ہوں۔‘‘

احقر: سید سیاح الدین کاکاخیل

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۶۵)

(۱۲۳۵)

سیف الرحمٰن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: جمادی الاولیٰ ۱۳۶۹ھ)

مولانا سیف الرحمٰن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ افغانستان میں پیدا ہوئے۔ عربی، اصول، فقہ کی تعلیم اپنے مقامی علماء کرام سے حاصل کی۔ پھر حصول علم کے لئے ہندوستان کا سفر کیا اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے فن حدیث اور صحاح ستہ پڑھی۔ کچھ عرصہ ٹونک مدرسہ ناصریہ میں پڑھانے کے بعد دہلی شہر فتح پوری مدرسہ میں معلم مقرر ہوئے۔ اپنے شیخ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر انگریزوں کے خلاف معرکوں میں شریک رہے۔ تقسیم ہندوستان کے بعد اپنے وطن پشاور، دیہات متھرا نو لوٹ آئے اور یہیں آپ کا وصال ہوا۔ جب آپ مدرسہ فتح پوری، دہلی میں مدرس تھے تب آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ مرزا قادیانی کے تمام اقوال حد کفر تک پہنچتے ہیں۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۵۲)

(۱۲۳۶)

سیف اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)

(وفات: ۱۰؍جولائی ۱۹۹۳ء)

مجلس احرار اسلام کل ہند کے ممتاز رہنما، مجلس احرار الاسلام پاکستان کے سربراہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے بانی رکن مولانا عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ جناب سیف اللہ احرار زرگر، قومی رہنما تھے۔ ختم نبوت کے فدائی وشیدائی اور نظریاتی کارکن، مرنجاں مرنج درویش، طبیعت دل موہنی، مزاج سادہ، ہر دلعزیز، باغ وبہار انسان کے روپ میں فرشتہ تھے۔

(ش)

(۱۲۳۷)

شائق احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: ۲۵؍ربیع الاوّل ۱۳۱۱ھ)

آپ کا وطن بہار میں پورینی ضلع بھاگلپور تھا۔ آپ نے پورینی اور مونگیر سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ چار سال مدرسہ نعمانیہ میں مولانا اعزاز علی امروہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھا۔ ۱۳۲۷ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر امتیازی نمبروں سے دورۂ حدیث کی سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد ایک سال تک دارالعلوم دیوبند میں مدرس رہے۔ جب مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی مجلس نظارت المعارف قائم کی تو آپ دہلی مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تشریف لائے۔ اوّلاً حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ پھر کچھ مدت خانقاہ مونگیر سے بھی وابستہ رہے۔ مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے ردقادیانیت پر خود بھی کتب لکھیں اور دوسروں سے بھی لکھوائیں۔ اسی غرض سے خانقاہ رحمانی ایک پریس بھی لگایا اور ایک ماہنامہ کا اجراء عمل میں آیا۔ اس ماہنامہ کی ادارت مولانا شائق احمد عثمانی کے سپرد ہوئی۔ تحریک خلافت کے زمانہ میں آپ کلکتہ چلے گئے۔ وہاں بنگال خلافت کمیٹی کے شعبہ نشرواشاعت کے انچارج بھی رہے۔ ۱۹۴۱ء کے اواخر میں کلکتہ سے

ایک روزنامہ ’’عصر جدید‘‘ اخبار نکالا۔ تقسیم پاکستان کے بعد فروری ۱۹۴۸ء میں کراچی آ کر اسی اخبار کا اجراء کیا۔ مگر تین سال جاری رہ کر بند ہو گیا۔

آپ نے مرزا قادیانی کی تکفیر پر مولانا سہول خان رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ ’’القول الصحیح فی مکائد المسیح ‘‘میں درج ذیل عبارت تحریر فرمائی: ’’المجیب مصیب مرزا قبحہ اللہ‘‘ کی تکفیر میں جہاں تک سختی کی جائے کم ہے۔ اس نے شریعت غرّاء کے قطعی الثبوت عقائد کو بدل ڈالا اور انبیاء وصحابہ کی توہین وتحقیر کی۔ و کفیٰ بذالک کفراً و ارتداداً!‘‘

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۵۰)

(۱۲۳۸)

شاہ زمان شہید رحمۃ اللہ علیہ (ٹوپی ضلع صوابی)

(شہادت: ۱۹۷۴ء)

موضع اسماعیلیہ تحصیل ٹوپی ضلع صوابی کے رہائشی شاہ زمان ختم نبوت کے مجاہد تھے جو تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے دوران شہید کر دیئے گئے تھے۔ اس وقت ان کے بیٹے کی عمر چھ ماہ تھی۔ ان کے اس بیٹے کا نام الطاف ہے۔ جو اپنے والد گرامی کے مشن کو زندہ رکھنے کے لئے ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہمہ وقت کوشاں ہیں۔

(۱۲۳۹)

شبلی جیراجپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولوی ابوعماد محمد

(وفات: ۲۶؍رمضان المبارک ۱۳۶۴ھ)

مولوی شبلی جیراجپور میں مولانا محمد علی حنفی جیراجپوری کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ سے حاصل کرنے کے بعد رامپور کا سفر کیا اور وہاں مدرسہ عالیہ کے اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ سند فراغت کے بعد پھر آپ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں مدرس ہوئے۔ آپ کو فقہ، اصول فقہ، حدیث اور اصول حدیث پر عبور حاصل تھا۔ جزئی مسائل کو حل کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔ سید ظہور شاہ قادری کے شائع کردہ فتویٰ ’’قہر یزدانی بر جان دجال قادیانی‘‘ میں محمد حسین

بٹالوی کے جواب پر تائیدی دستخط فرمائے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۰۵)

(۱۲۴۰)

شبیر احمد احرار رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)

(وفات:۱۹؍نومبر۱۹۹۰ء)

گوجرانوالہ کے معروف احرار ورکر جناب شبیر احمد صاحب بہت ہی متحرک اور مستعد ساتھی تھے۔ ہر دینی کام بالخصوص عقیدۂ ختم نبوت کی جدوجہد میں صف اوّل میں ہمیشہ رہے۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔

(۱۲۴۱)

شبیر محمد رحمۃ اللہ علیہ (سکھر)، مولانا

(وفات:۲۷؍دسمبر۱۹۶۷ء)

سندھ کے جید عالم دین، مدرسہ انوارالعلوم، مسجد وعیدگاہ کے بانی، سکھر میں جمعیۃ علماء اسلام کے بانی مبانی، حضرت ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص، اپنے دور میں عقیدۂ ختم نبوت کے مبلغ ومنّاد تھے۔

(۱۲۴۲)

شریف الحسن جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید محمد

(وفات:۱۷؍فروری۱۹۷۴ء)

مولانا سید محمد شریف الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ضلع جالندھر کے مشہور دینی خاندان سے تھا۔ آپ کے اجداد تقسیم سے بہت عرصہ قبل ملتان سے جالندھر جاکر آباد ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام حکیم سید فضل جالندھری رحمۃ اللہ علیہ تھا جو جالندھر ڈویژن میں عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشہور تھے۔ مولانا محمد شریف الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی دینی تعلیم کے بعد مڈل تک سکول کی تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں

دارالعلوم دیوبند میں درس نظامی کے لئے تشریف لے گئے۔ فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند کے محصل مقرر ہوئے۔ کئی برس تک تبلیغی خدمات بھی سرانجام دیتے رہے۔ اسی دوران ملک میں برپا ہونے والی تحریکات، ترک موالات، تحریک خلافت وغیرہ میں اپنے اکابرین کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایسے بزرگوں کے دوش بدوش ہر ممکن قربانیاں پیش کرتے ہوئے قریباً پانچ برس تک قیدوبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ نے مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق جوڑ کر تاحیات استفادہ کیا۔

(۱۲۴۳)

شریف رحمۃ اللہ علیہ (حاصل پور)، ڈاکٹر محمد

(وفات: ۲۹؍ مارچ ۱۹۹۸ء)

امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے فداکار مرید، حاصل پور کی معروف دینی شخصیت، احیاء العلوم حاصل پور کے مہتمم، جمعیۃ علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں کے مخلص اور جگری دوست جناب ڈاکٹر محمد شریف صاحب تھے۔ آپ کا میڈیکل سٹور تھا۔ اب آپ کے صاحبزادہ جناب حافظ محمد ابراہیم اپنے والد گرامی کی روایات کے پاسبان ہیں۔ جامع مسجد حاصل پور کی کمیٹی کے چیئرمین، احیاء العلوم کے مہتمم، جمعیۃ علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے کاموں میں پیش پیش ہیں۔ ان کی اولاد اور ہمارے حضرت ڈاکٹر محمد شریف صاحب کے پوتے ماشاء اللہ دینی علوم کے حامل، عالم اور مفتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے اخلاص نے آنے والی نسلوں کو بھی دین کا عامل وحامل بنادیا ہے۔

(۱۲۴۴)

شریف قصوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد

(وفات: اپریل ۱۹۸۲ء)

معروف علمی وروحانی شخصیت، آزادی برصغیر کے سرگرم رہنما، قیام پاکستان کے بعد تحریک ختم نبوت، تحریک بحالی جمہوریت، جمہوری محاذ، تحریک نظام مصطفیٰ کے نامور رہنما تھے۔

(۱۲۴۵)

شعیب رحمۃ اللہ علیہ (شیخوپورہ)، مولانا محمد

(وفات: ۲۴؍جون ۱۹۷۹ء)

مولانا محمد شعیب کے والد گرامی کا نام مولانا عبدالرحمٰن تھا۔ جو موضع توی ضلع ہزارہ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم والد گرامی سے پائی۔ اس کے بعد مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا محمد عرفان رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی۔ پھر دیوبند اور اس کے بعد مدرسہ عبدالرب دہلی سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ فراغت کے بعد حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت وارشاد کا سلسلہ قائم کیا اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ بستی میاں علی نزد خانقاہ ڈوگراں میں مسجد و مدرسہ تعلیم الاسلام و خانقاہ شریف قائم کی۔ یہاں پر ہی اللہ رب العزت کے حضور حاضر ہوئے۔ مولانا محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ تمام دینی تحریکوں میں پیش پیش رہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اس خطہ میں دیوانہ وار حصہ لیا۔

(۱۲۴۶)

شفیع رحمۃ اللہ علیہ (رتو کالا تحصیل بھلوال)، مولانا محمد

(وفات: ۱۰؍جون ۱۹۷۸ء)

مولانا کامل دین رحمۃ اللہ علیہ رتو کالا کے معروف مناظر و مبلغ اسلام کے صاحبزادے مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ صاحب بہت بڑے عالم دین تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے سٹیج سے عقیدۂ ختم نبوت کا علم زندگی بھر نہ جھکنے دیا۔

(۱۲۴۷)

شفیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا محمد شفیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم ص ۷۰، نمبر ۴۳ پر مخاطب کیا

ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۲۴۸)

مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ (مظفرگڑھ)

(وفات:۱۲/اپریل ۲۰۱۷ء)

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مظفرگڑھ کے ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی مستری تھے۔ بھائی صاحبان نے ملتان روڈ پر لکڑی کا ٹال اور آرا لگا رکھا تھا۔ مفتی صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے محلّہ کے سکول میں حاصل کی۔ پھر دینی تعلیم کے لئے عیدگاہ مظفرگڑھ کے دینی ادارہ ''احیاء العلوم'' میں داخلہ لیا۔منتہی کتب کے لئے جامعہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان میں داخل ہوئے۔ اس زمانہ میں قاسم العلوم کے مہتمم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ملتانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ یہ طالب علم بھی ان کے ہم نام تھے۔خادمانہ تیز وطرّار طبیعت پائی۔بات بنانے اور دوسرے کے دل میں گھر کر جانے کا ڈھنگ آتا تھا۔اپنی انہی خوبیوں کے باعث آپ حضرت مہتمم صاحب کے محبوب نظر قابل اعتماد شاگردوں میں شامل ہوگئے۔مظفرگڑھ کے یہ طالب علم اپنے استاذ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملتانی کے دل وجان سے عاشق زار تھے۔ اس مناسبت سے خود کو بھی مفتی کہلانا شروع کر دیا اور یہ کہ دستخط بھی ہو بہو ان جیسے کرتے تھے۔ اس زمانہ میں فقیر راقم کا قاسم العلوم میں مشکوٰۃ شریف کا سال تھا۔مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ مظفرگڑھی فقیر راقم سے چند درجات پیچھے تھے۔لیکن مدرسہ میں چلت پھرت، آؤ بھگت، دارالاہتمام میں اٹھک بیٹھک سے آپ ممتاز تھے۔اس زمانہ میں جامعہ قاسم العلوم کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث حضرت مفکر الاسلام مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔مولانا مفتی محمد شفیع مظفرگڑھی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی افتادِ طبع اور اعلیٰ صلاحیتوں کے باعث حضرت مفکر اسلام کے بھی بہت ہی قریب تھے۔فقیر راقم نے تو دورۂ حدیث مخزن العلوم خان پور میں کیا۔لیکن مفتی محمد شفیع مظفرگڑھی رحمۃ اللہ علیہ نے دورۂ حدیث شریف بھی جامعہ قاسم العلوم ملتان سے کیا اور یوں مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد عزیز ہونے کا شرف حاصل کیا۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مظفرگڑھی رحمۃ اللہ علیہ تعلیم کے دوران تقریر کرنے میں خاصی مہارت حاصل کر چکے تھے۔ ترنم سے تقریر کرتے تھے۔ سرائیکی لہجے کا مٹھاس بھی تقریر میں گھولتے تھے۔ تیز اخذ کرنے والی طبیعت تھی۔ کسی بھی خطیب کی نقل اتارنے میں بھی کسی سے پیچھے نہ تھے۔ اس زمانہ میں خطیبوں کی جماعت تنظیم اہل سنت تھی۔ مولانا سید منظور احمد کہروڑی رحمۃ اللہ علیہ بھی قاسم العلوم کے فارغ التحصیل تھے اور حضرت مفکر اسلام کے شاگرد خاص تھے۔ اس جامعہ میں مولانا سید منظور احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی محمد شفیع مظفرگڑھی رحمۃ اللہ علیہ کا دوستانہ ہوا تو آپ تنظیم اہل سنت کے دفتر میں آنے جانے لگے۔ حضرت مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی دینی تعلق قائم ہوا۔ خطیب اسلام مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلقات محبت میں تبدیل ہوگئے۔ یوں مولانا محمد شفیع مظفرگڑھی رحمۃ اللہ علیہ نے قاسم العلوم ملتان سے فارغ ہوتے ہی اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے لئے تنظیم اہل سنت کے پلیٹ فارم کا چناؤ کیا اور ’’یک در گیر محکم گیر‘‘ کے مطابق عمر بھر اسی سٹیج سے سرگرم عمل رہے۔

مولانا مفتی محمد شفیع مظفرگڑھی رحمۃ اللہ علیہ سیاسی طور پر جمعیۃ علماء اسلام کے بہی خواہوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کا مزاج بھی سیاسی تھا۔ ۱۹۷۳ء میں جناب ذوالفقار علی بھٹو، نواب صادق حسین قریشی کو بلامقابلہ ایک ضمنی الیکشن میں جتوا کر اہم عہدہ دینا چاہتے تھے۔ حکومتی اس خواہش کے سامنے بڑے بڑے سیاستدانوں نے میدان خالی کر دیا۔ لیکن مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کاغذات نامزدگی جمع کرانے کا وقت ختم ہونے سے کچھ پہلے متعلقہ پریذائیڈنگ آفسر کے سامنے پیش ہوئے اور کاغذات جمع کرا دیئے۔ آفسر نے کاغذات جمع کئے۔ آپ کچہری سے نکلے اور لاہور کے لئے روانہ ہوگئے۔ اس ناگہانی آفت نے تو ضلعی آفیسران کی دوڑیں لگا دیں۔ لیکن مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذہن رسا ان کے ’’بلامقابلہ‘‘ کے منصوبہ کو سبوتاژ کر چکا تھا۔ کئی دنوں بعد مفتی صاحب دستیاب ہوئے۔ آفیسران نے قدم پکڑے، تب کہیں جا کر آپ نے کاغذات واپس لئے۔ لیکن اجلی سیرت کے ایسے شخص تھے کہ ایک پیسہ کے لالچ کے روادار نہ ہوئے۔ نتیجہ میں ضلعی آفیسران آپ کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ گویا مرید بن گئے۔ پہلے عرض کیا ہے کہ آپ بہت ہی گفتگو کے ماہر تھے۔ پتہ کی بات کرتے تھے۔ چونکہ مخلص آدمی تھے۔ اس لئے آفیسران آپ کا احترام کرتے تھے۔ ضلع بھر کے آفیسران آپ کی بات مانتے تھے۔ بڑے سے بڑا سیاستدان خلق خدا کی اپنے علاقہ میں کیا خدمت کرتا ہوگا جو ایک درویش عالم دین کے ہاتھوں انجام پاتی۔ ساری

زندگی خلق خدا کی ایسی خدمت کی کہ مثال قائم کردی۔ آپ ہر آنے اور جانے والے آفیسر سے تعلقات رکھتے تھے۔ مظفر گڑھ سے تبدیل ہوکر جہاں کوئی آفیسر جاتا تو اس دوسرے ضلع کے دوستوں کے بھی آپ کے ذریعہ سے کام نکلتے تھے۔ یوں اس درویش منش نے خدمت خلق کی ایک مثال قائم کردی۔

تنظیم اہل سنت کے پلیٹ فارم سے تبلیغی خدمات کا بھی سنہری باب ہے۔ آپ کے دور کو تنظیم کا دور شباب تو نہیں کہا جاسکتا لیکن وہ دور بھی بحر حال بھرپور دور تھا۔ آپ اس میں خاصے متحرک رہے۔ مناظر اسلام مولانا عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب اسلام مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا باہمی اختلاف رائے ہوا تو مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تمام تر دوستی کے باوجود حضرت تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ دیا۔ لیکن حضرت قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق اخلاص میں بھی کمی نہ آنے دی۔ مولانا ضیاء القاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کا برا نہ منایا۔ اس لئے کہ آپ بھی سمجھتے تھے کہ یہ ضروری نہیں کہ جس سے میرے تعلقات کشیدہ ہوں تو میرے تمام دوست بھی اس سے کشیدگی اختیار کریں۔ وہ بھی حقیقت پسند تھے کہ دوستی ومخالفت میں ہر ایک کی اپنی ترجیحات ہوتی ہیں۔ وہ قائم رہنی چاہئیں۔ بایں ہمہ آخر وقت تک مولانا تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے نیازمندی اور حضرت قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے محبانہ تعلق مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قائم رہا اور یہ بڑی بات ہے جو اس دور میں عنقاء ہورہی ہے۔

سنا ہے کہ مفتی صاحب بیمار تھے۔ علاج کے لئے اسلام آباد گئے۔ طبیعت بگڑ گئی تو چپکے سے اللہ کے حضور چل دیئے۔ وھو خیر الراحمین وخیر الاکرمین! مظفر گڑھ میں تدفین ہوئی اور بہت بڑا جنازہ ہوا۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے دل وجان سے صف اوّل میں رہے۔

(۱۲۴۹)

میاں حاجی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ (چک نمبر ۱۰۱، کسووال)

حضرت حاجی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ تقسیم ملک کے بعد پہلے لیہ کے قریب آباد ہوئے۔ پھر کسووال میں آگئے۔ زمیندار پیشہ تھے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق تھا۔ عمر بھر مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ تھے۔ ان کے بیگ یا واسکٹ میں عمر بھر مجلس تحفظ ختم نبوت کی رسید بک ساتھ موجود رہتی۔ جو واقف کار ملتا اسے مجلس کے بیت المال میں حصہ ڈالنے کے لئے

متوجہ کرتے۔ جب ملتان آتے تو جمع شدہ سرمایہ دفتر میں جمع کراتے۔ یہ ان کا معمول رہا۔ کبھی اس کا ناغہ نہیں کیا۔ ایسے نظریاتی لوگ کہ جنہیں قومی کاموں کے لئے فنڈ مہیا کرنے میں ذرہ برابر عار نہ ہو۔ یہ جگر گردہ کی بات ہے اور حاجی صاحب واقعہ میں بڑے جگر گردہ کے انسان تھے۔ حق تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو بقعۂ نور فرمائیں۔ یہاں پہنچ کر ان کی یاد نے بے قرار کر دیا ہے۔ ایسی محبتوں والے لوگ اب عنقاء ہو رہے ہیں۔

(۱۲۵۰)

شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت:۲۷؍ذیقعدہ۱۲۷۳ھ ...... وفات:۱۹؍ربیع الاوّل۱۳۲۹ھ)

مولانا شمس الحق رحمۃ اللہ علیہ عالم کبیر تھے۔ آپ عظیم آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتب اپنے علاقہ میں پھر لکھنؤ میں پڑھتے رہے۔ منتہی کتب کے لئے دہلی کا سفر کیا۔ مولانا نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث حاصل کی۔ فراغت کے بعد اپنے شہر لوٹ آئے۔ کئی نایاب کتب پر اپنا مال کثیر خرچ کیا۔ لکھنے، پڑھنے اور وعظ ونصیحت میں اپنا وقت گزارا۔ عربی اور فارسی میں متعدد کتب تصنیف کیں۔ آپ نے ردقادیانیت پر ''فتویٰ علمائے پنجاب وہندوستان'' میں درج ذیل عبارت تحریر کی۔

''الحمدللہ وکفیٰ وسلام علیٰ عباده الذین اصطفیٰ وبعد! یقول العبد الفقیر ابوالطیب محمد المدعو بشمس الحق العظیم آبادی عفا اللہ عنہ سیئاتہ وتجاوز عنہ، انی تشرفت بمطالعة هٰذه الرسالة التی حررها شیخ الاسلام والمسلمین المحدث المفسر الفقیه مسند الوقت شیخنا العلامة السید محمد نذیر حسین الدهلوی ادام اللہ تعالیٰ برکاته علینا وجعله اللہ ممن یؤتی اجره مرتین، فی رد هفوات الکادیانی الکاذب المفتری الضال المضل فوجدتها مطابقة للحق، وماذا بعد الحق الا الضلال! ولا ریب ان الکادیانی سلک مسلک الالحاد وحرف الکلم والنصوص الظاهرة عن مواضعها وتفوه بما تقشعر منه الجلود، وبما لم یجترء به الا غیر اهل الاسلام اعاذنا اللہ تعالیٰ والمسلمین من شروره ونفثه ونفخه، ورضی اللہ تعالیٰ عن شیخنا العلامة حیث ذب عن الاسلام وانتصر له ثم جزی اللہ الفاضلین الاکملین مولانا اباسعید محمد حسین

اللاھوری، ومولانا محمد بشیر السھوانی کیف قابلا للمناظرۃ بذالک المفتری الکذاب واظھر الحق واسکتا الکادیانی الغبی والغوی فل یستطع ان یقوم لرد الجواب بل فرمثل فرار حمر الواحش فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم، واللہ اعلم!'' العبدابوطیب محمد شمس الحق

بعد حمد وصلوٰۃ! ابوطیب شمس الحق کہتا ہے کہ مجھے اس رسالے (فتویٰ) کے مطالعے کا شرف حاصل ہوا۔ جس کو ہمارے شیخ وشیخ الاسلام والمسلمین مولانا سید نذیر حسین صاحب دام فیوضہ نے تحریر کیا ہے۔ اس کو میں نے حق کے مطابق پایا۔ پھر حق کے سوا بجز گمراہی کیا متصور ہے؟ اس میں شک نہیں کہ قادیانی نے مذہب الحاد اختیار کیا ہے اور نصوص کتاب وسنت کو اپنی جگہ سے پھیرا ہے اور وہ باتیں بولا ہے جس پر کوئی مسلمان بجز اقوام غیر جرأت نہیں کر سکتا۔ خدا اس کے شر اور وساوس اور جادو سے مسلمانوں کو بچائے اور خداوند تعالیٰ ہمارے شیخ سے راضی ہو۔ جنہوں نے اسلام سے جملہ مخالفین کی مدافعت کی اور اس کی مدد کی۔ پھر خدا تعالیٰ مولوی ابوسعید اور مولوی محمد بشیر سہوانی صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس مفتری کذاب سے مقابلہ کیا اور حق کو ظاہر اور اس کو لاجواب کر دیا۔ اس کو جواب کی طاقت نہیں ہوئی تو ان کے مقابلے سے جنگلی گدھوں کی طرح بھاگ ہی گیا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۲۱۰،۲۱۱)

(۱۲۵۱)

شمس الدین حیدرآبادیؒ، مفتی

(ولادت: ۱۹۲۱ء ...... وفات: ۲۳؍فروری ۲۰۱۱ء)

حضرت مولانا مفتی شمس الدینؒ بستی انورہ ضلع ہری پور ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام رحمت اللہ اور دادا کا نام ہدایت اللہ تھا۔ تین برس کی عمر میں ہی والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ پرائمری تک تعلیم مقامی علاقہ میں حاصل کی۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ سے تفسیر ودرس نظامی کے علوم حاصل کئے اور دورۂ حدیث شریف ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ جہاں آپ نے مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا اعزاز علی دیوبندیؒ، قاری محمد طیب قاسمیؒ، مولانا عبدالحقؒ جیسے اکابرین سے شرف تلمذ کی سعادت حاصل کی۔ شیخ الحدیث صدر وفاق المدارس مولانا سلیم اللہ خانؒ، مفتی ولی حسن ٹونکیؒ اور مولانا علی محمد

حقانی والد علامہ ڈاکٹر خالد محمود سومرو شہید رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہم درس اور رفقاء میں سے تھے۔ بعد فراغت تدریسی زندگی کا آغاز بھیرہ ضلع سرگودھا سے کیا۔ آپ نے مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ادارہ اور جامعہ مخزن العلوم خانپور میں بھی تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تشکیل جامعہ عربیہ مفتاح العلوم حیدرآباد میں کی۔ جہاں آپ نے نصف صدی سے زائد دینی خدمات اور ذمہ داریوں کو خوب نبھایا۔ آپ کے ممتاز شاگردوں میں مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ظاہر پیر، مولانا میاں مسعود احمد دین پوری، مولانا عبدالشکور دین پوری رحمۃ اللہ علیہ، ڈپٹی چیئرمین سینٹ مولانا عبدالغفور حیدری، مولانا عبدالقادر آزاد رحمۃ اللہ علیہ خطیب بادشاہی مسجد لاہور جیسے اکابرین شامل ہیں۔ تحریکہائے ختم نبوت میں بھی آپ شامل رہے۔ حیدرآباد میں ختم نبوت، ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شانہ بشانہ رہے اور مفتاح العلوم کے ہزاروں فضلاء اندرون و بیرون ممالک آپ کے فیض کو عام کر رہے ہیں۔

(۱۲۵۲)

شمس الدین مجددی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی محمد

(وفات: ۳۰؍جون ۱۹۹۱ء)

حضرت مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ درویش ہری پور ہزارہ کے رہنے والے تھے۔ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے فیض یافتہ اور حضرت ثانی مولانا محمد عبداللہ سلیم پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی رفقاء کرام میں سے تھے۔ جرأت و بہادری اور حق گوئی و بے باکی میں اپنی مثال آپ تھے۔ تحفظ عقیدۂ ختم نبوت اور ردقادیانیت کے حوالہ سے آپ کی گرانقدر سنہری خدمات ہیں۔ ہری پور ہزارہ میں ہمیشہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خدام کی سرپرستی فرمائی۔ مفید مشوروں سے نوازتے، ختم نبوت کانفرنسوں کی صدارت فرماتے۔ ہر اجلاس میں سب سے پہلے تشریف لاتے۔ ایبٹ آباد، مانسہرہ، حسن ابدال، ٹیکسلا تک کے جماعتی پروگراموں میں شرکت فرماتے اور کارکنان ختم نبوت کو اپنی دعاؤں سے نوازتے۔ مولانا اللہ وسایا آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

’’فقیر راقم الحروف کے ساتھ بھی آپ کا خصوصی شفقت کا معاملہ تھا۔ جب بھی ہری پور حاضری ہوتی تو قبلہ قاضی صاحب عنایات کی انتہاء فرما دیتے۔ فقیر جب ’’قادیانیت کے خلاف قلمی

جہاد کی سرگزشت‘‘ مرتب کررہا تھا تو آپ کے کتب خانہ سے بھی استفادہ کیا۔ آپ نے اس موقع پر کئی نادر ونایاب کتب دفتر مرکزیہ ملتان کے کتب خانہ کے لئے عنایت فرمائیں۔ مرزاغلام احمد قادیانی کی ایک کتاب ہے ’’انجام آتھم‘‘۔ اس کا جواب محترم قاضی فضل احمد گورداسپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ’’کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی‘‘ کے نام سے لکھا تھا۔ یہ کتاب ۱۳۱۴ھ میں شائع ہوئی تھی۔ امتداد زمانہ کے باعث نایاب ہوگئی اور اس کے علوم ومعارف سے فائدہ اٹھانا ایک مشکل مسئلہ ہوگیا۔ ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے روزنامہ جنگ کراچی/ لاہور اور ہفت روزہ ختم نبوت کراچی میں اشتہار شائع کراکے کتاب کے حصول کی اپیل کی۔ جس پر حضرت مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ سے مکمل کتاب دستیاب ہوگئی اور یوں پہلی اشاعت کے چھیانوے (۹۶) برس بعد ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ نشرواشاعت نے اس تاریخی وتحقیقی کتاب کودوبارہ شائع کرنے کا شرف حاصل کیا۔

فقیر کے ذاتی محسن اور مربی حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی آپ کا خصوصی تعلق تھا۔ ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریکہائے ختم نبوت کے موقع پر آپ نے ہزارہ ڈویژن کی قیادت فرمائی۔ راولپنڈی، اسلام آباد تک کی کانفرنسوں کو رونق بخشی۔ ۱۹۷۴ء میں جب قومی اسمبلی میں بحث ہورہی تھی تو مرزاغلام احمد قادیانی ملعون کی اصل کتابیں لے کر اسلام آباد تشریف لائے۔ مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزاناصر احمد کے خلاف جو کچھ بھی لکھا اس میں تمام حوالہ جات آپ ہی کی لائی ہوئی کتابوں سے دیئے گئے۔ گویا قادیانیت کے خلاف جو فیصلہ کن مرحلہ آیا اس کی کامیابی میں بھی آپ برابر کے شریک رہے اور آپ نے اپنے خون جگر سے اس تحریک کی آبیاری کی۔ ہمارے حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہزارہ ڈویژن کے جماعتی وخانقاہی سفر میں آپ ہمیشہ ہمراہ ہوتے اور ہر طرح آپ کی راحت اور آرام کا خیال رکھتے۔‘‘ (محمد اورنگزیب اعوان)

(۱۲۵۳)

شوکت علی دلدار رحمۃ اللہ علیہ، ڈاکٹر خواجہ محمد

(ولادت: ۱۵؍اپریل ۱۹۵۰ء ...... وفات: ۱۴؍جون ۲۰۰۷ء)

خواجہ ڈاکٹر محمد شوکت علی رحمۃ اللہ علیہ تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک

اپنے علاقہ میں تعلیم حاصل کی۔ بی۔اے کی ڈگری گورنمنٹ کالج فیصل آباد سے جب کہ ہومیوپیتھی میں ڈپلومہ اور ایم۔اے اسلامیات پنجاب یونیورسٹی سے کیا۔ جامعہ رضویہ مظہر الاسلام سے دینی تعلیم کی تکمیل کر کے جامعہ رحیمیہ رضویہ غوث العلوم لاہور سے تنظیم المدارس کے تحت عالیہ کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۷۷ء میں چلنے والی تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ آپ نے فیصل آباد میں جھنگ روڈ پر زمین خرید کر ختم نبوت مسجد اور فری میڈیکل سنٹر قائم کیا اور ختم نبوت مسجد میں خطیب رہ کر خطبات جمعہ میں قادیانیت کا پردہ چاک کرتے رہے۔ آپ نے ردقادیانیت پر متعدد کتب بھی تحریر کیں۔ جن میں: (۱) ایک حقیقت کا اظہار جس سے انحراف ناممکن ہے۔ (۲) آستین کے سانپ۔ (۳) حیات المسیح علیہ السلام۔ (۴) شاتم رسول اور اس کا ہولناک انجام۔ (۵) حیاۃ النساء فیضان رسول اور مقام نبوت قابل ذکر ہیں۔ ۱۴؍جون کو ہارٹ اٹیک سے وفات ہوئی۔ آپ کو کمال آباد قبرستان فیصل آباد میں سپرد خاک کیا گیا۔

(۱۲۵۴)

شیر محمد زرگر رحمۃ اللہ علیہ، جناب صوفی

میانوالی آپ کی جنم بھومی تھی۔ طویل قد، جسم ضعیف و نزار، مگر ہمتوں کے پہاڑ تھے۔ زرگری آبائی پیشہ تھا۔ آپ کا شمار مولانا گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اوّلین دور کے ساتھیوں میں ہوتا ہے۔ مولانا گل شیر رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں تمام دینی اور قومی تحریکات کے دوران صف اوّل میں موجود رہ کر اپنی خدمات پیش کیں۔ آپ نے مصائب اور تشدد کے برطانوی دور میں مجلس احرار کا ساتھ دیا اور آزادئ وطن کے لئے دار و رسن کو قبول کیا۔ میانوالی شہر میں احرار کا دم خم آپ ہی کے دم قدم سے تھا۔

ساری زندگی وضع داری اور دریادلی کی پاسداری میں گزری۔ برعظیم کے جتنے قومی رہنما میانوالی تشریف لائے، ان کے قیام و طعام کا انتظام آپ ہی کے گھر پر ہوتا۔ جن میں مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، خان عبدالغفار خان رحمۃ اللہ علیہ، مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی احسان احمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد گل شیر خان شہید رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔ صوفی شیر محمد کا سلسلۂ ارادت خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف (ضلع میانوالی) سے استوار تھا۔

متانت، شرافت، تقویٰ، نیکی، اخلاق، اخلاص، مہمان نوازی، ملنساری، بہادری اور

حمیت صوفی شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مستعار کے اعلیٰ خواص تھے۔ جب تک زندہ رہے، دینی اور سماجی کاموں میں سرگرم رہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے خود اور ان کی اولاد کی مثالی خدمات ہیں۔

(ص)

(۱۲۵۵)

صابر رحمۃ اللہ علیہ (شیخوپورہ)، مولانا محمد

(وفات: مارچ ۱۹۸۶ء)

ضلع شیخوپورہ کوٹ عبدالمالک کی جامع مسجد کے خطیب، امام التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مسترشد، نامور عالم دین تمام بے دین فتنوں بالخصوص قادیانیوں کے خلاف اسلام کی برہنہ تلوار تھے۔

(۱۲۵۶)

صابر علی رامپوری رحمۃ اللہ علیہ، جناب حافظ

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حافظ صابر علی کو بھی انجام آتھم ص۷۲، نمبر۸۸ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۲۵۷)

صابر ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، جناب ڈاکٹر

(وفات: مئی ۱۹۷۲ء)

آپ نیک سرشت انسان تھے۔ مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے زندگی بھر سرگرم عمل رہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کی پاسبانی آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ احرار اسلام کے ترجمان روزنامہ

آزاد کی مجلس ادارت کے رکن بھی رہے۔ طب میں بہت ساری چیزوں کے آپ کے موجد تھے۔ جدید تحقیقات وتجربات سے ایسے ایسے زوداثر علاج تجویز کئے جو ایک اعلیٰ درجہ کی قبولیت رکھتے ہیں۔ اگر آپ کسی یورپی ملک میں ہوتے تو آپ کے تجربات پر آپ کو مسیحا قوم تسلیم کیا جاتا۔ مرحوم کے اخلاص کا صدقہ ہے کہ اس وقت پاکستان میں بھی بہت سارے حکماء آپ کے طریقہ علاج جو زیادہ تر علاج بالغذاء پر مشتمل ہے، کو اپنائے ہوئے ہیں جو مرحوم کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔

(۱۲۵۸)

صاحبداد خان جمالی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی محمد

(ولادت: ۱۸۹۸ء ...... وفات: ۲۹؍اگست ۱۹۶۵ء)

مفتی محمد صاحبداد خان رحمۃ اللہ علیہ جمال گوٹھ لونی ضلع سبی میں خمیسو خان کے گھر پیدا ہوئے۔ قرآن پاک اور ابتدائی عربی وفارسی کی کتب پڑھنے کے بعد تحصیل بھاگ ریاست قلات میں زیر تعلیم رہے۔ پھر سندھ کے کئی مدارس سے درس نظامی کی کتب پڑھیں۔ بعدازاں مدرسہ ہاشمیہ قاسمیہ گڑھی یاسین ضلع شکارپور سے فارغ التحصیل ہوکر دستار فضیلت حاصل کی۔ جولائی ۱۹۳۴ء میں خان آف قلات میر احمد یار خان کے استاذ اور قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ پیر سید محمد شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ مواز والا شریف (میانوالی) کے دست پر بیعت ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں کوئٹہ اور قلات میں شدید زلزلہ کے بعد سندھ میں سکونت اختیار کی۔ پھر تادم زیست سفر حضر میں رہے۔ جمعیۃ علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے وابستہ رہے۔ ردقادیانیت پر آپ نے ایک کتاب ''الصارم الربانی علیٰ کرشن قادیانی'' تحریر فرمائی جس کا ذکر مولانا سعید احمد نے ''قادیانی فتنہ اور علمائے حق'' میں اور سید محمد زین شاہ نے ''انوار علمائے اہل سنت سندھ'' میں کیا۔

(۱۲۵۹)

صادق حسین شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید

(پیدائش: ۱۹۳۰ء ...... شہادت: ۷؍ستمبر ۱۹۹۱ء)

مولانا سید صادق حسین شاہ صاحب تھوہا محرم خان تلہ گنگ ضلع چکوال میں پیدا

ہوئے۔ پرائمری تک تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔قرآن مجید اپنے والد گرامی سید حافظ شاہ زمان ؒ سے حفظ کیا۔ دینی تعلیم مدرسہ اشرف المدارس فیصل آباد میں حاصل کی۔ دورۂ حدیث شریف دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ؒ کے شاگرد رشید اور انہی کے رنگ میں رنگین تھے۔فراغت تعلیم کے بعد پہلے فیصل آباد پھر غلہ منڈی جھنگ صدر میں خطیب مقرر ہوئے۔اسی مسجد کے قریب اسی روڈ پر مدرسہ علوم شرعیہ کی بنیاد رکھی۔آپ کا وجود فرق باطلہ کے لئے للکار سیدنا فاروق اعظم ؓ کی سی جلالی کیفیت رکھتا تھا۔آپ عمر بھر جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ ہر تحریک میں پیش پیش رہے۔فقیر راقم (اللہ وسایا) کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ایک بار عقیدۂ ختم نبوت کے سلسلہ میں گرفتاری کے دوران جھنگ میں آپ کے ساتھ رفاقت حاصل رہی۔مولانا سید صادق حسین شاہ ؒ کا وجود اس دھرتی پر بلا شبہ اکابر اولیاء اللہ کی یاد دلاتا تھا۔وہ حضرت افغانی ؒ، حضرت درخواستی ؒ، حضرت ہزاروی ؒ، حضرت مفتی محمود ؒ ایسے حضرات کے ساتھ رہے اور پھر ان کی روایات کے امین ہوگئے۔حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا مرقع بنایا تھا۔ان سے سادات عظام کی شان جھلکتی تھی۔مولانا رشید احمد مدنی ؒ، جناب حاجی عزیز الرحمٰن ؒ، قاری محمد حذیفہ ؒ اور جناب عبدالرحمٰن ؒ کے ساتھ ایک تبلیغی سفر کے دوران شہید کر دیئے گئے۔ پانچ شہداء کی جماعت یقیناً قابل رشک سفر پر بڑی آب وتاب سے رخصت ہوئی۔مولانا لال حسین اختر ؒ کو جھنگ بلوا کر قادیانیوں سے آپ نے مناظرہ کرایا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ کے آپ عاشق زار تھے۔آپ عرصہ تک مجلس تحفظ ختم نبوت جھنگ کے امیر بھی رہے۔رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ!

(۱۲۶۰)

صادق علی شاہ ؒ (گدی نشین رتر چھتر)، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔اس میں حضرت صادق علی شاہ صاحب کو بھی انجام آتھم ص۷۱، نمبر ۶۸ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمد للہ!

(۱۲۶۱)

صادق رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، جناب محمد

(وفات: جنوری ۱۹۸۶ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت فیصل آباد کے جواں سال کارکن تھے۔ آپ کا جنازہ صاحبزادہ طارق محمود رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا۔

(۱۲۶۲)

صالح بن کمال رحمۃ اللہ علیہ (مفتی الاحناف، مکہ مکرمہ)، حضرت مفتی محمد

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۰۴ھ میں حرمین شریفین سے جو فتویٰ منگوایا اس میں مولانا مفتی محمد صالح بن صدیق کمال رحمۃ اللہ علیہ مفتی احناف مکہ مکرمہ کا فتویٰ بھی تھا جو آپ نے قادیان کے کذاب مرزا قادیانی کے خلاف صادر فرمایا تھا۔ جو یہ ہے:

الحمد لمن هو به حقيق ومنه استمداد العون والتوفيق الحمد لله الذی تنزهت ذاته العلية عن الغفلة والنسيان وتقدست اسمائه وصفاته عن ان يعتريها زوال او نقصان وجعل العلماء فی كل عصر وزمان قائمين بحفظ الشريعة وقواهم علٰى اظهار الحق واخماد الباطل بلا مداهنة شنيعة واجرالهم بذلک اجرًا وفرًا وخيرات بديعة حيث بيّنوا ما هو صواب وما هو خطاء كسراب بقيعة، والصلوٰة والسلام علٰى سيدنا محمد الذی جمع فيه مولاه الفضل جميعه وعلٰى آله واصحابه ذوی النفوس السميعة المطيعة اما بعد!

فقد اطلعت علٰى هذه الرسالة الشريفة والنقول اللطيفة فرايتها هی التی تقربها العينان وان غلام احمد القاديان قدهوىٰ به الشيطان فی اودية الهلاک والخسران فجزی الله جامع هٰذه الرسالة خير الجزاء واجزل ثوابه واحسن يوم القيامة مآبنا ومآبه آمين. وصلی الله تعالٰى علٰى سيدنا محمد وعلٰى آله وصحبه.

امر برقمه خادم الشريعة راجی اللطف الخفی محمد صالح ابن

المرحوم صدیق کمال الحنفی مفتی مکة المکرمة حالًا کان اللہ لهما حامدا مصلیاً مسلماً ذیقعدہ ۱۳۰۳ھ

سب حمد اس کے لئے جو اس کے لائق ہے اور اسی سے میں توفیق کی استمداد کرتا ہوں۔ سب تعریف اس خدا کی ہے جس کی بلند ذات غفلت اور نسیان سے پاک ہے اور اس کے نام اور صفتیں زوال اور نقصان کے لائق ہونے سے پاک ہیں اور اس نے ہر زمانے میں ایسے علماء پیدا کئے ہیں جو شرع شریف کی محافظت پر قائم ہیں اور ان کو حق کے ظاہر کرنے اور باطل کے نابود کرنے پر طاقت دی ہے کہ کچھ سستی نہیں کرتے اور اس پر ان کو بہت ثواب اور بہت نیکیاں دی ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے صواب اور خطا فاحش کو بیان کر دیا اور درود وسلام ہمارے سردار پر ہوں، جن کا نام نامی محمد ہے۔ جن میں حق تعالیٰ نے سب فضیلتیں جمع کی ہیں اور ان کی آل واصحاب پر جن کے نفس خدائے تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔ بعد اس کے بے شک میں مطلع ہوا اس بزرگ رسالے اور لطیف حوالوں پر۔ پس میں نے دیکھا ان کو ایسی عمدہ جن کے دیکھنے سے آنکھیں سرد ہوتی ہیں اور بے شک شیطان نے غلام احمد قادیانی کو ہلاکت اور نقصان کی وادیوں میں گرادیا ہے۔ پس حق تعالیٰ اس رسالے کے مؤلف کو جزائے خیر عطاء کرے اور اس کو زیادہ اجر دے اور قیامت کے دن ہم کو اور اس کو اچھا مکان عطاء کرے۔ آمین! اور حق تعالیٰ ہمارے سردار محمد ﷺ اور اس کی آل واصحاب سب پر درود بھیجے۔ اس تحریر کے لکھنے کا حکم کیا شریعت کے خادم، الطاف الٰہی کے امیدوار محمد صالح بن مرحوم صدیق کمال حنفی نے، جو ان دنوں میں مکہ مکرمہ کا مفتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی مدد میں ہو۔

دستخط محمد صالح کمال

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۵۶،۹۷)

(۱۲۶۳)

صالح محمد چوہان رحمۃ اللہ علیہ (رحیم یار خان)، مولانا

(وفات: ۷ ؍مئی ۱۹۷۸ء)

مولانا صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ بستی مولویاں ضلع رحیم یار خان کے رہائشی تھے۔ مجلس احرار کے پرانے کارکن اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دیرینہ رفیق تھے۔ خوب دلچسپ اور ملنسار انسان تھے۔ جب بھی احرار قائدین بستی مولویاں میں تشریف لاتے تو آپ بیماری کے باوجود اٹھ کر باہر

آتے اور جماعت کے حالات پوچھتے اور پھر پرانے واقعات سناتے۔ وفات کے دن مدرسہ کے طلباء سے قرآن پاک کا ختم پڑھوا کر لنگر تقسیم کیا اور دارفانی سے کوچ کر گئے۔ مرحوم کی آخری وصیت تھی کہ نماز جنازہ قائد احرار مولانا ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ پڑھائیں یا پھر چونڈی شریف کے صاحبزادہ میاں عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ۔ مگر تقدیر کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔ آپ کا جنازہ مولانا محمد موسیٰ نے پڑھایا اور سرخ احراری پرچم کے سائے میں آپ کو قبرستان لے جا کر دفنایا گیا۔

(۱۲۶۴)

صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ (سرگودھا)، مولانا حافظ

(وفات: ۱۲/اپریل ۱۹۸۵ء)

ٹانک کے خانوادہ، خواجہ برادری کے فرد فرید مولانا صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی کے شاگرد رشید اور مرید خاص وخلیفہ مجاز تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ فراغت کے بعد مدرسہ سراج العلوم سرگودھا میں عمر بھر تدریس کی خدمات سرانجام دیں۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں مردانہ وار حصہ لیا اور چھ ماہ سنت یوسفی کو زندہ کیا۔ اس دھرتی پر علم وفضل، تقویٰ وطہارت بزرگ واخلاص کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔

(۱۲۶۵)

صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ (ہری پور ہزارہ)، مولانا قاضی محمد

(ولادت: نومبر ۱۹۰۲ء ...... وفات: ۲۸/مارچ ۱۹۷۸ء)

آپ کی ولادت جناب قاضی فیروزالدین رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ہوئی۔ آپ نے مولانا سکندر علی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قطب الدین غورغشتی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فضل حق رام پوری رحمۃ اللہ علیہ جیسے مشاہیر علم سے استفادہ کیا۔ علم حدیث شریف کی تکمیل دارالعلوم سلیمانیہ بھوپال سے کی۔ مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن میں بطور مدرس بھی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کا اصلاحی تعلق خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے بانی حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ بیعت کے صرف ایک سال اور سات ماہ بعد حضرت نے آپ کو خلافت سے نوازا۔

علاقہ بھر میں آپ کی علمیت اور حق گوئی و بے باکی کا شہرہ تھا۔ ایک دفعہ آپ ایک جنازہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ ان دنوں آپ کے گاؤں ”درویش“ کے جو رئیس اعظم تھے ان کے جاہ وجلال کا یہ عالم تھا کہ گاؤں بھر میں کسی کو ان کے سامنے لب کشائی کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ جنازہ کے لئے جاتے ہوئے راستہ میں آپ کو معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں شرکت کے لئے خان صاحب بھی آئے ہوئے ہیں اور اپنے ساتھ ایک قادیانی دوست شیخ عبداللہ کو بھی لائے ہیں۔ آپ کب گوارہ کر سکتے تھے کہ ایک مؤمن میت کی نماز جنازہ میں قادیانی مرتد شریک ہو۔ اس لئے جب صفیں درست ہوگئیں اور آپ نماز پڑھانے کے لئے جائے نماز پر کھڑے ہوگئے تو آپ نے گرجدار آواز میں اعلان فرمایا: ”سنا ہے جنازہ میں شیخ عبداللہ بھی شریک ہے۔ شیخ عبداللہ قادیانی ہے اور قادیانی قطعی طور پر کافر و مرتد ہیں۔ اس لئے پہلے اس کو صفوں سے باہر نکالا جائے۔ تب نماز جنازہ پڑھائی جائے گی۔“

شیخ عبداللہ وکیل تھا اور باحیثیت آدمی تھا۔ پھر وہ خان صاحب کا دوست بھی تھا۔ خان صاحب سے اپنے دوست کی یوں سرعام تذلیل ورسوائی برداشت نہ ہوسکی۔ اس لئے انہیں غصہ آ گیا۔ قاضی صاحب! آپ ہٹ جائیے۔ کوئی دوسرا مولوی جنازہ پڑھادے گا۔ انہوں نے کہا: ”ٹھیک ہے میں جائے نماز سے ہٹ جاتا ہوں۔ مگر میں یہیں موجود رہوں گا۔ اگر کسی کو جرأت ہو تو آ کر پڑھائے۔“ آپ جائے نماز سے اترتے ہوئے نہایت جلال سے بولے۔ مگر کس کو جرأت ہوتی کہ وہ آپ کی موجودگی میں ایک ایسی نماز جنازہ کی امامت کرے جس میں ایک قادیانی بھی شامل ہو؟

اسی طرح کافی دیر گزر گئی۔ شام قریب ہوگئی۔ آخر لوگوں نے خان صاحب سے کہا: موجودہ صورتحال میں کوئی شخص بھی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ قاضی صاحب کی بات مان لی جائے اور شیخ عبداللہ قادیانی کو صفوں سے نکال دیا جائے۔ اس کے علاوہ کوئی حل نہ تھا۔ مجبوراً خان صاحب خاموش ہوگئے اور لوگوں نے اس قادیانی کو پکڑ کر نکال باہر کیا۔ تب آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

یہ تھے حضرت مولانا قاضی محمد صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ نے ہمیشہ خدام ختم نبوت کو اپنی

سرپرستی اور دعاؤں سے نوازا۔ آپ کا ذکر خیر ''تحفہ سعدیہ'' میں بھی موجود ہے۔ آپ کی مفصل سوانح اور دینی واصلاحی خدمات کی تفصیل آپ کے گرامی قدر فرزند وجانشین حضرت علامہ قاضی عبدالدائم صاحب مدظلہ العالی نے ''حیات صدریہ'' میں دی ہے۔ حیات صدریہ میں انہوں نے آپ کے روحانی تصرف کا ایک ایمان پرور اور قادیانیت شکن واقعہ لکھا ہے۔ اسے ان ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔

''حضرت معظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قدیمی ارادت مند حاجی عبدالرحمٰن (ایبٹ آباد) کا بھائی ڈاکٹر عبدالحمید قادیانی ہوگیا۔ حاجی صاحب نے اسے بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانا۔ آخر حاجی صاحب اسے لے کر حضرت معظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورتحال عرض کی۔ آپ نے بھی اسے دلائل کے ساتھ سمجھایا کہ ہر قسم کی نبوت، دوجہان کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ختم ہوچکی ہے۔ مگر اس نے ایک نہ سنی۔ کہنے لگا میں نے حق اور ہدایت کو تو اب پایا ہے اور مجھے بہت افسوس ہے کہ میں نے اپنی سابقہ زندگی باطل اور گمراہی میں گزاردی ہے۔

مگر تمہیں آخر یہ کس طرح یقین ہوگیا ہے کہ اس سے پہلے تم غلط راہ پر تھے اور اب تمہیں صحیح راستہ مل گیا ہے؟ حضرت معظم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا۔ دراصل پہلے تو میرے ایک احمدی دوست نے مجھے کچھ کتابیں پڑھنے کے لئے دیں۔ انہیں پڑھ چکا تو میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک بہت ہی بڑا اور دلکش باغ ہے۔ حدنگاہ تک سبزہ زار پھیلا ہوا ہے۔ جگہ جگہ خوشنما پھول کھلے ہیں اور ہر طرف خوشبوئیں مہک رہی ہیں۔ اس باغ میں ایک نہایت ہی عمدہ اور خوبصورت مسہری پڑی ہے اور اس پر مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی چادر اوڑھے آرام فرما ہیں۔ میں نے اگرچہ ان کا روئے انور تو نہیں دیکھا۔ مگر میرے دل نے گواہی دی کہ یہ وہی ہیں۔ ان کا یہ بلند مقام دیکھ کر مجھے قدرتی طور پر ان سے عقیدت ہوگئی اور اس کے بعد مجھے ہر عبادت میں خشوع وخضوع اور حضور وسرور کی لذت ملنے لگی۔ جب کہ اس سے پہلے میری تمام عبادات بے کیف بے مزہ تھیں۔ اس نے پوری تفصیل بیان کی۔

حضرت معظم رحمۃ اللہ علیہ سمجھ گئے کہ معاملہ دلائل سے آگے نکل چکا ہے۔ اس لئے اس کے بھائی حاجی صاحب کو اپنی جگہ لے جاکر فرمایا۔ آپ کا بھائی ایک غلط مشاہدہ کی وجہ سے گمراہ ہوگیا ہے۔ اس لئے جب تک اسے صحیح مشاہدہ نہ کرایا جائے اس کے لئے تمام دلائل اور ہر طرح کا وعظ ونصیحت بے کار ہے۔ آپ اس وقت اسے واپس لے جائیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ یہ دوبارہ صراط مستقیم پر آجائے۔

حاجی صاحب اسے لے کر چلے گئے۔ مگر دو ہی دن بعد پھر اسے ساتھ لے آئے اور انتہائی مسرت سے عرض کی کہ آپ کی توجہ سے میرے بھائی پر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمادیا ہے اور یہ توبہ کر کے پھر سے دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا ہے۔ حضرت معظم رحمۃ اللہ علیہ نے وجہ پوچھی تو حاجی صاحب کے بھائی نے بتایا کہ میں نے خواب میں پھر وہی منظر دیکھا۔ وہی باغ، اسی طرح کی مسہری اور اس پر چادر اوڑھے ہوئے مرزا قادیانی میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں چپکے سے چادر ہٹا کر آپ کا دیدار کرلوں۔ میں بصد اشتیاق مسہری کے پاس گیا۔ انتہائی احتیاط سے چہرے سے چادر سرکائی اور یہ دیکھ کر میری چیخ نکل گئی کہ مسہری پر مرزا قادیانی کی بجائے مرا ہوا خنزیر پڑا ہے۔ ڈر سے میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اسی وقت توبہ کی اور پھر سے راہ حق پر آ گیا۔

یہ واقعہ پڑھ کر ایک الجھن پیدا ہوتی ہے کہ عبدالحمید نے حضرت معظم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا تھا کہ قادیانی ہونے کے بعد مجھے ہر عبادت میں خشوع وخضوع کی لذت ملنے لگی جب کہ اس سے پہلے میری عبادات بے کیف تھیں۔

سوال یہ ہے کہ قادیانی اگر باطل پر ہیں (اور یقیناً باطل پر ہیں) تو قادیانی ہونے کے ساتھ عبادات میں خشوع وخضوع کس طرح پیدا ہوسکتا ہے؟

یہی سوال جب میں نے حضرت معظم رحمۃ اللہ علیہ سے کیا تو آپ نے مسکراتے ہوئے اپنے مخصوص لہجے میں فرمایا: ’’جھلّیا! یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے بھلا؟ عبادات میں خشوع وخضوع اس لئے حاصل نہیں ہوتا کہ شیطان وساس ڈال کر انسان کے دل ودماغ کو پراگندہ کرتا رہتا ہے۔ تاکہ انسان بے کیفی اور بے مزگی سے تنگ آ کر عبادت کرنا چھوڑ دے...... لیکن اگر کوئی شخص قادیانی ہوکر دائرہ اسلام ہی سے خارج ہو جائے تو پھر شیطان کو کیا پڑی ہے کہ وہ اس کے دل ودماغ کو پراگندہ کرنے کے لئے محنت کرتا پھرے۔ ظاہر ہے کہ کفر کی حالت میں خواہ کتنے ہی خشوع وخضوع سے عبادت کی جائے ناقابل قبول ہے۔‘‘ (حیات صدریہ ص۳۳۷ تا ۳۴۰)

(۱۲۶۶)

صدر الشہید رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۱۷؍مئی ۱۹۹۰ء)

ستمبر۱۹۷۴ء قومی اسمبلی کے اجلاس ختم ہونے کے بعد بنوں کی عظیم وقدیم تاریخی مسجد

جعفر خان میں جمعۃ المبارک کی نماز جمعہ سے پہلے مولانا صدر الشہید رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ زندگی بھر الحمدللہ! مجھ پر کسی بھی چیز یا شخصیت سے رعب یا خوف نہیں آیا۔ صرف دو مرتبہ میں رعب سے دوچار ہو گیا ہوں۔ ایک بار بیت اللہ شریف پر جب نظر پڑی۔ (حج بیت اللہ کے موقع پر) اور دوسری مرتبہ جب قومی اسمبلی میں تحریک ختم نبوت کے دوران دستخط کی تقریب کے دوران۔ جب دستخط کے دوران پورے ایوان میں حضور اکرم ﷺ کا نور داخل ہوا۔ ایوان میں مکمل خاموشی چھا گئی۔ ہر طرف نور ہی نور تھا، تو میں بھی نور کے رعب سے مرعوب ہوا۔

یہ عظیم شخصیت شیخ الحدیث بھی تھی اور شیخ التفسیر بھی، مقرر بھی تھے اور پرمغز خطیب بھی۔ ۱۹۲۱ء کو سورانی تحصیل وضلع بنوں میں مولانا عبدالرحیم کے ہاں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۹ء میں اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے ہندوستان چلے گئے۔ مرادآباد کے مدرسہ شاہی مسجد مرادآباد، رام پور وغیرہ میں مولانا عجب نور مرحوم وغیرہ علماء کرام سے پڑھتے رہے۔ ۱۹۴۳ء میں دارالعلوم دیوبند میں مولانا فخرالدین احمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الادب مولانا اعزاز علی وغیرہ جلیل اللہ علماء کرام سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ ۱۹۴۳ء میں اپنے وطن بنوں میں تشریف لائے اور مدرسہ الغرباء القاسمیہ کی بنیاد رکھی۔ درس وتدریس میں افغانستان، بلوچستان اور وزیرستان سے طلباء کرام کا تانتا بندھ گیا۔ چنانچہ معاون مدرسین کی خدمات حاصل کرنا پڑیں۔

۱۹۵۲ء میں شہر بنوں منتقل ہوئے اور یہاں چند مدارس کو ملا کر مدرسہ معراج العلوم کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۵۸ء میں مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے ساتھ وفاق المدارس العربیہ کی بنیاد رکھی۔ رؤیت ہلال کمیٹی کے پہلے اجلاس بمقام ملتان اپنے استاذ مولانا محمد عجب نور صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ ۱۹۵۸ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

۱۹۶۸ء میں قاضی عبدالکریم کلاچی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید گل بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ (طورومردان) کی تحریک پر جمعیۃ علماء اسلام میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۷۰ء میں پاکستان بھر میں شیخ مجیب الرحمٰن، ذوالفقار علی بھٹو کے بعد سب سے زیادہ ووٹوں کی اکثریت سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت میں عوامی تحریک چلائی اور قادیانی، لاہوری گروپوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

۱۹۷۷ء میں پاکستان قومی اتحاد کے ٹکٹ پر دوبارہ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ قبر مشہور ومعروف موضع میر عالم سورانی میں عوام وخواص کا مرجع ہے۔

(حنیف احمد، جامعہ عربیہ معراج العلوم بنوں)

(۱۲۶۷)

صدیق احمد انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۲۸ صفر الخیر ۱۳۴۴ھ)

مولانا صدیق احمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے چچازاد بھائی تھے۔ مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ ۱۲۹۲ھ میں فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ دارالعلوم دیوبند میں معین المدرسین رہے۔ پھر مدرسہ منبع العلوم گلاوٹھی اور مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی میں تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔ آخر میں مالیرکوٹلہ چلے گئے اور افتاء کے منصب پر فائز ہوئے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سلوک کے منازل طے کر کے اجازت حاصل کی۔ موت تک مظاہرالعلوم سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند کے ممتحن رہے۔ آپ کی وفات مالیرکوٹلہ میں ہوئی اور وہیں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ نے مرزا قادیانی کی تکفیر پر ایک فتویٰ میں تائیدی دستخط کر کے مہر ثبت کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۰۸)

(۱۲۶۸)

صدیق رحمۃ اللہ علیہ (ہارون آباد)، مستری محمد

ہارون آباد کے مستری محمد صدیق صاحب تھے۔ جو بہت ہی عزیمت کے ساتھ مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام سے وابستہ رہے۔ ایسے نظریاتی مخلص لوگ جماعتوں کا بنیادی سرمایہ ہوتے ہیں۔ مستری صاحب یقیناً انہی لوگوں میں سے تھے۔

(ض)

(۱۲۶۹)

ضیاء الحق دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (مدرس مدرسہ امینیہ دہلی)، مولانا

(ولادت: ۱۸۷۱ء ...... وفات: ۱۹۵۴ء)

آپ جناب معراج الحق کے ہاں محلہ ابوالمعالی دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔

آپ نے دارالعلوم دیوبند سے مولانا کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد جب مولانا محمد امین الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ امینیہ دہلی قائم کیا تو آپ کو مدرس دوم کی حیثیت سے دیوبند سے بلوالیا۔ چنانچہ آپ مولانا کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پہلے یہاں مدرس مقرر ہوئے اور مسلسل اٹھاون برس کا عرصہ انتہائی سادگی اور شوکت سے صرف کیا۔ آپ نے مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد پر مولانا سہول خان رحمۃ اللہ علیہ والے فتویٰ میں تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۵۲)

(۱۲۷۰)

ضیاءالدین رحمۃ اللہ علیہ (اوکاڑہ)، مولانا

(وفات:۱۲/اپریل ۱۹۶۹ء)

جامع مسجد گول چوک اوکاڑہ کے خطیب، اکابر علماء کی یادگار، نامور خطیب، حق گو بہادر، عالم دین، ہزاروں مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن دین اسلام کے بے لوث سپاہی، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے علمبردار تھے۔

(۱۲۷۱)

ضیاءالدین رحمۃ اللہ علیہ (بھوئی گاڑ اٹک)، مولانا قاضی

(پیدائش:۱۹۲۷ء ...... وفات: یکم/جون ۲۰۰۴ء)

حضرت مولانا قاضی ضیاءالدین رحمۃ اللہ علیہ بھوئی گاڑ ضلع اٹک میں مولانا غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ جب مرزا غلام احمد قادیانی سے مناظرہ کے لئے بادشاہی مسجد لاہور تشریف لے گئے تو مقامی جو علماء کرام آپ کے ساتھ تھے ان میں حضرت مولانا غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ مہر منیر میں آپ کا اسم گرامی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کے تین صاحبزادے تھے۔ مولانا مفتی عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی ضیاءالدین رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ۔

قاضی ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۴۶ء میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت مولانا سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ سے جامعہ خادم علوم نبوت کٹھیالہ شیخاں ضلع گجرات میں دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد مرکزی جامع مسجد واہ کینٹ، ٹیکسلا میں آٹھ سال خطیب رہے۔

۱۹۵۹ء میں ٹی اینڈ ٹی کالونی ہری پور میں بحیثیت خطیب تشریف لائے اور تادم آخر یہیں اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۶۳ء میں آپ نے مدرسہ تجوید القرآن سراجیہ کی بنیاد رکھی۔ اصلاحی تعلق پہلے خانقاہ سراجیہ کے حضرت ثانی مولانا محمد عبداللہ سلیم پوری رحمۃ اللہ علیہ سے قائم کیا۔ ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے تجدید بیعت کی۔ ہمارے حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ مسلسل ۴۰ سال تک مدرسہ کے سالانہ جلسہ دستار بندی میں تشریف لاتے رہے۔ قاضی ضیاء الدین کی وجہ شہرت ان کی تبلیغی جماعت سے وابستگی تھی۔ کئی مراکز اور اجتماعات میں ان کے بیانات ہوتے تھے۔ تقریباً ۱۷ ممالک میں تبلیغی جماعت کے ساتھ تشریف لے گئے۔ کئی غیر مسلموں نے آپ کے دست مبارک پہ اسلام قبول کیا۔ آپ کی مسجد اور مدرسہ دونوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے وقف تھے۔ مدرسہ کے تمام اساتذہ کرام اور طلباء عزیز جہاں تبلیغی جماعت کے ساتھ وابستہ تھے۔ وہیں ان کی ہمدردیاں اور تعاون عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ بھی تھا۔

ٹی اینڈ ٹی کالونی میں تحفظ ختم نبوت کا کام کرنے والے تمام رفقاء کرام آپ ہی کے شاگرد، متعلقین، منتسبین اور مقتدی ہیں۔ ہمارے حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ، مخدوم زادہ طارق محمود رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اللہ وسایا کے کئی بیانات مختلف مواقع پر ان کی مسجد میں ہوئے۔ حضرت قاضی صاحب کو سب لوگ خطیب صاحب کہتے تھے۔ آپ نے ہمیشہ خدام کی سرپرستی فرمائی۔ فقیر کے ساتھ ان کا خصوصی محبت اور شفقت کا معاملہ تھا۔ جب بھی وہاں بیان کے لئے حاضر ہوا انہوں نے دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔ مقامی جماعت کی کئی ماہانہ تربیتی نشستیں ان کے مدرسہ میں منعقد ہوتی تھیں۔ ہمارے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب بھی وہاں تشریف لاتے آپ ان کے آرام اور راحت کا بہت زیادہ خیال رکھتے۔ ایسے مواقع پر ان کا نظم وضبط بہت مثالی ہوتا تھا۔

(اورنگزیب اعوان)

(ط)

(۱۲۷۲)

طاؤس رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

مولانا محمد طاؤس رحمۃ اللہ علیہ بن بشیر احمد ضلع کیمبل پور (اٹک) کے ایک زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں دورۂ حدیث کی سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد وطن واپس آ کر گجرات، فیصل آباد، چنیوٹ میں کچھ عرصہ تدریس کی۔ بعدازاں سیالکوٹ میں دارالعلوم الشہابیہ میں تدریسی کام پر مقرر ہوئے اور تاحیات دارالعلوم شہابیہ سیالکوٹ میں ہی تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔ زمانہ طالب علمی میں جمعیۃ علماء ہند اور قیام پاکستان کے بعد جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ تحریک ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ تحریک کے ایام میں تقریروں کے ذریعہ عوام الناس میں جذبہ پیدا کیا۔ تقریر کرتے ہوئے ہی گرفتار ہوئے اور ڈیڑھ ماہ تک ڈسٹرکٹ جیل سیالکوٹ میں قید رہے۔

(۱۲۷۳)

طاہر رحمۃ اللہ علیہ پنج پیر، شیخ التفسیر مولانا محمد

(وفات: ۲۹/مارچ ۱۹۸۷ء)

آپ نامور عالم دین حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ واں بھچراں کے شاگرد رشید اور مرید خاص تھے۔ مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پڑھا۔ اپنے علاقہ میں قرآن مجید کی تفسیر پڑھانے میں شہرت کے عروج پر تھے۔ اشاعت التوحید والسنہ کے مرکزی رہنماء تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بھی گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ اپنے دور میں تاریخ ساز شخصیت تھے۔

(۱۲۷۴)

طفیل احرار رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، جناب چوہدری محمد

(پیدائش:۱۹۲۰ء)

آپ کے والد کا نام چوہدری فقیر اللہ تھا۔ قادیان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ بعد میں تعلیم الاسلام سکول قادیان میں داخل ہوئے۔ سکول قادیانیوں کا تھا۔ زمانہ طالب علمی میں مجلس احرار اسلام کے کارنامے سنتے تھے۔ قادیانی، مجلس احرار کے نام سے بڑے خائف ہوتے تھے۔ سکول کے مسلمان طلباء مجلس احرار اسلام کے بہادر اور پرعزم کارکنوں سے بڑے متأثر تھے۔ چوہدری محمد طفیل احرار اپنے حالات بیان کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں کہ:

''۱۹۳۶ء میں ہم مجلس احرار اسلام میں شامل ہوگئے۔ مجلس احرار کے صدر چوہدری فیض اللہ جنرل سیکرٹری خواجہ عبدالحمید بٹ، جوائنٹ سیکرٹری میاں لطیف الرحمٰن اور آفس سیکرٹری بھی منتخب ہوئے۔ ہم نے قادیانیوں کے خلاف تحریک شروع کردی۔ مجلس احرار اسلام نے قادیانیوں کے مقابلے کے لئے شعبہ تبلیغ قائم کیا تھا۔ میں اس شعبہ تبلیغ کا آفس سیکرٹری منتخب ہوا۔ مجلس نے مولانا عنایت اللہ کو قادیان میں مبلغ مقرر کیا۔ ماسٹر تاج دین انصاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ اور بعد میں مظہر علی اظہر رحمۃ اللہ علیہ قادیان پہنچے۔ قادیان میں مولانا عزیز الرحمٰن، مولانا فضل عظیم اور مولانا محمد حیات مبلغ مقرر ہوئے۔ تقسیم ہند کے وقت پہلے گورداسپور کے پاکستان میں شامل ہونے کا اعلان کیا گیا۔ جس پر دوسرے مسلم اضلاع کے ہزاروں افراد قادیان پہنچ گئے۔ ہم نے ۱۴؍اگست کو قادیان میں پاکستان کا پرچم لہرایا۔ بعد میں قادیانیوں کی سازش سے ضلع گورداسپور کو پاکستان سے کاٹ کر بھارت میں شامل کردیا گیا۔ مجلس احرار کے رضاکار مسلمانوں کی حفاظت پر مامور تھے۔ میں ایک مرہٹہ کیپٹن کے مجبور کرنے پر پاکستان آ گیا۔ ہماری عدم موجودگی میں مسلمانوں پر حملہ ہوا۔ بالخصوص میرے مکان پر ہندوؤں نے قادیانیوں کے ایماء پر حملہ کیا۔ ۴؍اکتوبر ۱۹۴۸ء کو میں کوئٹہ پہنچا۔ مجھے بہت سے مکانات دیکھائے گئے۔ مجھے معلوم ہوا کہ مقامی قادیانی جماعت کا سربراہ کرم الٰہی ایڈووکیٹ کی رہائش گاہ کے قریب ایک مکان خالی ہے تو میں نے وہ لے لیا۔ حالانکہ یہ مکان میری ضروریات کے لئے چھوٹا تھا اور بڑے بڑے ہندوؤں کے متروکہ مکان خالی پڑے تھے۔ کرم الٰہی قادیانی بلوچستان کی

سیاست پر چھایا ہوا تھا۔ بڑا با اثر شخص تھا۔حکومت اور انتظامیہ میں اس کا بڑا عمل دخل تھا۔ کھلے بندوں قادیانیت کا پرچار کرتا تھا۔اس کے ہمنوا پاسپورٹ افسر میاں بشیر احمد، ڈاکٹر غفور الحق، فضل کریم، شیخ حنیف، شیخ اقبال، سراج الحق وغیرہ تھے۔

میں نے ان کی سرگرمیوں کا نوٹس لیا۔مقامی علماء کرام حضرت مولانا عبدالغفور مدرسہ مظہر العلوم شالدرہ، حضرت مولانا عرض محمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ خطیب جامع مسجد مرکزی، مولانا عبدالوہاب لہڑی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء سے رابطہ کیا۔ان کو قادیانیوں کی سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔علماء کرام نے مکمل تعاون کیا۔کوئٹہ میں مجلس احرار کے پرانے کارکن سیٹھ امام دین، چوہدری دین محمد، محمد شوق بٹالوی، حاجی محمد یوسف مرحوم، منظور احمد مغل نے قادیانیوں کے خلاف کام شروع کردیا۔

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دی۔انہوں نے کوئٹہ میں مختلف جلسوں میں قادیانیوں کے تاروپود کھولے۔خان رسول خان مرحوم جو میونسپل کارپوریشن کے چیئرمین بھی رہ چکے ہیں ان کی رہائش گاہ پر قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے شہر کے معززین سے خطاب کیا۔انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے حوالے پیش کئے۔ یہ حوالے بلوچستان کے پہلے ایڈووکیٹ جنرل مرزا محمد احمد مرحوم پڑھ کر سنا رہے تھے۔بلوچستان میں تحریک ختم نبوت میں ڈاکٹر عبداللطیف، چوہدری سلطان علی مرحوم، چوہدری بشیر احمد چوہان نے تعاون کیا۔بالخصوص مجاہد کبیر مولانا عبدالوہاب لہڑی رحمۃ اللہ علیہ اور مدرسہ روضۃ العلوم کے مہتمم خیر العلوم مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا کام کیا۔مولانا عبدالوہاب اور مولانا خیر محمد نے زرغون روڈ کے ایک بنگلہ میں قادیانیوں کی تقریب کو نہیں ہونے دیا۔قادیانی اس تقریب سے جوتے چھوڑ کر فرار ہوئے۔ میں نے ایک مرتبہ مجلس احرار کے روزنامہ آزاد کا خریدار بننے کے لئے خط لکھا۔خط سنسر ہوگیا۔ سی.آئی.ڈی کے ایک افسر نے پوچھ گچھ کی کہ تم یہ اخبار منگوا رہے ہو۔ میں نے لکھا کہ میں نے اخبار منگوانے کے لئے خط لکھا ہے۔ایک مرتبہ کرم الٰہی قادیانی نے اپنے مسلمان ملازمین کے ہمراہ مجھ پر حملہ کیا۔میری حمایت میں سینکڑوں مسلمان جمع ہوگئے۔قادیانیوں نے میرے خلاف حکومت اور انتظامیہ کو سینکڑوں خطوط لکھے۔ یہ شخص شہر میں بدامنی پیدا کر رہا ہے۔اس کو نکال دیا جائے۔ پولیٹیکل ایجنٹ نے سی.آئی.ڈی سے رپورٹ طلب کی۔ایک سی.آئی.ڈی افسر علی حسن شاہ یہ تمام خطوط کے بنڈل لے کر میرے پاس پہنچ گئے اور کہا کہ یہ تمام خطوط تمہارے خلاف ہیں۔میں نے

کہا کہ میرا قصور اتنا ہے کہ میں حضور ﷺ کی ختم نبوت بیان کرتا ہوں اور آپ تو سید ہیں۔ حضور ﷺ آپ کے نانا ہیں۔ جس پر علی حسین شاہ نے کہا کہ چوہدری صاحب آپ فارغ ہیں۔ اب میری ذمہ داری ہے کہ میں کس طرح اس کیس کو نمٹاتا ہوں۔ سید علی حسین شاہ کی کوشش سے یہ کیس داخل دفتر ہوا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں بلوچستان میں قادیانیوں نے زیادہ سرگرمی نہیں دکھائی۔ ایک جلسہ میں قادیانی ڈاکٹر میجر محمود کے قتل کے بعد یہ اپنے بل میں چلے گئے۔ بلوچستان سے سینکڑوں مسلمان تحریک ختم نبوت میں حصہ لینے کے لئے پنجاب اور سندھ گئے تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے پہلے اسیر مولانا نور النبی مرحوم تھے۔ ان کی گرفتاری منڈی بہاؤالدین میں ایک تقریر کے سلسلے میں ہوئی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں کمشنر کوئٹہ ڈویژن نے علماء کرام کا اجلاس بلایا اور ان سے پرامن رہنے کی اپیل کی۔ بلوچستان میں تحریک ختم نبوت میں مولانا قاری یار محمد خطیب ڈیری فارم، مولانا منیر الدین رحمۃ اللہ علیہ، ماسٹر کریم الدین مرحوم، مولانا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ خطیب جامع مسجد توحیدیہ، ختم نبوت کے جلسوں میں مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ فاتح قادیان، مولانا قاضی اللہ یار رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اللہ وسایا، مولانا غلام مصطفیٰ بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد شریف بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے شرکت کی۔ سی.آئی.ڈی کے افسر خان صدیق خان مرحوم نے بڑا تعاون کیا۔ مولانا نور النبی کی گرفاری پنجاب کے مقدمہ میں ہوئی تھی۔“

(عبدالعزیز لاشاری)

(۱۲۷۵)

طفیل ہنگامی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، جناب حاجی محمد

(وفات: ۲۵ر فروری ۱۹۹۳ء)

حاجی محمد طفیل ہنگامی واقعہ جلیانوالہ باغ امرتسر سے چار پانچ برس قبل پیدا ہوئے۔ والدین کا سایہ عاطفت بچپن میں ہی اٹھ گیا۔ آپ کی پرورش آپ کے ماموں کریم بخش نے کی اور آپ کی تربیت مولانا محمد عالم آسی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ آپ نے مولانا عالم آسی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فیض احمد فیضی ایسے حضرات سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ مدرسہ اسلامیہ امرتسر میں زیر تعلیم تھے تو مدرسہ میں رشید نامی ایک قادیانی استاذ سکول میں کھلے عام قادیانیت کی تبلیغ کرتا اور جو طلباء اس کی

نہ مانتے تو کلاس میں انہیں سخت سزا دیتا۔ حاجی محمد طفیل نے مولانا عالم آسی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ پر سکول میں اپنا ہم خیال گروہ تشکیل دے کر مدرسہ اسلامیہ کو مدرسہ مرزائیہ ہونے سے بچایا۔ آپ کی وفات لاہور میں ہوئی اور وہیں تدفین ہوئی۔

(ظ)

(۱۲۷۶)

ظہور الحسن رامپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۱۲؍ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ)

مولانا ظہور الحسن رحمۃ اللہ علیہ رام پور میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی نیاز اللہ حنفی کے نام سے موسوم تھے۔ بریلوی مسلک سے آپ کا تعلق تھا۔ مولانا ارشاد حسین رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے علم حاصل کیا۔ مدرسہ عالیہ رامپور، مدرسہ حنفیہ جونپور شہر میں پڑھنے پڑھانے کا مشغلہ تھا۔ جب آپ محلّہ بہلوار ریاست رامپور میں تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف مختصر مگر پراثر اور جاندار فتویٰ دیا کہ: ”جو شخص مرزائے قادیانی کے اقوال مذکور میں تصدیق کرے وہ اعلیٰ درجے کا ملحد اور کافر ہے۔ ایسے شخص کے یہاں نکاح کرنا مطلقاً حرام ہے۔ اگر کوئی شخص بعد نکاح اقوال مذکورہ میں مرزائے قادیانی کی تصدیق کرے گا تو اس سے افتراق لازم ہوگا۔“ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۶۵)

(۱۲۷۷)

ظہور الحق رحمۃ اللہ علیہ (دارالعلوم کبیر والا)، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۱۹ء ...... وفات: ۱۹۹۱ء)

مولانا ظہور الحق رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا نور الحق رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ بعدازاں اپنے چچا بانی دارالعلوم کبیر والا مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ سے درس نظامی کی کتب پڑھیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند انڈیا کی طرف رخت سفر باندھا اور وہاں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ، قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات سے کتب حدیث کی

تکمیل کی۔ فراغت کے بعد تدریسی میدان میں قدم رکھا۔ سب سے پہلے باگڑ سرگانہ پھر بستی جھنڈیراں والی میں کچھ عرصہ پڑھایا۔ پھر چچا مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر دارالعلوم کبیر والا میں آ گئے اور تادم زیست دارالعلوم کبیر والا میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ آپ شوال ۱۴۱۱ھ میں کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے دارفانی سے رخصت ہوئے۔ آپ نے مرزا قادیانی کی تردید میں ''فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام'' پر تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۷۲)

(ع)

(۱۲۷۸)

عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ (دیوبند)، جناب حاجی سید محمد

(پیدائش: ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء)

آپ کا نسبی تعلق سادات رضویہ سے ہے۔ آپ میاں جی کریم بخش صابری رحمۃ اللہ علیہ ساکن رامپور نہاراں کے خلیفہ مجاز تھے۔ اسی طرح سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی آپ خلیفہ تھے۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مہتمم تھے۔ تین بار مہتمم رہے۔ آخری بار مولانا رفیع الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے سفر ہجرت کے باعث ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۸۸۹ء تا ۱۸۹۳ء مہتمم رہے۔ آپ چشتی صابری سلسلہ کے بہت نامور بزرگ تھے۔ زہد و ریاضت کا پیکر تھے۔ آپ کا حلقہ دیوبند اور اطراف و جوانب میں بہت وسیع تھا۔ قرآن مجید اور فارسی پڑھ کر تکمیل علم کے لئے دہلی گئے۔ لیکن دوران تعلیم تصوف کی لائن ایسے اختیار کی کہ وہ رنگ غالب آ گیا۔

حضرت حاجی عابد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چھتہ مسجد دیوبند میں ساٹھ سال قیام رہا۔ مشہور ہے کہ تیس سال تک تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ صاحب کشف و کرامت تھے۔ ''فن عملیات'' میں زبردست ملکہ تھا۔ اتباع سنت کا غایت درجہ اہتمام تھا۔ ان کا مقولہ ہے: ''بے عمل درویش ایسا ہے جیسے سپاہی بے ہتھیار۔ درویش کو چاہئے کہ اپنے آپ کو چھپانے کے لئے عامل ظاہر کرے۔''

آپ منقولہ، غیر منقولہ اراضی، باغ وغیرہ سب راہ خدا میں لٹا کر محض خدا تعالیٰ پر توکل کئے ہوئے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے علاوہ جامع مسجد دیوبند بھی آپ کی مساعی سے مکمل ہوئی۔

مکان مسجد کے لئے وقف کر کے حجاز مقدس چلے گئے۔ ایک سال بعد واپس تشریف لائے۔ ۲۷ر ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۲ء کو ۸۱ سال کی عمر میں وفات پائی۔

آپ کے اہتمام میں کسی مسئلہ پر کوئی طالب علم ناراض ہوگیا اور اس نے معاذ اللہ! آپ کو برا بھلا بھی کہا۔ دوسرے وقت آپ نے جا کر خود اس سے معذرت کر لی۔ حالانکہ قصور طالب علم کا تھا۔ ایسے بےنفیس بزرگ چشم فلک نے گنتی کے ہی دیکھے ہوں گے۔

ملعون قادیان نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کی جو فہرست انجام آتھم ص ۷۱، نمبر ۵۸ پر حضرت حاجی عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا ہے۔ حضرت حاجی صاحب کے عاشق رسول ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ ملعون قادیان سے آپ نفرت کرتے تھے۔

(۱۲۷۹)

عابد رحمۃ اللہ علیہ (میلسی)، جناب

میلسی کے نامور کارکن عابد صاحب نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے مثالی کردار ادا کیا۔

(۱۲۸۰)

عابدین رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اعظم جمہوریہ شام)، الشیخ ابوالیسیر

آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف ذیل کا فتویٰ دیا۔

”الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ

چونکہ فرقہ قادیانیہ سیدنا محمد ﷺ کو آخری نبی نہیں تسلیم کرتا۔ جس سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”خاتم النّبیین“ کی مخالفت لازم آتی ہے۔ نیز دین اسلام کے بیشتر عقائد کا منکر ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی ان کے عقائد اختیار کرے گا، میں اس کے کفر کا فتویٰ دیتا ہوں۔“ (ترجمہ)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مفتی اعظم جمہوریہ شام، دمشق

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۳۹)

(۱۲۸۱)

عارف اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ (راولپنڈی)، مولانا سید

(ولادت: ۲۹/اکتوبر ۱۹۰۹ء ...... وفات: ۲۸/فروری ۱۹۷۹ء)

مولانا احمد رضا خان بریلی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز الشاہ حبیب اللہ قادری کے گھر مولانا عارف اللہ رحمۃ اللہ علیہ میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ میرٹھ میں ہی تعلیم حاصل کی اور یہاں پر مسجد و مدرسہ میں خدمات سرانجام دینے کا آغاز کیا۔ ۱۹۴۹ء میں میرٹھ سے حج پر گئے۔ واپس پر میرٹھ تشریف لائے تو پاکستان چلے آنے کا خیال کیا۔ کراچی، خوشاب رہے۔ پھر راولپنڈی آ گئے۔ مرکزی مسجد میں بطور ڈسٹرکٹ خطیب آپ کا تقرر ہوا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں قید و بند تک صعوبتیں برداشت کیں۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھی صف اوّل میں رہے۔ برطانیہ، ماریشس جہاں کہیں گئے قادیانی فتنہ کی حقیقت کفر سے اسلامیان عالم کو باخبر کرتے رہے۔ تحریک پاکستان کے کارکن، نامور عالم دین، عالمی مبلغ اسلام شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز، رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین، جمعیۃ علماء پاکستان پنڈی کے صدر، دارالعلوم احسن المدارس پنڈی کے بانی اور ماہنامہ سالک پنڈی کے ایڈیٹر تھے۔ کمرشل مارکیٹ سیٹلائٹ ٹاؤن پنڈی کے قبرستان میں محو خواب ہیں۔

(۱۲۸۲)

عارف سیال رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات: ۱۷/جون ۲۰۱۶ء)

بستی سیال نزد ککڑ ہٹہ تحصیل کبیروالا کے ممتاز عالم دین مولانا محمد عارف سیال رحمۃ اللہ علیہ بعارضہ قلب وصال فرمائے آخرت ہوئے۔ آپ کا وصال قبل از فجر ہوا۔ بعد از عصر حضرت مولانا محمد نواز سیال صاحب بانی جامعہ قادریہ حنفیہ ملتان کی امامت میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ مولانا محمد عارف سیال رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی پیشہ زمیندارہ تھا۔ آپ نے دارالعلوم کبیروالا سے دورۂ

حدیث شریف پڑھا۔ مدت العمر تنظیم اہل سنت پاکستان کے پلیٹ فارم سے خدمات سرانجام دیں۔ مولانا عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد خصوصی تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا مجمعہ بنایا تھا۔ بہت ہی معتدل مزاج اور گہری صائب رائے رکھنے والے عالم دین تھے۔ اپنے تمام رفقاء کے حلقہ میں بہت ہی احترام کا مقام آپ کو حاصل تھا۔

آپ ختم نبوت کے سلسلہ میں مشترکہ میٹنگوں میں تنظیم اہل سنت کی نمائندگی فرماتے تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام میں برابر دلچسپی لیتے اور احترام کا مقام دیتے تھے۔ آپ صحت کے زمانہ میں تنظیم اہل سنت کے مرکزی دفتر کے مہتمم رہے اور اپنی ذمہ داری کو خوب نبھایا۔ حق تعالیٰ حضرت مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین!

(۱۲۸۳)

عالم جرار رحمۃ اللہ علیہ (شکارپور)، مولانا محمد

(پیدائش: ۱۹۴۴ء ...... وفات: ۱۰ر نومبر ۲۰۰۰ء)

مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ ضلع شکارپور کے ایک گاؤں جرار شریف میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کا آغاز اپنے علاقہ کے گردونواح سے شروع کیا۔ جب کہ کتابوں کی تعلیم کا آغاز حضرت سائیں خلیفہ احمد دین رحمۃ اللہ علیہ سے کیا اور پھر مولانا مظہرالدین انڈھڑ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحکیم سومرو رحمۃ اللہ علیہ سے بھی درس نظامی کی کئی کتب پڑھیں۔ تکمیل کے بعد اپنے گاؤں کے مدرسہ محمدیہ میں تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا اور تدریسی میدان میں درجہ کمال کو پہنچے۔ اونچے درجہ کی تدریس کے ساتھ ساتھ جمعیۃ علماء اسلام اور تحریک ختم نبوت میں بھی اپنا کردار ادا کرتے رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام شکارپور کے کئی مرتبہ امیر منتخب ہوئے اور صوبہ سندھ کے سرپرست بھی رہے۔ ختم نبوت کے پروگراموں میں تشریف لے جایا کرتے اور فرماتے کہ ختم نبوت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ آپ نے دو شادیاں کیں تھیں۔ دونوں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد کی نعمت سے نوازا۔ آپ کے دو بیٹے تین بیٹیاں باقیات ہیں۔ دونوں بیٹے حافظ اور عالم ہیں۔ زندگی کے آخری چند ماہ بیمار رہ کر بروز جمعۃ المبارک دن ایک بجے اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ (مولوی عبیداللہ بکرائی، شکارپور)

(۱۲۸۴)

عباس بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ مولانا محمد

(وفات: مارچ ۱۹۸۹ء)

بہاول پور کے بزرگ عالم دین مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ بہاول پور کے فرزند ارجمند تھے۔ جامعہ عباسیہ بہاول پور کے علامہ تھے۔ ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد انہیں وراثت میں ملی تھی۔ خوبیوں اور اعلیٰ روایات کے امین تھے۔

(۱۲۸۵)

عباس رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا محمد عباس کو بھی انجام آتھم کے ص۷۰، نمبر۵۰ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۲۸۶)

عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (چیچہ وطنی)، حضرت مولانا

(وفات: ۲۰؍مارچ ۱۹۹۱ء/۳؍رمضان المبارک)

موصوف جامعہ مسجد بلاک نمبر۱۲ کے خطیب اور امام رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قدیمی رہنماؤں اور معاونین میں سے تھے۔ علاقہ میں طبیب حاذق بھی مشہور تھے۔ چیچہ وطنی میں اکثر اطباء ان کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔ نماز جنازہ آپ کے برادر حقیقی مولانا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ (مولانا عبدالحکیم نعمانی)

(۱۲۸۷)

عبدالجبار کلکتوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب قاضی

مولانا عبدالجبار کا تعلق کلکتہ سے تھا۔ عقائد اہل سنت والجماعت کے پرزور داعی تھے۔ ائمہ اربعہ کے ساتھ گہری عقیدت تھی اور عوام الناس کو ائمہ کرام اور محدثین کی تقلید کا درس دیا کرتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ مدرس ڈھاکہ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا۔ اس پر آپ کے تائیدی دستخط موجود ہیں۔

(۱۲۸۸)

عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ (مانسہرہ)، مولانا

(ولادت: ۱۹۲۲ء ...... وفات: ۲۷/اپریل ۲۰۱۷ء)

حضرت مولانا عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ سابقہ ریاست انب وتناول جو کہ اب ضلع مانسہرہ میں شامل ہے کے مشہور علمی خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کی والدہ ریاست کے قاضی القضاۃ قاضی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی تھی۔ مولانا عبدالجلیل ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے دینی تعلیم ہری پور، لاہور اور دورۂ حدیث ۱۹۴۸ء میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید مولانا سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ سے کٹھیالہ ضلع گجرات میں پڑھا تھا۔ مولانا سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک سے لکھی ہوئی سند حدیث بھی موجود ہے۔

مولانا عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ اپنی خود نوشت سوانح میں لکھتے ہیں: ’’حضرت مولانا سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ خود ہی تمام کتب حدیث پڑھاتے، جب دورۂ شریف ختم ہوا تو ہمیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے طرز پر ترجمہ وتفسیر قرآن کا دورہ بھی پڑھایا گیا۔‘‘ فراغت کے بعد مولانا کا تقرر دینیات کے استاذ کی حیثیت سے علاقہ پڑھنہ میں ہوگیا۔ ابھی تناول اور ریاست انب نواب صاحب کے زیر تسلط تھی۔ بعد میں اس کا الحاق پاکستان کے ساتھ ہوگیا۔ ۱۹۵۰ء کے لگ بھگ اسی علاقہ پڑھنہ کے نوابزادہ غلام حیدر خان کی دعوت پر آپ چھنکی نامی گاؤں میں امامت وتدریس قرآن پر مقرر کردیئے گئے۔ اس زمانہ میں غلام حیدر خان کا قیام بھی چھنکی میں تھا۔

نوابزادہ غلام حیدر خان اور گاؤں کے لوگوں کو آپ سے عقیدت ہوگئی تھی۔ آپ نے یہاں بھرپور طریقے سے امامت اور تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ آپ عمر بھر قرآن مجید کی تدریس، ترجمہ تفسیر اور عمومی بیانات سے عوام کے عقائد، اعمال اور معاملات میں رہبری کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اس کے ساتھ جامع مسجد چھنگی میں بیرونی طلباء کو بھی پڑھاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم وعمل، تقویٰ، اخلاص، اخلاق حسنہ کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا۔ جس سے پورے علاقہ نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ مولانا سید اسرار الحق شاہ اور راقم الحروف کی دینی تعلیم وتربیت بھی آپ ہی کے مرہون منت ہے۔

مرزا قادیانی کے کچھ چیلے ریاست انب دربند میں اپنے قدم جمانا چاہتے تھے۔ آپ کے بزرگوں اور قاضی محمد اسحاق کی مشترکہ کوششوں سے مرزائیوں کو ریاست بدر کر دیا گیا۔ اس کی تفصیل خود قاضی محمد اسحاق کی قلم سے لکھی ہوئی موجود ہے۔ جسے استاد محترم مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے احتساب قادیانیت جلد ۳۶ میں شامل فرما کر محفوظ کر دیا ہے۔ مولانا عبدالجلیل ؒ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحاریک ختم نبوت میں فعال رہے۔ ۱۹۸۴ء میں تناول میں مجلس تحفظ ختم نبوت قائم ہوئی۔ جس کے امیر آپ کے شاگرد مولانا اسرار الحق شاہ مقرر ہوئے اور آپ کو جماعت کا سرپرست بنایا گیا۔ ''لولاک'' کے اس دور کے شمارے اس کے گواہ ہیں۔ راولپنڈی کانفرنس میں شرکت کی غرض سے آپ بھی جلوس لے کر مانسہرہ پہنچے۔ صدر ضیاء الحق نے کانفرنس سے پہلے ہی مطالبات منظور کر لئے۔ اس لئے آپ راولپنڈی نہ جاسکے۔

مولانا عبدالجلیل صاحب ۲۷؍اپریل ۲۰۱۷ء کو ظہر کے وقت وفات پاگئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور بروز جمعۃ المبارک دن دس بجے آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی جو آپ کے نواسے مفتی فیصل شمس نے پڑھائی۔ آپ کی وفات کی خبر سن کر دور دراز سے لوگ جنازہ میں شرکت کی غرض سے آئے۔ علاقہ پڑھنہ کا بہت بڑا جنازہ تھا۔ جس میں علماء کرام، مشائخ عظام، ممبران اسمبلی اور ہر طبقہ کے لوگ جوق در جوق شریک ہوئے۔ آپ نے طویل عمر پائی۔ تقریباً ایک صدی کے برابر آپ کی عمر مبارک ہوئی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات دینیہ کو قبول فرمائیں اور جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائیں۔ آمین!

(قاری محمد شاہ نقشبندی)

(۱۲۸۹)

عبدالحفیظ بہاری رحمۃ اللہ علیہ (دربھنگہ)، مولانا

(وفات: ۲۱/دسمبر ۱۹۵۸ء)

آپ دارالعلوم دیوبند کے قدیم فضلاء میں سے تھے۔ آپ نے ۱۳۳۲ھ میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث حاصل کی۔ آپ نے مدرسہ امدادیہ لہریا سرائے دربھنگہ (بہار) میں پچاس برس تک تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔ آپ نے ردقادیانیت پر مولانا سہول خان رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ ''القول الصحیح فی مکائد المسیح'' پر تائیدی دستخط کئے۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۵۰)

(۱۲۹۰)

عبدالحفیظ رحمۃ اللہ علیہ (ساہیوال)، جناب حاجی

مجلس احرار اسلام، جمعیۃ علماء اسلام ساہیوال کے نظامت کے عہدوں پر کام کرتے رہے۔ عمر بھر علماء کرام کی قیادت میں دین کی ترویج اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد میں ہراوّل دستہ میں شامل رہے۔

(۱۲۹۱)

عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

(وفات: ۱۶/جنوری ۲۰۱۷ء)

مولانا عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ امرتسر میں پیدا ہوئے۔ تقسیم کے بعد پاکستان فیصل آباد کارخانہ بازار میں آپ کا خاندان منتقل ہوا۔ آپ کے والدگرامی ملک عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کاروباری انسان تھے۔ ٹرنک سازی کا کام شروع کیا اوراس میں خوب ترقی کی۔ ملک عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی مذہبی سرگرمیوں کا مرکز تبلیغی جماعت تھی اور ملک برادری کا یہ پورا کنبہ ہی تبلیغ سے جڑا ہوا تھا۔ ملک عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ میں حج کے لئے حجاز مقدس گئے۔ اس دور میں والیٔ حرمین، عصر کے بعد

موجودہ باب عبدالعزیز کے باہر نشست کرتے تھے۔لوگ درخواستیں دیتے۔ وہ موقعہ پر احکام جاری کرتے۔ مولانا عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی نے نیشنلیٹی کی درخواست دی۔ انہوں نے منظوری دے دی۔ یوں آپ والدین سمیت سعودی شہریت کے مالک بن گئے۔

قدرت کے فیصلے دیکھئے! امرتسری سے لائل پوری (فیصل آبادی) بنے۔اب لائل پوری سے مکی بن گئے۔ ان کا تبلیغ سے وابستگی کے باعث ہند کے اکابر تبلیغ سے پرانا تعلق تھا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ سمیت جو بھی حجاز مقدس تشریف لاتے ان کی میزبانی کا اس گھرانہ کو اعزاز حاصل ہوتا۔ مولانا عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ میں عصری تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث شریف کے لئے مظاہر العلوم سہارنپور گئے۔ فراغت کے بعد واپس تشریف لائے تو آپ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی، پورے خاندان کی طرح بیعت کر چکے تھے۔ جب شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ حجاز مقدس تشریف لاتے تو جدہ ایئرپورٹ آمد سے واپسی تک آپ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے سواری سمیت حاضر باش خادم ہوتے۔ مریدی، شاگردی اور تبلیغ کے اس تعلق نے اور گہرا رنگ اختیار کیا۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کے اسباق کی تکمیل پر آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ مولانا عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سعودی نیشنلیٹی تھی۔ کبھی حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ مہینوں سعودی عرب، تو کبھی مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہینوں سہارنپور۔ ساتھ رہے اور خوب رہے۔ پھر بیرون ممالک کے اسفار میں ساتھ رہا۔ ایک وقت تھا کہ اسفار کی ترتیب اور ڈاک مولانا عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد ہوتی تھی۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ مستقل مدینہ طیبہ رہنے لگے تو حاضری کے مواقع اور زیادہ ہوگئے۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا ملک عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ پر حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ بہت اعتماد فرماتے تھے۔ زہے نصیب!

راقم کا حضرت مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق ستر کی دہائی سے ہے۔ اس پر گویا چالیس سال بیت گئے۔ اس دوران میں پاکستان، برطانیہ، بنگلہ دیش، حجاز مقدس نہ معلوم کتنے سفر اکٹھے ہوئے۔ کتنی میٹنگوں میں شرکت رہی، کتنی کانفرنسوں میں ساتھ رہا۔ عینی شہادت ہے کہ آپ اچھے انسان اور محبتوں والے شخص تھے۔ آپ کے جماعتی، تبلیغی، روحانی اسفار خوب ہوتے تھے۔ اس وقت بھی سفر پر تھے اور خوش بختی و بلند نصیبی ملاحظہ ہو کہ اس دوران رحمت حق کے حضور چل دیئے۔ رحمت عالم خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازیں۔ آمین! ثم آمین!

جنوبی افریقہ کے شہر ڈربن کے ہسپتال میں آپ کا انتقال ہوا اور سعودی عرب میں آپ کی تدفین ہوئی۔

(۱۲۹۲)

عبدالحق امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، جناب حکیم

(ولادت: ۱۲۸۵ھ ...... وفات: ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ)

حکیم عبدالحق خواص پور، علاقہ امرتسر میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ دینا نگری کے نام سے موسوم تھے۔ قرآن حفظ کیا۔ والد سے ہی تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے بھی تعلیم حاصل کی۔ کانپور اور دہلی کا بھی رخ کیا۔ جہاں آپ نے شیخ احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ اور سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ دہلی سے علم حاصل کیا۔ حکیم اجمل خان رحمۃ اللہ علیہ اور مشہور طبیب دہلی حکیم نور محمد رحمۃ اللہ علیہ سے فن طب سیکھی۔ امرتسر میں ہفتہ وار رسالہ اہل سنت والجماعت شائع کرواتے۔ اسی شہر میں طبیہ کالج کی بنیاد رکھی۔ جب آپ کے پاس استفتاء بعنوان ''فتویٰ تکفیر قادیان'' آیا تو آپ نے قادیانیت کے خلاف مندرجہ ذیل فتویٰ جاری کیا۔

''جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال مذکورہ بالا کا مصدق ہے اور ان کو صحیح مانتا ہے۔ وہ شرعاً کافر و مرتد ہے اور کافر و مرتد کا نکاح عورت مسلمہ سے ہرگز جائز نہیں اور اگر بعد از نکاح، ناکح مرزائی ہوگیا تو فوراً نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اعلان کرنا چاہئے کہ کوئی شخص مسلمان، مرزائیوں سے زوجیت کا تعلق پیدا نہ کرے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۷۹)

(۱۲۹۳)

عبدالحق غازی رحمۃ اللہ علیہ، جناب

غازی عبدالحق قادیان کا رہنے والا جوشیلا نوجوان تھا۔ مرزائیت کے خلاف اس کے سینہ میں ایک جذبہ تھا۔ ایک جلن اور تڑپ تھی جو اسے ہر وقت تبلیغ کے لئے تیار رہنے پر مجبور کرتی تھی اور ہر دورہ میں جو ہم قادیان کے نواح میں کرتے تھے کاروبار چھوڑ کر ہمارے ساتھ رہتا تھا۔

اس کا قریبی رشتہ دار ایک مخلص کارکن شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ یہ مزاج کا ٹھنڈا مگر اخلاص وقربانی کا مجسمہ تھا۔ قادیان میں بڑے مشکل سے مشکل وقت میں یہ لوگ ہمارے کندھے سے کندھا ملائے شریک کار رہے۔ انہیں کئی کئی دن ہمارے ساتھ رہنا پڑتا تھا۔ مگر کیا مجال کہ کبھی حرف شکایت زبان پر لائے ہوں؟ مرزائیوں کی جانب سے بعض اوقات بڑی خونخوار دھمکیاں آتی تھیں؟ بسا اوقات لالچ بھی دلایا جاتا تھا۔ مگر کیا مجال کہ کبھی کسی کا قدم یا عزم ڈگمگایا ہو۔ شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا اب انتقال ہو چکا ہے اور ان کے صاحبزادہ عبدالحق لائل پور (فیصل آباد) میں ہیں۔ شیخ عبدالعزیز کے لڑکے اپنے کاروبار میں مصروف ہیں اور بڑے خوش وخرم ہیں۔ مکانات بھی سب نے اپنے بنا لئے ہیں اور بڑے عمدہ کاروبار میں مصروف اور خوش ہیں۔ غازی عبدالحق کا کاروبار بہت اچھا ہے۔ اس کے لڑکے کام کرتے ہیں اور وہ خود قومی کاموں میں مصروف رہتا ہے۔ مشہور بریلوی عالم مولانا سردار احمد مرحوم سے وابستہ رہا ہے اور ان کے مدرسہ کا بڑا معاون ومددگار رہا ہے۔

(مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۲۹۴)

عبدالحق قادری رحمۃ اللہ علیہ (غور غشتی)، مولانا علامہ

(وفات: ۱۳؍اپریل ۱۹۹۳ء)

بڑے نامور عالم دین تھے۔ مولانا فضل حق رامپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث شریف میں داخلہ لیا۔ مکھڈ اور سیال شریف پڑھاتے رہے۔ اپنے علاقہ غور غشتی میں ادارہ قائم کیا اور پھر اس کے ہو کر رہ گئے۔ جہاڑ تربیلا کے مولانا جان محمد نے فرمایا کہ گندف سیداں ہزارہ سے ایک قادیانی عبدالجبار نامی مناظرہ کا چیلنج کر رہا ہے۔ چنانچہ مولانا جان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ وہاں گئے۔ عبدالجبار قادیانی کو مناظرہ کے لئے بلایا مگر وہ نہ آیا۔ آپ نے علاقہ کے لوگوں کے سامنے صورتحال رکھی۔ وہ گئے عبدالجبار کو گھر سے نکال لائے۔ مناظرہ ہوا۔ قادیانی ایسے شکست خوردہ ہوا کہ ہمیشہ کے لئے ندامت سے سر جھک گیا۔ آپ فاتح بن کر تشریف لائے۔ اپنے گاؤں غور غشتی میں وصال ہوا۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد نعمان نے جنازہ پڑھایا۔

(۱۲۹۵)

عبدالحلیم مردانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۸ء)

مولانا عبدالحلیم تحصیل صوابی ضلع مردان میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد دہلی میں تیرہ سال اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ برصغیر پاک وہند کی تقسیم کے بعد وطن واپس آ کر پڑھنا شروع کیا۔ ۱۹۵۸ء میں مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اکوڑہ خٹک کی دعوت پر دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور تادم زیست علوم نبویہ سے عوام الناس کو مستفیض کیا۔ مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا نصیرالدین غورغشتی رحمۃ اللہ علیہ سے یکے بعد دیگرے بیعت کا تعلق قائم کیا۔ مولانا عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم حقانیہ کی تدریس کے دوران قادیانیت سے متعلق فتویٰ دیا۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۸۴)

(۱۲۹۶)

عبدالحمید انصاری لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۲۱؍جنوری ۱۹۳۵ء)

مولانا عبدالحمید انصاری رحمۃ اللہ علیہ لکھنو میں مولانا عبدالحلیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ وہیں پلے بڑھے۔ اپنے چچا شیخ مولانا محمد نعیم رحمۃ اللہ علیہ نظامی لکھنوی کے پاس رہ کر فن فقہ حاصل کیا۔ ساری زندگی پڑھنے پڑھانے میں صرف کی۔ درس نظامی کی کتب پر حواشی لکھے اور اردو زبان میں متعدد رسائل بھی تصنیف کئے۔ لکھنو کے جید علماء میں آپ کا شمار تھا۔ آپ نے مرزا قادیانی کی تردید میں فتویٰ ''قھر یزدانی بر جان دجال قادیانی'' میں صورت مسئولہ کے جواب میں لکھا کہ: ''ایسا شخص جاہل ہے۔ کفر واسلام میں تمیز نہیں رکھتا۔ اس کی امامت اور بیعت قبول نہیں ہے یا واقف متعصب ہے۔ اس کو توبہ کرنی چاہئے۔ ورنہ یہ تعصب بے محل مخل امامت وارشاد ہوگا۔''

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۱۸)

مزید ’’فتویٰ شریعت غرّا‘‘ میں صورت مسئولہ کے جواب میں تحریر کیا کہ: ’’جو شخص اقوال وعقائد مذکورہ بسوال کا قائل ومعتقد ہو وہ انکار منصوصات قطعیہ کی وجہ سے کافر ہے اور کافر کی امامت وبیعت اور اس سے سبقت سلام تا تجدید اسلام قطعاً ناجائز ہے۔ اس لئے کہ یہ سب چیزیں اسلام کی پختگی اور ایمان کی مضبوطی پر متفرع ہیں۔‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۱۱۴)

(۱۲۹۷)

عبدالحمید بٹ رحمۃ اللہ علیہ، جناب

(وفات: جنوری ۱۹۸۲ء)

جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی شوریٰ کے رکن رکین، لاہور جمعیۃ کے امیر، مرکزی خازن، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ، قومی رہنما، تمام دینی تحریکوں میں صف اوّل کے حاضر باش رہنما تھے۔

(۱۲۹۸)

عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، مفسر قرآن حضرت مولانا

(وفات: ۶؍اپریل ۲۰۰۸ء)

آپ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے بانی اور مہتمم تھے۔ تعلیم کی تکمیل دارالعلوم دیوبند سے کی۔ حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور شاگردوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ نصف صدی سے زائد علوم اسلامیہ کی تدریس وترویج میں گزارے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک میں بھی آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ بعمر ۹۰ سال گوجرانوالہ میں انتقال ہوا۔ وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے منکر پر کفر کا فتویٰ تحریر فرمایا۔ علماء پاکستان نے اس فتویٰ کی تائید وتوثیق کی۔ حضرت مولانا عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس فتویٰ کی توثیق فرمائی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۷۲)

نیز ’’مرزائی کا جنازہ اور مسلمان‘‘ نامی فتویٰ پر بھی آپ نے صورت مسئولہ کا جواب تحریر فرمایا: ’’علمائے امت اور جملہ مسلمانان عالم اور تمام طبقات امت کے نزدیک مرزائے

قادیانی کو نبی یا مجدد ماننے والے مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔لہٰذا کسی مرتد کا جنازہ پڑھنا یا اس کے لئے دعا استغفار کرنا قرآن وسنت اور اجماع امت سے حرام ہے اور دیدہ ودانستہ ایسا کرنے والا شخص خود کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔لہٰذا تجدید اسلام اور نکاح ضروری ہے۔علماء نے جو فتاویٰ صادر کئے ہیں صحیح اور درست ہیں۔واللہ اعلم!‘‘(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۴۲۰)

(۱۲۹۹)

عبدالحمید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ،مولوی

دہلی میں مطبع انصاری کے مہتمم حضرت مولانا عبدالحمید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ملعون قادیان کے ایسے ازلی دشمن تھے کہ اس نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کی فہرست میں ان کو تیسرے نمبر پر درج کیا ہے۔ (ملاحظہ ہوانجام آتھم ص۶۹)

(۱۳۰۰)

عبدالحنان رحمۃ اللہ علیہ(اوکاڑہ)،مولانا

مولانا عبدالحنان رحمۃ اللہ علیہ تاجک ضلع اٹک علاقہ چھچھ میں پیدا ہوئے۔ممتاز مشائخ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔حاجی،حافظ،جید عالم،سخی اور ذکی الطبع تھے۔متحمل مزاج صوفی تھے۔حاجی صاحب ترنگ زئی سے بیعت اور مجاز تھے۔مظاہر العلوم سہارنپور سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ،مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث،مولانا عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ کے مایۂ ناز شاگرد تھے۔فراغت کے بعد امروہہ اور سورت میں بھی پڑھاتے رہے۔دوبارہ مولانا سید محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے ڈھابیل میں دورۂ حدیث شریف کیا۔

قیام پاکستان کے بعد مدرسہ عربیہ گول چوک اوکاڑہ میں پڑھاتے رہے۔اس کے بعد اوکاڑہ میں ہی اپنا مدرسہ انوریہ قائم کیا۔تحریک ختم نبوت سے ہمیشہ وابستہ رہے۔حضرت امیر شریعت کے وصال کے بعد ۵،۶،۷/اکتوبر۱۹۶۱ء کو ملتان میں جو ختم نبوت کا اجلاس ہوا،اس میں آپ نے اوکاڑہ کی نمائندگی فرمائی۔حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے دل وجان کا رشتہ تھا۔حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ہمارے اکابر میں سے تھے۔

(۱۳۰۱)

عبدالحنان ہزارویؒ (راولپنڈی)، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۱ء ...... وفات: ۳۰؍اگست ۱۹۶۶ء)

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، شیخ الاسلام مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد رشید، جامع مسجد بھوسہ منڈی راولپنڈی کے خطیب، حضرت مولانا عبدالحنان ہزارویؒ بڑے حاضر جواب تھے۔ تردید فرق باطلہ بالخصوص قادیانیت کی تردید میں ایک خاص ملکہ حاصل تھا۔ آپ عرصہ تک مرکزی جمعیۃ علماء ہند کے ناظم رہے۔ قادر الکلام فصیح البیان خطیب تھے۔ مذہبی وسیاسی حلقوں میں آپ کی اصابت رائے مسلم تھی۔ تقسیم سے قبل لاہور، آسٹریلیا مسجد میں خدمات سرانجام دیں۔ پاکستان بننے کے بعد راولپنڈی آ گئے۔ آپ جمعیۃ علماء اسلام راولپنڈی کے امیر بھی رہے۔ جمعیۃ کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن بھی تھے۔

(۱۳۰۲)

عبدالحکیم خان اختر شاہ جہان پوریؒ، جناب

(ولادت: ۷؍جنوری ۱۹۳۵ء ...... وفات: ۱۴؍نومبر ۱۹۹۳ء)

آپ ضلع شاہ جہان پور میں چوہدری عاشق علی خان کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ نے میٹرک کرنے کے بعد شاہ محمد مظہر اللہ دہلویؒ خطیب جامع مسجد فتح پوری سے اپنا تعلق قائم کیا اور کئی علمی شخصیات سے دینی تعلیم حاصل کی۔ کئی حضرات نے آپ کو صحاح ستہ کی سندات سے نوازا۔ آپ نے کئی کتابیں تحریر فرمائیں۔ آپ نے ایک کتاب ''مشعل راہ'' میں ۴۰ صفحات کے لگ بھگ رد قادیانیت سے متعلق تحریر فرمائے۔ جس میں بانی قادیانیت کی انگریز نوازی اور اسلام دشمنی کو واضح اور علمی انداز میں پیش کیا۔ آپ کا انتقال لاہور میں ہوا اور آپ کا جنازہ وصیت کے مطابق حاجی محمد افضل اشرفی نے پڑھایا۔

(۱۳۰۳)

عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد

(ولادت: ۱۳؍اگست ۱۹۴۴ء ...... وفات: یکم؍ستمبر ۲۰۰۷ء)

علامہ محمد عبدالحکیم مرزا پور ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور میں خاندان منتقل ہوا۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد جامعہ امدادیہ مظہریہ بندیال شریف، دارالعلوم ضیاء، الشمس الاسلام سیال شریف اور جامعہ نظامیہ لاہور سے تعلیمی مراحل طے کئے۔ مولانا محمد سردار احمد قادری، علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوالبرکات احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ ایسے اساتذہ سے کسب فیض کیا۔

فراغت کے بعد جامعہ نعیمیہ لاہور، دارالعلوم محمدیہ بھیرہ اور جامعہ اشاعت العلوم چکوال میں تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔ آپ نے ردقادیانیت پر مندرجہ رسائل ''پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور معرکہ قادیانیت''، ''امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اور فتنہ مرزائیت'' اور ''ختم نبوت کے پاسبان'' تحریر فرمائے۔

(۱۳۰۴)

عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ (بانی دارالعلوم کبیر والا)، مولانا

(پیدائش: ۵؍مئی ۱۸۹۶ء ...... وفات: ۱۵؍نومبر ۱۹۶۶ء)

آپ کی پیدائش بستی ولی محمد جھنڈیر نزد احمد پور سیال ضلع جھنگ میں ہوئی۔ آپ نے اپنے والد گرامی مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند جا کر داخلہ لیا۔ مارچ ۱۹۲۵ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ آپ مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز شاگرد تھے۔ آپ عرصہ تک دارالعلوم دیوبند میں پڑھاتے رہے۔ مولانا محمد سالم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ طاہر والی، مولانا جمشید خان رحمۃ اللہ علیہ (رائے ونڈ)، مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے آپ کے بیسیوں نامور شاگرد تھے۔ دارالعلوم دیوبند، نڑھال جامعہ

محمدیہ، بہاول پور جامعہ عباسیہ، ملتان قاسم العلوم، ملتان مدرسہ نعمانیہ ایسے مدارس میں آپ پڑھاتے رہے۔ پھر دارالعلوم کبیروالا کی بنیاد رکھی اور عمر بھر یہاں مقیم رہے۔ حضرت مولانا احمد خان رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ سراجیہ سے بیعت ہوئے اور مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (المعروف حضرت ثانی) سے خلافت پائی۔ خانقاہ سراجیہ کے تیسرے سجادہ نشین حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ نے مرزا قادیانی کی تردید پر سید ظہور شاہ قادری کے شائع کردہ فتویٰ ’’قہر یزدانی برجان دجال قادیانی‘‘ میں صورت مسئولہ پر جواب تحریر کیا کہ: ’’مرزا قادیانی ان عقائد باطلہ کے رو سے بلاریب کافر ظاہر ہے۔ قرآنی اور اجماعی امر ہے کہ دنیا میں پہلا کافر ابلیس لعین ہے اور اس کا کفر نص کی بناء پر ہے اور وجوہ بھی تکفیر مرزائیں کے آیات واحادیث سے بکثرت ملتی ہیں۔ مرزائیوں سے ارتباط اسلامی نصوص آیات واحادیث سے ممنوع ہے۔ جملہ تکالیف شرعیہ وارشادات اسلامیہ ان سے کیا معنی رکھتے ہیں۔ بلکہ جو شخص ان کی تکفیر میں تامل کرے اس پر بھی مخالفت کفر ہے اور یہ پہلا زینہ دخول فی المرزائیت ہے۔‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۱۱)

(۱۳۰۵)

عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ (کوٹلہ رحم علی شاہ)، مولانا

(وفات:۹؍اپریل ۱۹۷۵ء)

جمعیۃ علماء اسلام ضلع مظفرگڑھ کے رہنما، ممتاز عالم دین تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے منّاد اور نفاذ اسلام کے لئے سرگرم رہے۔

(۱۳۰۶)

عبدالخالق ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی

(وفات:۲؍جنوری ۱۹۸۴ء)

آپ ۱۹۱۴ء میں علاقہ گلی دیوی ہزارہ میں مولانا قاضی میراحمد رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے ہی حاصل کی جو علاقہ کے معروف علماء میں سے تھے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۳۵۳ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۳۵۶ھ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا

حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث شریف پڑھ کر سند حاصل کی۔ واپس آ کر اپنے علاقہ میں درس وتدریس کا شغل اختیار کرلیا۔ دور دور سے طلباء آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی علمی پیاس بجھانے لگے۔ آپ کے والد صاحب نواب آف انب کی طرف سے منصب قضاء پر فائز تھے۔ ان کے انتقال کے بعد نواب صاحب نے اس منصب پر آپ کی تعیناتی کر دی۔ اس عرصہ میں لاہوری قادیانیوں نے ریاست میں پر پرزے نکالنے شروع کئے۔ آپ ان کے لئے سر سکندری ثابت ہوئے۔ آپ کے جرأت مندانہ فیصلوں کے باعث قادیانیت کے مقدر میں پسپائی اور ذلت ورسوائی آئی۔ یوں قادیانیوں کو ریاست انب سے نکال دیا گیا۔ آپ نے ردقادیانیت میں ''فتویٰ علمائے پنجاب وہندوستان'' پر توثیقی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۱۹۹)

گلی دیوی ہی میں آپ کی تدفین ہوئی۔ (اورنگزیب اعوان)

(۱۳۰۷)

عبدالدیان دامانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۵/اپریل ۱۹۷۱ء)

مولانا عبدالدیان بن مولانا عبداللہ جان رحمۃ اللہ علیہ موضع دامان ضلع اٹک میں پیدا ہوئے اور آپ کے والد ماجد مولانا عبداللہ جان رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۴۴ء میں اپنے آبائی گاؤں موضع کانڑاں غربند (سوات) سے حصول تعلیم کے لئے تشریف لائے تھے۔ مولانا محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ مولانا محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح مولانا عبداللہ جان رحمۃ اللہ علیہ سے کر دیا۔ یوں آپ دامان میں آباد ہوگئے۔ مولانا عبدالدیان رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور دورۂ حدیث مولانا عبدالعلی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی سے کیا۔ دورۂ حدیث کے بعد دارالعلوم دیوبند میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا۔ آپ اپنے مخلص دوست مولانا قاضی غلام جیلانی شمس آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ڈھاکہ اور نرائن گنج کے علاقوں میں قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند کرتے رہے۔ آپ مشہور مجاہد وغازی مولانا فضل واحد المعروف حاجی ترنگزئی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔

تقسیم ہند سے پہلے جمعیۃ علماء اٹک کے رکن رکین تھے۔ پاکستان کے معرض وجود کے بعد جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت اختیار کی۔ زندگی کے آخری تین دنوں میں صرف شہد پانی میں ملا

کر استعمال فرمایا۔ تہجد کے وقت ۲ بجے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے مسکراتے لبوں سے خالق حقیقی سے جا ملے۔ دن تین بجے آپ کے صاحبزادہ وخلف الرشید مولانا ظہور الحق رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی مرقد دامان میں ہی واقع ہے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے عقائد باطلہ پر اپنی تصدیق ثبت کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۲۸۸)

(۱۳۰۸)

عبدالرب رحمۃ اللہ علیہ (دہلی)، مولانا

(وفات: محرم ۱۳۰۵ھ)

حضرت مولانا عبدالرب دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا اسم گرامی عبدالخالق حسینی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ کا شمار مشاہیر علماء میں تھا۔ وعظ ونصیحت میں آپ کی شخصیت لاجواب تھی۔ میدان خطابت میں آپ موقع شناس تھے۔ عوام الناس کی ذہنی سطح کو مدنظر رکھتے ہوئے بیان فرمایا کرتے تھے۔ سہارنپور شہر میں آپ نے عالی شان مسجد تعمیر کی۔ جامع مسجد خوبصورتی ومضبوطی کے اعتبار سے قابل دید تھی۔ آپ نے دہلی میں شاہجہانی طرز پر مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ آپ نے کئی رسائل اردو میں تصنیف فرمائے۔ دہلی میں وصال ہوا۔ جب آپ مدرسہ حسین بخش دہلی میں مدرس تھے۔ تب آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۰۹)

(۱۳۰۹)

عبدالرحمٰن بن ابی الشعیب برکاتی رحمۃ اللہ علیہ (مراکش)، فضیلۃ الشیخ

آپ مراکش کے رہنے والے تھے۔ آپ نے حیات مسیح علیہ السلام کے سلسلہ میں فتویٰ دیا کہ:

الحمد للہ لقد اطلعت علیٰ ماکتبہ علماء الاسلام من الرد علی الطریقۃ القادیانیۃ وانی لا ئید جمیع ما کتبہ العلماء فی رد ھٰذہ الدعوۃ المناقضۃ للکتاب والسنۃ وکل من کذب بنزول المسیح فی آخر الزمان وانہ سیحکم بشریعۃ محمد ﷺ وکذب فی انہ ما قتل ولا صلب ولکن رفعہ اللہ الیہ، فھو مرتد عن الاسلام. کتبہ: عبدالرحمٰن بن ابی شیبہ سامحہ اللہ

۱۲/ذی القعدہ ۱۳۸۷ھ/۱۲/فبرایر ۱۹۶۸ م

الحمدللہ! کہ قادیانی مذہب کے متعلق جو کچھ علمائے اسلام نے لکھا ہے، میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے اور میں علمائے کرام کی ان تمام عبارات کی تائید کرتا ہوں جوانہوں نے مرزا قادیانی کی قرآن وسنت سے متصادم دعوت کے رد میں لکھی ہیں اور جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخری زمانے میں نزول اور شریعت محمدی کے مطابق آپ کے فیصلے کرنے کا انکار کرے یا قرآن کریم کی اس آیت پر یقین نہ رکھے جس میں فرمایا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے ہیں نہ سولی پر چڑھائے گئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف انہیں بلا لیا ہے تو وہ مرتد اور اسلام سے خارج ہو گیا۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۴۲)

(۱۳۱۰)

عبدالرحمٰن پوربی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حافظ

مولانا حافظ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ پورب کے رہنے والے تھے۔ مولانا نور الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی۔ حدیث کی تکمیل حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ بعد از فراغت حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ کچھ عرصہ میں صاحب نسبت ہوگئے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت بیعت عطاء فرمائی۔ آپ کی وفات بھی گنگوہ میں ہوئی۔ آپ نے ردقادیانیت پر ''القول الصحیح فی مکائد المسیح'' نامی فتویٰ میں تائیدی دستخط کئے۔

(۱۳۱۱)

عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، مولانا

(ولادت:۱۹۲۴ء ...... وفات:۱۱رجولائی۱۹۷۲ء)

آپ موضع کھوکھر زیر، چکوال کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولوی قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ ایک ریٹائرڈ فوجی افسر تھے۔ اپنے گاؤں میں قرآن پاک حفظ کیا۔ ابتدائی دینی تعلیم کا آغاز مسجد عیدگاہ گجرات سے کیا۔ مزید قرآن وسنت کی اعلیٰ تعلیم کے لئے دہلی کی مشہور دین درسگاہ مدرسہ امینیہ میں داخلہ لیا۔ خوش بختی ہے آپ کی کہ اس وقت جامعہ کے صدر مدرس مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کا شمار بہت جلد حضرت مفتی صاحب کے چہیتے شاگردوں میں ہونے لگا۔ بعد تکمیل تعلیم، جامعہ طبیہ دہلی سے امتیازی

نمبرات میں طب کی ڈگری بھی حاصل کی۔۱۹۴۴ء کے لگ بھگ بطور طبیب گوجرانوالہ سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔حکمت کے ساتھ ساتھ دو ادبی رسالے’’الشان‘‘اور’’خادم‘‘کے نام سے جاری کیئے۔جامع مسجد محمدی میں مدرسہ اساس العلوم رحمانیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا۔۱۹۶۸ء میں محکمہ اوقاف میں چلے گئے۔کچھ ہی عرصہ بعد بادشاہی مسجد لاہور کا خطیب مقرر کر دیا گیا۔بلاشبہ یہ بڑا اعزاز تھا۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران آپ نے اسلامیان گوجرانوالہ کی بھرپور رہنمائی اور قیادت کا حق ادا کیا۔مولانا کو ان کی وصیت کے مطابق بڑے قبرستان گوجرانوالہ میں دفن کیا گیا۔
شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم سعودی عربیہ نے مسئلہ حیات مسیح،رفع ونزول پر عربی میں ایک مفصل فتویٰ لکھا۔پاکستان بھر میں علماء نے اس فتویٰ کی بھرپور تائید وتوثیق کی۔آپ نے بھی’’جواب درست ہے‘‘لکھ کر دستخط کیئے۔

(۱۳۱۲)

عبدالرحمٰن جمالی رحمۃ اللہ علیہ(ساند عمرکوٹ)،مولانا

(پیدائش:۱۹۳۵ء ...... وفات:یکم/اکتوبر۲۰۱۶ء)

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جمالی رحمۃ اللہ علیہ ساند زوڑ قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔افغانستان میں ہلمند ندی کے کنارے پر بست شہر کے قریب زوڑ نامی ایک پہاڑ پر یہ قوم آباد ہے۔پرانے زمانے میں اس پہاڑ پر زوڑ نامی بت بھی ہوا کرتا تھا جس کی پوجا کی جاتی تھی۔آپ کا خاندان افغانستان سے ہجرت کر کے پہلے لسبیلہ کراچی آیا پھر آپ کے ماموں کی وفات کے بعد پورا خاندان میرپورخاص سندھ میں پیر غلام رسول شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے گوٹھ کے قریب ٹو خاص خیلی کے گاؤں آکر بسا۔

۱۹۴۷ء میں سامارو شریف کے قریب غلام حیدر سریوال کے گوٹھ میں ایک ہندو سے پرائمری کلاس پڑھی جو بعد میں مسلمان ہوگیا تھا۔۱۹۵۰ء میں عمرکوٹ تعلقہ کے گوٹھ ولھیٹ میں دینی تعلیم کا آغاز کیا۔اساتذہ کی محنت اور اپنی دلچسپی سے عربی کی تعلیم ۱۳۷۷ھ میں ولھیٹ سے ہی مکمل کی اور دستار بند ہوئے۔عربی فارسی اور دنیوی تعلیم کے استاذ مولانا شیخ عبدالسمیع ساند رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ایک ہی استاذ سے عربی علوم کی تعلیم مکمل کی۔

دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ۱۹۵۸ء میں کالج کا داخلہ لیا۔۱۹۶۱ء تک مختلف دنیوی فنون

میں اچھے نمبرز سے پاس ہوتے رہے۔ ان سے متاثر ہوکر غلام مرتضی بھٹو نے ٹریننگ کالج میں لیکچرار کے لئے ۱۷ گریڈ کی نوکری کا آرڈر دیا۔ عین اسی سال مولانا عزیز اللہ ساند رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالسمیع ساند رحمۃ اللہ علیہ گاؤں میں آئے اور کہا کہ آپ مدرسہ مظہر العلوم ولہیٹ میں عربی کی تعلیم دیں۔ مدرسہ میں عربی کے لئے اچھا استاذ نہیں ہے۔ تب لیکچرار کی نوکری چھوڑ کر اساتذہ کے حکم پر یکم مئی ۱۹۶۰ء میں مدرسہ ولہیٹ عمرکوٹ میں عربی کی تعلیم دینا شروع کی۔ عربی کی تعلیم میں پہلی دستار بند شاگرد علماء کی کھیپ میں مولانا محمد طلحہ جو آپ کے پرائمری کے استاذ تھے، بھی شامل تھے۔

میاں نصیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبدالکریم ساند رحمۃ اللہ علیہ کے دادا تھے۔ جب سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا لشکر ولہیٹ کے راستے گزر رہا تھا اس وقت میاں نصیر مدرسہ ولہیٹ چلا رہے تھے۔ اس مدرسہ کی بنیاد میاں محمد رحیم رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۱۸۴ھ میں مخدوم محمد ابراہیم بن مخدوم عبداللطیف بن مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ سے رکھوائی۔ ۱۹۳۶ء میں مدرسہ میں رسالہ ولہیٹ قرآنی کے جاری ہونے سے مدرسہ کی تعلیم میں اور مالی معاونت میں رکاوٹیں پیش آئیں۔ اس لئے یہ رسالہ دوسال بھی نہ چل سکا۔ ۱۹۳۸ء میں مولانا عزیز اللہ ساند رحمۃ اللہ علیہ کو رسالہ بند کرنا پڑا۔ اس مدرسہ کا دوبارہ احیاء ۱۹۴۹ء میں شیخ مولانا عبدالسمیع ساند رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔ ۱۱۸۴ھ سے آج ۱۴۳۸ھ تک اپنی دینی تعلیم اور سندھی تہذیب اور تشخص کو جاری رکھے ہوئے ہے۔

دینی تعلیم کے علاوہ دنیوی تعلیم، تاریخ اسلام، تقابل ادیان، مناظرے، فیصلے، فتاوی جات اور برصغیر کی تاریخ پر مہارت رکھتے تھے۔ سندھ کی تہذیب اور جغرافیائی سرحدوں سے خوب واقف تھے۔ ہر مسئلے کا حل بروقت بتاتے اور حوالہ کے لئے کتاب کا نام اور صفحہ بھی بتادیتے۔ حکمت و دانائی کا وافر حصہ من جانب اللہ میسر تھا۔ اہل علاقہ کے مسائل بھی حل کرتے تھے۔ آپ کی رائے کا بڑا احترام کیا جاتا تھا۔ مسلمانوں کے تنازعات فتاوی کے ذریعے اور ہندوؤں اور سکھوں کے مسائل حکمت وبصیرت سے حل کرتے۔

۱۹۹۰ء سے تازم زیست جامع مسجد عمرکوٹ کے خطیب اور پیش امام رہے اور آپ نے مدرسہ مظہر العلوم شاخ ولہیٹ بھی عمرکوٹ میں قائم کیا جو کہ وفاق المدارس سے ملحق ہے۔ آپ خود دورہ حدیث بنین و بنات میں پڑھاتے رہے۔ آپ کی سند کا واسطہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ یہ سند ۱۹؍واسطوں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک جاتی ہے۔ آپ کی سند اجازت سے ملکی وغیر ملکی نامور علماء کرام بھی مستفیض ہوتے رہے ہیں۔ یہ سب ریکارڈ مدرسہ کے رجسٹر میں موجود ہے۔

آپ نے مذہبی، سیاسی و سماجی خدمات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مولانا جمالی

سانند رحمۃ اللہ علیہ جمعیت علماء اسلام کے تین مرتبہ مرکزی مجلس شوریٰ کے ممبر نامزد ہوئے۔ آپ ۱۹۹۵ء سے ۲۰۰۰ء تک جے یو آئی کے ضلعی امیر بھی رہے۔ ضلع بھر میں ختم نبوت کے چھوٹے، بڑے پروگراموں کی نگرانی اور صدارت فرماتے اور مبلغین ختم نبوت کی رہنمائی بھی فرماتے۔ اہل علاقہ کے مسائل بھی حل کرتے۔

آپ نے مولانا عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حاجی محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور خلافت حاصل کی۔ آپ نے مولانا محمد حسن عباسی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی قادری طریق پر بیعت کی تھی۔

لواحقین میں پانچ بیٹے، تین بیٹیاں بقید حیات ہیں۔ آپ کے بڑے بیٹے مولوی عبدالقادر ہیں جن کی فراغت ۱۹۹۵ء میں مدرسہ دارالفیوض سے ہے۔ مولوی علی احمد آپ کے جانشین ہیں جو ۲۰۰۳ء میں دارالعلوم کراچی سے فاضل ہیں۔ آپ نے ان کو ۲۰۱۶ء میں مدینہ منورہ میں بخاری کا درس پڑھایا۔

آپ کی وفات پر مسلمانوں اور ہندوؤں نے مل کر عمرکوٹ شہر بند کیا۔ مسلمان جنازے میں شریک تھے جب کہ ہندو چاروں طرف ادب سے کھڑے تھے۔ ہر ایک آنکھ اشک بار تھی۔ یکم؍اکتوبر ۲۰۱۶ء کو آپ کی طبیعت خراب ہوئی۔ راجپوتانہ ہسپتال حیدرآباد میں روح پرواز ہوئی اور نماز جنازہ ۲؍اکتوبر بروز اتوار صبح ساڑھے نو بجے آپ کے فرزند مولوی عبدالقادر کی امامت میں ادا کی گئی۔ مدرسہ مظہر العلوم ولہیٹ کی جامع مسجد کے قریب اپنے شیخ مولانا عبدالسمیع سانند رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں آخری آرام گاہ نصیب ہوئی۔ (پروفیسر حافظ نور محمد)

(۱۳۱۴)

عبدالرحمٰن غازی جہلمی رحمۃ اللہ علیہ، جناب

(وفات: ۱۰؍مارچ ۱۹۶۷ء)

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی، جنگ آزادی کے نڈر سپاہی، آزادی کشمیر کے حدی خواں، ختم نبوت کے مشن کے سربرآوردہ رہنما، جہلم میں آپ کا وجود باطل کے لئے کھلا چیلنج۔ دینی حمیت وغیرت کا جیتا جاگتا نشان تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام، مجلس احرار، مجلس تحفظ ختم نبوت وہ سب کا مشترکہ سرمایہ تھے۔ ان سے دینی جدوجہد کا ایک باب قائم تھا۔

(۱۳۱۴)

عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (چنوں موم)، مولانا حافظ

مولانا حافظ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ بھارت کے ضلع لدھیانہ کے علاقہ کتبہ میں ۱۹۳۱ء کے دوران ملک علی محمد کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کے اندر ہی حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید مولانا رحمت علی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ سے حاصل کی اور صرف ۱۲ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت سے سرفراز ہوگئے۔ حفظ قرآن مجید کے بعد مزید دینی تعلیم کے لئے لدھیانہ شہر میں مولانا رحمت علی رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ ایک مرکز میں داخلہ لیا۔ مگر یہ سلسلہ تعلیم، تقسیم ملک کے باعث پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔ قیام پاکستان کے بعد مولانا حافظ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ابتداء میں شیخوپورہ بعدازاں ضلع سیالکوٹ کے معروف قصبہ ''چنوں موم'' آ گئے اور پھر یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ ہجرت کے وقت حافظ صاحب کی عمر صرف ۱۶ سال تھی۔ آپ نے اپنے اکابر کی سنت کے مطابق چنوں موم میں دینی مدرسہ اور مسجد کی بنیاد رکھی اور سلسلہ بیعت حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ آف فیصل آباد سے جوڑا، جنہوں نے تاحیات عملاً سرپرستی فرمائی۔ بعدازاں ان کے فرزند ارجمند مولانا سعیدالرحمٰن انوری رحمۃ اللہ علیہ اور اب ان کے لائق فرزند جناب مولانا رشیدالرحمٰن انوری فرما رہے ہیں۔

حافظ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص اور قائم کردہ مرکزی مدرسہ تعلیم الاسلام کی تعلیمی شہرت اطراف میں تھوڑے ہی عرصہ میں اتنی زیادہ ہوگئی کہ مختلف علاقوں کے دیندار حضرات نے مسجد ومدرسہ کے لئے اپنی پراپرٹیز دینا شروع کردیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قرب وجوار اکبر آباد، پکی کوٹلی، فتح گڑھ اور غوثپورہ میں تعلیم الاسلام جامع مسجد نور کے نام سے مرکزی مدرسہ کی برانچیں قائم ہوگئیں۔ تدریس قرآن کی برکات دور دور تک پھیلیں۔ سیالکوٹ، نارووال، گوجرانوالہ وغیرہ کے مختلف علاقہ جات سے ہزاروں طلباء نے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی۔ چنوں موم کے باسیوں کا کہنا ہے کہ اس قصبہ کا ہر گھر بالواسطہ یا بلاواسطہ حافظ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کا فیض یافتہ ہے۔ علاقہ میں بڑے حافظ جی کا لقب حافظ عبدالرحمٰن کی شناخت بن چکا تھا۔ آپ نے مسلک حق اہل السنّت والجماعت حنفی دیوبندی کی تعلیم وترویج اور اشاعت کے لئے شب وروز کام کیا۔ مختلف مواقع پر قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ مگر پائے استقلال میں کبھی لغزش نہیں آئی۔

حافظ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے لوگوں کو مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا دوست محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بشیر احمد پسروری رحمۃ اللہ علیہ اور امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ جیسے علمائے حق کی زیارت کا شرف حاصل ہوا جو وقتاً فوقتاً حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر چنوں موم تشریف لاتے رہے اور جن کے وعظ وتبلیغ سے علاقہ میں توحید وسنت کی بہاریں اب بھی دکھائی دیتی ہیں۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ختم نبوت کے محاذ پر بڑی دانشمندی سے کام کیا جس کے نتیجہ میں قصبہ چنوں موم قادیانیت کے اثرات سے پاک ہوا۔ سیاسی لحاظ سے آپ جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ تھے اور متحدہ جمعیۃ کے زمانے میں ضلع سیالکوٹ بشمول نارووال کے جنرل سیکرٹری تھے۔

حافظ صاحب ۲۰۱۲ء کے آخر میں شدید بخار کے حملہ میں سردرد کے عارضہ میں مبتلا ہوگئے۔ دوران علالت تلاوت قرآن مجید، ذکر الٰہی اور ہاتھ میں تسبیح جزولازم کے طور پر ساتھ رہی اور بالآخر ۲۶؍اپریل ۲۰۱۶ء کو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس دارفانی سے رحلت فرمائی اور انہیں وصیت کے مطابق مرکزی مدرسہ تعلیم الاسلام کے احاطہ میں ہی سپرد خاک کردیا گیا۔ خدا رحمت کندایں عاشقان پاک طینت را۔ (حضرت مولانا زاہد الراشدی، گوجرانوالہ)

(۱۳۱۵)

عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (حسن ابدال)، مولانا حکیم

(وفات: ۲۷؍مئی ۱۹۸۳ء)

جمعیۃ علماء اسلام حسن ابدال کے ممتاز ومتحرک رہنما تھے۔ مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق تھا۔ عقیدۂ ختم نبوت کے چلتے پھرتے مبلغ تھے۔

(۱۳۱۶)

عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۱۲۷۳ھ)

مولانا عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق پنجاب سے تھا۔ بچپن میں ان کی آنکھیں ضائع

ہوگئی تھیں۔ نعمت بصارت کے چلے جانے کے بعد رب کریم نے آپ کو حافظہ جیسی نعمت عطاء فرمائی۔ نابینا ہونے کی وجہ سے اپنے کسی ساتھی سے درسی کتب بمع حواشی سنتے اور کمرہ کے دروازہ بند کر کے تنہائی میں سنے ہوئے سبق پر غور فکر کرتے۔ اس کے بعد اپنے طلباء کرام کو درس دیتے۔ آپ علم ہیئت، ہندسہ، علوم ریاضی کے ماہر استاذ تھے۔ علوم آلیہ کو بغیر کسی دائرہ، خط اور آلات کے پڑھانا قابل تعجب اور خداداد صلاحیتوں کا اظہار تھا۔ شیخ رحمت اللہ بن خلیل کرانوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ سے استفادہ کیا۔ مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی میں آپ مدرس تھے۔ تب آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ پر تائیدی دستخط کئے تھے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۰۹)

(۱۳۱۷)

عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (راہوں والے)، جناب چوہدری

چوہدری عبدالرحمٰن قصبہ راہوں ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ بڑے زمیندار تھے اور عموماً پنجاب اسمبلی کے ممبر ہوا کرتے تھے۔ کھدر پوش تھے اور چوہدری افضل حق مرحوم کے مرید متصور ہوتے تھے۔ ہمارے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے تھے۔ بڑے مذہب پسند اور نیک سیرت تھے۔ مرزائی اور انگریز دشمنی ان کے خمیر میں گندھی ہوئی تھی۔ ہم لوگوں سے بڑا پیار کرتے تھے اور نہایت عزت واحترام سے پیش آتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد میں نے انہیں ایک دفعہ بیڈن روڈ لاہور پر دیکھا تھا۔ ان کی لڑکی جوان ہوئی اور اتفاقاً جماعت اسلامی کے لٹریچر سے متاثر ہوئی تو اس کے رجحان ومیلان کو ترجیح دیتے ہوئے اور تمام راجپوتی بندھ توڑ کر مولانا امین احسن اصلاحی کو بیاہ دی۔ جو ضلع اعظم گڑھ کے ایک جاٹ خاندان سے متعلق ہیں۔ انہوں نے راجپوت برادری کے تمام رواجات اور قوانین توڑ کر اپنی قوم میں ایک نرالا کام کیا تھا۔ یہ ان کی اسلام سے محبت کا بین ثبوت ہے۔ خداوند تعالیٰ انہیں سایۂ رحمت میں جگہ دے۔ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۳۱۸)

عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (راہوں والے)، مولوی

مولوی عبدالرحمٰن راہوں ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ بڑے عالم اور پایہ کے بزرگ تھے۔ مرزائیت کے خلاف خصوصی جذبہ رکھتے تھے اور انگریز کے بھی شدید مخالف تھے۔

بڑے ہنس مکھ انسان تھے۔ چوہدری افضل حق کے شیدائی تھے۔ دفتر احرار لاہور میں ان سے عموماً ملاقات ہوتی تھی۔ سچیت گڑھ ضلع سیالکوٹ سے گرفتار ہوکر جب میں جالندھر جیل میں مقید تھا تو وہ ہماری خبرگیری کے لئے جیل تشریف لایا کرتے تھے۔ میں نے ان سے تفسیر حقانی جیل میں منگوائی تھی۔ افسوس کہ ہماری رہائی اچانک ہوئی اور ہمیں مجبوراً جیل سے نکلنا پڑا اور تفسیر حقانی جیل کی کوٹھڑی میں رہ گئی۔ میں مولوی صاحب کا بڑا ممنون ہوں کہ وہ ہم سے للہ محبت کرتے تھے۔

(مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۳۱۹)

عبدالرحمٰن سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا عبدالرحمٰن بن مولانا احمد علی محدث سہارنپوری شارح بخاری کے گھر میں پیدا ہوئے۔ وہیں پلے بڑھے اور اپنے والد صاحب سے ہی علم حدیث حاصل کیا۔ فن لغت، ادب شیخ فیض الحسن سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھے۔ عالم کبیر بنے اور ایک مدت تک سہارنپور میں ہی پڑھاتے اور عوام الناس کو فائدہ پہنچاتے رہے۔ شیخ کبیر حاجی امداد اللہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکی کے ہاتھوں بیعت کی۔ مرزا قادیانی کے کفر پر ''فتویٰ تکفیر قادیان'' میں تائیدی دستخط کر کے مہر ثبت کی۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۶۶)

(۱۳۲۰)

عبدالرحمٰن شاہ چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا پیر سید

(ولادت: ۱۹۲۶ء ...... وفات: ۱۲؍فروری ۱۹۹۹ء)

آپ ہروئی والا سلطان پور حسن ابدال میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام پیر ضیاء الدین مشہدی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ مدرسہ نعمانیہ لاہور، بھوئی شریف ضلع اٹک، امرتسر، رمداس، کڑیانوالہ، گجرات وغیرہ میں پڑھتے رہے۔ تحریک پاکستان کے لئے سرگرم رہے۔ ملکوال ضلع سرگودھا میں خدمات سرانجام دیں۔ تحریک ختم نبوت کے سرگرم رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ تحریک ختم نبوت میں آپ گرفتار بھی ہوئے۔ اپنے گاؤں میں مزار شریف ہے۔

(۱۳۲۱)

عبدالرحمٰن قاسمی رحمۃ اللہ علیہ (چکوال)، مولانا صاحبزادہ

(وفات: ستمبر ۱۹۹۱ء)

پاکستان کے نامور پیر طریقت حافظ غلام حبیب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ چکوال کے جانشین، مولانا صاحبزادہ عبدالرحمٰن قاسمی رحمۃ اللہ علیہ، جمعیۃ علماء اسلام (س) کے سیکرٹری جنرل پنجاب، ممتاز عالم دین روحانی سلسلہ کے پیشوا اور ولی ابن ولی تھے۔ آپ مرنجاں طبیعت کے عالم دین تھے۔ والدگرامی کے بعد ہر سال سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر پر تشریف لاتے تھے۔ بہت ہی درد دل رکھنے والے قومی رہنما تھے۔

(۱۳۲۲)

عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (کلروالی)، مولانا

کلروالی تحصیل علی پور ضلع مظفرگڑھ کے مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ تھے جو بہت ہی خوبیوں کا مرقع تھے۔ دل ودماغ سے احراری اور خالص احراری تھے۔ ان کے وجود سے قادیانیت خم کھاتی تھی۔

(۱۳۲۳)

عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (کیمبل پور)، مولانا

(وفات: اکتوبر ۱۹۶۶ء)

کیمبل پور پنجاب کے رہائشی تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد پہلے مظاہر العلوم سہارنپور پھر دارالعلوم دیوبند سے کتب حدیث کی تکمیل کی۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے آخری تلامذہ میں سے تھے۔ فراغت کے بعد مظاہر العلوم سہارنپور مدرس مقرر ہوئے۔ جب حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ ہجرت کا قصد کیا تو صدارت تدریس پر آپ کو منتخب کیا۔ تقسیم پاکستان کے بعد وطن واپس آ گئے اور ملتان، ٹنڈو الہ یار، اکوڑہ خٹک کی بڑی بڑی درسگاہوں میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ آپ نے دارالعلوم ٹنڈو الہ یار میں تدریس کے دوران

ردقادیانیت پرفتویٰ حیات مسیح علیہ السلام میں صورت مسئولہ پر جوابی تحریر لکھی کہ: ’’سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی اورقرب قیامت (میں) ان کا نزول قرآن مجید، احادیث متواترہ اوراجماع امت سے ثابت ہےاور یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔ جواس اجماعی عقیدے، ثابت بالکتاب والسنۃ کاانکارکرے یااس میں کسی قسم کی تاویل کرے گا۔وہ کافراوردائرہ اسلام سے خارج ہے۔‘‘

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۸۹)

(۱۳۲۴)

عبدالرحمٰن ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ،مولانا مفتی محمد

(ولادت:۱۹۰۰ء وفات:۱۴/اگست ۱۹۴۷ء)

مولانا عبدالرحمٰن ’’دوبندی‘‘نزدخانپورہری پورہ میں جناب برہان الدین کے ہاں پیدا ہوئے۔ابتداءًا پنے علاقہ میں، پھرکیمبل پور(اٹک) میں پھرمدرسہ نعمانیہ لاہورمیں تین سال تعلیم حاصل کی۔اعلیٰ تعلیم کے لئے امرتسر چلے گئے۔وہاں مولانا مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ (بانی جامعہ اشرفیہ لاہور) سے چندکتب پڑھیں۔پھردارالعلوم دیوبند داخل ہوئے۔دوسال میں موقوف علیہ کی تکمیل کرنے کے بعد علامہ انورشاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ودیگرحضرات سے دورۂ حدیث پڑھ کرسند فراغت حاصل کی۔فراغت کے بعد پہلے تین سال نصرۃ الحق امرتسر پھر۲۵ سال تک مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔تقسیم ملک سے دوماہ پہلے امرتسر سے بیمار ہوکراپنے گاؤں ’’دوبندی‘‘ چلے آئے اوررمضان المبارک میں ۱۴/اگست کو فجر کی اذان کے وقت وصال ہوا۔ آپ کے فرزند مولوی عبیدالرحمٰن نماز جنازہ پڑھائی۔مولانا عبدالرحمٰن ہزاروی نے فتویٰ تکفیر قادیان میں سائل کے جواب میں درج ذیل عبارت پیش کرکے قادیانیوں کے عقائد پر بطلان کی مہرثبت کی۔آپ نے لکھا کہ’’عقائدمرقومہ کا معتقداورمصداق یقیناً اسلام سے خارج ہےاورکسی مسلمان عورت کا نکاح ایسے شخص سے جائزنہیں اورتصدیق بعدازنکاح موجب افتراق ہے۔تمام کتب فقہ میں ہے۔’’وارتداد احدھما فسخ فی الحال ‘‘کہ بیوی میاں سے کسی کا مرتد ہونا نکاح فوراً فسخ کرتا ہے۔‘‘

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۷۴)

(۱۳۲۵)

عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (ہموکہ وجھ ضلع سرگودھا)، جناب قاری

(وفات: اکتوبر ۱۹۶۵ء)

مولانا قاری عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ہموکوی مجاہد اور خادم دین تھے۔ اپنے علاقہ میں عظمت ختم نبوت وعظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ جمعیۃ علماء اسلام کے معاون وحامی اور گہری دلچسپی ووابستگی رکھنے والے تھے۔

(۱۳۲۶)

عبدالرحیم چاچڑ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۲۰ رنومبر ۲۰۱۶ء)

مرکزی جامع مسجد پنوعاقل کے خطیب، مرحوم شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث مولانا عبدالقدیر رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید مدرسہ دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی کے فضلاء میں سے تھے۔ اصلاحی تعلق ہالیجی شریف پنوں عاقل سے تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرپرستوں میں سے تھے۔ علالت کے باوجود آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شرکت فرماتے۔ وفات کے سال کمزوری وعلالت کی وجہ سے شریک نہیں ہوسکے۔ جس کا انہیں شدید رنج تھا۔ ۳۵ سال تک پنوں عاقل کی مرکزی مسجد کے امام وخطیب رہے۔ رمضان المبارک میں مجلس کے لئے بھرپور مالی اعانت کی اپیل کرتے۔ مبلغ صاحب سے فرماتے کہ آپ ممبر کے قریب تشریف رکھیں۔ خود آخر میں رومال بچھا کر نمازیوں کو متوجہ فرماتے رہتے۔ اللہ پاک مغفرت فرمائیں۔ آپ کی عمر ۷۵ سال تھی۔

(۱۳۲۷)

عبدالرحیم غزنوی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید

آپ مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ صاحبزادوں میں سے ایک تھے۔ جید

عالم دین اور مفتی تھے۔ حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے ملعون قادیان کے خلاف صورت مسئولہ لکھ کر ملک بھر کے علماء کرام سے فتویٰ طلب کیا۔ اس پر مولانا عبدالرحیم غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تحریر فرمایا:

الحمد للہ نحمدہ ونستعینه ونسأله الهدیٰ وصلی الله علیٰ محمد وآله، والمسئول عنه عندی مطفیٔ لنور الله والله متم نوره ولو کره الکافرون، محرف للکتاب والسنة وتحریفه اشد من تحریف الیهود والنصاریٰ ومخالف لجمیع المسلمین وخالع لربقة الاسلام من عنقه وان مات علیٰ ذالک فیقدم قومه یوم القیامة فاوردهم النار وبئس الورد المورود واتبعوا فی هٰذه لعنة ویوم القیامة یردون الیٰ اشد العذاب، رب اعوذ بک من درک الشقاء وسوء القضاء النجا النجا. عبدالرحیم بن عبدالله الغزنوی

اللہ کی سب تعریف ہے، ہم اس کا شکر کرتے ہیں اور اس سے مدد چاہتے ہیں اور اس سے ہدایت کا سوال کرتے ہیں۔ جس شخص کے حال سے اس فتوے میں سوال وجواب ہے۔ وہ میرے خیال میں خدا کے نور (اسلام) کو بجھانا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے۔ اگرچہ کافر اس سے ناخوش ہوں۔ وہ کتاب اللہ وسنت میں تحریف کرنے والا ہے۔ اس کی تحریف یہود ونصاریٰ کی تحریف سے سخت تر ہے اور وہ سبھی مسلمانوں کا مخالف ہے اور وہ اپنی گردن سے اسلام کی رسی نکالنے والا ہے۔ یہ اسی اعتقاد پر مرا تو قیامت کے دن اپنی پیرو قوم کے آگے آگے ہوگا اور ان کو آگ میں وارد کرے گا۔ وہ آگ بری جائے ورود ہے۔ ان سب (اتباع ومتبوع) پر دنیا میں لعنت پڑتی ہے اور قیامت کے دن یہ سخت عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے۔ اے خدا! میں تیری پناہ چاہتا ہوں بدبختی کے پکڑنے اور بری قضا سے۔ لوگو! اپنا آپ بچاؤ، نجات کو لازم پکڑو۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۱۷۵)

(۱۳۲۸)

عبدالرحیم گورداسپوری رحمۃ اللہ علیہ، جناب خواجہ

(وفات:۱۹۷۶ء)

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے قادیان میں ۱۹۳۴ء کے اکتوبر میں تقریر کی۔ آپ پر

کیس بنا۔ جس کا فیصلہ جی.ڈی کھوسلہ نے لکھا۔ اس زمانہ میں خواجہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ گورداسپور میں اسسٹنٹ کمشنر ہوا کرتے تھے۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق تھے۔ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ خواجہ صاحب کو پتلون والا ولی فرمایا کرتے تھے۔ خواجہ صاحب پاکستان بننے کے بعد متعدد عہدوں پر رہے۔ علمی، ادبی شخصیت تھے۔ قادیانی فتنہ کے خمیر سے واقف تھے۔ عمر بھر اس زہریلے سانپ سے ڈسوں کا علاج کرتے رہے۔

(۱۳۲۹)

عبدالرحیم نعمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: ۱۹۱۵ء ...... وفات: ۱۲/مارچ ۲۰۰۰ء)

ممتاز عالم دین، روحانی، سیاسی، سماجی رہنما تھے۔ بیعت کا تعلق حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ مدرسہ عربیہ اسلامیہ بورے والا کے مہتمم تھے۔ ۲۵ سے زائد مدرسے کی شاخیں قائم کیں۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی فکر اپنے مربی و شیخ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے ورثہ میں ملی تھی۔

(۱۳۳۰)

عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ (فورٹ عباس)، جناب صوفی

جناب صوفی عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ فورٹ عباس کی کاروباری شخصیت تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے ہر پروگرام پر پیش پیش ہوتے۔ اپنے علاقہ میں ختم نبوت کی پہچان تھے۔

(۱۳۳۱)

عبدالرشید ارشد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حافظ

(پیدائش: یکم/ستمبر ۱۹۳۲ء)

آپ ہری پور تحصیل نکودر ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام چوہدری تاج محمد تھا۔ سکول کی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ پھر مدرسہ عربیہ نکودر میں قرآن مجید حفظ کیا۔

مدرسہ رشیدیہ رائے پور میں حفظ قرآن کی تکمیل اور درس نظامی کی کتب پڑھیں۔ قیام پاکستان کے بعد میاں چنوں آ گئے۔ ۱۹۴۸ء میں خیرالمدارس ملتان میں داخلہ لیا۔ کچھ عرصہ مولانا محمد عبداللہ دھرم کوٹی کے ہاں اور جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں بھی پڑھا۔ ۱۹۵۳ء میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ملتان خیرالمدارس میں دورۂ حدیث شریف کیا۔ پہلے شاہ عالم مارکیٹ، پھر مال روڈ میں مکتبہ رشیدیہ لاہور میں قائم کیا۔ گرانقدر کتب شائع کرنے میں مثالی ادارہ ثابت ہوا۔ پھر آپ کی وفات کے بعد انحطاط کا شکار ہو کر ختم ہو گیا۔

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ ہر وقت مستعد رہے۔ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے دل و جان سے فدائی تھے۔ آپ نے ماہنامہ الرشید بھی جاری کیا۔ جس کے بڑے وقیع نمبر شائع کئے۔ ایک زمانہ میں یہ ماہنامہ پاکستان کے ممتاز رسائل میں شمار ہوتا تھا۔ حافظ صاحب ایک بھرپور محنتی انسان تھے اور آپ نے خدمات بھی خوب سرانجام دیں۔ ختم نبوت کانفرنسہائے چنیوٹ، برطانیہ میں بھی شرکت فرماتے رہے۔

(۱۳۳۲)

عبدالرشید انور رحمۃ اللہ علیہ، جناب حکیم

(پیدائش: ۸؍اپریل ۱۹۴۵ء ...... وفات: جنوری ۲۰۱۳ء)

مولانا حکیم عبدالرشید انور رحمۃ اللہ علیہ، حکیم عبدالسلام ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ جامعہ اشرفیہ لاہور سے دورۂ حدیث کیا۔ اپنے والد حکیم عبدالسلام مرحوم کی ہوبہو تصویر تھے۔ انتہائی مرنجان مرنج اور باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے۔ اکابر کی روایات کے امین اور پاسدار تھے۔ کافی عرصہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ہری پور کے امیر رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام سے بھی والہانہ وابستگی تھی۔ خوب مہمان نواز انسان تھے۔ خطیب العصر مولانا سید عبدالمجید ندیم مرحوم سے خاص یارانہ تھا۔ بیعت کا تعلق حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ ان کے مطب پہ ہر وقت علماء کرام کا اکٹھ رہتا تھا۔ دوسروں کے کام آ کر دلی خوشی محسوس کرتے تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خاص معاونین اور محسنین میں سے تھے۔ ایبٹ آباد اور ہری پور کی ختم نبوت کانفرنسوں کی رونق ہوتے تھے۔ مخدوم زادہ بھائی طارق محمود مرحوم سے بھی خاصی انسیت تھی۔ وہ جب بھی فیصل آباد سے ہری پور جاتے تو آپ کے مطلب پہ خاص محفل جمتی

تھی۔ جس میں مولانا قاری محمد بشیر مرحوم، مولانا قاری عبدالمالک عباسی مرحوم، مولانا قاری محمد یعقوب، مولانا مطیع الرحمٰن قاسمی، مولانا محمد تاج وغیرہ حضرات خصوصیت سے شریک ہوتے۔

۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریکہائے ختم نبوت میں آپ نے نمایاں خدمات سرانجادیں۔ قومی شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ کے اضافہ کی تحریک میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس حوالہ سے لال مسجد اسلام آباد میں منعقدہ ختم نبوت کانفرنس میں بھی شریک ہوئے۔ چناب نگر کی سالانہ کانفرنس میں بھی بارہا تشریف لائے۔ (اورنگزیب اعوان)

(۱۳۳۳)

عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا قاری

(ولادت: ۱۵/دسمبر ۱۹۴۹ء ...... وفات: ۲۲/اپریل ۱۹۹۲ء)

آپ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مولانا مفتی عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور کے ہاں پیدا ہوئے۔ مکمل تعلیم والد گرامی کے زیرنگرانی حاصل کی۔ جامعہ مدنیہ لاہور میں مولانا سید حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ درس نظامی کے بعد فاضل عربی اور میٹرک کے امتحانات بھی اعلیٰ نمبروں سے پاس کئے۔ بعدازاں جامعہ مدنیہ لاہور ہی میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے اور جامعہ مدنیہ میں رہتے ہوئے ایسی اعلیٰ تدریسی خدمات سرانجام دیں کہ آپ کا جنازہ بھی یہیں سے اٹھا۔ قدرت نے آپ کو بے شمار خصوصیات سے نوازا تھا۔ آپ ایک مضبوط عالم دین تھے۔ تدریسی، تقریری، تصنیفی اور مناظرہ تمام میدانوں کے بہترین شاہ سوار گویا اپنی ذات میں انجمن تھے۔ آپ نے جہاں مختلف موضوعات پر متعدد تقریری وتحریری مناظرے کئے وہیں آپ کا ایک مناظرہ حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ایک مرزائی سے بھی ہوا۔ جس میں آپ نے حیات عیسیٰ علیہ السلام قرآن مجید سے ثابت کر کے مرزائی مناظر کا ناطقہ بند کیا۔ فلحمد للہ علیٰ ذالک!

(۱۳۳۴)

عبدالرشید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

آپ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے عظیم مجاہد حضرت مولانا عبدالعزیز لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

کے دوسرے فرزند ہیں۔ لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ از اوّل تا آخر آپ کی تمام دینی تعلیم مدرسہ اللہ والا لدھیانہ میں ہوئی۔ آپ بہت محنتی، لائق اور فرمانبردار طالب علم تھے۔ آپ کو فارسی زبان پر مہارت حاصل تھی۔ آپ میں بے باکی اور حق گوئی کی وہ تمام صفات موجود تھیں جو علماء لدھیانہ کا شیوہ رہا ہے۔ آپ نے لدھیانہ شہر میں ایک دارالعلوم عزیزیہ کے نام سے قائم کیا۔ فتنہ قادیانیت کی سرکوبی اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی تبلیغ کو آپ نے اپنی زندگی کا مقصد اور نصب العین بنالیا تھا۔ فتویٰ ''القول الصحیح فی مکائد المسیح'' حضرت مولانا محمد آفاق لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ پر آپ کے تائیدی دستخط ثبت ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۵۱)

(۱۳۳۵)

عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، مولانا

(ولادت: ۱۳۳۳ھ ...... وفات: ۱۲/اگست ۱۹۹۹ء)

مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نامور عالم دین، محدث اور زیرک انسان تھے۔ بہاول پور جامعہ اسلامیہ کے شعبہ دینیات کے سربراہ رہے۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے شعبہ تخصص فی الحدیث کے مشرف رہے۔ معجم المصنّفین حیدرآباد، ندوۃ المصنّفین دہلی میں بھی تقسیم سے قبل خدمات سرانجام دیں۔ آپ علامہ حیدر حسن خان ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے محبّ مخلص تھے۔ نامور محدث تھے۔ کئی وقیع کتابوں کے مصنف تھے۔ جن میں لغات القرآن چہار جلد اور سنن ابن ماجہ پر مقدمہ۔ عربی میں سنن ابن ماجہ اور علم حدیث اردو میں بہت مشہور ہیں۔ حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل وجان سے فدا تھے۔ کراچی میں خارجیت کے سامنے آپ کا وجود سد سکندری کا درجہ رکھتا تھا۔ وفات کے بعد آپ کا چہرہ مزید در مزید اتنا منور ہوگیا، جس نے زیارت کی وہ بعد از وفات آپ کی کرامت کا ظہور قرار دینے لگا۔ جوان کے عنداللہ اور محبت اہل بیت رضی اللہ عنہم کا پرتو تھا۔ آپ نے ''فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام'' میں فتویٰ دیا:

حامداً ومصلیاً فلا شک فی ان متنبی قادیان المیرزا غلام احمد ومن امن به کلهم خارجون عن الاسلام کفار مرتدون حکمهم کحکم مسیلمة الکذاب ومن تبعه وحیات عیسٰی علیه السلام ونزوله فی آخر الزمان مما اتفق علیه الامة وشهد علیه التنزیل وجأت به الاحادیث فمن انکر فقد

کفر، کتبہ الفقیر الیہ تعالیٰ. محمد عبدالرشید نعمانی، کراچی

۲۸/ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ

ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیان کا جھوٹا مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی اور جو اس کے اوپر ایمان لائے وہ سب کے سب اسلام سے خارج ہیں اور وہ کافر و مرتد ہیں۔ ان کا حکم مسیلمہ کذاب اور اس کے متبعین جیسا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور آخر زمانہ میں آپ کے نزول پر امت نے اتفاق کیا ہے اور اللہ کی کتاب اس پر شاہد ہے اور اس کے ثبوت میں بہت سی احادیث موجود ہیں۔ پس جو اس عقیدہ کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۹۰،۹۱)

(۱۳۳۶)

عبدالستار توحیدی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ستمبر ۱۹۹۲ء)

حضرت مولانا عبدالستار توحیدی رحمۃ اللہ علیہ خطیب راولپنڈی دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ آپ جمعیۃ علماء اسلام کے احیاء ثانی کے تاسیسی اجلاس ملتان میں شریک ہوئے اور عمر بھر تحریک ختم نبوت، تحریک نفاذ اسلام کے لئے سرگرم عمل رہے۔ آپ انتہائی سادہ مزاج عالم دین تھے۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے دست و بازو تھے۔ انتہائی منکسر المزاج اور نظریاتی رہنما تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کو سراپا خیر بنایا تھا۔

(۱۳۳۷)

عبدالستار دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (سالار احرار)، جناب چوہدری

(پیدائش: ۱۹۱۵ء ...... وفات: یکم نومبر ۱۹۷۰ء)

آپ دسوہا ریاست جے پور میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد خاندان دہلی منتقل ہوا۔ دہلی جامع مسجد کی کلاتھ مارکیٹ میں کپڑا کا کاروبار شروع کیا۔ جس سے خوب ترقی ہوئی۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سن کر ۱۹۳۵ء میں مجلس احرار میں شامل ہوئے۔ آپ کی ہر دلعزیزی کہ احرار کے سالار مقرر ہوئے۔ دوسری جنگ

عظیم ۱۹۳۹ء میں بائیکاٹ کی تحریک میں حصہ لیا۔سوبھاش چندر بوس نے بھی احرار کی اس تحریک کی تائیداور تعریف کی۔اس تحریک میں آپ کی گرفتاری ہوئی۔مقدمہ چلا۔تین سال قید کاٹی۔ ۱۹۴۷ء میں ریلی کے مسلمانوں کی بھرپوراعانت کی۔سینکڑوں مساجد غیرمسلموں سے واگزار کرا کر اوقاف دہلی کے سپرد کیں۔آپ نے دہلی میں قادیانیوں کے خلاف خوب کام کیا۔سید حمید رحمۃ اللہ علیہ امام دہلی جامع مسجد نے جنازہ پڑھایا۔قبرستان شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی میں استراحت ابدی کے مزے لے رہے ہیں۔

(۱۳۳۸)

عبدالستار قادری رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، جناب شیخ

(وفات:۲۲/اپریل۲۰۱۷ء)

گوجرانوالہ کے مسلکی مخلص کارکن اور وفادار نظریاتی رہنما جناب شیخ عبدالستار بھی وصال فرما گئے۔آپ زندگی بھر حضرت مولانا عبدالقادر آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت میں رہے۔ان کی صحبتوں نے شیخ صاحب کوایک سلجھا ہوا مخلص ورکر بنادیا۔بھرپور محنتی انسان تھے۔اپنی ہاتھ کی کمائی سے رزق حلال کے لئے عمر بھر ساعی رہے۔بڑے مستعداور جفاکش انسان تھے۔دیوبند کے مسلکی متصلب کارکن تھے۔ختم نبوت کی کانفرنسوں میں حاضر باش رہتے تھے۔ان کے آنے سے مجلس میں رونق آجاتی تھی۔مولانا عبدالخبیر آزاد نے ان کا جنازہ پڑھایا۔

(۱۳۳۹)

عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، مولانا مفتی

آپ چوہدری الٰہی بخش کے ہاں جولائی ۱۹۳۰ء کو چک نمبر۲۱۷ سمندری ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم مدرسہ اشاعت العلوم کچہری بازار فیصل آباد میں مولانا مفتی سیاح الدین رحمۃ اللہ علیہ کاکاخیل،مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرات سے حاصل کی۔موقوف علیہ جامعہ خیرالمدارس ملتان میں مولانا خیرمحمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ،مولانا مفتی محمد عبداللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا جمال الدین مردوانی رحمۃ اللہ علیہ،مولانا عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ اٹک اور مولانا محمد نور رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔دورۂ حدیث شریف ٹنڈوالہ یار جامعہ اسلامیہ میں مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ،مولانا بدر عالم

میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اشفاق الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔

آپ کا بیعت کا تعلق حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ چک نمبر ا والوں سے تھا۔ حضرت کے ساتھ مفتی صاحب عرصہ تک عیدالفطر جامع مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن چناب نگر میں ادا فرماتے تھے۔ جامعہ خیرالمدارس ملتان میں عمر بھر پڑھاتے رہے۔ صدر مفتی رہے۔ یہاں سے ہی جنازہ اٹھا۔ آپ مجلس تحفظ ختم نبوت کے کاموں سے ہمیشہ محبت وسرپرستی کا معاملہ فرماتے تھے۔

(۱۳۴۰)

عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ (ساکن قادیان)، جناب ڈاکٹر

ایک نوجوان ڈاکٹر عبدالسلام کے نام سے مشہور تھے۔ خود تو ڈاکٹر نہ تھے۔ مگر ان کا بھائی اور باپ ڈاکٹر تھے۔ مرزائیت قبول کر کے قادیان آ گئے تھے۔ مگر ہمارے وہاں جانے سے قبل ہی مرزائیت سے بدظن ہو چکے تھے۔ ان کا اپنا مکان تھا۔ ڈاکٹر عبدالسلام اور ان کی والدہ کی رہائش قادیان میں تھی۔ ان کا والد لائل پور (فیصل آباد) میں پریکٹس کرتا تھا اور ایک بھائی ایم. بی. ایس ڈاکٹر تھا اور کہیں ملازم تھا۔ سنا ہے مرزائیت نے ابھی تک اس کا پیچھا مکمل طور پر نہ چھوڑا تھا۔ وہ قادیان بہت کم آتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میری ملاقات اس سے نہ ہو سکی۔ البتہ اس کا والد ڈاکٹر عبداللہ عموماً قادیان آتا تھا اور ہمارے ساتھ ہمدردی رکھتا تھا۔ شنید ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو اتنا برا بھلا نہ کہتا تھا بلکہ وہ مرزا محمود کا شدید مخالف تھا۔ خود عبدالسلام ہمارا ہم عقیدہ اور مرزائیت کا سخت مخالف تھا۔ ہمارے تمام کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا اور رات کو دفتر میں آتا اور ہمارے کام میں ہاتھ بٹاتا تھا۔ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۳۴۱)

عبدالسلام ہزاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حکیم

(پیدائش: ۱۹۰۶ء ...... وفات: ۲۲؍جنوری ۱۹۷۷ء)

مولانا حکیم عبدالسلام ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ میرپور ہری پور ہزارہ میں مولانا محمد دین مرحوم کے

گھر پیدا ہوئے۔ درس نظامی اور طب کی کتابیں اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔ علم طب کی تکمیل کے لئے مفتی سلیم اللہ پرنسپل طبیہ کالج لاہور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سند فراغت حاصل کی۔ ۱۹۲۸ء میں ہری پور میں مطب شروع کیا۔ انگریز دشمنی کی بنیاد پر کانگریس کے پلیٹ فارم سے سیاسیات میں حصہ لینا شروع کیا۔ مجلس احرار اسلام کی آل انڈیا ورکنگ کمیٹی کے ممبر اور دو سال تک صوبائی صدر رہے۔ تحریک آزادی میں تقریباً ساڑھے دس سال پس دیوار زنداں گزارے۔ ۱۹۵۸ء میں طبی بورڈ کے ممبر نامزد کئے گئے۔

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم پوپلزئی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد اسحاق مانسہروی رحمۃ اللہ علیہ، جناب خان مہدی زمان خان رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر کے شانہ بشانہ آپ نے تحریک آزادی میں حصہ لیا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، جناب آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے آپ میزبان تھے۔ حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کا دوستانہ تھا۔ آپ کا اصلاحی تعلق ہمارے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ کا مجاہدانہ کردار رہا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کی سرپرستی فرمائی۔ آپ کا وجود اہلیان ہزارہ کے لئے عطیہ خداوندی تھا۔ صوبائی حکومت نے آپ کی یاد میں ''حکیم عبدالسلام لائبریری'' بھی جی.ٹی روڈ پر قائم کر دی ہے۔ (اورنگزیب اعوان)

(۱۳۴۲)

عبدالسمیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: ۱۲۹۵ھ ...... وفات: ۱۱؍صفر المظفر ۱۳۶۶ھ)

مولانا عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ دیوبند میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام چراغ محمد تھا۔ ہوش سنبھالا تو دارالعلوم دیوبند میں تحصیل علم کے لئے گئے۔ دارالعلوم ایسا گئے کہ وہیں کے ہو گئے اور ۱۳۱۸ھ میں تکمیل علوم نبویہ کی سند حاصل کر کے دارالعلوم سے نکلے۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ فتح گڑھ ضلع فرخ آباد، مدرسہ اسلامیہ رڑکی ضلع سہارنپور اور مدرسہ عالیہ مسجد فتح پوری دہلی میں مدرس رہے۔ لیکن قدرت کو دارالعلوم میں رہنا ہی منظور تھا۔ ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس

ہوئے اور ۳۸ سال تک دارالعلوم دیوبند میں درس وتدریس کی خدمات باخوبی اورخوش اسلوبی سے سرانجام دیں۔ وعظ اور مناظرہ کے میدان میں بھی بااثر ثابت ہوئے۔ آپ کی وفات دیوبند میں ہی ہوئی۔ آپ کے فرزند مولانا عبدالاحد بھی دارالعلوم میں طبقہ علیاء کے مدرسین میں سے ہیں۔ آپ نے مرزا قادیانی کے عقائد کی تردید میں مولانا سہول خان رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ میں تائیدی دستخط بھی کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۳۴۷)

(۱۳۴۳)

عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ (آزاد کشمیر)، حضرت مولانا مفتی

(پیدائش: ۱۹۵۴ء ...... وفات: ۲۴؍اگست ۲۰۱۴ء)

محترم المقام حضرت مولانا مفتی عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ تُھب ضلع باغ آزاد کشمیر میں قاضی بدرالزمان صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ تُھب کے مقامی سکول میں عصری تعلیم ۱۹۶۵ء تک حاصل کی۔ بعدازاں مدرسہ عربیہ قاسم العلوم موہن پوری، باغ آزاد کشمیر میں داخلہ لیا اور ابتدائی درجوں کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۹۶۸ء میں مدرسہ انوارالعلوم شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں آ گئے۔ ۱۹۷۷ء تک یہاں پڑھتے رہے۔ دورۂ حدیث کے لئے مدرسہ نصرۃ العلوم چلے گئے۔ جہاں ۱۹۷۹ء میں تکمیل ہوئی۔ دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد دارالعلوم کراچی سے ۱۹۸۰ء میں تخصص فی الفقہ کیا۔

فراغت کے بعد ۱۹۸۱ء سے لے کر ۱۹۹۰ء تک نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں پہلے معین مفتی، پھر صدر مفتی، ناظم ومدرس کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۹۰ء میں آزاد کشمیر کے محکمہ امور دینیہ سے وابستہ ہوکر بحیثیت ''ضلع مفتی'' کوٹلی آزاد کشمیر تشریف لے گئے۔ ضلع کوٹلی میں قادیانی سرگرمیاں اپنے عروج پر تھیں۔ حضرت مفتی صاحب نے وہاں قادیانیوں کو لگام ڈالی اور اپنی بھرپور حکمت عملی سے انہیں ناکوں چنے چبوائے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خدام کو ''کوٹلی'' بلایا۔ ردقادیانیت پر متعدد وپروگرام اپنی نگرانی اور سرپرستی میں کرائے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے سابق سینٹر مولانا سید ہدایت اللہ شاہ مدظلہ، مانسہرہ کے ممتاز عالم دین اور سابق مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مولانا سید منظور شاہ آسی مرحوم ان کی دعوت پر کوٹلی تشریف لے گئے۔ احقر بھی ان کے خادم کی حیثیت سے شریک سفر تھا۔ پورا ایک ہفتہ ضلع بھر میں حضرت مفتی صاحب نے ردقادیانیت پر پروگرام کرائے۔

شاہین ختم نبوت، مناظر اسلام حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم نے پورے آزاد کشمیر کا دورہ کیا۔ میرپور، باغ، پلندری، راولاکوٹ، تھوراڑ، منگ، مظفرآباد تک کے سفر کا نظم حضرت مفتی صاحب نے بنایا۔ ہر پروگرام میں خود شریک رہے۔ کانفرنسوں کی صدارت فرمائی اور خدام ختم نبوت کی سرپرستی فرمائی۔ اسی سفر میں کوٹلی کی شاہی مسجد، پریس کلب، بار روم، درلیاہ جٹاں، مسجد خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم، تتہ پانی اور گوئی میدان میں حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کے معرکۃ الآراء اور قادیانیت شکن بیانات ہوئے۔ گوئی میدان کے خطاب کی تو شان ہی جدا تھی۔ حضرت مفتی صاحب کا وجود جہاں مسلمانان آزاد کشمیر کے لئے عطیہ خداوندی تھا وہیں قادیانیت کے لئے شمشیر صدیقی رضی اللہ عنہ ودرہ فاروقی رضی اللہ عنہ بھی تھا۔ ضلع کوٹلی، ضلع باغ اور ضلع مظفرآباد میں ملازمت کے دوران حضرت مفتی صاحب نے تحفظ ختم نبوت اور تردید مرزائیت کے لئے گرانقدر سنہری خدمات سرانجام دیں۔ جو یقیناً ان کی نجات اخروی کا سامان بنی ہوں گی۔

آپ کا دفتر، رہائش گاہ، ملازمین سب کچھ تحفظ ختم نبوت کے لئے وقف تھا۔ آزاد کشمیر کا جماعتی دورہ کرنے والے مبلغین ختم نبوت کی ہمیشہ سرپرستی ومیزبانی فرماتے تھے۔ سرکاری وانتظامی حلقوں میں مبلغین کے بیانات کراتے۔ لٹریچر تقسیم کراتے اور گلی گلی ختم نبوت کے پیغام کو پہنچاتے۔ آپ آزاد کشمیر میں ختم نبوت کی ایک مؤثر آواز اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ترجمان تھے۔

جمعیۃ علماء اسلام آزاد کشمیر کے امیر مولانا سعید یوسف نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ قاضی آباد، تھب ضلع باغ کے آبائی قبرستان میں آپ کی تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر مبارکہ پر اپنی خاص رحمتوں کا نزول فرمائیں۔ آمین! (اورنگزیب اعوان)

(۱۳۴۴)

عبدالشکور طوروی رحمۃ اللہ علیہ (خطیب مرکزی جامع مسجد کوئٹہ)، مولانا

(ولادت: ۱۹؍مئی ۱۹۱۹ء ...... وفات: ۱۹۸۲ء)

مولانا عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ حکیم مولانا غلام رسول کے ہاں طورو ضلع مردان میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اعلیٰ تعلیم کے لئے پہلے امروہہ ضلع مرادآباد اور پھر مظاہرالعلوم سہارنپور کا سفر کیا۔ مظاہرالعلوم سہارنپور سے کتب حدیث مولانا محمد یوسف دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ پڑھیں۔ بعدازاں مدرسہ فتح پور دہلی اور پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ فراغت کے

بعد ۱۹۳۹ء میں اسلامیہ ہائی سکول کوئٹہ میں آپ بطور عربی واسلامیات مدرس مقرر ہوئے اور ۱۹۴۵ء میں آپ مرکزی جامع مسجد کوئٹہ میں خطیب مقرر ہوئے۔ تادم زیست کوئٹہ میں رہ کر درس وتدریس، تصنیف اور خطابت کے میدان سے وابستہ رہے۔ متعدد کتب بھی تصنیف کیں۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد مولانا عبدالمالک صدیقی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے تجدید بیعت کی۔ مولانا عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ نے ردقادیانیت پر مرتب کردہ فتویٰ ''فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام'' میں صورت مسئولہ کے جواب پر درج ذیل توثیقی جملہ تحریر کر کے دستخط کئے۔ ''جواب دینے والا حق کو پہنچا ہے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۵۹)

(۱۳۴۵)

عبدالشکور کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۲۵ر ستمبر ۱۹۷۰ء)

مولانا عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ بہبودی ضلع کیمبل پور (اٹک) میں پیدا ہوئے۔ میٹرک اور صرف ونحو کی کتب پڑھنے کے بعد مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیب پر آپ مظاہرالعلوم سہارنپور میں داخل ہوگئے۔ ۱۹۴۰ء میں حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد مظاہرالعلوم میں ہی تدریسی فرائض سنبھالے۔ تقسیم پاکستان کے بعد جامعہ خیرالمدارس ملتان، جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک اور مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں اونچے درجے کی کتب پڑھاتے رہے۔ بیعت کا تعلق حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی میں تدریس کے دوران آپ نے ردقادیانیت پر فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام میں مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے جواب پر تائیدی دستخط کر کے مرزا قادیانی کے کفر پر مہر ثبت کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۶۷)

(۱۳۴۶)

عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (نبی بخش [نمبردار بٹالہ])، جناب منشی

منشی عبدالعزیز یا نبی بخش نمبردار بٹالہ مرزا قادیانی کے وہ مقرب مرید ہیں جن کا نام ضمیمہ انجام آتھم میں آپ نے ان ۳۱۳ مریدوں میں درج فرمایا ہے۔ جن کو بمنزلہ ''اصحاب بدر''

قرار دیا ہے۔اس نے جو پوست کندہ حالات مرزا قادیانی اوران کے درباریوں کے لکھے ہیں ان سے مسیحیت کی نسبت کچھ قلعی کھلتی ہے۔اس لئے اس مرید خاص کا وہ مضمون جو پیسہ اخبار مطبوعہ ۱۶رنومبر ۱۹۰۱ء کے ص۱۰،۱۱پر ہے باصلہا ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔یہ پرچہ شامل مسل (مقدمہ) ہو چکا ہے۔

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار لاہور

السلام علیکم! الحکم کے ایڈیٹر نے آپ کے ریمارک حقیقت المہدی پر ناراض ہوکر بہت زہر اگلا ہے اور آپ سے بعض باتوں کے مطالبہ کے لئے زور دیا ہے۔چونکہ ان میں ایسی باتیں بھی ہیں جن کا جواب میں اپنے ذمہ سمجھتا ہوں۔اس لئے ان کو قلمبند کر کے ارسال خدمت کرتا ہوں۔آپ براہ مہربانی ان کو اپنے قیمتی پرچہ میں جگہ دیں تاکہ ایڈیٹر الحکم اوراس کے ہم خیالوں کے لئے تسلی کا موجب ہو۔

اوّل...... اپنے راسخ الاعتقاد رہ چکنے کی نسبت جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اس کے لئے میں امید نہیں کرتا کہ آپ کے پرچہ میں جگہ ہو۔اس کا مفصل بیان رسالہ الہلال میں ہوگا۔اس جگہ صرف اتنا بتادینا کافی ہوگا کہ مرزا قادیانی نے کمال محبت کے باعث مجھے اپنے گھر میں وہ جگہ دی ہوئی تھی۔جس میں نواب محمد علی خاں صاحب مالیر کوٹلہ والے اترا کرتے تھے اور وہ مکان ان کے مکان کی دیوار بدیوار ہے اور اس دیوار میں ایک دریچہ بھی ہے جس سے مرزا قادیانی کی بیوی صاحبہ جو میری بیوی سے کمال محبت رکھتی تھیں۔ ہر روز آ کر رات تک اس مکان میں بیٹھا کرتی تھیں۔یہاں تک کہ جب ہم بٹالہ میں تھے تو بیوی صاحبہ دو دفعہ وہاں بھی تشریف لائیں۔اس کا مرزا قادیانی اوران کے مریدوں کو بخوبی علم ہے اس کی تصدیق ایڈیٹر الحکم سے بھی کر لیجئے۔اگر اس کو سچ کہنا گوارا ہوگا تو انکار نہیں کرے گا۔اگر میرے راسخ الاعتقاد ہونے میں کسی قسم کی شیطانی رگ کے ذریعہ فرق آ گیا ہوتا (اوراب گو وہ جانتا ہے موجودہ خاص الخاص مریدوں میں سے کس کس میں شیطانی رگ ہے جو ہمارے ملک میں مشہور ہے۔لنگڑے یا کانے میں ایک رگ زیادہ ہوتی ہے) تو مرزا قادیانی جو ملہم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اوران کی ہر ایک بات وحی تصور کی جاتی ہے۔خداتعالیٰ سے اس امر کے ضرور اطلاع پاتے اوراپنے گھر والوں کو ہمارے ساتھ ایسا رابطہ نہ کرنے دیتے۔

دوم...... میرے راسخ الاعتقاد ہونے کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہے کہ مرزا قادیانی کی بیوی صاحبہ جب تمام جوان عورتوں کو جن کی نسبت مرزا قادیانی گورداسپور کے مقدمہ میں حلفاً بیان کر

چکے ہیں کہ وہ عمر رسیدہ عورتیں ہیں۔ صبح کو ہوا خوری کے لئے نکلتی تھیں تو ان کی حفاظت کا کام میرے سپرد ہوتا تھا اور ایک دفعہ بھی ان عورتوں کے ریوڑ کی حفاظت کے لئے کوئی دوسرا مرید مقرر نہ ہوا۔ اس ریوڑ میں ایڈیٹر الحکم کی بیوی بھی شامل ہوتی تھی۔ اب ایڈیٹر صاحب اس کا جواب دیں کہ مجھ سے بڑھ کر کون راسخ الاعتقاد سمجھا جاتا تھا؟

سوم...... مرزا قادیانی کی بیوی صاحبہ عشاء کو بھی کبھی کبھی اپنی ہم جولنوں کے ساتھ باغ میں جایا کرتی تھیں اور ان میں ایڈیٹر کی بیوی بھی ہوتی تھی جو کہ کبڈی میں شامل ہوتی تھی۔ ایسے پرخطر وقت میں جب کہ عورتیں زیورات سے لدی ہوتی تھیں۔ ان کی حفاظت کا کام میرے ہی ذمہ ہوتا تھا۔ ان سب باتوں کا علم ایڈیٹر الحکم کو بھی ہے۔، اگر اس کے دل میں خداتعالیٰ کا ذرا خوف بھی ہوا تو جھوٹ نہیں بولے گا۔ ورنہ پھر جناب مرزا صاحب خدا ان کی عمر دراز کرے موجود ہیں۔

چہارم...... میں ان کے ۳۱۳؍اصحاب کبائر سے ہوں جن کی نسبت مرزا صاحب کا خیال ہے کہ ان کا وہی مرتبہ ہے جو جنگ بدر والوں کا تھا۔ ان ۳۱۳ کی فہرست مرزا صاحب کی کتاب ضمیمہ انجام آتھم میں چھپ کر شائع ہوچکی ہے اور پھر میرے نام کو چند اور کے ساتھ اور بھی خصوصیت سے بیان کیا ہے۔ اس فہرست میں میرا نام درج کرنے کے وقت مرزا قادیانی نے ایڈیٹر کو کوئی اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔

پنجم...... مرزا قادیانی کی بیوی کو میری بیوی کے ساتھ یہ محبت تھی کہ انہوں نے اپنے چھوٹے لڑکے کو میری بیوی کا بیٹا قرار دیا اور میرے لڑکے کو اپنا بیٹا بنایا۔ اس پر انہوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا اور ہم نے زردے اور نمکین پلاؤ کی دیگیں پکائیں اور تمام مریدین قادیان کو دعوت دی۔ ایڈیٹر الحکم نے بھی خوب پلاؤ گوشت سے پیٹ ٹھونسا اور اس وقت اسے ذرا خیال نہ آیا کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔

ششم...... جب مرزا قادیانی پر ہنری کلارک نے مقدمہ دائر کیا اور ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے بٹالہ میں قیام کیا اور مرزا قادیانی نے سب مریدوں کو تار دیا اور سب نے بٹالہ آ کر کئی روز ڈیرہ کیا۔ اس وقت بندہ نے ہی سب کی مہمان نوازی کا ذمہ اٹھایا اور ہر طرح کے اخراجات کو گوارہ کیا۔ اس کے علاوہ میرا گھر ہمیشہ مرزا قادیانی کے مریدوں کے لئے ہوٹل رہا جو چاہتا قادیان جاتے وقت بھی ٹھہرتا اور جو چاہتا قادیان سے آتے وقت بھی وہاں ہی اترتا۔ خواجہ کمال الدین اور مفتی محمد صادق اور کئی ایسے معزز مریدوں کی بیویاں رات کو میرے ہی گھر میں آرام کرتی رہیں۔ اس وقت ایڈیٹر صاحب نے کسی اپنے پیر بھائی کو اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی

شیطانی رگ باقی ہے۔

ہفتم ...... مرزا قادیانی نے مجھے سرکاری طور پر اپنا مختار بھی کر دیا تھا۔ اگر ان کو مجھ پر کوئی شک وشبہ ہوتا تو یہ ذمہ داری کا کام میرے سپرد کیوں کیا جاتا۔ اس جگہ یہ منظور نہیں کہ میں اپنی خدمت گزاریاں جتلاؤں۔ خدائے علیم بذات الصدور خوب جانتا ہے اس قدر بیان کرنا صرف ایڈیٹر الحکم کے خیال کو مٹانے کو ضروری تھا۔ کاش وہ مضمون لکھتے وقت مرزا قادیانی کا مشورہ لیتے اور معقول بحث کی طرف توجہ فرماتے۔ گیند کے پھاڑنے سے چیتھڑے ہی نکلیں گے۔ آئندہ احتیاط کو کام میں لائیں اور حسب شرائط حقیقت المہدی کا جواب لکھ کر دوصد روپیہ پائیں۔ اب رہا باغ کا معاملہ سو اس کا علم ایڈیٹر صاحب کو بخوبی حاصل ہے۔ خود مرزا قادیانی نے اپنے خسر اور بیوی صاحبہ کے کہنے سے باغ کا اہتمام میرے ذمہ ڈالا اور یہ ضرورت ان کو اس واسطے پڑی کہ آپ کی بیوی صاحبہ کو عورتوں کے ہمراہ باغ میں جانے اور دل بہلانے کا شوق ہے اور جب وہ باغ میں جاتی تھیں تو ٹھیکہ دار باغ ان کو باغ کے اندر نہیں آنے دیتے تھے۔ کیونکہ وہ خود درختوں سے پھل پھول توڑنا چاہتی تھیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے فائدہ کے لئے باغ میرے سپرد کیا اور جب تک باغ میرے پاس رہا مرزا قادیانی کی بیوی صاحبہ تمام عورتوں کو ہمراہ لاتی رہیں اور اپنے ہاتھوں سے پھل پھول توڑتی رہی ہیں۔ بلکہ آتے وقت ہر ایک عورت جھولیاں بھر کر خاوندوں کے لئے بھی لے جاتی رہی ہیں۔ ایڈیٹر الحکم کی بیوی نے بھی ان کے آگے کئی دفعہ میوہ جات نذر کئے ہوں گے۔ ایڈیٹر صاحب کو یہ بھی معلوم ہے کہ میں نے محض مرزا قادیانی کی بیوی کی خاطر غیروں کے پاس باغ فروخت نہیں کیا تاکہ ان کو اور ان کی ہم جولنوؤں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ علاوہ اس کے پھل کے دنوں میں آموں کے ٹوکروں کے ٹوکرے عام مریدوں کے لئے بھی آتے رہے ہیں اور سب سے زیادہ لالچ آموں کے ایڈیٹر صاحب ہی ہوتے رہے۔ اس بات کی مرزا قادیانی بھی تصدیق کر سکتے ہیں۔ میں نے مرزا قادیانی کے باغ پر صدہا روپے لگا کر برباد کر دیئے اور اپنی نمبرداری اور زمین داری کا ذرا خیال نہیں کیا۔ کیا ایڈیٹر صاحب کو اس قدر واقعات کے بعد بھی خیال نہ آیا کہ میں قادیان میں فائدہ پہنچانے کو گیا تھا یا فائدہ اٹھانے کو؟

اب رہا مرزا قادیانی کی صحبت سے فائدہ اٹھانا یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا۔ سو مرزا قادیانی کی صحبت سے تو مجھے معلوم ہو گیا کہ ان کے عقائد مخالف اسلام ہیں اور ان کا دعویٰ پیغمبری کا ہے اور اپنے منکروں کو کافر جانتے ہیں کیا یہ میرے لئے کافی نہیں؟ رہی نماز سو خدا کے فضل سے کبھی ضائع نہ ہوئی۔ ہاں! مرزا قادیانی محض علمائے اسلام کے سب وشتم کے تحریر کرتے

وقت بہتر بہتر نمازیں جمع کر کے ضائع کر دیتے ہیں۔ بلکہ حج جو عین فرض ہے اس کو ضروری ہی نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ رحمت اللہ صاحب اور مولوی نورالدین صاحب جیسے متمول لوگوں کو قطعاً معاف کرا دیا ہے۔ شیخ صاحب کی طرف دیکھئے۔ ولایت کو کس طرح بھاگتے اور حج سے کس طرح ڈرتے ہیں۔ زکوٰۃ کبھی مرزا قادیانی نے دی نہیں۔ حالانکہ گھر میں ہزار ہا روپیہ کا زیور موجود ہے اور روزے تو جان بوجھ کر مریدوں سے چھڑوا دیتے ہیں۔ اگر کسی نے ذرا عذر کر دیا کہ مجھے فلاں تکلیف ہے تو روزوں کی معافی ہے۔ علاوہ اس کے کبھی آپ نے خود امامت نہیں کرائی۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا میں بڑا ثواب سمجھتا ہوں۔ لیکن اس بات کو میں ہمیشہ مکروہ خیال کرتا رہا ہوں کہ مولوی نورالدین اور محمد احسن امروہی جیسے فاضلوں کو امامت کے لئے اجازت نہ دی جائے اور ایک ناقص الاعضاء (عبدالکریم ٹنڈا منڈا ایکم چشم سیالکوٹی) شخص کو امام بنایا جاوے۔ جس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے لیکن پھر بھی میں دیکھا دیکھی ان کے پیچھے نماز پڑھتا رہا ہوں۔ اب ایڈیٹر الحکم بتائیں کہ کتنی نمازیں میں نے ایسے امام کے پیچھے نہیں پڑھیں۔ میرا اعتقاد وہی ہے جو مرزا قادیانی کے بیعت میں داخل ہونے سے پہلے تھا میں خود پنج بناء اسلام پر قائم ہوں اور جو شخص ان پر قائم ہے وہ میرے نزدیک مسلمان ہے۔ میں حدیث کا منکر نہیں ہوں البتہ صرف ایسی حدیثوں کا منکر ہوں جن کے معنی مرزا قادیانی من گھڑت کر کے ایزاد پر لگاتے ہیں۔

ایک ورق ابتدائی حقیقت المہدی بعد ترمیم جناب ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار کی خدمت میں مرسل ہے۔ اس میں میرے عقیدہ کا مفصل بیان ہے۔ ایک ورق ایڈیٹر صاحب الحکم کو بھی بھیج دیا ہے۔ خاکسار: مولوی عبدالعزیز نمبردار رئیس بٹالہ ضلع گورداسپور

(نوٹ) مولوی عبدالعزیز نمبردار کی حقیقت المہدی جس ساتھی کو ملے وہ آئندہ ایڈیشن میں یہاں لگا دے۔ (راقم الاثیم اللہ وسایا)

(۱۳۴۷)

عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (رتوڈیرو ضلع لاڑکانہ)، مولانا

(وفات: ۲۹؍جنوری ۱۹۷۵ء)

شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز، جمعیۃ علماء اسلام ضلع لاڑکانہ کے امیر تھے۔ عمر بھر درس وتدریس، وعظ وتبلیغ، تصوف وطریقت سے

ترویج اسلام کے لئے کوشاں رہے۔ عمر بھر قادیانیت کو اپنے علاقہ میں پر پرزے نہ پھیلانے دیئے۔

(۱۳۴۸)

عبدالعزیز ایرانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: اگست ۱۹۸۷ء)

مولانا نامور عالم دین تھے۔ ایران میں اہل سنت کے ہاں اتھارٹی کا آپ کو مقام حاصل تھا۔ ایران کی پارلیمنٹ کے ممبر بھی رہے۔ منکرین ختم نبوت بہائیوں کے خلاف ایران میں اہل سنت کے حلقہ میں بیداری پیدا کرنے کا آپ نے حق ادا کردیا تھا۔

(۱۳۴۹)

عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (بانی دارالعلوم فیض محمدی فیصل آباد)، مولانا

مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم فیض محمدی فیصل آباد کے بانی تھے۔ تقسیم کے بعد فیصل آباد تشریف لائے تو یہ ادارہ قائم کیا۔ آپ بہت صوفی منش بزرگ، فرشتہ سیرت انسان تھے۔ بڑے حضرات کے ساتھی تھے اور خود بھی بہت بڑے آدمی تھے۔ فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۶۹ پر ایک فتویٰ پر آپ کے دستخط ہیں۔

’’مفتیان کرام نے جو فتویٰ دیا ہے وہ درست ہے۔‘‘ احقر: عبدالعزیز

مہتمم دارالعلوم فیض محمدی، فیصل آباد

(۱۳۵۰)

عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (بیگووال)، جناب چوہدری

(پیدائش: ۱۸۹۵ء ...... وفات: ۲۲؍اکتوبر ۱۹۴۲ء)

ریاست کپورتھلہ کے ایک رئیس باپ کا رئیس بیٹا اپنی ریاست کے غریب عوام کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوا۔ گرفتاری ہوئی۔ مدتوں جیل میں رہے۔ ریاست کپورتھلہ کے عوام مسلمان دشمن وزیراعظم کو برطرف کرنے کے مطالبہ پر آپ نے بھوک ہڑتال کردی۔ آپ مجلس

احرار کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر تھے۔ عمر بھر قادیانی فتنہ کی اسلام دشمنی پر نظر رکھی اور قادیانیوں کو اپنی حکمت عملی سے منہ زور نہیں ہونے دیا۔ مولانا عنایت اللہ چشتی آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

’’چوہدری صاحب ریاست کپورتھلہ کے موضع بیگووال کے رہنے والے تھے اوران کا شمار بڑے امراء میں ہوتا تھا۔ مرزائیت کے بڑے مخالف اوراحرار کے خادم تھے۔ سفید کھدر میں ملبوس ہوتے تھے اور ہمیں بڑے پیار سے ملا کرتے تھے۔ عموماً ہماری ملاقات لاہور دفتر احرار میں چوہدری افضل حق مرحوم کے ہاں ہوا کرتی تھی۔ ہمیشہ بیگووال آنے کی دعوت دیتے تھے۔ مگر میرا بیگووال جانے کا اتفاق کبھی نہیں ہوا تھا۔ یہ وہی بیگووال ہے جہاں مرزا غلام مرتضٰی وغیرہ گروہ مغلاں نے جلاوطنی کے ایام بسر کئے تھے اوراسی خاندان کی پناہ میں وہ بیگووال میں رہائش پذیر ہوئے تھے۔ چوہدری عبدالعزیز بڑا پیارا انسان تھا۔ تقسیم سے قبل بیگووال میں ہی دفعتہً انتقال کر گئے تھے۔ البتہ ان کے والد اور چھوٹے دونوں بھائی پاکستان میں آ کر یکے بعد دیگرے فوت ہوئے۔‘‘ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۳۵۱)

عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (دینانگر)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا عبدالعزیز دینانگری کو بھی انجام آتھم کے ص۷۰، نمبر۴۰ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کوالم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمد للہ!

(۱۳۵۲)

عبدالعزیز رحیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات:۱۳۳۰ھ)

مظفر پور کے دیہات سے ایک رحیم آباد ہے۔ آپ وہاں پیدا ہوئے۔ مولانا محمود عالم رامپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالسلام حکیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات سے کسب فیض کیا۔ آپ خوب مناظرے کرتے تھے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کے استفتاء پر

آپ نے ذیل کا فتویٰ دیا:

الحمد لله القاهر فوق العباد الحافظ لدينه عن شرور الكذابين اهل الفساد وهو الذى فطر الأنام علٰى فطرة الاسلام وجبلهم على الملة الحنيفية السمحة البيضاء وهو ذوالجلال والاكرام، ثم ضلوا وتهودوا وتنصروا والحدوا فى آياته فبعث فيهم رسولاً منهم ومجعزاته فأسس قواعد الشرع والأركان واوضح لهم سبل السلام باوضح البيان فرزقوا به السلوك علٰى مناهج الهداية وفازوا باتباعه معارج السعادة، ثم ارتد من ارتد عن دينه وافترى على الله كذباً وكذب علٰى رسوله فكانوا لجهنم حطباً، فأتى الله بقوم اذلة على المؤمنين واعزة على الكافرين فنصروا الحق حاربوهم وجادلوهم فكب المفترون علٰى مناخرهم خاسرين، منهم الذين حرفوا الكلم عن مواضعه من بعد ما تحقق فوفق الله من عباد الناصرين المنصورين على الحق لتشويش مسالكهم وخرم نطاقهم فاستاصلوا بنيانهم وما اسسوا ومحوا عن صفحات الدهر اباطيلهم وما تنفسوا الم تر الى الذى يدعى انه المسيح الموعود نزوله وما تفوه من المفتريات التى يأبى الله عنها ورسوله كيف اجترى علٰى ذالک وتبؤ مقعده من النار والنصوص فى الباب واضحة ليس فيها من الأسرار فان الأحاديث الواردة فى نزول المسيح بعضها لبعض مفسرة فقتل الانسان ما اكفره اولا يرى ان فى بعض الأخبار قد ورد لفظ المسيح، وفى بعضها عيسٰى بن مريم، وفى بعضها ابن مريم فقط، وفى بعضها عيسٰى نبى الله، وفى بعضها جملة: ”وامامكم منكم“ وقعت حالاً، فلو كان اطلق المسيح علٰى سبيل الاستعارة فلا معنى لهٰذه القيود والتصريحات، يا للعجب! من اجتراء شرار الخلق الذى يضل الناس فى حلية اهل الصلاح والدلق، فللّٰه درمن شمر عن ساق جده فى ابطال مزخرفاته وشيد ميزده لازالة ترهاته فانه اتى بشئٍ عجيب لا يدركه الا المدرب اللبيب وجاهده مجاهدة اللسان وشوش مسلكه بالقلم والبيان وقعد له كل مرصد حتّٰى احجره وانهزم عدو الله وهرب عن كل مشهد، جزاه الله عنا وعن سائر المسلمين خير الجزاء وافاض عليه البركات بكرة وعشياً

وانا العبد المفتقر: عبدالعزيز

سب تعریفوں کا خدا تعالیٰ مستحق ہے جو تمام بندوں پر غالب ہے اور اپنے دین کا اہل فساد کی شرارتوں سے محافظ۔ وہ جس نے لوگوں کو فطرت اسلام پر پیدا کیا اور دین یکسو، آسان، روشن (اسلام) ان کی جبلت میں رکھا۔ پھر وہ اپنی فطرت کو چھوڑ کر یہودی، نصرانی اور ملحد بن گئے تو خدا تعالیٰ نے ان ہی میں سے ایک رسول معجزوں کے ساتھ ان میں بھیجا۔ اس رسول نے شرع کے قواعد اور ارکان بنادیئے اور سلامتی کے راستے خوب واضح کر دیئے۔ جس کی برکت سے لوگ ہدایت کی راہ چلنے لگے اور آپ کی پیروی سے وہ سعادت کو پہنچے۔ پھر بعض لوگ دین سے پھر گئے اور خدا پر جھوٹ باندھنے لگے اور رسول خدا پر افتراء کر کے دوزخ کا ایندھن بنے تو خدا نے ایسے لوگوں کو پیدا کیا جو مؤمنوں کے آگے جھک جانے والے اور کافروں پر غالب آنے والے تھے۔ وہ حق کے مددگار ہو گئے اور ان مرتدوں، مفتریوں سے لڑے اور جھگڑے۔ وہ مفتری اوندھے کر کے ناک کے بل گرائے گئے اور خسارے میں پڑے۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہوئے جو خدا کے کلام کی اس کے ٹھکانے (معانی) سے تحریف کرتے ہیں۔ بعد اس کے کہ وہ کلام ان معانی میں ثابت وتحقق ہو چکا تھا۔ سو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ایسے لوگوں کو جو حق کے مددگار اور خدا کی طرف سے حق پر مدد دیئے گئے ہیں ان محرفین کی باتوں کو پراگندہ کرنے اور ان کی کمر بند توڑنے کی توفیق دی۔ پس ان حقانیوں نے ان کی بیخ وبنیاد اکھاڑ دی اور صفحۂ روزگار سے ان کی باطل باتیں مٹادیں۔ ان محرفین میں سے تم نے اس شخص کو جو مسیح موعود ہونے کا مدعی ہے، نہیں دیکھا؟ اور اس کی جھوٹی باتوں کو جن سے خدا تعالیٰ اور اس کے رسول اپنے کلام میں انکاری ہیں، نہیں سنا؟ اس نے اس افتراء پر کیونکر جرأت کی؟ اور اپنے لئے آگ میں جگہ بنائی۔ مسیح موعود کے باب میں جو نصوص اور احادیث وارد ہیں، تو وہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے حق میں روشن بیان ہیں۔ جن میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے۔ احادیث جو اس باب میں وارد ہیں وہ ایک دوسرے کی تفسیر کر رہی ہیں۔ انسان (مدعی مسیحیت) ہلاک ہو! وہ کیا ناشکر ہے (جو ان احادیث میں تحریف کرتا ہے) وہ یہ نہیں دیکھتا کہ بعض احادیث میں لفظ ''مسیح'' وارد ہے۔ بعض میں ''عیسیٰ بن مریم'' بعض میں ''ابن مریم'' بعض میں ''عیسیٰ نبی اللہ'' بعض میں یہ جملہ وارد ہے کہ: ''حضرت مسیح ایسے حال میں آئیں گے کہ اس وقت تمہارا امام موجود ہوگا۔'' سو اگر مسیح موعود یہی قادیانی بطور استعارہ مراد ہو تو پھر ان قیدوں اور بیانات احادیث کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ اس بدترین خلائق کی دلیری سے تعجب ہے کہ یہ فقراء اور اہل صلاح کا لباس پہن کر مخلوقات کو گمراہ کر رہا ہے جو شخص اس کی ملمع سازیوں کے لئے پنڈلی

کھول کر اور کمر کس کر کوشش کر رہا ہے اس کی یہ نیکی خدا ہی کے لئے ہے۔ وہ اس کے جواب میں ایسی عجیب بات لایا ہے کہ اس کی خوبی کو بجز ماہر دانشمند کے کوئی جان نہیں سکتا۔ وہ اس سے زبانی جہاد کر رہا ہے اور قلم وبیان سے اس کی باتوں کو پراگندہ کرتا ہے اور ہر ایک گھات میں اس کے مقابلے کے لئے جما ہوا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو مسلمانوں سے الگ کیا اور خدا کا دشمن ہر ایک میدان سے بھاگ گیا۔ خدا تعالیٰ ایسے شخص کو ہم سب مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر دے اور صبح وشام اس پر اپنی برکات نازل کرے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۱۶۹،۱۷۰)

(۱۳۵۳)

عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (زراعتی فارم ساہیوال)، حضرت مولانا

(وفات: جون ۱۹۸۱ء)

ساہیوال زراعتی فارم کے خطیب حضرت مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نامور مذہبی رہنما تھے۔ وعظ وتبلیغ میں اپنا ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہر وعظ وبیان میں عوام الناس کو روشناس کراتے تھے۔ آپ کے ساتھ اکابر علماء کرام اسلاف عظام کی یادیں وابستہ ہیں۔ مرزا قادیانی کے خلاف فتاویٰ حیات مسیح علیہ السلام پر آپ کے تائیدی دستخط بھی ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۶۵)

(۱۳۵۴)

عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (قادیان)، جناب حکیم

حکیم عبدالعزیز قادیان میں رہائش پذیر تھا۔ مرزائی ہونے کے بعد اپنے وطن مالوف سے ہجرت کر کے مستقلاً قادیان آ گیا تھا۔ بڑا سمجھدار اور مرزائیت کا اہم ممبر تھا اور قادیانی ذیلی شاخ انصار الاحمدیہ کا سیکرٹری تھا۔ طب یونانی سے بھی اچھی واقفیت رکھتا تھا اور جماعت کا اہم معزز فرد تھا۔ مرزا محمود کے متعلق جب کریکٹر کی کمزوریوں کے انکشافات ہونے شروع ہوئے تو خلیفہ کے قریب ہونے کے باوجود اسے بھی حقیقت حال معلوم کرنے کی جستجو ہوئی۔ آدمی بڑا عقلمند اور ذکی الفہم تھا اور آخر کار صحیح نتیجہ پر پہنچنے میں کامیاب ہوگیا اور اسے حق الیقین ہوگیا کہ مرزا محمود کے

خلاف الزامات درست ہیں اور حقائق نفس الامریہ کے عین مطابق ہیں تو جماعت سے علیحدہ ہونے کا اعلان کر کے ہمارے پاس آ گیا۔ اس کے ساتھ تین پڑھے لکھے نوجوان اور بھی تھے جنہوں نے حکیم صاحب کے ساتھ جماعت سے جدا ہونے کا اعلان کیا تھا۔ کچھ عرصہ تو وہ لوگ قادیان میں اقامۃ پذیر رہے۔ حکیم صاحب نے اپنا مطب ہماری آبادی میں بنالیا تھا۔ بعد میں حکیم صاحب لاہور آ کر لاہوری جماعت سے منسلک ہوگئے۔ آدمی بڑے قابل، فہیم اور اعتمادی تھے۔ اس لئے جماعت لاہور نے انہیں اپنے کسی کام پر لگالیا اور وہ مستقلاً لاہور آ گئے۔ ان کے تین دوسرے ساتھی تھے جن میں سے ایک کا نام ''عبدالرب برہم'' تھا اور دوسرا ''شبنم'' کے نام سے مشہور تھا۔ تیسرے کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔

حکیم صاحب نے خلیفہ محمود کی قادیانی جماعت سے علیحدہ ہونے کا اعلان ۴۰-۱۹۳۹ء میں کیا تھا۔ جب کہ برطانیہ دوسری جنگ عظیم میں الجھا ہوا تھا۔ خلیفہ محمود نے اپنے ایک خطبہ میں حکومت برطانیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ: ''اگر گورنمنٹ مجھ سے دعا کی درخواست کرے تو میں دعا کروں گا اور گورنمنٹ کو یقیناً فتح ونصرت ہوگی۔'' خلیفہ صاحب کا یہ خطبہ اخبار ''الفضل'' میں چھپا تو حکیم صاحب نے اس خطبہ کے جواب میں ایک طویل بیان دیا جو بہت سے حقائق کو اپنے اندر لئے ہوئے تھا اور ساتھ ہی مرزا محمود کو مباہلہ کا چیلنج دے دیا۔ حکیم صاحب کا یہ بیان رسالہ ''شمس الاسلام'' بھیرہ کے ۱۱؍اگست ۱۹۴۰ء کے شمارہ میں شائع ہوا تھا۔ میں قادیان میں تھا اور سب کارروائی میری آنکھوں کے سامنے ہوئی تھی۔ قارئین کی آ گاہی کے لئے وہ بیان ذیل میں من وعن درج کیا جاتا ہے۔ حکیم صاحب خلیفہ قادیان کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جناب خلیفہ صاحب نے اپنے خطبہ میں زوردار الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ: ''اگر حکومت برطانیہ مجھ سے درخواست دعا کرے تو میری دعا کے سبب حکومت برطانیہ کو یقیناً فتح ہوگی۔'' وابستگان خلافت بھی جناب خلیفہ صاحب کے اس دعویٰ کو بڑی اہمیت دے رہے ہیں تاکہ جناب خلیفہ صاحب کا تعلق باللہ اور دعاؤں میں غیر معمولی مقبولیت ثابت ہو۔ لیکن ہم اس معمہ کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ایک طرف تو خلیفہ صاحب برٹش امپائر کی وفاداری کا راگ الاپا کرتے ہیں اور دوسری طرف یہ حال ہے کہ ان کی کامیابی کے لئے سچے دل سے دعا تک کرنے کو بھی تیار نہیں۔ جب کہ رعایا کا بچہ بچہ گورنمنٹ سے ہمدردی رکھتا ہے اور ان کے عدل وانصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے دلی اخلاص سے فتح کی دعا مانگ رہا ہے؟ اس وقت خلیفہ صاحب حکومت کے

مصائب میں اور اضافہ کرنے کا باعث بن رہے ہیں اور انہیں الٹا اپنے سامنے جھکانا چاہتے ہیں اور ان کی کامیابی کو مشکوک نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ حالانکہ ہمارے بادشاہ کی کامیابی یقینی ہے۔ہمیں تو ان کی وفاداری کی سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیوں مشکلات کی گھڑیوں میں بھی بغیر گورنمنٹ کی درخواست کے دعائیں نہیں کرتے؟ لیکن دیکھنا تو یہ ہے کہ خلیفہ صاحب کے اس بلند بانگ دعویٰ میں کہاں تک صداقت ہے؟ اور ان کی دعاؤں کو کہاں تک مقبولیت حاصل ہے؟ اگر ان کی دعاؤں میں ایسی ہی قبولیت ہے جیسا کہ انہوں نے دعویٰ کیا ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ:

جب آپ نے ’’احمد یہ سٹور‘‘ قوم کے ہزاروں روپیہ سے جاری کیا تھا اور اس میں آپ نے اپنی ذمہ داری پر لوگوں سے روپیہ لیا تھا کیا اس میں کامیابی کے لئے دعائیں نہ کی تھیں؟ اگر کی تھیں تو سٹور کیوں تباہ وبرباد ہوا؟ جس کی وجہ سے کئی احمدی پاگل ہوگئے؟ اور بہت سارے اپنی تمام عمر کی کمائی سٹور میں تباہ وبرباد کر کے مفلس وقلاش بن کر رہ گئے؟

’’ایسٹرن ٹریڈنگ کمپنی‘‘ میں قوم کا کس قدر روپیہ برباد ہوا؟ ’’گلوب ٹریڈنگ کمپنی‘‘ کا کس قدر روپیہ تباہ ہوا؟ ’’گٹ فیکٹری‘‘ کا کیا حشر ہوا؟ پھر قومی سرمایہ سے قائم شدہ ’’بک ڈپو‘‘ کا سرمایہ کہاں گیا؟ یہ تمام کام جو قومی سرمایہ سے قائم ہوئے اور آپ کی سرپرستی میں جاری رہے اور آپ ان کی ترقی اور کامیابی کے لئے دعائیں فرماتے رہے کیا پھر اس کا انجام ناکامی نہ ہوا؟ اس وقت آپ کی دعائیں کیوں کارگر نہ ہوئیں؟

کیا جناب کو یاد نہیں جب آپ کے قیمتی گھوڑے چور لے گئے اور آپ نے ان کو واپسی کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ گھوڑے تو واپس کیا آنے تھے؟ الٹا آپ سے ’’بھونگے کی رقم‘‘ بھی کھا گئے۔ اس وقت آپ کی دعاؤں کو کیا ہوا؟

کیا آپ کو علم ہے کہ آپ نے ’’دلکشا پرفیومری کمیٹی قادیان‘‘ (جس کے آپ واحد مالک تھے) کی ایک شاخ کٹڑہ جیمل سنگھ امرتسر میں کھولی۔ جس کا افتتاح آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے وہاں پہنچ کر لمبی چوڑی دعاؤں کے بعد کیا۔ اس کے بعد اس کا جو حشر ہوا کیا آپ بھول سکتے ہیں؟ اس وقت آپ کی دعائیں کیوں بے اثر ہوگئیں؟

’’سٹار ہوزری قادیان‘‘ کے لئے آپ نے احمدی احباب پر کس قدر زور ڈال کر سرمایہ وصول کیا۔ ان کا جو حشر ہو رہا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ کیا اس کے لئے دعائیں نہیں فرماتے؟

قاضی محمد علی نوشہروی کو سزائے پھانسی سے بچانے کے لئے آپ نے نہ صرف خود ہی دعائیں فرمائیں بلکہ تمام جماعت سے بھی دعائیں کروائیں اور روزے رکھوائے اور قوم کا ہزاروں روپیہ خرچ کر کے ''پریوی کونسل'' تک اپیلیں بھی کی گئیں۔ کیا اس وقت آپ کی دعائیں، روزے اور اپیلیں اکارت نہ گئیں؟ اور قاضی محمد علی کو پھانسی نہ ہوئی؟

کیا قادیان میں ''احرار کانفرنس'' کو روکنے کے لئے ایڑی چوٹی تک کا زور نہ لگایا؟ اور ہر رنگ میں اسے روکنے کی کوششیں نہیں ہوئیں؟ پھر احرار کانفرنس قادیان میں منعقد ہوئی یا نہ؟ اس وقت آپ کی دعائیں کہاں گئیں؟

کیا احرار کانفرنس کے بعد سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو پھنسانے کے لئے کوئی کسر باقی رکھی؟ نتیجہ کیا ہوا؟ مقدمہ بخاری کا فیصلہ آپ کے خلاف ہوا۔ جس کی اپیلوں وغیرہ پر قوم کا کم از کم چالیس ہزار روپیہ کا خرچہ بتایا جاتا ہے۔ اس وقت آپ کی دعائیں کہاں جا چھپیں؟

چوہدری فتح محمد سیال (جو آپ کے ناظر اعلیٰ ہیں) کو جب آپ نے الیکشن کے لئے کھڑا کیا تھا کیا ان کی کامیابی کے لئے دعائیں نہ کی تھیں؟ جب کہ ظاہری طور پر قوم کا پسینہ کی جگہ لہو بہا کر کمایا ہوا روپیہ ہزاروں کی تعداد میں بے دریغ بہایا گیا اور صبح سے لے کر شام تک آپ خود بڑی عرق ریزی سے قادیان پولنگ پر ووٹ گزارتے رہے۔ کیا پھر بھی اس میں ناکامی کا منہ دیکھنا نہ پڑا؟ اس وقت آپ کی دعائیں کیوں رد ہوئیں؟

کیا عزیز احمد قلعی گر کو پھانسی سے بچانے کے لئے آپ نے دعائیں نہ کیں؟ اور قوم کا ہزاروں روپیہ برباد کر کے پریوی کونسل تک اپیلیں نہ کی گئیں؟ اور کیا آپ کی دعاؤں کا الٹا اثر یہ نہ ہوا کہ جب آپ نے قلعی گر کو بچانے کے لئے لاہور لائیکورٹ میں اپیل کرائی تو ہائیکورٹ نے قاتل کو تو کیا بری کرنا تھا؟ الٹا آپ کے خلاف بھی ریمارکس دے دیئے جس پر آپ نے ایک بیان کے دوران میں تسلیم کیا کہ: ''ان ریمارکس سے جو آگ آپ کے دل کو لگی ہوئی ہے اس کو کوئی پانی ٹھنڈا نہیں کر سکتا۔'' اب آپ خدارا فرمائیں کہ اب بھی آپ کی دعاؤں کی قبولیت پر یقین کیا جا سکتا ہے؟

پھر آپ نے اس آگ کو بجھانے کے لئے تین قابل وکلاء کی خدمات حاصل کر کے ہائیکورٹ میں ریمارکس حذف کرنے کی درخواست دی جس کے بالمقابل یہ خاکسار معمولی سے وکیل کو ہی لے کر پیش ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی تمام دعائیں اور کوششیں بے اثر ثابت ہوئیں اور

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھ جیسے کمزور بے کس انسان کو فتح دی اور آپ کی اپیل خارج ہوگئی۔

حسن ابن صباح کی پیروی

اسی قسم کے اور بیسیوں واقعات ہیں جن کی تفصیل کی اس جگہ گنجائش نہیں۔لیکن حقیقت یہی ہے کہ آج تک آپ کی دعائیں الٹا اثر ہی دکھاتی رہیں۔اس کے بالمقابل آپ کے بعض سادہ لوح مریدوں کا یہ لکھ دینا کہ:’’ہمارا فلاں کام آپ کی دعاؤں سے ہوا۔‘‘ کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔کیونکہ ایسے اتفاقی واقعات دنیا میں ہوتے رہتے ہیں اور سادہ لوح مرید ایسے واقعات کو اپنے پیروں کی کرامات ہی ظاہر کیا کرتے ہیں۔دیکھنا یہ ہے کہ وہ امور جن میں پوری کوشش،توجہ اور انہماک سے دعائیں کیں۔قوم سے بھی کروائیں۔ان میں ناکامی کیوں ہوئی؟ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور قطعاً کوئی خاص قرب حاصل نہیں اور نہ ہی آپ کی دعاؤں میں غیر معمولی مقبولیت ہے۔اس وقت آپ کا گورنمنٹ کی دعا کی درخواست کرنے کے لئے مائل کرنے کی کوشش کرنا۔حسن ابن صباح والی چال ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے اپنے معترضین کے خلاف ہمیشہ دعا کا پاکیزہ ہتھیار استعمال کرنے کی بجائے کفار والا حربہ بائیکاٹ استعمال کیا۔

مباہلہ کا چیلنج

اگر آپ یہ فرمائیں کہ اس وقت آپ کو یہ مقام حاصل نہ تھا جواب ہوا ہے تو اب بھی ہماری طرف سے آپ کو کھلا چیلنج ہے کہ اگر آپ کو یقین ہے کہ آپ خدا کے برگزیدہ اور مقرب بن چکے ہیں اور وہ الزامات جو آپ کی ذات پر آئے دن لگ رہے ہیں غلط اور بے بنیاد ہیں تو آؤ اللہ تعالیٰ کے حضور میں مل کر دعا کریں اور میدان مباہلہ میں نکلیں تاکہ روز روز کا جھگڑا ختم ہوکر حق وباطل میں فیصلہ ہو اور وہ تمام احمدی جو اس تنازعہ کی وجہ سے تذبذب میں پڑ چکے ہیں اور وہ تمام مخلصین جماعت جو منافق قرار دیئے جاچکے ہیں راہ راست پر آئیں اور وہ تمام اعتراضات جو آئے دن ان حالات کی وجہ سے سلسلہ پر لگ رہے ہیں، ختم ہوں۔

مباہلہ میں پوزیشن کا سوال

اگر آپ فرمائیں کہ:’’ہماری پوزیشن ہی کیا ہے کہ آپ ہمارے بالمقابل مباہلہ کے لئے نکلیں؟ تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جس پر اس قسم کے الزامات لگ جائیں تو اس کی تو اپنی

پوزیشن ہی خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ جب تک وہ الزامات سے بریت ثابت نہ کرے؟ یہی وجہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر چند ذلیل عورتوں نے ہی اسی قسم کا الزام لگایا تھا تو وہ (حضرت یوسف علیہ السلام) جیل خانہ سے باہر نہیں نکلے جب تک بریت ثابت نہ کردی؟ اسی طرح حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب بعض منافقین نے الزام لگایا تو آنحضرت ﷺ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سلام کلام بند کر دیا جب تک اللہ تعالیٰ نے بریت نہیں فرمادی؟ اور شہنشاہ اسلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ تک بند کر دیا۔ جب تک ایک معمولی معترض کے اعتراض کا تسلی بخش جواب نہ دے لیا وغیرہ۔ کیا ان معترضین میں سے کسی ایک معترض کی پوزیشن ان بزرگوں جیسی تھی؟ اگر نہیں تھی اور یقیناً نہیں تھی تو پھر ان بزرگوں نے کیوں ان معترضین کے جواب دینے ضروری سمجھے؟ اور الزامات سے بریت ثابت کی۔“

مکرر چیلنج

بالآخر میں امید کرتا ہوں کہ آپ ضرور میدان مباہلہ میں نکلیں گے اور اگر آپ نے میدان مباہلہ میں آنے کی جرأت کی تو میں صرف اکیلا ہی نہیں بلکہ کم از کم بیس افراد کو اپنے ہمراہ لاؤں گا جو دعا مباہلہ میں شریک ہوں گے اور کم از کم دو ہزار ایسے اشخاص کو بھی ساتھ لاؤں گا جو ہمیشہ کے لئے اس نشان کے زندہ گواہ ٹھہریں گے۔ لیکن اگر آپ اللہ تعالیٰ کے وعید: ”ولن یتمنوہ ابدًا بما قدمت ایدیھم“ سے ڈر گئے؟ اور میدان مباہلہ میں نہ نکلے؟ تو یاد رکھیں کہ آپ کے وہ تمام دعاوی جن کو آپ آئے دن پیش کرتے رہتے ہیں غلط اور بے بنیاد ٹھہریں گے؟ اور ماننا پڑے گا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور ہرگز ہرگز کوئی مرتبہ حاصل نہیں اور آپ کا آپ کی طاقت کے نشہ میں ہم کمزور و بے کس احمدیوں کو منافق قرار دینا غلط اور ظلم عظیم ہے۔ ورنہ کسی ایک خدا کے برگزیدہ کی مثال پیش کرو جو منافقوں کے بالمقابل میدان مباہلہ میں نہ نکلا ہو؟ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ!

حکیم عبدالعزیز، سیکرٹری انجمن انصار احمدیہ کادیان

یاد رہے کہ کادیان میں دفتر احرار کے قیام سے قبل کسے جرأت تھی کہ وہ خلیفہ کو یوں سر میدان للکار کر دعوۃ مبارزۃ دیتا؟ ایک حکیم عبدالعزیز کیا، بیسیوں عبدالعزیز اب میدان مبارزۃ میں خلیفہ کو للکارتے نظر آئیں گے اور ان کے جواب میں خلیفہ کو چوں کرنے کی ہمت نہ ہوگی؟ یہ ماننا پڑے گا کہ یہ جرأت ان حضرات کو تب ہوئی جب کہ احرار نے سانپ کا سر کچل کر اور اس کا زہر نکال کر رکھ دیا۔ ورنہ خلیفہ اب نیا بدکار و بدکردار تو نہیں ہوا تھا بلکہ وہ تو عنفوان شباب سے ہی دل

پھینک واقع ہوا تھا۔خود مرزا غلام احمد قادیانی کے زمانہ میں خلیفہ پر الزام لگا؟ جماعت میں شور ہوا تو مرزا غلام احمد قادیانی نے بڑے ذمہ دار افراد پر مشتمل تحقیقات کے لئے کمیشن مقرر کیا۔مگر وہ کمیشن مکمل سیاسی اور مرزائی مذہبی مصلحت کا شکار ہو کر رہ گیا۔ابتداء سے جماعت کے ایک عنصر کو خلیفہ محمود کی بدچلنی کا کماحقہ علم تھا؟ مگر وہ اس کا تذکرہ برملا زبان پر لانے سے معذور تھا۔

(مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۳۵۵)

عبدالعزیز شاد رحمۃ اللہ علیہ (ساہیوال)، مولانا

(پیدائش:۱۹۰۱ء ...... وصال:۱۵رمئی۱۹۷۲ء)

آپ کا سلسلہ نسب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔آپ ’’واہلکے‘‘ فیروز ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔گھر پر ابتدائی تعلیم حاصل کی۔رائے پور جالندھر میں مولانا فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی فقیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رحمت علی لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پڑھا۔ مدرسہ عزیزیہ، مدرسہ رشیدیہ میں بھی پڑھتے رہے۔ قاسم العلوم شیرانوالہ میں حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ التفسیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کسب فیض کیا۔ رنگیلیا نوالہ ضلع شیخوپورہ ننکانہ، ہرسہ کوٹ ضلع فیصل آباد میں بھی پڑھاتے رہے۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ آپ کے حکم پر جالندھر میں خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۴۶ء میں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متعلقین اوّلین میں سے جن کو خلافت دی ان میں مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔

قیام پاکستان کے بعد ساہیوال مسجد نور میں خدمات سرانجام دیں۔آپ نے حرمین شریفین، برطانیہ کے بارہا سفر کئے۔کمیٹی گھر مسجد نور کی تعمیر وترقی میں آپ کی مساعی جمیلہ کا بڑا دخل ہے۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں یہیں سے گرفتار ہوئے۔کئی ماہ جیل کاٹی۔آپ کا تحریک ختم نبوت ساہیوال میں صف اوّل کے رہنماؤں میں شمار ہوتا تھا۔ بیمار ہوئے۔لاہور میو ہسپتال میں داخل ہوئے۔ انتقال فرمایا تو جنازہ شیرانوالہ سے اٹھا اور اپنے شیخ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں میانی قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔

(۱۳۵۶)

عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (شہداد پور)، مولانا

(وفات:۱۲/دسمبر۱۹۸۹ء)

مولانا عبدالعزیز دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ آپ شہداد پور سندھ میں برادری کی دعوت پر بطور خطیب کے تشریف لائے۔ دارالعلوم حسینیہ شہداد پور کے بانی مولانا قاری رحمت اللہ کے ساتھ دارالعلوم حسینیہ کی بنیاد رکھی۔ ہر دینی تحریک میں پیش رہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے حدی خواں تھے۔ آپ کا وجود بے دین فتنوں کی رکاوٹ کے لئے قدرت کی طرف سے سدسکندری تھا۔ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ ایسے اکابر سے آپ کے احترام ومحبت کا تعلق تھا۔ اسلام کی سربلندی اور عقیدۂ ختم نبوت کی ترویج کے لئے عمر بھر کوشاں رہے۔

(۱۳۵۷)

عبدالعزیز لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش:۱۸۳۸ھ ...... وفات:۴/دسمبر۱۹۰۱ء، لدھیانہ)

مولانا عبدالقادر لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا عبدالعزیز لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ نے تمام دینی تعلیم اپنے گرامی قدر والد مرحوم سے حاصل کی۔ والد گرامی کے ساتھ انقلابی فوج کے ساتھ دہلی گئے اور انگریز سے دست بدست جہاد کیا۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں ناکامی کے باعث اپنے والد اور خاندان کے ساتھ ستلانہ گاؤں میں روپوش رہے۔ ۱۸۶۰ء میں (والد گرامی کی وفات کے بعد) لدھیانہ آئے تو آپ کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ آپ کے برادران مولانا محمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی کچھ عرصہ بعد یہاں لدھیانہ آگئے۔ مولانا عبدالعزیز لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ اللہ والا لدھیانہ میں قائم کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف مولانا محمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب ۱۴/جمادی الاوّل ۱۳۰۱ھ کو فتویٰ دیا تو آپ

ان کے ساتھ دست و بازو تھے اور اس فتویٰ پر دستخط کرنے کی سعادت اور مرزا قادیانی کے مدمقابل آنے کا اعزاز اوّلیت حاصل کیا۔ملعون قادیان نے اپنی کتاب دعوت قوم مشمولہ انجام آتھم ص ۶۹ پر جن علماء و مشائخ کو مباہلہ کے لئے بلایا ان میں چھٹے نمبر پر آپ کا نام درج ہے۔جس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ مولانا عبدالعزیز نے مرزا قادیانی کو وہ چوکے لگائے کہ اس کا وجود ہی چور چور ہو گیا تھا۔

(۱۳۵۸)

عبدالعزیز لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: ۱۲۴۰ھ)

حضرت مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ صاف رنگ، میانہ قد، بکھرے ہوئے بال کی حامل شخصیت تھے۔لکھنو سے آپ کا تعلق تھا۔فرخ آباد میں پیدا ہوئے۔والد محترم غلام احمد کاشمیری کے نام سے موسوم تھے۔فن نحو، صرف مولانا ہدایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ، بخاری شریف مولانا حسین احمد ملیح آبادی رحمۃ اللہ علیہ، سنن ابی داؤد مولانا سراج احمد سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔اصلاحی تعلق شیخ عبدالحق بن فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ احمد بن زینی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم کیا۔ان دو حضرات مشائخ سے مولانا عبدالعزیز لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت بھی نصیب ہوئی۔آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ بھی دیا تھا۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۱۴)

(۱۳۵۹)

عبدالعزیز محدث سیالوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وادت: ۱۸۸۴ء ...... وفات: ۱۵/ اکتوبر ۱۹۴۰ء)

آپ پنڈ سیال ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔والد گرامی کا نام قاضی نور محمد تھا۔قوم کے لحاظ سے اعوان تھے۔ابتدائی تعلیم نوشہرہ سے حاصل کرنے کے بعد انہی ضلع گجرات کے مولانا غلام رسول سے درس نظامی کی کتب پڑھیں پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند داخل ہو کر ۱۳۲۷ھ میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے سند فراغت حاصل کی۔فراغت کے بعد مدرسہ نعمانیہ لاہور مدرس رہے۔پھر گوجرانوالہ جامع مسجد شیرانوالہ میں امام و خطیب مقرر ہوئے اور انوار العلوم کی بنیاد

رکھ کر تدریس میں مشغول ہوگئے۔ بیعت کا تعلق مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ ان سے مجاز بھی تھے۔ اپنے والد گرامی کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ آپ نے ردقادیانیت پر فتویٰ ''قہریزدانی برجان دجال قادیانی'' میں صورت مسئولہ پر درج ذیل جواب تحریر فرمایا: ''الجواب...... چونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔ ان کے بعد جو مدعی نبوت ہوگا کافر ہے۔ تقدیر صحت دعویٰ نبوت مرزا کے ان کے ساتھ معاملہ کفار رکھنا چاہئے۔ لہٰذا نکاح عورت مسلمان کا، کافر اور مرزائی سے حرام ہوگا۔ فقط'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۲۲)

(۱۳۶۰)

عبدالعزیز محدث رحمۃ اللہ علیہ (لدھیانہ)، مولانا

''موضع''، ضلع لدھیانہ میں مولانا عبدالعزیز ہوتے تھے۔ جو اپنے علاقہ کے رئیس اور محدث شمار کئے جاتے تھے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ پر آپ کے تائیدی دستخط بھی ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۱۸۵)

(۱۳۶۱)

عبدالعلی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا عبدالعلی عبداللہ پور ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند میں جید حضرات سے کسب فیض کیا۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ۱۲۹۴ھ میں مولانا احمد حسن امروہی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دارالعلوم سے فراغت حاصل کی۔ پہلے دارالعلوم دیوبند میں ہی مدرس رہے۔ پھر شاہی مراد آباد کے مدرس اوّل مقرر ہوئے۔ ۱۳۰۶ھ کے بعد دہلی میں مدرسہ مولوی عبدالرب میں صدر مدرس مقرر ہوئے اور طویل مدت اسی مدرسہ میں حدیث کا درس دیتے رہے۔ آخری عمر میں بڑھاپے کی وجہ سے نقل وحرکت سے معذور ہوگئے تھے۔ مگر زندگی کی آخری سانس تک صف اولیٰ ترک نہیں ہوئی۔ آپ کے تلامذہ کا ایک وسیع حلقہ رہا۔ آپ کے تلامذہ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جبال العلم حضرات شامل ہیں۔ مولانا عبدالعلی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کی تکفیر پر تائیدی دستخط کر کے مہر ثبت کی۔

(۱۳۶۲)

عبدالعلی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (فاضل دیوبند)، مولانا

(ولادت:۱۸۷۵ء ...... وفات:۲۳؍مئی۱۹۷۲ء)

آپ مولانا محمود علی کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کی مسجد میں حاصل کرنے کے بعد اپنے بڑے بھائی مولانا محمد رسول خان رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مدرسہ امدادالاسلام میرٹھ چلے گئے۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند داخل ہوئے۔ ۱۳۲۷ھ میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد وطن واپس آئے اور درس نظامی کی تدریس شروع کی۔ قرآن مجید حفظ تدریس کے دوران کیا۔ کچھ عرصہ بعد نگینہ ضلع بجنور کے مدرسہ میں تدریس کے لئے چلے گئے۔ آپ نے ردقادیانیت پر ’’فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام‘‘ پر تائیدی دستخط کئے۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۶۸)

(۱۳۶۳)

عبدالعلیم جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، مولانا

مدرسہ اشرف المدارس گرونانک پورہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالعلیم جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، جامعہ خیرالمدارس ملتان کے فارغ التحصیل تھے۔ بہت ہی متحرک عالم دین تھے۔ عرصہ تک مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام فیصل آباد کے امیر رہے۔ حق تعالیٰ نے انہیں بہت خوبیوں سے نوازا تھا۔ بہت ہی ملنسار، ہنس مکھ عالم دین تھے۔ خدا تعالیٰ نے عوام اور طلباء میں انہیں محبوبیت نصیب فرمائی تھی۔

(۱۳۶۴)

عبدالعلیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا پیر جی

(پیدائش:۱۹۴۰ء ...... شہادت:۱۶؍جنوری۱۹۹۵ء)

حضرت مولانا پیر جی عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ چیچہ وطنی والوں کو اللہ تعالیٰ نے سات

صاحبزادے عنایت فرمائے۔ ان میں تیسرے نمبر پر مولانا پیرجی عبدالعلیم رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ نے فارسی اور ابتدائی صرف ونحو کی تعلیم اپنے تایا ابوحضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ چک ۱۱ والوں سے حاصل کی۔ جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں منتہی کتب تک تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث شریف جامعہ خیرالمدارس ملتان سے کیا۔ اپنے والد صاحب کے قائم کردہ مدرسہ چیچہ وطنی میں خدمات سرانجام دیں۔ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے حضرت مولانا حبیب اللہ مرحوم فاضل رشیدی کے ساتھ نظامت جامعہ رشیدیہ کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ناموس صحابہ کے لئے ہمہ تن مصروف عمل رہے۔ ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء کی تحریکہائے ختم نبوت میں چیچہ وطنی میں سرگرم عمل رہے۔ حق تعالیٰ آپ کی تربت پر اپنی رحمتوں کی بے پایاں موسلادھار بارش نازل فرمائیں۔

(۱۳۶۵)

عبدالعلیم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۱۰؍اگست ۱۹۹۴ء)

آپ کی پیدائش ایک ممتاز علمی گھرانے اور انگہ ضلع خوشاب ایسے مردم خیز خطے میں ہوئی۔ آپ کے والد صاحب مولانا عبدالحکیم انگوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے علم اور نیک نامی کی بدولت مشہور تھے۔ آپ کے برادر بزرگ مولانا عبدالحلیم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی اچھے خطباء میں ہوتا تھا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت گھر کے ماحول میں اپنے والد صاحب کی نگرانی میں ہوئی۔

حصول تعلیم کے بعد آپ نے لاہور میں دارالعلوم حنفیہ کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم کیا۔ آپ کی وفات اور تدفین لاہور میں ہوئی۔ تحاریکہائے ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء میں آپ نے لاہور شہر میں فعال کردار ادا کیا۔ قادیانیت سے متعلق ایک فتویٰ کی تصدیق کرتے ہوئے لکھا کہ: جواب دینے والی ہستی نے بالکل صحیح فتویٰ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں سلامت باکرامت رکھے۔ آمین!

حررہ محمد عبدالعلیم قاسمی، ۲۰؍رجب ۱۳۸۵ھ

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۶۸)

(۱۳۶۶)

عبدالعلیم رحمۃ اللہ علیہ (مسجد شیخ لاہوری)، مولانا محمد

جامع مسجد شیخ لاہوری جھنگ کے مہتمم متولی امام وخطیب تھے۔ بہت ہی مرنجاں مرنج شخصیت تھے۔ جھنگ میں جمعیۃ علماء اسلام کے بانی حضرات میں سے تھے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں حصہ بھی لیا۔ سالانہ ختم نبوت چنیوٹ میں تشریف لانے کا معمول کبھی ترک نہیں کیا۔ چناب نگر ضلع چنیوٹ کو پہلے ضلع جھنگ لگتا تھا۔ اس لئے قادیانی فتنہ خدوخال پر آپ کی نظر رہتی تھی۔ حق تعالیٰ نے بہت ہی خوبیوں سے نوازا تھا۔ مسئلہ حیات مسیح پر ایک فتویٰ کی توثیق وتصدیق بھی کی۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۷۰)

(۱۳۶۷)

عبدالغفار رحمۃ اللہ علیہ (بنگلور)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا عبدالغفار کو بھی انجام آتھم ص۷۰، نمبر۴۷ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۳۶۸)

عبدالغفار خان رامپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا عبدالغفار خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ رامپور کے مشہور علماء میں سے تھے۔ آپ نے الشیخ مولانا ارشاد حسین رامپوری سے علم حاصل کیا اور زمانہ دراز تک ان ہی کی صحبت میں رہ کر استفادہ کیا۔ پھر وہیں رہ کر عوام الناس کو فائدہ پہنچایا۔ جب آپ کے شیخ مولانا ارشاد حسین رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو آپ ہی ان کے علم وطریقت میں خلیفہ ہوئے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے کفر سے متعلق فتویٰ ''قہر یزدانی برجان دجال قادیانی'' میں صوت مسئولہ پر تحریر فرمایا کہ: ''ایسا دعویٰ کرنے والا کافر ہے اور اس کے مرید اور معتقد جو ایسے مدعی مفتری کو اس کے تاویل کافر اور دعاوی باطلہ میں سچا جانتے ہیں اور راضی ہیں۔ وہ بھی کافر ہیں۔ اس لئے کہ: ''الرضاء بالکفر کفر''

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۰۷)

(۱۳۶۹)

عبدالغفار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا عبدالغفار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے برادر خورد تھے۔ مرزائیت کے بڑے مخالف اور ہمارے شعبۂ تبلیغ کے بڑے ہمدرد اور بہترین مقرر تھے۔ قادیان میں ان کا بہت آنا جانا ہوتا تھا۔ جمعہ کے علاوہ رات کو بھی ان کی تقریر ہوتی تھی۔ ان کی تقریر میں بڑا زور اور جوش ہوتا تھا۔ اب ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ خدا مغفرت کرے۔ آمین! (مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۳۷۰)

عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ سانگلوی ثم ہارون آبادی، جناب ڈاکٹر

(وفات: ۳۰؍اگست ۱۹۸۱ء)

ڈاکٹر عبدالغفور سانگلوی حکیم میاں علی اکبر کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا آبائی پیشہ طب وحکمت اور زمیندارہ تھا۔ اسی لئے آپ نے بھی وقت کے مستند حکماء سے طب کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے متعدد سیاسی اور مذہبی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں کردار ادا کرنے والے تمام مذہبی وسیاسی کارکنان، مشائخ، علماء، زعماء اور ۹۰ سالہ جدوجہد میں حصہ لینے والے تمام مجاہدین ختم نبوت کو خراج عقیدت کا حقدار سمجھتے اور ہمیشہ ان کی تحسین کیا کرتے تھے۔

(۱۳۷۱)

عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ محمد آبادی اعظم گڑھی، مولانا

آپ کی ولادت ۱۲۶۵ھ میں ہوئی۔ مولانا کرم الدین، مولانا واجد تقوی پوری سے اعظم گڑھ میں پڑھا۔ جونپور میں مولانا مفتی محمد یوسف بن محمد اصغر لکھنوی سے بھی پڑھا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی کے تکفیر مرزا پر مشتمل فتویٰ پر آپ نے تائیدی دستخط کئے۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۱۶۸)

(۱۳۷۲)

عبدالغنی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حکیم

(وفات:۲۲؍مارچ ۱۹۶۸ء)

بورے والا ضلع ملتان کے حضرت مولانا عبدالغنی جالندھری، بطل حریت، یادگار سلف مبلغ اسلام تھے۔ آپ نے تمام بے دین فتنوں بالخصوص قادیانیت کے خلاف گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۳۷۳)

عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ (جانشین حضرت قاضی اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ، بنگلور)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کو انجام آتھم ص ۷۱، نمبر ۷۶ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۳۷۴)

عبدالغنی ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت:۱۹۱۸ء)

مولانا عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ تیمر گرہ ضلع دیر میں مولانا حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ مدرسہ صدیقہ دہلی اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل پڑھتے رہے۔ پھر ۱۳۵۱ھ میں دارالعلوم دیوبند داخل ہوئے اور مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد مدرسہ علی گڑھ میں پڑھانا شروع کیا۔ مختلف علوم وفنون کے علاوہ صحاح ستہ پڑھانے کا موقع ملا۔ اسی مدرسہ میں نائب شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز ہوئے۔ تقسیم پاکستان کے بعد وطن واپس آگئے۔ تین سال گھر پر تدریس کرنے کے بعد ۱۹۵۱ء میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے لئے

آپ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ تادم زیست آپ نے اکوڑہ خٹک میں اعلیٰ تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے ردقادیانیت پر درج ذیل عبارت تحریر کی جو کہ مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے مرتب کردہ فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام میں ۲۱۰ نمبر پر موجود ہے۔

الجواب ممانطق به الكتاب وبلغ الاحاديث فى بابه تواتراً معنويا، فهو من الاعتقادات الاسلامية احقر الانام: عبدالغنى عفا الله عنه

دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

جواب بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن مجید نے بیان کیا ہے اور اس سلسلے کی احادیث تواتر معنوی کے درجے کو پہنچی ہوئی ہیں اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۸۴)

(۱۳۷۵)

عبدالغنی فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۲۰/اپریل ۱۹۷۴ء)

مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمدرس، جامع مسجد کوہ نور ملز کے خطیب، عقیدۂ ختم نبوت کے منّاد، تمام دینی تحریکوں میں نمایاں مقام رکھنے والے درویش منش عالم دین۔

(۱۳۷۶)

عبدالغنی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، جناب بابا

(وفات: ۱۹۷۹ء)

حضرت الحاج بلند اختر نظامی مرحوم کی دکان پر بابا عبدالغنی لاہوری ہوتے تھے۔ جو پرانے احراری تھے اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے بے باک پاسبان تھے۔ مرحوم بہت ہی نظریاتی رفقاء میں سے تھے۔

(۱۳۷۷)

عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ (کنری، عمرکوٹ)، مولانا حافظ

(پیدائش: ۱۹۲۵ء ...... وفات: ۱۵؍نومبر ۱۹۹۹ء)

مولانا حافظ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ میاں نور محمد کے گھر کنیال ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد اور چچا میاں فتح محمد قیام پاکستان سے قبل ہی چک ۴۹۷؍ای. بی بورے والا میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ حافظ عبدالغنی نے قرآن پاک حفظ چیچہ وطنی کے بلاک نمبر ۱۲ کی مرکزی جامع مسجد سے کیا۔ ابتدائی کتب کے لئے مدرسہ فیض محمدی رائے پور ضلع جالندھر میں داخل ہوئے۔ بعد میں مظہر العلوم سہارنپور سے تعلیم حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد چک نمبر ۴۹۷؍ای. بی بورے والا میں بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دینے لگے۔ ۱۹۵۵ء میں چچا کی زمینوں کی دیکھ بھال کے لئے ٹالہی شہر میں تشریف لائے۔ اس وقت ٹالہی میں کوئی مسجد نہ تھی اور ٹالہی شہر کے آس پاس انگریز بہادر نے قادیانیوں کو ۱۲ ہزار ایکڑ زمین مفت میں دی ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں نوکوٹ، نفیس نگر، کنری وغیرہ میں ہزاروں ایکڑ زمین قادیانیوں کو انگریز نے دے رکھی تھی۔ حافظ عبدالغنی سے پہلے ٹالہی میں کوئی عالم دین نہ تھا۔ ڈگری اور کنری میں حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ فاتح قادیان مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ سالانہ جلسوں سے خطاب فرمایا کرتے تھے۔ حافظ عبدالغنی اور ان کے کچھ ساتھی ان حضرات سے جا کر ملتے اور ان کے خطابات سنتے۔ حافظ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نے ٹالہی اسٹیشن کی شرقی جانب نیک دل زمیندار حاجی جعفر خان چانڈیو کے تعاون سے مسجد کی بنیاد رکھی۔ اس مسجد میں نمازوں کے بعد جمعہ اور پھر عیدین پڑھنے لگے۔ ۱۹۶۷ء اور ۱۹۶۸ء میں مولانا جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ ایک ایک رات کے لئے تشریف لائے اور خطابات فرمائے۔ پھر مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہفتہ ٹالہی میں قیام فرمایا۔ یوں حافظ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نے ٹالہی میں قادیانیت کا تعاقب کیا۔ مسجد میں بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم بھی دیتے رہے۔ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اپنے بھتیجے عبدالمجید کو لے پالک بیٹا بنائے رکھا تھا۔ آخری عمر میں بیمار ہو گئے۔ آپ کا بھتیجا علاج کی غرض سے لاہور لے جا رہا تھا کہ پتوکی کے قریب ریل گاڑی میں بروز پیر صبح صادق کے وقت فجر کی اذانیں سنتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔ چیچہ وطنی شہر کے قبرستان میں آپ کو لحد میں اتارا گیا۔ آپ کا جنازہ مولانا مختار احمد مظاہری رحمۃ اللہ علیہ بورے والا نے پڑھایا۔ (حافظ منیر احمد کنری)

(۱۳۷۸)

عبدالقادر اعظم گڑھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(ولادت:۱۲۷۹ھ ...... وفات:۱۳۳۱ھ)

مولانا محمد عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اعظم گڑھ کے شہر مئوناتھ بھجن میں پیدا ہوئے۔ مولانا حسام الدین، مولانا محمد علی، مولانا سید نذیر حسین دہلوی سے کسب علم کیا۔ جناب ضیاء النبی بن سعد الدین نقشبندی سے تصوف کی تکمیل کی۔ رائے بریلی، مئو کا مٹی، اعظم گڑھ پڑھاتے رہے۔ آرہ کے مدرسہ میں بھی پڑھایا۔ متعدد کتب کے مصنف تھے۔ ان میں ایک کتاب علم مناظرہ پر بھی ہے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی کے مرتب کردہ فتویٰ پر آپ نے تحریر فرمایا: ’’جس شخص کا یہ عقیدہ ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ واللہ اعلم!‘‘ فقیر: محمد عبدالقادر

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۱۶۸)

(۱۳۷۹)

عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ پیارم پیٹی، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم ص۷۰، نمبر۴۹ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۳۸۰)

عبدالقادر حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت:۱۰؍ربیع الثانی ۱۲۵۱ھ ...... وفات:۳۰؍ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ)

مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ بن فضل اللہ حنفی حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ فقیہ علماء میں سے تھے۔ حیدرآباد میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ابتداء میں کچھ عرصہ والد محترم کے ساتھ مشغول رہے۔ پھر پڑھائی کی طرف متوجہ ہوئے تو مولانا محمد زمان شاہ جہانپوری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ فضل رسول عثمانی

بدایونی رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات سے پڑھ کر شیخ عبدالغنی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کی سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد حیدرآباد دکن میں مقرر کئے گئے۔ متعدد کتب کے مصنف بھی تھے۔ آپ نے عقائد مرزا قادیانی سے متعلق فتویٰ ''علماء پنجاب وہندوستان'' میں تائیدی عبارت ثبت کی۔ ''ان کان کذا فکذا. اگر قادیانی نے ایسا کہا ہے جو سوال میں ہے تو اس کا یہی حکم ہے جو جواب میں ہے کہ وہ دجال وکذاب ہے اور پابندی اسلام سے خارج ہے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۱۶۶)

(۱۳۸۱)

عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ (بنگلور)، حضرت قاضی شاہ

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا قاضی عبدالقدوس کو بھی انجام آتھم ص۷۰، نمبر۴۶ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۳۸۲)

عبدالقوی رحمۃ اللہ علیہ (اعظم گڑھ)، مولانا

(وفات: ۱۹۶۷ء)

آپ ۱۸۹۲ء کے پس وپیش منڈیار ضلع اعظم گڑھ میں شاہ حبیب اللہ خان کے گھر پیدا ہوئے۔ ۴ سال جونپور میں پھر مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے اور مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ ودیگر اساتذہ سے پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ دورۂ حدیث کے ساتھیوں میں مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام نمایاں ہیں۔ فتویٰ تکفیر قادیان میں صورت مسئولہ کا ایک جواب مولانا عنایت الٰہی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مظاہر العلوم سہارنپور نے دیا۔ اس کی تائید میں آپ کے دستخط بھی موجود ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۶۶)

(۱۳۸۳)

عبدالقوی لقمان رحمۃ اللہ علیہ، جناب ڈاکٹر

(پیدائش:۶؍نومبر۱۹۰۱ء)

آپ مولانا محمد احمد کے ہاں لاہور میں پیدا ہوئے جو مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے قرابت داروں میں سے تھے۔ یہ جمعیۃ انصار کے ناظم بھی رہے۔ جس کے صدر مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ڈاکٹر عبدالقوی نے لاہور سے ایم. بی. ایس کیا۔ تین ماہ مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دیوبند میں گزارے۔ لاہور پرانی کوتوالی میں کلینک قائم کیا۔ مجلس احرار سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۳۵ء کے زلزلہ کوئٹہ میں مجلس احرار کے امدادی کیمپ کے میڈیکل شعبہ کے انچارج تھے۔ عمر بھر مجلس احرار سے وابستہ رہے اور قادیانی فتنہ کی فتنہ سامانیوں کا تریاق امت مسلمہ کو مہیا کرتے رہے۔

(۱۳۸۴)

عبدالقیوم پوپلزئی رحمۃ اللہ علیہ (پشاور)، حضرت مولانا مفتی

(ولادت:۱۹۱۲ء ...... وفات:۲۵؍مارچ ۱۹۸۳ء)

آپ مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ مفتی سرحد کے صاحبزادہ تھے۔ ابتدائی تعلیم پشاور میں حاصل کی۔ دوسال دارالعلوم پڑھتے رہے۔ دورۂ حدیث ۱۹۳۵ء میں مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں جامعہ امینیہ دہلی میں کیا۔ بڑے بھائی مولانا عبدالرحیم پوپلزئی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جامع مسجد قاسم علی خان پشاور میں نصف صدی سے زائد عرصہ تک خدامت سرانجام دیں۔ انتہائی خلیق وضع دار اور خوددار عالم دین تھے۔ فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام پر آپ کے تائیدی دستخط ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۸۵)

(۱۳۸۵)

عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ (چیچہ وطنی)، حضرت پیر جی

(پیدائش:۱۳۲۸ھ ...... وفات:۶؍جولائی ۱۹۷۷ء)

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مجاز کا نام حضرت حافظ

صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ رائے پور گجراں ضلع جالندھر کے رہائشی تھے۔ آپ کے ایک صاحبزادہ کا نام عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ تھا جنہوں نے بعد میں پیر جی کا نام پایا۔ آپ نے رائے پور گجراں میں تعلیم حاصل کی۔ مولانا پیر جی عبداللطیف حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور پھر خلافت بھی حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی۔ پیر جی عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ نے چیچہ وطنی مدرسہ تعلیم القرآن کا اجراء کیا۔ عمر بھر جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ تحریکہائے ختم نبوت میں نہ صرف پیش پیش رہے بلکہ اپنی نیم شبانہ دعاؤں سے سرپرستی بھی فرماتے تھے۔

(۱۳۸۶)

عبداللطیف شاہ رحمۃ اللہ علیہ (خلف حاجی نجم الدین شاہ)، حضرت سید

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت سید عبداللطیف شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم ص۷۱، نمبر۸۱ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۳۸۷)

عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: ۱۹۲۰ء ...... وفات: ۱۹۸۳ء)

ضلع مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔ بعد میں ایبٹ آباد منتقل ہوگئے۔ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے فراغت حاصل کی۔ بیعت کا تعلق حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ آپ ۱۹۷۱ء میں ڈسٹرکٹ خطیب ہزارہ مقرر ہوئے اور ۱۹۸۰ء تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت ہزارہ کے امیر مقرر ہوئے۔ ضلع بھر میں تمام تحریکی کام براہ راست آپ کی سربراہی میں ہوا۔ اس تحریک میں گرفتار ہوکر جیل میں تین ماہ قید رہے۔ کراچی میں وفات پائی جہاں آپ علاج کے لئے گئے ہوئے تھے۔ آپ نے ''فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام'' میں صورت مسئولہ پر علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے جواب پر ''جواب بالکل حق ہے'' لکھ کر تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۸۵)

(۱۳۸۸)

عبداللطیف مظفرنگری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۲؍اگست ۱۹۵۴ء)

مولانا عبداللطیف قاضی پور ضلع مظفرنگر میں مولانا جمعیت علی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والدگرامی سے حاصل کرنے کے بعد مظاہرالعلوم سہارنپور داخل ہوئے اور ۱۳۲۲ھ میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عنایت الٰہی رحمۃ اللہ علیہ سے کتب حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد مولانا شاہ عبدالرحیم سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز پر مظاہرالعلوم میں تدریس کا آغاز کیا۔ استاذ حدیث اور مستقل طور پر ناظم کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ کامل ۲۹ برس مظاہرالعلوم سہارنپور میں دینی خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے ردقادیانیت پر ''فتویٰ تکفیر قادیان'' میں مولانا عنایت الٰہی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مظاہرالعلوم کے جواب پر تائیدی دستخط کئے۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۳۶۶)

(۱۳۸۹)

عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ (ٹوپیاں والا)، جناب

عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ بٹالہ کا رہنے والا تھا اور ککے زئی برادری سے تعلق رکھتا تھا۔ جامع مسجد شیرشاہی بٹالہ کے دروازہ پر اس کی ٹوپیوں کی دکان تھی۔ حاجی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کے دن اس کی دکان پر بیٹھ جاتے تھے اور تقریر کے وقت مجمع میں جا کر تقریر کر دیتے تھے۔ یہ عبداللطیف احرار کے شیدائی اور بڑے مخلص کارکن تھے۔ ہر تحریک میں قربانی کے لئے تیار رہتے تھے۔ دو بھائی تھے اور دونوں مرزائیوں کے دشمن اور احرار کے فدائی تھے۔ تقسیم کے بعد متعدد بار میری ان سے ملاقات ہوئی۔ ماشاءاللہ اب تو بڑے کاروباری ہیں اور مرزائیوں کے متعلق وہی دم خم رکھتے ہیں۔

(مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۳۹۰)

عبداللطیف کلاچی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی

(پیدائش:۱۹۲۴ء)

آپ مولانا قاضی نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی تھے۔ پرائمری تک تعلیم اور درس نظامی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد گرامی اور برادر بزرگ مولانا قاضی عبدالکریم سے حاصل کی۔ پہلے مدرسہ شاہی مراد آباد پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ مولانا فخرالدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ فراغت کے بعد اپنے مدرسہ نجم المدارس میں پڑھاتے رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ سینٹ آف پاکستان اور اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر رہے۔ یہ اس دور کی بات ہے جب آپ جمعیۃ علماء اسلام مولانا سمیع الحق گروپ سے وابستہ تھے۔ خوب قد کاٹھ، رنگ وروپ، وضع وقطع کے انسان تھے۔ وجیہہ تھے جب پگڑی باندھتے تو اور نمایاں ہو جاتے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنے دور میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔

(۱۳۹۱)

عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ (مدرس علی گڑھ)، مولانا

(وفات:۱۳۲۴ھ)

مولانا عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ انبیٹھ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ پھر مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور قاری عبدالرحمٰن پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کی کتب پڑھیں۔ ۱۳۱۱ھ میں سرسید نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ناظم دینیات کے عہدے پر فائز کیا۔ آپ نے ردقادیانیت پر ’’فتویٰ قہر یزدانی برجان دجال قادیانی‘‘ پر تائیدی مہر ثبت کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۱۷)

(۱۳۹۲)

عبداللہ پسروری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۳۱رمئی ۱۹۲۹ء)

آپ کے والد کا نام مولوی احمد دین رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ ولادت پسرور میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔ محلّہ ککے زئیاں کی مسجد میں خطابت کے ساتھ درس وتدریس بھی کرتے تھے۔ تقریباً ۸۰سال کی عمر میں اس دارفانی سے رخصت ہوئے۔ فتویٰ علماء پنجاب وہندوستان پر آپ کے توثیقی دستخط بھی پائے جاتے ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۲۹۵)

(۱۳۹۳)

عبداللہ پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا میر

حضرت مولانا میر عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ موضع مکھن ہری پور ہزارہ کے رہنے والے تھےاور ہزارہ کے علماء سے علم کی تحصیل کی۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا۔ خانقاہ گولڑہ کے سابقون اوّلون میں سے تھے۔ کچھ وقت اپنے موضع مکھن میں تدریس کرتے رہے۔ بعدازاں آپ پشاور منتقل ہوگئے۔ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے جن متوسلین نے قادیانیت کے خلاف کام کیا ان میں ایک مولانا میر عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی ہے۔ اگست ۱۹۰۰ء مناظرہ لاہور میں شرکت کے لئے حضرت گولڑوی کے ساتھ گئے تھے۔ جلسہ اسلامیہ کی روئیداد میں آپ کا نام گرامی موجود ہے۔ عمر کے آخری دور میں آبائی گاؤں موضع مکھن واپس آ گئے تھے۔ وہیں انتقال فرمایا۔

(۱۳۹۴)

عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ تلونڈی والے، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم ص۷۱، نمبر۱۷ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۳۹۵)

عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (تونسہ شریف)، قاری محمد

(پیدائش:۱۹۱۶ء ...... وفات:۱۰؍ستمبر۱۹۹۸ء)

قاری محمد عبداللہ بستی احمد پور لاشاری میں احمد خان لاشاری کے ہاں پیدا ہوئے۔ پیدائشی نابینا تھے۔ بچپن میں ہی والد کا انتقال ہوگیا۔ دس سال کی عمر میں بستی لاشاری مولانا سید عبدالمجید ندیم رحمۃ اللہ علیہ کے والد مرحوم سید غلام سرور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس قرآن پاک حفظ کرلیا۔ ایک دفعہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بستی بزدار تحصیل تونسہ میں ردقادیانیت کے حوالہ سے خطاب کرنے کے لئے تشریف لائے۔ حضرت امر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے پہلے حافظ محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک کی تلاوت کی۔ ان کی تلاوت سن کر امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ نابینا حافظ صاحب کون ہے؟ کچھ دوستوں نے فرمایا یہ یتیم بچہ ہے۔ والدہ زندہ ہے، وہوا شہر میں اس کے ننھیال رہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا یہ بچہ میرے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو تو میں اس کو اپنے گھر امرتسر لے جاتا ہوں۔ یہ ایک دن ان شاء اللہ! موتی بن جائے گا۔ بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کو اپنے گھر لے گئے۔ وہاں آپ کے بڑے صاحبزادہ سید عطاء المنعم ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت قاری کریم بخش رام پوری رحمۃ اللہ علیہ سے دوہرائی کی۔ بعد میں شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو سہارنپور میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ مظاہر العلوم میں داخل کرایا۔ تقسیم پاکستان کے بعد مدرسہ سراج العلوم سرگودھا میں حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دورۂ حدیث کی سماعت کی۔ فراغت کے بعد مجلس احرار کے بزرگوں نے کوئٹہ میں بطور مبلغ مقرر کیا۔ یہ دور حضرت مولانا منیرالدین رحمۃ اللہ علیہ کا کوئٹہ میں ابتدائی دور تھا۔ حافظ معذور ہونے کی وجہ سے وطن واپس آئے۔ ملتان وہاڑی کے چکوک میں قرآن پاک پڑھانے کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ سینکڑوں علم کے پیاسوں نے قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان چکوک میں حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے کئی تبلیغی پروگرام رکھے۔ قادیانیوں کے خلف قاری صاحب ننگی تلوار تھے۔ ان کے خلاف ایک دفعہ قادیانیوں کو کافر کہنے پر مقدمہ درج ہوا۔ کچا کھوہ تھانہ کے انچارج نے ان کو گرفتار کرنا چاہا۔ تھانیدار نے پوچھا حافظ صاحب آپ نے قادیانیوں کو

کافر کہا۔ حافظ صاحب نے اپنی جیب سے تسبیح نکالی اور ہر دانے پر کہنے لگے قادیانی کافر، قادیانی کافر۔ جب آدھی تسبیح پوری ہوئی تو تھانیدار نے کہا بس حافظ صاحب آپ لوگ ہماری پہنچ سے دور ہیں۔ واپس جا کر اپنے ڈی۔ایس۔ پی کو کہا کہ ایسے لوگ جو تحریک ختم نبوت کے ایسے شیدائی ہوں ان کو گرفتار کرنا اپنی آخرت خراب کرنا ہے۔ ۱۹۷۴ء میں جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو اسی خوشی میں اپنے گاؤں احمد پور میں اپنے پیر مرشد عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ کی یاد میں مدرسہ عطاء العلوم قائم کیا۔ ۱۹۸۶ء میں جب تحصیل تونسہ کے سردار قادیانی کو مسجد میں دفن کیا گیا تھا تو قاری صاحب نے اپنے مدرسہ کی طرف سے سردار قادیانی کو مسجد سے نکال دینے کا شرعی فتویٰ شائع کرایا۔ پوری زندگی تحریک ختم نبوت سے وابستہ رہے۔ (عبدالعزیز لاشاری)

(۱۳۹۶)

عبداللہ شیخوپوری ؒ، مولانا محمد

(ولادت: ۲۴؍اگست ۱۹۴۲ء، امرتسر ...... وفات: ۲۳؍فروری ۲۰۰۴ء، شیخوپورہ)

مولانا محمد عبداللہ ؒ شیخوپورہ کے نامور عالم دین تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے مبلغ تھے۔ مرکزی جمعیۃ اہل حدیث پاکستان کے نائب امیر رہے۔ جامع مسجد ربانی اہل حدیث شیخوپورہ کے خطیب تھے۔

(۱۳۹۷)

عبداللہ ؒ (گجرات)، مولوی محمد

(وفات: ۱۱؍جولائی ۱۹۵۶ء)

مولوی محمد عبداللہ ؒ ملکہ تحصیل کھاریاں گجرات میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند داخل ہوئے اور یہیں سے ہی سند فراغت حاصل کی۔ مولانا عبیداللہ سندھی ؒ و دیگر ایسے حضرات کے ہم سبق ہوئے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد کی تردید کے لئے فتویٰ تکفیر قادیان میں صورت مسئولہ پر یہ عبارت تحریر فرما کر تائیدی دستخط کئے کہ: ’’مرزا قادیانی کے مصدق سے اہل اسلام کا باہمی رابطہ ازدواج ہرگز درست

نہیں۔فقہاء نے بعض بدعات بھی مکفرہ فرمائی ہیں۔ بھلا یہ تو صاف کفریات ہیں۔واللہ الہادی!‘‘
(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۷۷)

(۱۳۹۸)

عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، ابواحمد حضرت مولانا

حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی (م:۶؍جولائی ۲۰۰۹ء) سابق رکن شوریٰ عالمی مجلس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات، رفع ونزول من السماء پر ایک فتویٰ لکھا۔ حضرت مولانا ابواحمد عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتویٰ کی تصدیق باایں الفاظ کی۔ ’’تمام جوابات درست ہیں‘‘ ابواحمد عبداللہ لدھیانوی ۵؍ربیع الاوّل ۱۳۸۵ھ فتویٰ درج ذیل ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اوران کا رفع جسمانی اورقرب قیامت میں ان کا آسمان سے نزول، یہ سب متفق علیہ امور ہیں۔ جمہور امت اس کی قائل ہے۔ اسلام میں کسی سے اس کا خلاف مذکور نہیں۔ جن صریح ومتواتر دلائل وشواہد سے یہ عقیدہ ثابت ہے۔ ان کی بنیاد پر اس کا انکار کرنے والا کافراوردائرہ اسلام سے خارج ہے۔

سعید الرحمٰن
جامعہ اسلامیہ، کشمیر روڈ راولپنڈی

ابواحمد عبداللہ لدھیانوی، مورخہ ۵؍ربیع الاوّل ۱۳۸۵ھ

تمام جوابات درست ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۶۹)

(۱۳۹۹)

عبداللہ مانسہروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

(وفات:۱۹۰۸ء)

حضرت مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بن مولانا محمد قاسم موضع جلو ضلع مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علم کے بعد حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور نعمت باطنی اور اجازت بیعت کا فیض بارگاہ مہریہ سے پایا۔ مرزا قادیانی نے حضرت پیر صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو مناظرہ کا جو چیلنج دیا تھا اس میں پاک وہند کے چھیاسی علماء کرام کو شرکت کی دعوت دی تھی۔ اسماء کی فہرست میں ۴۹ویں نمبر پر آپ کا نام موجود ہے۔ چنانچہ جب حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے

مرزا قادیانی کی دعوت مناظرہ کو قبول فرماتے ہوئے جوابی اعلان فرمایا تو اس پر بیس علماء کے تائیدی دستخط تھے۔ان میں پانچویں نمبر پر آپ کا نام ہے۔
۲۵راگست ۱۹۰۰ء کو مرزا قادیانی سے مناظرہ کے لئے حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف فرما ہوئے تو مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہمراہ گولڑہ سے لاہور گئے۔ ۲۷راگست ۱۹۰۰ء کو بادشاہی مسجد لاہور کے عظیم اجتماع میں بھی آپ شریک تھے۔آپ کی وفات اور تدفین اپنے گاؤں جلو میں ہوئی۔

(۱۴۰۰)

عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، مستری محمد

(وفات: ۳۱ر جنوری ۲۰۰۰ء)

ملتان محلّہ عثمان آباد کے مستری محمد عبداللہ ایک بار مولانا حافظ سید عطاء المنعم بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے درس قرآن بیرون دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت بیرون دہلی دروازہ ملتان میں شریک ہوئے اوران کی زندگی کی کایا پلٹ گئی۔ وہ سید صاحب کے مخلص مرید، مستعد کارکن تھے۔انہوں نے مدرسہ اور مسجد معاویہ عثمان آباد ملتان میں قائم کی۔حضرت حافظ جی وہاں جمعہ پڑھانے لگے۔ پھر یہ مرکز سید عطاء المؤمن شاہ صاحب نے سنبھالا۔ اب ان کے صاحبزادہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ثالث کے پاس ہے۔وہ اپنی نگرانی میں اسے چلا رہے ہیں۔مستری محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بہت جانثار نظریاتی کارکن تھے۔

(۱۴۰۱)

عبداللہ مینگل رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، حاجی محمد

حاجی صاحب مرحوم تحصیل نوشکی ضلع چاغی میں مینگل قبیلے میں پیدا ہوئے۔ان کے والد حاجی محمد عبداللہ خان مینگل کا نام والدین نے باران مینگل رکھا۔ کیونکہ طویل خشک سالی کے بعد حاجی صاحب کی پیدائش کے بعد بارشوں کا سلسلہ جاری ہوا۔حاجی عبداللہ اور گل محمد مینگل تعلیم حاصل کرنے کے لئے بلوچستان سے متصل سندھ کے علاقہ رتوڈیرو لاڑکانہ میں وقت کے بزرگ عالم دین مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے۔ مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے علم وتقویٰ نے دونوں بھائیوں کے دل کے اندر دین کا ایک ایسا رنگ بھرا کہ یہ دین اسلام کے دیوانے ہوگئے۔ گو مکمل

عالم دین تو نہ بن سکے مگران کے رگ و ریشہ میں ایسا جذبہ پیدا ہوا کہ اپنے علاقہ میں آ کر دعوت و تبلیغ کے کام میں لگ گئے۔ علماء دین اور صلحاء امت کی محبت دل میں پیدا ہوگئی۔ اس محبت کی برکت سے دلوں میں عشق رسول بھی پیدا ہوگیا۔

۱۹۵۰ء میں حضرت حاجی صاحب مرحوم کے بہنوئی حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اس مرد درویش نے محبت رسول اللہ ﷺ میں سرشار ہوکر اپنے بہنوئی سے کہا کہ روضہ رسول ﷺ پر جاکر میرا بھی سلام پیش کردینا۔ چنانچہ حاجی صاحب کے بہنوئی نے حسب وعدہ روضۂ رسول ﷺ پر جاکر سلام پیش کیا۔ اسی کی برکات تھیں کہ خود حاجی عبداللہ مینگل کو بھی ۱۹۵۴ء میں حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ ایک مرتبہ خضدار سے کوئٹہ تک پیدل سفر کیا اور اپنے علاقہ نوشکی میں جہاں بھی جاتے اللہ کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور صحابہ کرامؓ کی عظمت اولیاء اللہ کی کرامت ہی بیان کرتے تھے۔ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کندیاں شریف سے بیعت تھے۔ علماء کرام سے محبت کرتے تھے۔ چناب نگر ختم نبوت کانفرنس میں گئے وہ ختم نبوت کے دیوانے تھے۔ حاجی صاحب مرحوم حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند تھے۔ ختم نبوت کے سرگرم کارکن تھے۔ روزانہ گلی محلے میں عورتوں اور بچوں سے بھی چل پھر کر ختم نبوت کے لئے فنڈ اکٹھا کرتے اور ہر تیسرے چوتھے دن جو کچھ ہوتا ختم نبوت کے فنڈ میں جمع کراتے اور رسید حاصل کرتے۔ میں نے دیکھا کہ حاجی صاحب نے وہیں بیٹھے بیٹھے ختم نبوت جماعت کے لئے دس بارہ آدمیوں کے نام پر جماعت کے فنڈز میں رقم جمع کروائی۔ سادگی اتنی تھی کہ چناب نگر ختم نبوت کانفرنس میں حاجی صاحب تشریف لائے۔ ہم نے سوچا ختم نبوت جماعت کے اتنے مہربان بزرگ ہیں ان کے لئے کمرہ بستر کا بدوبست کریں۔ ہم نے حاجی صاحب کو بہت تلاش کیا۔ مگر نہ ملے۔ صبح ہم نے پوچھا کہ آپ رات کو کہاں تھے؟ فرمایا رات گئے تک میں علماء ختم نبوت کی تقریریں سنتا رہا۔ بعد میں میں مسجد کے ایک کونے میں جاکر سوگیا۔ حالانکہ حاجی صاحب ختم نبوت بلوچستان کے ساتھیوں میں سے سینئر تھے۔ جماعت ختم نبوت کے ساتھ ان کا تعاون بھی نمایاں تھا۔ مگر اللہ پاک نے حاجی صاحب کے اندر نام ونمود کا کوئی مادہ نہیں رکھا تھا۔ بس سادہ لباس، سادہ طبیعت، دبلے پتلے آدمی، گرج دار آواز، نیک آدمی، شب بیدار شخصیت تھے۔ اللہ پاک نے ان کی دل کے اندر علماء دین کی محبت اتنی رکھی تھی کہ کوئٹہ میں ختم نبوت کانفرنس کے موقع پر رات دن کانفرنس میں ہی رہتے۔ بزرگوں کے حالات مزے لے لے کر سنتے اور سناتے تھے۔ اکثر حضرت حاجی صاحب پر گریہ طاری ہوجاتا تھا۔ امیر شریعت سید

عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور مذہبی جماعتوں اور اکابر دیوبند کے شیدائی تھے۔تبلیغی جماعت کے لئے تو اپنی زندگی ہی وقف کر رکھی تھی۔ سندھ، بلوچستان، پنجاب، سرحد کے علاقہ جات میں تبلیغی سفر کئے۔ایک مرتبہ حاجی صاحب کی تونسہ شریف کے دیہات میں تشکیل ہوئی۔ چلتے چلتے مولانا نذیر احمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے گاؤں پہنچ گئے۔ یہ جماعت تونسوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں گئی۔ وہاں مسجد میں ختم نبوت کے کیلنڈر اور اسٹیکر لگے ہوئے تھے۔اس ریگستانی علاقہ میں اور اس مسجد میں یہ منظر دیکھ کر حضرت حاجی صاحب بڑے حیران ہوئے۔اہل مسجد سے پوچھا کہ اس مسجد میں اور اس ویران میں یہ چیزیں کیسے پہنچیں؟ تو ایک آدمی نے جو کہ غالباً مولانا نذیر احمد تونسوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی ہی تھے۔ کہا کہ ہمارے ایک بھائی ختم نبوت جماعت میں مبلغ ہیں۔کوئٹہ میں ڈیوٹی کرتے ہیں۔حاجی صاحب مرحوم نے پوچھا کہ بھائی! واقعی یہ گاؤں اور یہ مسجد مولانا نذیر احمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے؟

مولانا کے بھائی نے جواب دیا کہ جی ہاں! حاجی صاحب یہ معاملہ دیکھ کر بڑے حیران ہوئے اور کہا کہ مولانا نذیر احمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ تو بڑا آدمی ہے۔کیا اس گاؤں میں رہتا ہے؟

۱۹۶۸ء میں نوشکی سے مستقل کوئٹہ آ گئے۔ اللہ پاک نے حاجی صاحب کو چار بیٹے اور دو بیٹیاں عطاء فرمائیں۔سب سے بڑا بیٹا غلام اللہ خان، حاجی صاحب کی زندگی میں جام شہادت نوش کر گیا۔باقی سب بیٹے دیندار ہیں۔ان میں سے ایک بیٹا حافظ قرآن بھی ہے۔حاجی صاحب کی ایک پوتی عالمہ ہے۔ یہ سب اللہ پاک نے حاجی صاحب کو بطور انعام دیا۔یوم وفات بھی جمعۃ المبارک کا بابرکت دن نصیب ہوا۔نماز جمعہ کے بعد آپ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ پنجاب کے مولانا علی معاویہ صاحب کا بیان بھی ہوا اور یہ جنازہ ایک جلسے کی شکل اختیار کر گیا۔ممتاز عالم دین مولانا گل محمد صاحب نے جنازہ پڑھایا۔کوئٹہ شہر کے علماء کرام، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ کے کارکن اور مذہبی جماعتوں کے تمام دوستوں نے حاجی صاحب کے جنازہ میں شرکت کی۔حاجی صاحب کی تدفین اپنے محلّہ اتحاد کالونی کے قبرستان میں ہوئی۔

حاجی صاحب نے پوری زندگی تحفظ ختم نبوت کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ اللہ پاک حاجی صاحب کے اس صدقہ جاریہ کو قائم رکھے اور ان کی قبر کو جنت کا باغ بنادے۔ ان کے صاحبزادے حاجی محمد اشرف مینگل صاحب اس وقت مجلس تحفظ ختم نبوت کے اہم عہدے پر فائز ہیں اور مجلس کے دینی، تبلیغی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے۔ (عبدالعزیز لاشاری)

(۱۴۰۲)

عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (ٹیلر ماسٹر)، جناب

یوں تو قادیان میں تمام لوگ بلاتفریق ہندو، مسلم ہمارے بڑے خیرخواہ تھے اور ہر دکھ سکھ میں ہمارے شریک حال رہتے تھے۔ مجھے بڑھاپے نے مضمحل کر رکھا ہے اور میرے حافظہ پر بھی اس کا شدید اثر پڑا ہے۔ اس لئے مجھے ان دوستوں کے نام بھول گئے ہیں جو رات دن ہمارے ساتھ کام کرتے تھے۔ ان میں ایک ماسٹر عبداللہ بھی تھے جو صبح وشام ہمارے دفتر کا چکر لگاتے رہتے تھے۔ اپنا کام کرتے کرتے دفتر آ جاتے اور دریافت کرتے کہ: ''کوئی نئی بات ہے؟'' اگر کوئی بات ہوتی تو مشورہ کر لیتے۔ ورنہ تھوڑی دیر بیٹھ کر کام پر چلے جاتے۔ کام کرتے کرتے پھر آ جاتے اور کہتے: ''مولوی صاحب! جب تک تمہاری خبر نہ لے لوں، مجھے گھر پر آرام نہیں آتا؟'' ان کے ایک بھائی تھے جن کا نام ''عبدالرحمٰن'' تھا۔ وہ بھی تابع دار تھے۔ مگر دفتر میں کم آتے تھے۔ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۴۰۳)

عبداللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد

(پیدائش:۱۹۱۲ء ...... وصال:۲۳؍جنوری ۱۹۸۵ء)

مولانا مفتی محمد عبداللہ ولد غلام محمد مرحوم ڈیرہ غازی خان بستی وڈور میں پیدا ہوئے۔ آٹھ جماعت تک سکول کی تعلیم اور ابتدائی صرف ونحو بستی ثمینہ میں پڑھی۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ ۱۹۳۷ء، ۱۹۳۸ء میں دیوبند سے دورۂ حدیث شریف کی سند حاصل کی۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا میاں اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ ایسے اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ آپ کی بیعت کا تعلق بھی مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ فراغت کے بعد تین چار سال مادر علمی دیوبند میں پڑھاتے بھی رہے۔ مظاہر العلوم سہارنپور میں بھی کچھ وقت پڑھایا۔ ۱۹۴۴ء میں انڈیا تجارت بھی کی۔

پاکستان بننے کے بعد اپنے علاقہ ڈیرہ غازی خان میں کپڑے کی تجارت کی۔ بعد میں

ملتان تشریف لائے اور مکتبہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ کے نام سے مکتبہ قائم کیا۔ قاسم العلوم اور خیرالمدارس ایسے جامعات میں ۳۲ سال دورۂ حدیث اور دیگر بنیادی اسباق پڑھاتے رہے اور کبھی تنخواہ نہیں لی۔ خوب متواضع اور منکسرانہ طبیعت پائی تھی۔ آپ چلتے پھرتے ولی اللہ تھے۔ بڑی عمر میں سنت صدیقی پر عمل پیرا ہوئے اور حضرت مولانا قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن مجید حفظ کیا۔ آپ کی قلندرانہ شان ملاحظہ ہو کہ دارالحدیث میں دورۂ حدیث شریف کے اسباق پڑھاتے تھے اور اسی ادارہ کے دارالقرآن میں معصوم بچوں کے ساتھ قرآن مجید حفظ کرتے تھے۔ آپ کے بھائی مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ نے مل کر ماہنامہ ''الصدیق'' ملتان سے شائع کیا۔ جس میں عظمت صحابہ واہل بیت اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے مضامین بڑے اہتمام سے اس زمانہ میں شائع ہوتے تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں عملاً بھرپور شرکت کی اور گرفتار بھی رہے۔ زندگی بھر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دعاگو رہے۔ حق تعالیٰ نے انہیں اس دنیا میں آخرت کمانے کے لئے بھیجا تھا اور یہ بات بالکل مبالغہ سے خالی ہے۔

(۱۴۰۴)

عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (کلکتہ)، شمس العلماء مفتی محمد

آپ ٹونک میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے نام نمایاں ہیں۔ اورینٹل کالج لاہور کے پروفیسر بنے۔ کچھ عرصہ دارالعلوم ندوہ کے مدرس اعلیٰ بھی مقرر ہوئے۔ بعدازاں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر مدرس ہوئے۔ آپ کا شمار ہندوستان کے مشاہیر علماء میں ہوتا تھا۔ تعلیمی خدمات کے علاوہ مفتی صاحب کا بڑا کارنامہ انجمن مستشار العلماء لاہور ہے جو ایک قسم کا دارالافتاء ہے۔ بعمر ۷۰ سال علالت کے باعث اپنے صاحبزادہ مفتی نورالحق مشیر تعلیمات بھوپال کے ہاں وفات پائی۔ فتاویٰ تکفیر قادیان پر آپ نے توثیقی دستخط ثبت فرمائے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۶۷)

(۱۴۰۵)

عبدالماجد رحمۃ اللہ علیہ، میر سید

میر سید عبدالماجد رحمۃ اللہ علیہ بہاول پور کے رہائشی تھے۔ پڑھے لکھے حکومت پاکستان کے

مختلف عہدوں پر ملازم رہے۔ آپ کا لاہور تبادلہ ہوا۔ ڈیوس روڈ پر رہائش رکھی۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت قبلہ سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ سے لاہور میں ملنا ہوا۔ آپ کی ترغیب پر میر سید عبدالماجد شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ بہاول پور کی مکمل کارروائی شائع کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ مکمل مسل پہلے دن کی درخواست سے آخری فیصلہ تک کا مکمل ریکارڈ بہاول پور عدالت سے حاصل کیا۔ پھر ان حوالہ جات کو دوبارہ ملتان دفتر ختم نبوت سے چیک کرایا۔ تب حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر رحمۃ اللہ علیہ نے میر سید عبدالماجد رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء سے بھرپور مدد فرمائی۔ پھر یہ مکمل کارروائی ''روئیداد مقدمہ مرزائیہ بہاول پور ۱۹۲۶ء لغایت ۱۹۳۵ء'' کے نام پر تین ضخیم جلدوں میں اسلامک فاؤنڈیشن رجسٹرڈ ڈیوس روڈ لاہور کے اہتمام سے شائع کرایا۔

۱۸۵۶ بڑے سائز کے صفحات پر یہ تین جلدیں مشتمل ہیں جو میر سید عبدالماجد رحمۃ اللہ علیہ کے جذبہ عمل کی مرہون منت ہیں یا ان کے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے والہانہ جذبہ کی آئینہ دار ہیں۔ جناب میر سید عبدالماجد رحمۃ اللہ علیہ، میر سید عبدالجمیل مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ تھے۔ میر سید عبدالجمیل رحمۃ اللہ علیہ بہاول پور کے ڈسٹرکٹ وسیشن جج رہے۔ میر سید عبدالجمیل رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی میر سید سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے جو بہاول پور ریاست کے کسی زمانہ میں چیف جسٹس بھی رہے تھے۔ انہی نسبتوں نے کام دکھایا کہ میر عبدالماجد رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی عظیم وضخیم دستاویز قادیانی کفر پر عدالتی مہر شائع کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا۔ **فلحمدللہ!**

یاد رہے کہ فیصلہ مقدمہ بہاول پور ۷؍فروری ۱۹۳۵ء کو جناب جج محمد اکبر خان مرحوم نے لکھا تھا۔ فقیر راقم کو جج مرحوم کے مزار مبارک پر بہاول پور حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہے۔

(۱۴۰۶)

عبدالمالک بالاکوٹی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(ولادت: ۱۸۹۸ء ...... وفات: ۲۲؍مارچ ۱۹۶۷ء)

مولانا عبدالمالک ''شوہال نجف خان'' نزد بالاکوٹ ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام مولانا میر عبداللہ بن مولوی محمود قریشی ہے۔ مولانا عبدالمالک، مولانا عبدالحنان ہزاروی کے ماموں زاد بھائی تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ تفسیر کی سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد ساہیوال

تشریف لائے اور ایک اسلامی مدرسہ کی بنیاد رکھی اور ایک سکول میں معلم دینیات مقرر ہوئے۔ چند سال کے بعد اپنے اعزہ کے پرزور اصرار پر اپنے وطن لوٹ گئے۔ وہاں امامت وخطابت کے ساتھ فقہ، تفسیر اور حدیث کی تدریس میں بھی مشغول رہے۔ درس نظامی کے ساتھ ایک مدرسہ تجوید القرآن بھی قائم کیا۔ تادم زیست اپنے علاقہ میں دینی خدمات سرانجام دیں۔

عیدالاضحیٰ کے دن بعد از مغرب اختلاج قلب سے آپ کا وصال ہوا اور شوہال نجف خان کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ آپ نے مرزا قادیانی کی تردید میں ''فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام'' پر تائیدی وتوثیقی مہر ثبت کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۷۳)

(۱۴۰۷)

عبدالمالک عباسی مرحوم (ہری پور)، جناب قاری

(وفات: مارچ ۲۰۰۷ء)

قاری عبدالمالک عباسی ۱۹۶۱ء میں مولانا محمد طاہر کے گھر سکندر پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا مولانا عبدالسلام مرحوم تھے اور پڑدادا مولانا احمد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ مولانا احمد نے ۱۲۹۷ھ میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی تھی۔ انہوں نے مسجد چھتہ میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا تھا۔ دارالعلوم دیوبند میں پہلے معین مدرس اور فراغت کے بعد بطور مدرس عربی آپ کی تعیناتی ہوئی تھی۔ ان کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ قاری عبدالمالک عباسی مرحوم اس عظیم پڑدادا کے پڑپوتے تھے۔ انہوں نے بنوری ٹاؤن کراچی سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ دور طالب علمی ہی میں بہترین قاری، نعت خواں اور مقرر تھے۔ قاری صاحب معروف قراء کے انداز میں تلاوت کرتے اور نامور خطباء کے لہجے میں تقریر کرتے تھے۔ فراغت کے بعد پہلے کراچی میں اور بعد ازاں جامع مسجد بیت المکرّم سکندر پور میں انہوں نے اپنی خطابت کا جادو جگایا۔

عیدین کا خطبہ وہ خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے انداز میں پڑھتے تو ایک سماں بندھ جاتا۔ نماز فجر میں ان کی قرأت میں ایک خاص سوز اور چاشنی ہوتی تھی۔ نماز فجر کے بعد ان کے درس قرآن کریم کا بھی ایک خاص انداز تھا۔ ان کا خطبہ جمعہ سننے کے لئے دوسرے علاقوں کے عوام اور دینی مدارس کے طلباء عزیز جوق در جوق جامع مسجد بیت المکرّم

سکندر پور کا رخ کرتے اور وہاں تل دھرنے کی جگہ نہ بچتی۔ ہری پور شہر اور اس کے گردونواح میں سب سے کامیاب اور مقبول جمعہ آپ کا ہوتا تھا۔

قاری صاحب بے شمار خوبیوں کے مالک اور دوستوں کے دوست تھے۔ فقیر کئی دفعہ ان کے ہاں منعقدہ پروگراموں میں شریک ہوا۔ ان کی مسجد اپنے علاقہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکز تھی اور ان کے تمام شاگرد جماعت کے کارکن تھے۔ ہمارے بھائی افتخار احمد مرحوم، حاجی خان افسر سواتی، بھائی سیف الرحمٰن، قاضی نوید اکبر، حاجی منور حسین مرحوم، بھائی راشد محمود سب ان ہی کے شاگرد ہیں۔

اکابرین مجلس کے ساتھ ان کا بہت ہی نیازمندانہ تعلق تھا۔ خطیب ختم نبوت صاحبزادہ طارق محمود رحمۃ اللہ علیہ اور شاعر ختم نبوت سید امین گیلانی مرحوم کے کئی پروگرام ان کی مسجد میں ہوئے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے انہیں خاص عقیدت تھی۔ حضرت کی ہری پور آمد کے موقع پر ان کی خدمت میں پیش پیش ہوتے۔ حضرت کی صدارت میں کئی تقریریں ان کی ہوئیں اور یوں حضرت کی توجہات اور دعاؤں کو انہوں نے سمیٹا۔ ایک دفعہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے ہری پور تشریف لے گئے تو قاری صاحب مرحوم نے ان کی تمام تر خدمت اپنے ذمہ لے لی اور اپنی مسجد میں نماز فجر کے بعد حضرت شہید کا بیان بھی کرایا۔ اس زمانہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت راولپنڈی کے مبلغ مولانا احسان احمد دانش اور مولانا محمد علی صدیقی کے کئی بیانات ان کی مسجد میں ہوئے۔ ایک مرتبہ سید امین گیلانی مرحوم کی آمد کے موقع پر اپنے ادارہ میں ختم نبوت کے عنوان پر ''محفل مشاعرہ'' کا انعقاد بھی کرایا تھا۔

قاری عبدالمالک عباسی مرحوم خوش لباس، خوش مزاج اور انتہائی مہمان نواز انسان تھے۔ مہمانوں کی خدمت اور خاطر تواضع کر کے انہیں دلی خوشی اور سکون ملتا تھا۔ یہ قاری صاحب مرحوم ہی تو تھے کہ جب جمعہ کے خطاب میں شیزان کی مصنوعات کے بائیکاٹ کی اپیل کی تو دکانداروں نے اسی وقت شیزان کی بوتلیں توڑ ڈالیں۔ (اورنگزیب اعوان)

(۱۴۰۸)

عبدالمالک قریشی رحمۃ اللہ علیہ، پیر طریقت حضرت خلیفہ

(وفات: دسمبر ۱۹۸۱ء)

چوک قریشی ضلع مظفر گڑھ کی خانقاہ عالیہ کے سجادہ نشین خلیفہ عبدالمالک قریشی رحمۃ اللہ علیہ

نامور مذہبی پیشوا اور پیر طریقت تھے۔ آپ عمر بھر دین کی ترویج کے لئے کوشاں رہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے لئے کام کرنے والوں کے دعاگو اور سرپرست تھے۔ حق تعالیٰ ان کی تربت پر اپنی رحمتوں کی موسلا دھار بارش نازل فرمائیں۔

(۱۴۰۹)

عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ بازارگی (ضلع سوات)، مولانا

مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ المعروف بازارگی مولوی ۱۸۹۳ء کو بازارگی، بونیر ضلع سوات میں سید احمد کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی اور متوسطہ درجہ کی تعلیم علاقہ کے جید علماء کرام سے حاصل کی۔ بعدازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی میں داخل ہوئے اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، شارح مسلم ایسے حضرات آپ کے شریک درس رہے۔ فراغت کے بعد آپ نے مردان سے تدریس کا آغاز کیا۔ دو سال مردان میں قیام رہا۔ پھر مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی میں مدرس مقرر ہوئے۔ چھ سال اعلیٰ تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ بعدازاں چند سال مدرسہ اسلامیہ نواکھلی بنگال میں تدریس کرنے کے بعد مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ سیدوشریف ریاست سوات میں مقیم ہوئے اور تادم زیست اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ مدرسہ فتح پوری دہلی کے قیام میں آپ پادریوں، آریہ سماجوں اور قادیانیوں سے مناظرے بھی کرتے رہے۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ مولانا محمد ابراہیم جو ۱۹۵۱ء میں واصل بحق ہوئے اور دوسرے مولانا عتیق الرحمٰن فاضل مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ سیدوشریف ہیں۔

(۱۴۱۰)

عبدالمجید خان جھجروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: ۱۸۸۲ء ...... وفات: ۳۰؍نومبر ۱۹۷۶ء، سرگودھا)

آپ جھجر روہتک میں پیدا ہوئے۔ مولانا پیر سید حافظ جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ آپ نے رد قادیانیت پر دو کتابیں: (۱) ''چودھویں صدی کا فتنہ'' (۲) ''حرز حقانی بجواب حربہ قادیانی'' مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف تحریر کیں۔ دوسری کتاب میں ایک قادیانی کے پچپن سوالات کے دندان شکن جوابات تحریر کر کے اس قادیانی پر پچپن سوالات اپنی طرف سے

کئے جس کا وہ جواب نہ دے پایا۔

(۱۴۱۱)

عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ (پیر آف دیول شریف)، جناب پیر

(ولادت:۱۹۲۲ء)

قصبہ دیول نزد راولپنڈی میں آپ صوفی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ والد گرامی سے تعلیم وتربیت حاصل کی۔ والد گرامی کے بعد والد گرامی کی خانقاہ کے سجادہ نشین ہوئے۔ بہت ہی مرنجان مرنج انسان تھے۔ ۱۹۶۳ء میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، شیعہ علماء کرام کی راولپنڈی ایمبیسڈر ہوٹل میں مشترکہ اتحاد بین المسلمین کانفرنس کرائی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں خود اپنی خانقاہ اور متعلقین کو متحرک رکھا۔ جامعہ مدینہ منورہ کے وائس چانسلر کے فتویٰ حیات مسیح پر آپ نے بھی تائید وتوثیق بایں الفاظ کی۔

”فتویٰ دینے والے کا جواب قرآن مجید اور حدیث شریف کے مطابق درست ہے۔ متقدمین اور جمہور علماء کے نزدیک یہی فتویٰ درست ہے۔“ پیر محمد عبدالمجید

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۱۷۷)

(۱۴۱۲)

عبدالمجید سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن سنبھل میں مولانا مفتی عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ اسرائیلی سے حاصل کی۔ حدیث کی تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند داخل ہوئے اور ۱۳۱۷ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ابتدائی دور میں مدرس رہے۔ پھر مدرسۃ الشرع سنبھل میں صدر مدرس ہوگئے۔ معقولات میں بلا کی مہارت رکھتے تھے۔ مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی معقولات کی تکمیل آپ سے کی۔ بخارا جیسے دوردراز مقامات سے طلباء معقولات کی کتب پڑھنے آپ کے ہاں آتے۔

فتویٰ ”قہر یزدانی برجان دجال قادیانی“ میں صورت مسئولہ پر مولانا عبدالرحمٰن البہاری کے مفصل جواب پر آپ کی تائید موجود ہے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۰۵)

(۱۴۱۳)

عبدالمجید عباسی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

آپ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ رہے۔۱۱،۱۲ر فروری ۱۹۵۶ء میں مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس جو امیر مرکزیہ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں منعقد ہوا اس میں ان کی تقرری کی منظوری دی گئی۔

(۱۴۱۴)

عبدالمجید لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: جنوری ۱۹۲۲ء)

مولانا عبدالمجید لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فن فقہ واصول کے نامور علماء میں شامل تھے۔ اپنے شہر میں رہ کر تعلیم حاصل کی۔ فن قرأۃ وتجوید کو مکہ مکرمہ میں حاصل کیا۔ ہندوستان لوٹے تو مدرسہ کیننگ کالج لکھنؤ میں پڑھانے پر مقرر کر لئے گئے۔ آپ نے کئی کتب بھی تصنیف کیں۔ نیز آپ نے مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد کی توثیق میں ’’فتویٰ شریعت غرّا‘‘ پر دستخط ثبت کئے۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۱۱۶)

(۱۴۱۵)

عبدالمجید پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: جولائی ۱۹۷۱ء)

تحصیل شکرگڑھ کے مشہور عالم دین، بزرگ رہنما مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن کے مہتمم جامع مسجد مکی کے خطیب، زندگی بھر عقیدۂ ختم نبوت کے مبلغ رہے۔ آپ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔

(۱۴۱۶)

عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ (کوٹ نجیب اللہ، ہزارہ)، مولانا

(وفات: ۸؍جولائی ۱۹۱۰ء)

مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کوٹ نجیب اللہ ہزارہ کے باشندے تھے۔ آپ کے اجداد پہلے عرب سے ہندوستان پھر ہندوستان سے ہزارہ میں منتقل ہوئے۔ اپنے علاقہ سے علوم دینیہ کا آغاز کیا۔ بعدازاں ہندوستان کا رخ کیا اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث حاصل کر کے وطن واپس آئے۔ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ اپنے مرشد حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تحریک ختم نبوت میں پیش پیش رہے اور حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کی دعوت مناظرہ قبول کرتے ہوئے جو اعلان کیا اس پر جن بیس علماء کرام کے تائیدی دستخط لئے، مولانا عبدالمجید ان حضرات میں سے ایک ہیں۔

(۱۴۱۷)

عبدالمقتدر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: ۱۲۸۳ھ ...... وفات: محرم ۱۳۳۴ھ)

حضرت مولانا عبدالمقتدر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ جید عالم دین تھے۔ بدایون شہر آپ کی جائے ولادت ہے۔ عبدالقادر والد کا اور فضل رسول دادا جان کا نام تھا۔ ابتدائی علوم مولانا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کئے۔ بعدازاں اپنے والد عبدالقادر عثمانی حنفی سے ہدایت الفقہہ، تفسیر بیضاوی، صحاح ستہ کے شرف تلمذ سے بہرور ہوئے۔ ۱۲۹۸ھ میں تحصیل علم سے فارغ ہوئے۔ حضرت اپنے والد کے گدی نشین بنے۔ بدایون شہر میں آپ کا انتقال ہوا۔ جب آپ مدرسہ قادریہ بدایون میں مدرس تھے تب آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۱۹)

(۱۴۱۸)

عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ بڑیچ، حاجی

(وفات: ۱۸؍اگست ۱۹۹۷ء)

حاجی عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ بڑیچ کوئٹہ مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام کے بیک وقت ناظم مالیات تھے۔ مجلس کے کاموں میں اپنی جیب سے اکثر خرچ کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انتہائی مہمان نواز تھے۔ شیخ الاسلام مولانا اسد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سمیت پاکستان کے ہر معروف عالم دین کی مہمانی کا اعزاز حاصل ہوا۔

(مولانا محمد یونس، کوئٹہ)

(۱۴۱۹)

عبدالمنان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: اپریل ۱۹۷۴ء)

قابل قدر، ذی استعداد، ذہین وذکی، خوش باش، بذلہ سنج، اردو، عربی، فارسی کے بڑے نامور قادرالکلام شاعر، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ومعتمد رہے۔ دہلی میں وصال ہوا۔

(۱۴۲۰)

عبدالواجد مردانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

گجرات ضلع مردان کے مولانا عبدالعزیز کے فرزند مولانا عبدالواجد مردانی ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ دارالعلوم عربیہ گجرات قائم کیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں ضلع مردان اور قرب وجوار میں دیوانہ وار محنت کی۔

(۱۴۲۱)

عبدالواجد ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب سائیں

(وفات:۲۱رنومبر۲۰۱۶ء)

خانقاہ راشدیہ قادریہ ہالیجی شریف کے بانی مولانا حماداللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور سائیں محمود اسعد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند، موجودہ سجادہ نشین حضرت سائیں عبدالصمد ہالیجوی مدظلہ کے بھائی تھے۔ مرحوم انتہائی نیک، ملنسار، بااخلاق، ذاکر وشاغل اور صالح انسان تھے۔ اللہ پاک نے انہیں بہت ہی خوبیوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ اڑھائی بجے سہ پہر ہالیجی شریف میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ امامت کے فرائض مولانا سائیں عبدالقیوم ہالیجوی مدظلہ نے سرانجام دیئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی مولانا محمد علی صدیقی میرپورخاص، مولانا محمد حسین ناصر، عبدالغفار شیخ، قاری عبدالقادر چاچڑ، مولانا محمد حسن چاچڑ اور دیگر دسیوں کارکنوں نے کی۔ انہیں ہالیجی شریف میں سپرد خاک کیا گیا۔ جنازہ میں ڈپٹی چیئرمین سینیٹ حضرت مولانا عبدالغفور حیدری سمیت ہزاروں علماء کرام اور مشائخ عظام نے شرکت کی۔

(۱۴۲۲)

عبدالواحد اخوند خطی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش:۱۹۴۴ء ...... وفات: یکم راپریل ۲۰۱۷ء)

مولانا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ چمن میں پیدا ہوئے۔ اخوند قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے چمن، اکوڑہ خٹک، خیرالمدارس ملتان میں تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث شریف دارالعلوم کراچی سے کیا۔ حضرت مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خیرمحمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد تقی عثمانی، مولانا رفیع عثمانی ایسے نابغہ روزگار حضرات سے آپ نے علم حاصل کیا۔

آپ کو اعزاز حاصل تھا کہ پاکستان وافغانستان کے پختون حجاج کو احکام حج بتانے کے لئے دوسال سعودی گورنمنٹ نے حرمین شریفین میں آپ کی خدمات سے فائدہ اٹھایا۔ مولانا

عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ قندھاری جامع مسجد مرکزی کوئٹہ میں ۱۹۷۲ء سے خدمات انجام دے رہے تھے۔ آپ نے تمام دینی تحریکوں (تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ، ذکری فرقہ کے خلاف تحریک) میں حصہ لیا۔ اس دوران میں متعدد بار قید و بند کے مراحل سے بھی گزرے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے نائب امیر، پھر امیر اور مرکزی شوریٰ کے دم واپسیں تک ممبر رہے۔ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پشتو زبان کے ہردلعزیز شعلہ نوا خطیب تھے۔ شہادت حسین رضی اللہ عنہ آپ کا پسندیدہ موضوع تھا۔ جب اسے بیان کرتے تو سماں باندھ دیتے۔ اجتماع کا ہر سامع دیدہ نم ہو جاتا۔ بسا اوقات بات آہ و فغاں سے آگے نکل کر شام غریباں پر جا پہنچتی۔ آپ کی تقریروں کی کیسٹیں قندھار تک فروخت ہوتیں۔ مولانا محمد امیر بجلی گھر رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ پشتو زبان کے مقبول عوامی خطیب مانے جاتے تھے۔ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بلوچستان، ٹنڈو آدم، جنوبی وزیرستان، پشاور، فیصل آباد، ایبٹ آباد، لاہور، سکھر، ملتان تک ختم نبوت کانفرنسوں سے خطاب فرمایا۔ چناب نگر میں تو ان کا بڑے اہتمام سے خطاب ہوتا تھا۔

مولانا کی عنداللہ محبوبیت وقبولیت کا یہ عالم تھا کہ قبائل کے تنازعات کے حل کے لئے لوگ جرگوں میں آپ کو بلاتے۔ خود حکومت بھی بعض تصفیہ طلب کیسوں کے لئے درخواست کرتی۔ مولانا کی کسی بھی جرگہ میں شرکت اس جرگہ کی کامیابی کی دلیل سمجھی جاتی تھی۔ آپ ہمیشہ اخلاص سے حق و صداقت کا ساتھ دیتے۔ آپ کی سادگی، حق پرستی، علم وخطابت اور نیکی واخلاص رنگ لاتا۔ جہاں جاتے لاینحل مسائل میں بھی کامیابی آپ کے قدم چومتی۔

مشہور ہے کہ ایک بار ان کا بیان سن کر مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا: ”آپ کے بیان میں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مرجوح روایات بیان کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی رونا آجاتا ہے۔“

قریباً نصف صدی آپ نے اسلام کی تبلیغ کی۔ نہیں یاد کہ کس داعی نے آپ کو بلایا ہو اور آپ نے انکار کیا ہو۔ سرکاری کاموں کے لئے، جرگہ کے لئے، بیان وخطاب کے لئے جس نے دعوت دی آپ نے قبول فرمائی۔ آپ کے اس ایثار نے آپ کو ہردلعزیز رہنما بنادیا تھا۔ ایک بار علماء کرام کا اجلاس تھا۔ مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ وفاقی وزیر مذہبی امور، نواز شریف وزیراعظم موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: ”پشاور، کراچی، اسلام آباد، ملتان، لاہور سے حجاج جدہ

ڈائریکٹ فلائٹس سے جاتے ہیں۔ کوئٹہ والوں کا کیا قصور ہے کہ ہمیں کوئٹہ سے بس کے ذریعہ کراچی جا کر جدہ کے لئے جہاز ملتا ہے۔ کوئٹہ سے جدہ کے لئے ڈائریکٹ فلائٹس کا کیوں انتظام نہیں کیا جاتا۔'' آپ کے اخلاص بھرے مطالبہ کو شرف قبولیت ملا کہ کوئٹہ سے جدہ کے لئے ڈائریکٹ فلائٹس شروع ہوگئیں۔

مولانا عابد وزاہد آدمی تھے۔ سفر وحضر میں تہجد قضا نہ ہوتی تھی۔ مولانا نے بھرپور زندگی گزاری۔ آخری سالوں میں پہلے گھٹنوں کا درد، پھر سوئے ہضم کی تکلیف ہوئی۔ آخری بار کچھ دن ہسپتال بھی رہے۔ گھر والے گواہ ہیں کہ حسن خاتمہ ہوا۔ حق تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ کوئٹہ میں آپ کا جنازہ آپ کے صاحبزادہ نے پڑھایا۔ بہت بڑا جنازہ ہوا۔ چمن میں آپ کے بھائی نے جنازہ پڑھایا۔ دس بجے دن فوت ہوئے۔ رات گیارہ بجے منوں مٹی کے نیچے رحمت حق کے سپرد کر دیئے گئے۔ حق تعالیٰ کی رحمت ان کی قبر مبارک پر صدا برستی رہے۔ آمین! وہ کیا گئے کہ تاریخ کا ایک سنہری باب اختتام کو پہنچا۔

(۱۴۲۳)

عبدالواحد پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: ۱۸۶۸ء ...... وفات: اگست ۱۹۳۸ء)

مولانا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ عمرزئی چارسدہ میں مولوی احمد گل کے گھر پیدا ہوئے۔ درس نظامی کی اکثر کتب اپنے علاقہ مشہور عالم دین مولانا قاضی غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ تکمیل مولانا قطب الدین غورغشتی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ فراغت کے بعد ۴۰ سال اپنے علاقہ میں بلامعاوضہ تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ حقانیہ اکوڑہ خٹک، مولانا معاذ الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند ایسی بیسیوں شخصیات نے آپ سے کسب فیض کیا۔ آپ حاجی فضل واحد رحمۃ اللہ علیہ ترنگزئی کے خلیفہ تھے۔ آپ کے ورثاء میں تین فرزند غلام یحییٰ، مولانا زکریا اور شفیع اللہ ہیں۔ آپ نے مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد پر ''فتویٰ تکفیر قادیان'' میں دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۴۷۳)

(۱۴۲۴)

عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ (چیچہ وطنی)، حضرت مولانا

(ولادت: یکم/نومبر ۱۹۴۸ء ...... وفات: ۱۲/مئی ۱۹۹۵ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سابق مبلغین میں سے تھے۔ دارالعلوم کبیروالہ سے ۱۹۵۹ء میں فارغ التحصیل ہوئے تھے۔ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم اور مشاورت سے مدینہ یونیورسٹی سے فراغت کا شرف بھی حاصل کیا۔ کچھ عرصہ دارالعلوم کبیروالہ اور قاسم العلوم ملتان میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ بعدازاں جامع مسجد بلاک نمبر۱۲ چیچہ وطنی میں بطور خطیب اور مبلغ ختم نبوت کے فرائض سرانجام دیئے۔ چیچہ وطنی میں فوت ہوئے۔ نماز جنازہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سابق امیر مرکزیہ مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ آپ کے ایک صاحبزادے مولانا مفتی عبیدالرحمان صاحب اب بھی جامع مسجد بلاک نمبر۱۲ میں امامت وشعبہ کتب میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ (عبدالحکیم نعمانی)

(۱۴۲۵)

عبدالواحد شفیق درخواستی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: یکم/مارچ ۱۹۷۰ء)

شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے داماد، ماہنامہ ''مخزن العلوم'' خانپور کے ایڈیٹر، مکی مسجد کے خطیب، عمر بھر تقریر وتحریر کے ذریعہ قادیانی فتنہ کے تعاقب میں مصروف عمل رہے۔

(۱۴۲۶)

عبدالواحد غزنوی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۲۹/دسمبر ۱۹۳۰ء)

مولانا سید محمد عبداللہ غزنوی مرحوم کے صاحبزادہ مولانا عبدالواحد غزنوی متبحر اہل

حدیث عالم دین تھے۔آپ چینیاں والی مسجد لاہور میں بھی خطیب رہے۔بہت بارعب وصاحب جلال بزرگ تھے۔سید احمد شہیدؒ، سید اسماعیل شہیدؒ کی جماعت کے حضرات کی مالی امداد کرتے تھے۔حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا مرقع بنایا تھا۔مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے استفتاء میں مرزا قادیانی کے متعلق یہ فتویٰ دیا:

الحمد للّٰہ رب العلمین. الرحمٰن الرحیم. ملک یوم الدین. ایاک نعبد وایاک نستعین. اھدنا الصراط المستقیم. صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین. آمین اللّٰھم صل علٰی محمد وآلہ وبارک وسلم.

یہ مسئول عنہ شخص اپنی ابتدائی حالت میں اچھا معلوم ہوتا تھا۔دین کی نصرت میں ساعی،اللہ تعالیٰ اس کا مددگار تھا۔دن بدن ''فیوض لہ القبول فی الارض ''(زمین میں اس کے لئے قبولیت کا حکم ہوتا ہے) کا مصداق بنتا جاتا تھا۔لیکن اس سے اس نعمت کی قدردانی نہ ہوئی۔نفس پروری وزمانہ سازی شروع کی۔زمانے کے رنگ کو دیکھ کر اس کے موافق کتاب وسنت میں تحریف والحاد ویہودیت اختیار کی۔پس اللہ تعالیٰ نے اس کو ذلیل کیا۔''فیوضع لہ البغضاء فی الارض'' کا مصداق بن گیا۔قال اللّٰہ تعالٰی فی امثالہ :''واتل علیھم نبا الذی اٰتینٰہ اٰیٰتنا فانسلخ منھا فاتبعہ الشیطٰن فکان من الغٰوین. ولو شئنا لرفعنٰہ بھا ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ھوٰہ (الاعراف)''اللّٰھم انی اعوذ بک من الحور بعد الکور، یا مصرف القلوب صرف قلوبنا وقلوبھم علٰی طاعتک، آمین وصل اللّٰہ علی النبی وآلہ واصحابہ وسلم. عبدالواحد بن عبداللہ الغزنوی

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۱۷۴،۱۷۵)

(۱۴۲۷)

عبدالواسع لدھیانویؒ (گوجرانوالہ)،حضرت مولانا

(وفات:۱۹۷۵ء)

آپ لدھیانہ شہر ہندوستان میں مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب اور تایا حضرت مولانا محمد لدھیانویؒ سے حاصل کی۔آپ رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے خالہ زاد بھائی تھے۔تکمیل تعلیم کے لئے

دارالعلوم دیوبند داخلہ لیا۔ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں شمار ہوا۔ بعد فراغت لدھیانہ کے مدرسہ محمودیہ میں بطور مدرس خدمت انجام دی۔ آزادی کے بعد خاندان سمیت پاکستان ہجرت کی۔ آپ کے والد صاحب نے دارالعلوم نعمانیہ کے نام سے ایک دینی ادارہ کی بنیاد رکھی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے گوجرانوالہ شہر میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ مسئلہ ختم نبوت پر آپ بہت ہی آسان فہم انداز میں خطاب کرتے۔ آپ نے رمضان المبارک میں ۹۰ سال کی عمر میں اس دارفانی سے خوچ کیا۔ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتویٰ ''حیات مسیح'' پر آپ کے تائیدی دستخط بھی ملتے ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۶۵)

(۱۴۲۸)

عبدالوہاب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، جناب پیر

(وفات: اکتوبر ۱۹۰۴ء)

پیر عبدالوہاب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ پیر مانکی کے نام سے مشہور تھے۔ اکوڑہ خٹک پشاور میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ ۱۸۶۳ء میں محاذ امبیلہ پر انگریزوں کے خلاف برسرپیکار ہوکر بہادری کے جوہر دکھائے۔ مولانا عبدالغفور سواتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں بیعت ہوئے۔ انگریزوں کے خلاف مجاہدانہ کردار کی بدولت شیخ نے خلافت سے نوازا۔ بعد از خلافت، تبلیغ دین کے لئے اپنی ذات کو وقف کر دیا۔ پسماندگان میں پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ آپ کی تصانیف میں قابل ذکر اور مشہور کتب ''احکام المذاہب'' اور ''ہدایۃ الابرار'' ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ مسلم بچی کا رشتہ کسی قادیانی کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۲۰)

(۱۴۲۹)

عبدالوہاب کانپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا عبدالوہاب کانپوری کو بھی انجام آتھم کے ص۷۱، نمبر۸۴ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۴۳۰)

عبدالکریم ابدالوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالفیض

(ولادت:۱۹۳۰ء ...... وفات:۲۰۰۳ء)

حضرت مولانا عبدالکریم ابدالوی رحمۃ اللہ علیہ سرگودھا میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد گرامی کا نام حافظ احمد سراج الدین تھا۔درس نظامی کی تکمیل چچازاد بھائی حکیم سیف اللہ سالمی سے کی۔ خانقاہ ڈوگراں میں دارالعلوم چشتیہ رضویہ کی بنیاد رکھی۔آپ بلند پایہ خطیب تھے۔چنیوٹ میں سواد اعظم اہل سنت کے پلیٹ فارم سے تاجدار ختم نبوت کانفرنس میں آپ کی شرکت ہوئی۔عقلی ونقلی دلائل کے ساتھ آپ نے جاندار گفتگو فرمائی رمضان المبارک میں شب آٹھ بجے آپ کا سانحہ ارتحال ہوا۔دارالعلوم چشتیہ رضویہ خانقاہ ڈوگراں میں ہی آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

(۱۴۳۱)

عبدالکریم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ فقیہی اور جید علماء میں سے تھے۔ایک عرصہ تک حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر کتب حدیث کی تکمیل کی۔پھر دہلی میں درس وتدریس اورافادہ میں لگے رہے۔دہلی کے لوگوں میں بہت مقبولیت حاصل کی۔آپ نے مرزا قادیانی کی تردید میں ’’فتویٰ علماء پنجاب وہندوستان‘‘ میں سید محمد نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جواب پر تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۱۶۵)

اسی طرح ’’فتویٰ قہر یزدانی برجان دجال قادیانی‘‘ میں درج ذیل عبارت تحریر کی۔

’’مرزا قادیانی کی کتابوں میں بہت سے کفریات موجود ہیں جونصوص قاطعہ کے خلاف ہیں۔لہٰذا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۱۰)

(۱۴۳۲)

عبدالکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی سید

(پیدائش: ۱۵؍محرم ۱۳۱۵ھ ...... وفات: ۸؍مئی ۱۹۴۹ء)

آپ کنگڑی ضلع کرنال میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام سید حکیم محمد غوث تھا۔ دہلی کے معروف حکماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ پھر سہارنپور کے حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے زیرسایہ پڑھتے رہے۔ اسی طرح تھانہ بھون اور مدرسہ عبدالرب دہلی سے کسب فیض کیا۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو قلمی سند عنایت فرمائی۔ موضع اجراور ضلع میرٹھ میں آپ پڑھاتے بھی رہے۔ تھانہ بھون میں بھی خدمات سرانجام دیں۔ زہے نصیب! کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر بیان القرآن پر نظر ثانی کا اعزاز بھی آپ کو حاصل ہوا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ منظور نظر تھے۔ آپ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر تھانہ بھون کے علماء کرام کی تبلیغی جماعت کے ساتھ سفر کیا۔ جس میں بہنوں بیٹیوں کی وراثت کے لئے تحریک چلائی گئی تھی۔ اس میں حضرت مولانا سید عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف شریک تھے بلکہ روح رواں تھے۔ آپ جہاں عالم دین مفتی اور خطیب تھے وہاں آپ نامور مناظر بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ راجپوتانہ میں تحریک ارتداد کے توڑ کے لئے جب تھانہ بھون سے علماء کرام کی جماعت تبلیغ اسلام کے لئے نکلی تو اس کے ہراوّل دستہ میں آپ شریک تھے۔ آپ کی وفات پر ''البلاغ'' کراچی میں ایک مضمون پروفیسر احمد سعید کا شائع ہوا جس میں آپ کے قادیانیوں سے دومناظروں کا احوال درج تھا۔ اس میں ہے کہ:

''حیدرآباد کے علاقہ میں ایک مرزائی مبلغ نے مسلمانوں کو بہت پریشان اور تنگ کیا ہوا تھا۔ وہ لوگ حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں آئے۔ مفتی صاحب مناظرہ کے لئے تیار ہوگئے۔ راستہ میں موٹر خراب ہوگئی۔ راستہ کچا تھا۔ دیر ہونے سے لوگوں کو پریشانی ہوئی۔ عشاء کی نماز کے بعد حضرت مفتی صاحب اس قصبہ میں پہنچے اور پہنچتے ہی نماز وغیرہ سے فارغ ہوکر مناظرہ گاہ میں مناظرہ شروع کردیا۔ مناظرہ جامع مسجد کے صحن میں ہورہا تھا۔ اگلی نشست صبح کو جمعہ سے قبل تھی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ رات کے مناظرہ سے صبح کا مناظرہ زوردار رہا۔ شاید مفتی صاحب

تھکے ہوئے تھے۔اس لئے رات کے مناظرہ میں مرزائی مناظر کی سخت گرفت نہیں فرمائی تھی۔صبح کے مناظرہ میں سخت گرفت فرمائی۔مفتی صاحب نے فرمایا کہ رات کے مناظرہ میں اگر یہ طرز اختیار کی جاتی تو یہ مناظر صبح کو مناظرہ کے لئے نہ آتا اور بھاگ جاتا۔اب شاید جمعہ کے مناظرہ کے لئے نہ آئے۔چنانچہ مفتی صاحب کا اندازہ صحیح نکلا اور وہ مناظر نہ آیا۔چنانچہ لوگ اس کے گھر گئے۔مگر اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں آتا ہوں۔تھوڑی دیر کے بعد لوگ اس کے گھر گئے اور وہ بادل ناخواستہ مناظرہ گاہ میں آیا۔مناظرہ حیات مسیح علیہ السلام کے بارے میں تھا۔اس نے حمائل شریف کھول کر سورۂ نساء کی مشہور آیتیں پڑھنا شروع کیں۔مفتی صاحب نے جب جوابی تقریر فرمائی تو حواس باختہ ہوکر بھرے مجمع میں کہنے لگا کہ دعا کیجئے اور مناظرہ ختم کیجئے۔مفتی صاحب نے فرمایا کہ مناظرہ تو اپنے وقت پر ختم ہوگا۔اگر آپ کو جواب نہیں آتا تو آپ چلے جائیں۔اس نے اس اجازت کو غنیمت سمجھا اور بڑی ذلت آمیز شکست کے بعد تمام مسلمانوں کی موجودگی میں جلسہ میں سے اٹھ کر چلا گیا۔حضرت مفتی صاحب عصر کے وقت تک وعظ ونصیحت فرماتے رہے۔حق کی فتح اور باطل کی شکست کا نظارہ سب مسلمانوں نے کھلی آنکھوں سے دیکھا۔“

دوسرا مناظرہ

”ایک مرتبہ انبالہ سے مرزائیوں نے جلسہ کا اشتہار دیا اور اس میں یہ بھی لکھا کہ جو شخص چاہے جلسہ میں اعتراض کرسکتا ہے۔یہ اشتہار مرزائیوں نے ہی پہنچایا تھا۔مفتی صاحب تھانہ بھون سے اپنے سسرال جانے کے لئے راج پورہ تشریف لائے تو لوگوں نے یہ اشتہار دیا۔حضرت مفتی صاحب نے اپنا سفر ملتوی کیا اور انبالہ جلسہ مرزائیہ میں پہنچ گئے۔حضرت مفتی صاحب نے مقرر کی تقریر پر اعتراضات کئے۔انہوں نے پہلے جواب دینے کی کوشش کی۔جب گرفت سخت ہوتی گئی تو آخر میں یہ کہہ کر جلسہ برخواست کردیا گیا کہ ہم لوگ ملازم پیشہ ہیں۔صبح کو دفتر میں کام کے لئے بھی جانا ہے۔چونکہ رات کا کافی حصہ گزر گیا ہے اب ہم معذرت خواہ ہیں۔حضرت مفتی صاحب نے فرمایا بہت اچھا اب جلسہ برخواست۔کل اسی میدان میں ہم مسلمانوں کی طرف سے جلسہ ہوگا۔آپ صاحبان کو بھی دعوت ہے۔ہمارے جلسہ میں آئیں اور دل کھول کر اعتراضات کریں اور ہم سے جواب لیں۔اگلی شب اسی میدان میں جلسہ ہوا۔حضرت مفتی صاحب نے ایک تفصیلی تقریر حیات مسیح علیہ السلام پر فرمانے کے بعد فرمایا کہ اب میں صبح تک اسی جگہ ہوں۔جس کا دل چاہے اعتراض کرے اور جواب لے۔ہماری طرف سے وقت گزرنے کا عذر نہ ہوگا۔مرزائیوں

میں سے ایک شخص اٹھا اور کچھ اعتراضات کئے۔ مگر مفتی صاحب نے ان کو اسی بری طرح الجھایا کہ وہ بے بس اور عاجز ہو کر رہ گئے اور یہی کہتے بن پڑا کہ اس کا جواب قادیان سے منگوایا جاسکتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کو چھ ماہ کی مہلت دیتا ہوں اس کا جواب منگوا دیجئے۔ مگر انہوں نے شکنجہ سے نکلنے کے لئے یہ راستہ اختیار کیا تھا۔ مگر حضرت مفتی صاحب کی اس جرأت سے مرزائیوں کے قلوب پر مسلمانوں کا اتنا رعب چھا گیا کہ وہ انبالہ میں تین سال تک جلسہ عام نہ کر سکے اور پھر تمام عمر کے لئے ان کو ایسا سبق ملا کہ انہوں نے یہ لکھنا ہی چھوڑ دیا کہ ہر شخص جلسہ میں اعتراض کر سکتا ہے۔‘‘

(۱۴۳۳)

عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ (کلاچی)، مولانا قاضی

(پیدائش: ۱۹۲۰ء ...... وفات: ۸؍اگست 2015ء)

آپ کلاچی کے نامور عالم دین مولانا قاضی نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ نے ابتدائی کتب اپنے والد گرامی اور پروفیسر مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ پھر مدرسہ سراج العلوم سرگودھا میں حضرت مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد اسماعیل خوشابی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نور میانوالوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھتے رہے۔ ۱۸، ۱۹ سال کی عمر میں خیرالمدارس جالندھر میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ دورۂ حدیث شریف دارالعلوم دیوبند سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ ۱۹۶۹ء میں مدرسہ نجم المدارس کی بنیاد رکھی۔ مہتمم، شیخ الحدیث، صدر مدرس، صدر مفتی کے مناصب پر گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ وفاق المدارس کے بانی ارکان میں سے تھے۔ افغانستان کے مجددی خاندان سے بیعت تھے۔ پھر مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا جمیل احمد میواتی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا علی المرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور آخر میں مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ ڈیرہ اسماعیل خان سے بیعت کا تعلق قائم رکھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ اپنے تیرہ رفقاء سمیت جون ۱۹۷۴ء میں کلاچی ایک جلوس کے بعد گرفتار کر کے ڈیرہ لائے گئے۔ چند دنوں بعد رہائی ہوئی۔ آپ جید اکابر علماء کرام میں سے تھے۔ ہر مرحلہ پر ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مقدمۃ الجیش میں رہ کر کام کیا۔

(۱۴۳۴)

عبدالکریم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات:۱۳۳۲ھ)

مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ دیہات لبرکوٹ ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی عبدالرزاق، دادا کا کمال الدین اور پردادا کا کرم میر علی تھا۔ علم نحو اور فقہ، حدیث، اصول کلام، منطق کی کتابیں مولانا نور عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور رامپور میں علامہ عبدالحق بن فضل حق رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کسب علم کیا۔ آپ نے رام پور، شاہجہانپور میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ ذی استعداد عالم دین تھے۔ علم معقول اور منقول میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ بہترین مناظر بھی تھے۔ جب آپ مدرسہ محبوبیہ حیدرآباد دکن میں صدر مدرس تھے تب آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف جو فتویٰ دیا وہ مندرجہ ذیل ہے۔

''کسی شخص کے کفر کا فتویٰ دینا کچھ آسان امر نہیں۔ مگر جو شخص نصوص متواترہ، قطعی الدلالۃ کا منکر ہو اس کے کفر کو مسلمانوں پر ظاہر کرنا، حاملان شرع اسلام کا فرض قطعی ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو خدا کے نزدیک ان سے بڑھ کر شاید ہی کوئی ملعون ثابت ہو۔ اسی مجبوری کی وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی ساکن قادیان ضلع گورداسپور پنجاب کے کفر کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ میں نے خود اس سے سنا ہے کہ وہ بار بار تاکید سے کہتا تھا کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ مجھ پر نزول وحی اسی طرح ہوتی ہے جیسے دیگر انبیاء پر۔ اس کے بعد مجھے اس کے کفر میں کوئی تأمل نہ رہا۔ واللہ اعلم!''

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۵۹)

(۱۴۳۵)

عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ (خطیب مسجد دربار محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ اوچ شریف)، مولانا

مولانا عبدالہادی، مولانا فقیر اللہ کے بعد دربار محبوب سبحانی اوچ شریف کے خطیب مقرر ہوئے۔ ان کے زمانہ میں ایک قادیانی بشیر احمد نام کا مردود ہوا۔ مولوی معراج احمد خطیب دربار حضرت فضل دین لاڈلا نے اس مرزائی کا جنازہ پڑھا دیا۔ مولانا عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ جاری کیا کہ قادیانی کا جنازہ پڑھنے والے اور پڑھانے والا سب دائرہ اسلام سے خارج ہوگئے

اوران کا نکاح باطل ہے۔ چنانچہ مولوی معراج احمد نے کھلے عام توبہ کی۔ ازسرنو کلمہ طیبہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور ازسرنوئی حق مہر مقرر کر کے تجدید نکاح کیا۔ اسی طرح تمام جنازہ پڑھنے والوں نے دوبارہ اسلام قبول کیا اور نکاح کی بھی تجدید کی۔

(تذکرہ مشائخ وعلماء کرام بہاول پور ڈویژن ص۸۲،۸۳، قلمی نسخہ مرتبہ مولانا رشید احمد نور پوری)

(۱۴۳۶)

عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ اشرفیہ لاہور)، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۳۴۶ھ)

آپ حضرت مولانا محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ تھے۔ ۹ سال کی عمر میں قاری کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے قرآن مجید حفظ کرلیا۔ ابتدائی کتب والد گرامی سے پڑھیں۔ دورۂ حدیث شریف دارالعلوم سے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا نافع گل رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں پڑھاتے رہے۔ تقسیم کے بعد ۱۹۴۹ء سے جامعہ اشرفیہ میں پڑھانا شروع کیا۔ والد گرامی کی وفات کے بعد جامعہ اشرفیہ کے مہتمم مقرر ہوئے اور تادم زیست اس کے مہتمم رہے۔ ۹ سال کی عمر سے تھانہ بھون کی حاضری کا شرف نصیب ہوا۔ حدیث شریف کی تمام کتب کا آغاز تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کرایا اور حضرت مفتی صاحب سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: فکر نہ کرو عبیداللہ بھاگتے بھاگتے مولوی بن جائے گا۔ مولانا عبیداللہ اشرفی کی سند حدیث بہت عالی تھی کہ وہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حدیث تھی اور وہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور وہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ مولانا عبیداللہ اشرفی ختم نبوت کے کام کی ہمیشہ سرپرستی فرماتے رہے۔ ملعون قادیان کے خلاف آپ کے متعدد فتاویٰ جات پر دستخط ہیں۔ ۱۹۸۴ء میں جب وفاقی شریعت کورٹ میں قادیانیوں سے متعلق کیس چل رہا تھا تو آپ نے تیاری کرانے کے لئے اپنے جامعہ اور اس کی لائبریری کو وقف کردیا تھا۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ بمع اپنے رفقاء ایک ماہ تک یہاں قیام پذیر رہے۔

(۱۴۳۷)

عبیداللہ علوی رحمۃ اللہ علیہ (ڈیرہ غازی خان)، مولانا قاضی مفتی

مولانا قاضی مفتی عبیداللہ علوی رحمۃ اللہ علیہ ڈیرہ غازی خان کے نامور عالم دین تھے۔ آپ مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی شاگرد تھے۔ ڈیرہ غازی خان ۱۹۴۰ء میں قادیانیوں کے خلاف ایک مقدمہ عدالت میں چلا جس میں مولانا کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات کے عدالت میں بیانات ہوئے۔ اس کیس کے نگران اعلیٰ مولانا قاضی عبیداللہ تھے۔ مولانا قاضی عبیداللہ اپنے زمانہ میں قادیانیت کے خلاف برسرپیکار جماعت کے فرد فرید تھے۔

(۱۴۳۸)

عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ (محبت پور)، جناب صوفی

محبت پور میلسی کے صوفی عبیداللہ بہت ہی نظریاتی کارکن تھے۔ عمر بھر مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے۔

(۱۴۳۹)

عبیداللہ مدراسی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاضی

(ولادت: ۴؍شعبان ۱۲۷۰ھ ...... وفات: ۱۵؍ربیع الاوّل ۱۳۴۶ھ)

آپ، قاضی الملک بدرالدولہ حضرت صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مدراس کے ایک ذی محترم، علمی دینی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد آپ کے بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ اس لئے آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اور سرپرستی عظیم چچا مدارالامراء شیخ عبدالوہاب نے کی۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ سید علی رضا اور مولانا سید محمد اسحٰق کے نام نامی کا ذکر ملتا ہے۔ آپ کو تمام دینی علوم پر عموماً اور فقہ و حدیث پر خصوصاً مہارت تامہ حاصل تھی۔ تکمیل تعلیم کے بعد آپ نے مدارس میں ہی مدرسہ محمویہ کے نام سے ایک بڑا دینی ادارہ قائم کیا۔ جس میں پڑھنے کے لئے پورے ہندوستان سے طلبہ آتے، آپ کے علمی وقار، دینی علوم پر رسوخ اور قابلیت کو دیکھ کر

حکومت نے آپ کو شمس العلماء کا لقب دے کر قاضی جیسے ذی حشم عہدہ جلیلہ پر فائز کر دیا۔ تصوف میں بھی آپ کو چاروں سلاسل میں اجازت تھی۔ تقریباً ۲۲ کے لگ بھگ مختلف علوم وفنون آپ نے ہر علمی کتب تصنیف کیں۔ آپ نے ایک سائل کے جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ہفوات باطلہ کے رد میں ایک مفصل، مدلل، جامع، تاریخی فتویٰ لکھا جو ۱۳۱۱ھ میں ’’فتاویٰ تکفیر منکر عروج جسمی ونزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام‘‘ کے نام سے شائع ہوا۔ تقریباً ۱۱۵ سال بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان نے تخریج جدید کے ساتھ فتاویٰ ختم نبوت کی جلد دوم میں اسے دوبارہ شائع کرنے کا شرف حاصل کیا۔

(۱۴۴۰)

عتیق الرحمٰن ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ، صاحبزادہ قاری

(وفات: ۹/اپریل ۲۰۱۷ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایبٹ آباد کے سینئر نائب امیر صاحبزادہ قاری عتیق الرحمٰن ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ ہزارہ کی معروف شخصیت مولانا محمد ایوب الہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند وجانشین تھے۔ مولانا محمد ایوب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں نمایاں کردار ادا کیا اور ۱۹۸۶ء سے لے کر تادم زیست عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایبٹ آباد کی سرپرستی فرماتے رہے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی جانشینی کے حقدار صاحبزدہ قاری عتیق الرحمٰن ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ ہی قرار پائے۔ قاری صاحب مرحوم نے اپنے والد گرامی کی عظیم روایات کو آگے بڑھاتے ہوئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی تمام سرگرمیوں اور تحریکوں میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔ ختم نبوت کے تمام پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر شرکت کی۔ نئے نوجوانوں کی خوب حوصلہ افزائی فرماتے۔

قاری صاحب مرحوم سکول ٹیچر تھے۔ ملازمت سے ریٹائرمنٹ سے قبل ہی زندگی سے ریٹائرمنٹ کا پروانہ مل گیا۔ زندگی کے آخری چند ایام علیل رہ کر ہسپتال میں وصال فرمایا۔ ان کی دینی خدمات کے پیش نظر عوام کا ایک جم غفیر جنازے پر امنڈ آیا۔ ہزاروں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ اپنے والدین کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے۔

(۱۴۴۱)

عثمان بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ داغستانی مفتی اعظم احناف (مدینہ منورہ)، حضرت

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب قادیان کے ملعون مرزا قادیانی کے خلاف ۱۳۰۴ھ میں حرمین شریفین سے فتویٰ منگوایا تو اس وقت احناف کے مفتی اعظم مدینہ منورہ نے ذیل کا فتویٰ دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسال اللہ سبحانه المولى الكريم ذاالجلال التوفيق والاعانة فى الفعل والقول الحمد لله الواحد الفرد الصمد المنزه عن الشريک والولد الذى بعث الرسل الكرام بالحجج الواضحة والآيات البينات وايدهم بالارهاصات الخارقة بالمعجزات المنزل علىٰ خاتم انبيائه وسيد اصفيائه كتاباً معجزاً مبيناً القائل فيه جل شانه: ”اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى ورضيت لكم الاسلام دينا“ كتاباً هادياً الى الصراط المستقيم وناطقاً بكل امر رشيد لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد، والصلوٰة الدائمة والسلام التام على النبى الداعى الىٰ سبيل النجاح والاستقامة المبنى عن كل كذاب امبير الىٰ يوم القيامة

القائل فيما رواه مسلم عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ: ”يكون فى آخرالزمان دجالون كذابون يأتونكم من الاحاديث بما لم تسمعوا انتم ولا آبائكم فاياكم واياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم“

والقائل فيما رواه مسلم عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ: ”من دعا الىٰ هدىٰ كان له من الاجر مثل اجور من تبعه لا ينقص ذلک من اجورهم شيئاً، ومن دعا الى الضلالة كان عليه من الاثم مثل آثام من تبعه لا ينقص ذلک من آثامهم شيئاً“

والقائل فيما رواه احمد والنسائى والدارمى عن عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ: ”خط لنا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم خطاً ثم قال: هٰذا سبيل الله، ثم خط خطوطاً عن يمينه وعن شماله وقال: هٰذه سبل علىٰ كل سبيل منها شيطان يدعو اليه، وقرا: هٰذا صراطى مستقيماً فاتبعوه الآية“

والقائل فیما رواه ابن ماجة عن انس ﷺ: ”اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار“

والقائل فیما رواه احمد عن معاذ بن جبل ﷺ: ”ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یأخذ الشاة القاصیة والناصیة وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعة والعامة“

والقائل فیما رواه مالک فی المؤطا عن مالک بن انس: ”ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما: کتاب اللّٰه وسنة رسوله“

والقائل فیما رواه مسلم عن محمود بن لبید ﷺ: ”ایلعب بکتاب اللّٰه وانا بین اظهر کم؟“

والقائل فیما رواه ابویعلٰی عن ابی هریرة ﷺ: ”ان احبکم الی واقربکم منی الذین یلحقنی علی العهد الذی فارقنی علیه“

والقائل فیما رواه البیهقی فی الشعب عن جابر: ”لتهوکون کما تهوکت الیهود والنصارٰی، لقد جئتکم بها بیضاء نقیة لو کان موسٰی حیاً ماوسعه الا اتباعی“

والقائل فیما اتفق علیه الشیخان ورواه ابوداؤد والترمذی عن عائشة: ”من احدث فی امرنا هٰذا ما لیس منه، فهو رد“

والقائل فیما رواه احمد ومسلم والاربعة عن ابی سعید: ”من رای منکم منکراً فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه، فان لم یستطع فبقلبه وذلک اضعف الایمان“ وعلٰی آلهٖ واصحابهٖ نجوم الحق وعترته واحزابه فهٰذا الخلق اما بعد!

فقد سرحت طرف الطرف فی جنات طروس هٰذا التألیف الشائق وارتعت شدینة الفکر الفاتر فی اریض روض سطور هٰذا المصنف الفائق فوجدته متکفلاً للرد بالأدلة القاطعة المزهقة الباطل هٰذا المارق من الدین الشقی الخب اللئیم کافیا لتزییف اقواله الباعثة لاضلال کل ذی فهم سقیم فلقد اجاد حتّٰی بلغ غایة الرمی والمرام من الاجاده وافاد اثابه اللّٰه الاجر الجزیل وانا له الحسنی وزیادة وصلی اللّٰه علٰی سیدنا محمد النبی الامی وآلهٖ وصحبهٖ

وسلم نمقه الفقير الٰى عفو ربه القدير عثمان بن عبدالسلام داغستانی مفتی المدينة المنورة الحنفی عفی عنه ذوالقعدة ۱۳۰۴ھ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد درود وسلام ادا کرتے ہوئے میں خدائے پاک مولیٰ کریم قادر سے اپنے ہر کام اور ہر بات میں توفیق ومدد کا سائل ہوں۔ سب تعریف خدائے یگانہ بے نیاز شریک اور اولاد سے پاک کے لئے خاص ہے۔ جس نے بزرگ رسولوں کو روشن دلیلوں اور ظاہر نشانیوں سے بھیجا ہے اور ان کی قبل از نبوت خوارق اور معجزات سے تائید کی ہے۔ اپنے خاتم الانبیاء اور سید الاصفیاء پر جس نے قرآن معجز بیان اتارا ہے اور اس جل وعلاء نے اس میں فرمایا ہے کہ آج میں نے پورا کیا تمہارے لئے دین اور تم پر اپنی نعمت تمام کی اور اسلام تمہارے لئے دین پسند کیا۔ وہ کتاب جو سیدھی راہ کی طرف راہنما ہے اور ہر اچھا کام فرماتی ہے۔ جھوٹ اس کے آگے پیچھے سے نہیں آتا۔ دانا ستودہ کی اتاری ہوئی ہے اور دائمی درود اور سلام نبی پر ہو جو خلاصی اور سیدھی راہ کی طرف بلانے والا ہے اور قیامت تک ہر جھوٹے اور ہلاک کرنے والے کا حال بتلانے والا ہے۔ جس کی حدیث صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے ہے کہ آخر زمانے میں دجال سخت جھوٹے ہوں گے۔ تم سے ایسی باتیں کریں گے جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہ سنی ہوں گی۔ پس ان سے ڈرو۔ تم کو گمراہ نہ کریں اور فتنے میں نہ ڈالیں اور نیز صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے ہے کہ جو کوئی ہدایت کی طرف بلائے گا تو اس کے جمیع پیروؤں کا ثواب اس کو دیا جائے گا اور ان کے ثواب سے بھی کچھ کم نہ ہوگا اور جو کوئی گمراہی کی طرف بلائے گا تو اس کو بھی سب پیروؤں کا گناہ اس پر ہوگا اور ان کے بھی گناہ سے کچھ کم نہ کیا جائے گا اور نیز امام احمد ونسائی ودارمی نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک خط کھینچ کر فرمایا کہ یہ خدا کی راہ ہے۔ پھر اس کے دائیں بائیں اور خط کھینچے اور فرمایا کہ ان راستوں میں سے ہر راہ پر شیطان ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے اور یہ آیت پڑھی: ’’هذا صراطی مستقيما فاتبعوه (الانعام:۱۵۳)‘‘ اور بے شک یہ میری سیدھی راہ ہے۔ اس کی پیروی کرنا۔ آخر آیت تک اور ابن ماجہ نے حضرت انسؓ سے حدیث لکھی کہ: بڑی جماعت کی پیروی کرنا بے شک جو اس سے نکلا، دوزخ میں پڑا اور نیز امام احمدؒ نے معاذ بن جبلؓ سے حدیث بیان کی ہے کہ شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے، بکریوں کے بھیڑیے کی طرح، الگ ہونے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے، پراگندہ نہ ہونا، اس سے بچنا اور جماعت سے ملنا اور نیز یہ

حدیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مؤطا میں مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: میں تم لوگوں میں دو کام چھوڑتا ہوں، جب تک ان کو پکڑے رہو گے، گمراہ نہ ہوگے، قرآن مجید اور حدیث اور نیز صحیح مسلم میں محمود ابن لبید رضی اللہ عنہ سے حدیث آئی ہے کہ: قرآن سے کھیل کئے جاتے ہیں اور میں موجود ہوں اور نیز ابویعلیٰ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ: میرا بہت پیارا اور نزدیک تر وہ ہے جو مجھ سے ملے اس عہد پر جس پر میں نے اسے چھوڑا ہے اور نیز بیہقی کی شعب الایمان میں جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ: تم اسلام میں حیران ہوتے ہو، جیسے یہود ونصاریٰ متحیر ہیں، تمہارے لئے شرع روشن پاکیزہ لایا ہوں، اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو میری ہی پیروی کرتے اور نیز حدیث متفق علیہ اور سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ: جس نے ہماری شریعت کے برخلاف کوئی کام نکالا، وہ مردود ہے اور نیز امام احمد ومسلم اور چاروں نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے حدیث لکھی ہے کہ: جو کوئی تم سے برا کام دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ اگر یہ طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے۔ اگر یہ طاقت نہ ہو تو اس کو اپنے دل سے اور یہ بہت ضعیف ایمان ہے اور درود آپ کی آل واصحاب پر ہو، جو سیدھے راہ کے ستارے ہیں اور آپ کے عزیز واقارب وجماعت پر جو خلقت کے رہنما ہیں۔

بعدازاں! بے شک میں نے اس پیارے رسالے کے کاغذات کے باغوں میں ان کے اصیل گھوڑوں کو چرایا اور اس عمدہ تالیف کی سطروں کے گلزاروں کی پاکیزہ زمین میں اپنی سست فکر کے اونٹ کو دوڑایا۔ پس میں نے اس کو یقینی دلوں سے تردید کا ذمہ دار پایا۔ جس نے اس دین سے نکلنے والے بدبخت ناکس فریبی (مرزاقادیانی) کے جھوٹ کو نابود کردیا۔ اس کی باتوں کے جوہر ناقص عقل کے گمراہ کرنے کا سبب ہیں، کھوٹ ظاہر کرنے میں یہ رسالہ کافی ہے، پس بے شک اس کے مؤلف نے اچھا لکھا۔

یہاں تک کہ نہایت نشانہ اور مقصود عمدگی کو پہنچا اور فائدہ پہنچایا، خدا اس کو بہت ثواب اور بہشت اور اپنا دیدار عطاء کرے اور اللہ تعالیٰ کا ہمارے سردار پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی آل واصحاب پر درود وسلام پہنچے۔ اس تحریر کو پروردگار کی بخشش کے محتاج عثمان بن عبدالسلام داغستانی جو مدینہ منورہ میں حنفی مفتی ہے، لکھا خدا اس کو بخشے۔ مورخہ ۵/ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ

دستخط: عثمان بن عبدالسلام داغستانی

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۵۹، ۹۹، ۱۰۰)

(۱۴۴۲)

عثمان علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

آپ اپنے والد اسماعیل بن عبدالجلیل کے گھر علی گڑھ انڈیا میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بھی علی گڑھ میں ہوئی۔ مزید تعلیم کے لئے کچھ عرصہ ریاست بھوپال گزار کر مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے ریاست ٹونک کا سفر کیا۔ حضرت مولانا محمد بشیر شہسوانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں۔ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کے عقائد بد پر ایک سوال نامہ مرتب کر کے متحدہ ہندوستان کے علماء کرام سے فتویٰ حاصل کیا۔ اس فتویٰ پر توثیقی عبارت باایں الفاظ لکھی۔

''جس شخص کے یہ اعتقاد اور مقالات ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے وہ بے شک دائرہ اسلام سے خارج اور ملحد وزندیق ہے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۱۶۶)

(۱۴۴۳)

عرض محمد رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، مولانا

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات سابق سینیٹر وایم.این.اے حافظ حسین احمد کے والد محترم مولانا عرض محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۴۲ء میں بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں جامعہ اسلامیہ مطلع العلوم کی بنیاد رکھی۔ مولانا عرض محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بلوچستان میں دین کی ترویج واشاعت میں خوب محنت کی۔ فاضل دیوبند مولانا عرض محمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی شاگرد رہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اور فتنہ قادیانیت کا تعاقب ان کو اکابرین سے ورثے میں ملا تھا۔ انہوں نے صوبہ بلوچستان میں قادیانیت کے خلاف جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ مدرسہ مطلع العلوم میں بڑی بڑی ختم نبوت کانفرنسوں کا انعقاد کرتے۔ وقتاً فوقتاً عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر رہنماؤں کو دعوت دیتے رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں جامعہ اسلامیہ مطلع العلوم تحریک ختم نبوت کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ (مولانا محمد یونس، کوئٹہ)

(۱۴۴۴)

عزیزالدین پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

حضرت مولانا عزیزالدین موضع وڈپگہ پشاور کے سادات گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ پشاور کے متعدد نامور علماء سے تحصیل علم میں کمال حاصل کیا۔ ساری زندگی درس وتدریس میں گزاردی۔ افتاء وقضاء کا فریضہ بھی سرانجام دیتے۔ حلقہ ارادت حضرت مولانا پیرمہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم کیا اور حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقربین میں شمار کئے جاتے تھے۔ اکثر پاکپتن اور سیال شریف کے سفر میں حضرت پیر صاحب کے ہمرکاب ہوتے۔ نسبت مہریہ کے باعث فتنہ قادیانیت سے بڑی نفرت تھی۔ چنانچہ ۲۵راگست ۱۹۰۰ء میں مرزقادیانی سے مناظرہ کے لئے حضرت پیر صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر قیادت علماء کے قافلہ حق میں آپ کو بھی شامل ہونے کی سعادت حاصل ہے۔ آپ کو حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت بیعت بھی حاصل تھی۔ وڈپگہ پشاور میں انتقال ہوا اور آبائی قبرستان میں تدفین ہوئی۔

(۱۴۴۵)

عزیزالرحمٰن جامعی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: نومبر۱۹۷۶ء)

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ تھے۔ آپ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں قادیانی فتنہ کی سرکوبی کے لئے اپنے والد کی روایات کے امین تھے۔ پڑھے لکھے علم دوست انسان تھے۔ دہلی میں وصال ہوا۔

(۱۴۴۶)

عزیزالرحمٰن ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا عزیزالرحمٰن ۱۹۴۷ء کو اگی ہزارہ میں مولانا عبدالحنان ہزاروی کے گھر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ ۱۹۵۴ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لیا اور موقوف علیہ

کی تکمیل کر کے مولانا غلام رسول خان رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث پڑھا اور سند الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد جامعہ فریدیہ بہاول نگر میں ۵ سال تک تدریس کی۔ پھر آپ ۱۹۶۲ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں مدرس اور نائب مفتی کے منصب پر فائز ہوئے۔ آپ نے ردقادیانیت پر فتویٰ ''مرزائی کا جنازہ اور مسلمان'' میں صورت مسئولہ کا جواب تحریر کیا جو کہ درج ذیل ہے: ''اس مولوی صاحب اور مسلمانوں نے اگر اس مرزائی کو کافر سمجھ کر جنازہ پڑھا ہے تو انہوں نے ایک امر حرام کا ارتکاب کیا ہے جو کہ کفر ہے۔ کیونکہ کافر کا جنازہ پڑھنا اور اس کے حق میں دعائے مغفرت کرنا حرام ہے۔ گناہ ہے۔ جیسا کہ بخاری (ج۴ ص۲۱۵) میں ہے: ''ولا تصل علٰی احد منهم مات ابداً...... الخ! وذکر عن الصبری انه یجب ترک الصلوٰة علٰی معلن الکفر ومسره بهذا قال ثم فرض علٰی جمیع الامة ان لا یدعوا المشرک ولا یستغفرله اذا ماتو علٰی شرکهم...... الخ!'' تاوقت توبہ نہ کرے امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ چونکہ مرزائی عقائد نصوص شرعیہ قطعیہ کے خلاف ہیں۔ اس لئے ان عقائد والا قطعاً کافر ہے۔ ان عقائد والے کو کافر نہ سمجھنا بلکہ مسلمان سمجھنا گویا کہ ان عقائد کو صحیح اور اسلام کے موافق سمجھنا ہے۔ لہٰذا اگر انہوں نے اس مرزائی میت کو مسلمان سمجھ کر جنازہ پڑھا ہے تو یہ سب کے سب کافر ہوگئے۔ اسلام سے خارج ہوگئے۔ نہ ان کا نکاح باقی رہا اور نہ ان کو امام بنانا صحیح ہے۔ واللہ اعلم!''

عزیز الرحمٰن

نائب مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

مورخہ ۱۳؍جولائی ۱۹۶۶ء

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۴۲۲)

(۱۴۴۷)

عطاء اللہ چٹھہ رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، جناب حکیم

(وفات: جنوری ۱۹۸۶ء)

چک چٹھہ ضلع گوجرانوالہ کے حکیم حاذق دماغی امراض کے معالج خاص، عقیدۂ ختم نبوت کے ہمہ تن مناظر و مبلغ جن کی مساعی سے کئی قادیانیوں نے قادیانیت ترک کر کے اسلام قبول کیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام کے ممتاز رہنما، قومی کارکن، مجاہد فی سبیل اللہ، قادیانیت کے رد کے لئے تیغ بے نیام، حق تعالیٰ اپنی رحمتوں سے ان کی تربت کو شرابور فرمائیں۔

(۱۴۴۸)

عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت:۱۹۰۸ء ...... وفات:۱۹۷۸ء)

بھوجیاں ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے۔ مختلف حضرات سے کسب علم کیا۔ مولانا حافظ محمد محدث گوجرانوالہ سے تکمیل کی۔ مختلف مدارس میں پڑھاتے رہے۔ پھر لاہور تشریف لائے۔ جمعیۃ اہل حدیث کی تشکیل میں اپنے بڑوں کے ساتھ شریک عمل رہے۔ ہفت روزہ الاعتصام کے بانی تھے۔ پڑھے لکھے انسان تھے۔ پڑھنے کے لئے کتابوں کو جمع کرنا، لکھنے کے لئے الاعتصام کی ادارت نے رنگ دکھلایا۔ آپ نے ایک ضخیم لائبریری تیار کرلی۔ زیادہ کتابیں تو نہیں جتنی ہیں ان کے عالی ذوق کی دلیل ہیں۔ تحریکہائے ختم نبوت میں امت کے شانہ بشانہ رہے۔ آپ نے شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ حیات مسیح کی توثیق ان الفاظ میں لکھی:

''ایسے (قادیانی) حضرات علم کے مسکین تو خیر ہیں ہی، ادعائے عقل کے باوجود عقل کی مسکنت کا یہ حال ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کو کشمیر میں قرار دیتے ہیں اور ثبوت میں مرزا قادیانی کی دجل آمیز تحریر پیش کرتے ہیں۔ یعنی اس کذاب کو دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ جس نے سارا چکر ہی اس لئے چلایا۔ ان کی فکری لغزش کا یہ حال ہے کہ محدث کی احادیث میں تو ٹیڑھ نکالتے ہیں اور مرزا قادیانی کی روایات کو برقرار رکھتے ہیں، انا اللہ! بہرصورت شیخ کی تحقیق صحیح ہے۔ واللہ الموفق للصدق والصواب!'' محمد عطاء اللہ حنیف

مکتبہ السّلفیہ لاہور، یکم رجمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۸۱)

(۱۴۴۹)

عطاء اللہ گھوٹو رحمۃ اللہ علیہ، جناب حافظ

(وفات:۱۰رشعبان المعظم ۱۴۳۷ھ/ ۱۸رمئی ۲۰۱۶ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سابق رکن شوریٰ، فاضل دیوبند، شیخ الحدیث مولانا

عبدالحیٔ الحسینی رحمۃ اللہ علیہ گھوٹکی سندھ والوں کے بھانجے حافظ عطاء اللہ گھوٹو بہت خوبیوں کے ساتھ حافظ قرآن اور عالم دین بھی تھے۔ حافظ صاحب مرحوم خوش اخلاق، خوش طبع ظرافت کے مجسمہ تھے۔ آپ قرآن پاک اور حضور ﷺ سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ چند سال پہلے سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں تشریف لائے اور سندھی زبانی میں ردقادیانیت پر اشعار کہنے کا شرف حاصل کیا۔ گزشتہ سال اپنے گاؤں جھنگل گھوٹو میں ختم نبوت کانفرنس منعقد کرائی جس میں مبلغ ختم نبوت مولانا محمد حسین ناصر تشریف لائے اور سندھ کے مشہور نعت خوانوں نے کانفرنس کو چار چاند لگائے۔

(۱۴۵۰)

علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ (خانیوال)، جناب حافظ

(پیدائش: ۱۸۹۵ء ...... وفات: ۳۰؍جنوری ۱۹۸۶ء)

حافظ علاؤالدین ضلع اٹک میں ملک فتح دین رحمۃ اللہ علیہ شاہی اعوان کے ہاں پیدا ہوئے۔ ضلع خانیوال کچا کھوہ ضلع وہاڑی میں اکثر چکوک میں ضلع میانوالی، ضلع اٹک کے لوگ رہائش پذیر ہیں۔ ان لوگوں کو فوجی خدمات کے صلہ میں انگریز نے جاگیریں الاٹ کیں۔ ہم وطنوں کی محبت اور ضلع اٹک میانوالی کی پسماندگی بہت لوگوں کو اس علاقہ میں لے آئی۔ اپنے زمانہ میں چک ۸۴/۱۰۔ آر نزد خانیوال میں ایک دینی مدرسہ قائم تھا جس کو یہاں کے عالم دین مولانا حافظ حامد اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ چلا رہے تھے۔ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ بھی اس چک میں ضلع اٹک سے اپنے ہم وطنوں کے ساتھ قرآن مجید حفظ کرنے کے لئے آپہنچے۔ یہیں پر قرآن حفظ کرلیا اور دینی کتابیں بھی پڑھنی شروع کردیں۔ اسی دوران مولانا حافظ حامد اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا۔ حافظ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کے زہد تقویٰ، پرہیزگاری کو دیکھ کر اس مدرسہ اور مسجد کی ذمہ داری دے دی گئی۔ ضلع اٹک سے شادی کے بعد ان کا خاندان بھی آہستہ آہستہ اس چک میں آگئے۔ بس پھر یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ خانیوال میں پیر طریقت مولانا خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اور بستی سراجیہ کے بزرگ مولانا عبداللہ المعروف حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ سراجیہ جیسے بزرگوں سے محبت اور عقیدت نے حضرت حافظ صاحب کو کندن بنادیا۔ اسی دور میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوگئے۔ تحریک ختم نبوت کے شیدائی بن گئے۔ اپنے چک سے خانیوال شہر میں ۱۹۵۳ء کی تحریک

کے لئے جلوس لے جاتے۔ قادیانیوں کے خلاف روزانہ احتجاج کرتے۔ آخرکار اسی دوران گرفتار ہوگئے۔ مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جیل کے ساتھی بن گئے۔ ہر سال عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین کی دعوت کرتے اور اپنی مسجد میں بیان کراتے۔ مولانا قاضی اللہ یار (مرحوم)، مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے۔ اپنے چک سے ختم نبوت کے لئے گندم، نقدی کی صورت میں فنڈ اکٹھا کر کے مرکزی دفتر ملتان میں جمع کراتے۔ اب بھی ان کی اولاد، ورثا، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ اپنا تعلق نبھا رہے ہیں۔ جب بھی کوئی مبلغ ختم نبوت اس چک میں جاتا تو یہ لوگ باغ و بہار ہوجاتے ہیں۔ حضرت کی بدولت ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں اس چک کے لوگوں نے نمایاں کردار ادا کیا۔

(عبدالعزیز لاشاری)

(۱۴۵۱)

علوی ابن عباس مالکی رحمۃ اللہ علیہ (مدینہ منورہ)

''فتویٰ حیات عیسیٰ علیہ السلام'' کے متعلق مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے سوال مرتب کیا۔ علوی ابن عباس مالکی نے یہ جواب تحریر کیا۔

الحمد لله اعلم بالصواب والصلوٰة والسلام علٰی سیدنا محمد وعلی آله والاصحاب والتابعین باحسان الٰی یوم الحساب

اما بعد! جمہور اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھنا شرعاً ضروری اور واجب ہے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک زندہ ہیں۔ وہ آخری زمانے میں نازل ہوکر شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا نفاذ کریں گے اور راہ حق میں جہاد کریں گے۔ جیسا کہ یہ بات صادق ومصدوق حضرت محمد ﷺ سے بالتواتر ثابت ہے۔ یہ عقیدہ رکھنا اس لئے واجب ہے کہ کتاب وسنت کے دلائل اس بات کی وضاحت کے لئے موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں جو ہر قسم کے شک وشبہات سے بالا ہے، فرمایا ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ قتل کیا ہے اور نہ سولی دی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف (آسمان پر) اٹھالیا ہے۔ ''**وما قتلوه یقیناً بل رفعه الله الیه** (النساء) '' ﴿اور اس کو قتل نہیں کیا بے شک بلکہ اس کو اٹھالیا اللہ نے اپنی طرف﴾

اور یہ متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں نازل ہوکر عدل وانصاف پر مبنی نظام عدالت قائم فرمائیں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے۔ خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ کا خاتمہ کر دیں گے۔ اس وقت دولت اس کثرت سے ہوگی کہ اسے لینے والا کوئی نہ ملے گا۔ اس کی دوسری تصریحات بھی احادیث سے ثابت ہیں جن میں ان کی زندگی، نزول اور نزول کے بعد زمین میں قیام وغیرہ کی تفصیلات مذکور ہیں۔ یہ احادیث درجہ تواتر تک پہنچ چکی ہیں۔ دوسری طرف کوئی ایسی صحیح حدیث موجود نہیں جس میں آپ کی موت کا ذکر ہو اور جس میں آخری زمانے میں نازل ہونے کے خلاف کوئی تصریح موجود ہو۔ جب قرآن مجید نے صاف صاف بتادیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھالیا گیا ہے وہ قتل نہیں ہوئے اور اللہ کے رسول ﷺ نے وضاحت سے فرمادیا کہ وہ آخری زمانے میں نازل ہوں گے اور غیر مبہم الفاظ میں نزول کے بعد کے مفصل حالات بیان کر دیئے۔ اب ہر مسلمان پر لازم اور واجب ہے کہ وہ اس بات کو اپنا عقیدہ بنائے۔ اس میں شک کرنے والا اجماع امت کی رو سے کافر قرار پائے گا۔ کیونکہ یہ عقیدہ اب بلا اختلاف ضروریات دین میں شمار ہوتا ہے۔ اس بارے میں گمراہ اور جاہل لوگوں کے سارے اعتراضات بے بنیاد ہیں۔ اہل علم کو ان بے بنیاد، بیہودہ باتوں کی پروانہ کرتے ہوئے صحیح مذہب پر قائم رہنا چاہئے۔

یہ کہنا سراسر باطل ہے کہ آیت: ''انی متوفیک ورافعک الیّ (آل عمران:۵۵)'' ﴿میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھالوں گا اپنی طرف﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ پہلے وہ فوت ہوئے۔ پھر موت کی حالت میں اٹھائے گئے۔ یہ مطلب ومفہوم علمائے اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے۔ اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ رفع اور آخری زمانے میں زمین پر نزول کے بعد تجھے وفات دوں گا، یا تیری عمر پوری ہونے پر وفات دوں گا۔ اس صورت میں یہ ایک اطلاع ہوگی جس میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بتایا ہے کہ یہودی آپ کو قتل نہیں کریں گے۔ جیسا کہ آیت: ''ومطهرك من الذين كفروا (ایضاً)'' ﴿اور پاک کر دوں گا تجھ کو کافروں سے﴾ کے مفہوم سے ثابت ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ خدا کے نازل فرمودہ کلام کے شارح وترجمان تھے۔ اللہ کا ارشاد ہے: ''لتبين للناس مانزّل اليهم (النحل:۴۴)'' ﴿کہ تو کھول دے لوگوں کے سامنے وہ چیز جو اتری ان کے واسطے﴾ آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو تشریح فرمائی ہے، اسی میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ آخری زمانے میں نازل ہوں گے۔ راہ حق میں جہاد کریں گے۔ دجال کو قتل کریں گے اور شادی کریں گے۔ ان کے ہاں اولاد بھی پیدا ہوگی۔ وغیرہ!

اس تفصیل سے ہر ایسے شک وشبہ کا ازالہ ہوجاتا ہے جوان کی موت کے بارے میں کیا جاتا ہے۔ اس آیت کے اس مفہوم کی صحت کی اس سے بھی تقویت ہوتی ہے کہ آیت میں واؤ کا حرف استعمال ہوا ہے۔ جو درحقیقت مطلق جمع کے لئے ہوتا ہے نہ کہ ترتیب کے لئے، جیسا کہ آیت: ''واسجدی وارکعی (آل عمران:۴۳)'' ﴿سجدہ اور رکوع کر﴾ میں ہے، کیونکہ رکوع، سجود سے پہلے ہوتا ہے۔

رہی یہ آیت: ''واذ قال اللہ یٰعیسٰی ابن مریم ء انت قلت للناس اتخذونی وامیّ الٰھین من دون اللہ...... الٰی قولہ...... ذٰلک الفوز العظیم (المائدۃ:۱۱۶ تا ۱۱۹)'' ﴿اور جب کہے گا اللہ: اے عیسٰی مریم کے بیٹے! تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھہرالو مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود سوا اللہ کے۔﴾

اس حصے کو اللہ کے قول: ''ذٰلک الفوز العظیم'' تک پڑھو۔

جس میں عیسٰی علیہ السلام کا جواب اللہ کے اس قول میں مذکور ہے: ''فلما توفیتنی کنت انت الرّقیب علیھم وانت علٰی کل شئ شھید (المائدۃ)'' ﴿پھر جب تو نے مجھ کو اٹھالیا تو تو ہی تھا خبر رکھنے والا ان کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے۔﴾

تو اس میں ''توفی'' کا حقیقی معنی میں استعمال ہونے سے کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ عیسٰی علیہ السلام کو بھی نزول کے بعد وفات آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے سوا ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ ہر نفس کو موت کا پیالہ پینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''کل نفسٍ ذائقۃ الموت (العنکبوت:۵۷)'' ﴿ہر جی کو چکھنی ہے موت﴾ درحقیقت یہ آیت قیامت کے اسی منظر کا بیان ہے جس میں عیسٰی علیہ السلام اس بات کا اعتراف کریں گے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ میں اسی کا بندہ ہوں۔ نہ کہ شریک وسہیم، جیسا کہ عیسٰی علیہ السلام کے زمانے کے گمراہ پجاریوں کا خیال تھا۔ اس لئے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عیسٰی علیہ السلام حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے وفات پاچکے ہیں اور آیت: ''واذ قال اللہ یعیسی ابن مریم (المائدۃ:۱۱۶)'' مستقبل کے معنی میں استعمال ہوئی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قول: ''قال اللہ ھٰذا یوم ینفع الصّٰدقین صدقھم (المائدۃ:۱۱۹)'' ﴿فرمایا اللہ نے یہ دن ہے کہ کام آئے گا سچوں کے ان کا سچ﴾ یہ بھی مستقبل کے مفہوم کی بہترین دلیل ہے۔ جیسا کہ تفسیر کے ائمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور امام سیوطی وغیرہما نے اس کی تصریح کی ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید اور عربی زبان میں اس کی مثالیں بہ کثرت موجود ہیں۔ اس میں جیسا کہ فن

نحو کے علماء کی تحقیق ہے۔ کسی واقعہ یا بات کی تاکید مقصود ہوتی ہے۔ الجوہر المکنون کے مؤلف اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وصیغة الماضی لات اوردوا
وقلبوا النکة واقددوا

یہ بھی بڑا عجیب دعویٰ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی۔ لیکن انہیں موت نہیں آئی۔ جب وہ بقید حیات رہے تو پھر سولی چہ معنی دارد؟ اس پر عربی زبان میں صلب کا لفظ نہیں بولا جاتا۔ بلکہ بے فائدہ تعلق کہا جاسکتا ہے۔ قرآن کی نص قطعی کی بناء پر عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سولی دیئے جانے کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”وما قتلوہ وما صلبوہ (النساء:۱۵۷)“ ﴿اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا﴾

آپ کے ہجرت کر کے کشمیر جانے اور طبعی موت سے وفات پانے کا دعویٰ سرتاپا بے اصل وباطل ہے۔ اس کی تاریخ کے کسی واقعے سے کوئی تائید نہیں ہوتی۔ ایسے فاسد خیالات ایک گمراہ کن گروہ قادیانی کے عقائد باطلہ میں پائے جاتے ہیں۔ درحقیقت قادیانیت اسلام کے خلاف ایک بغاوت ہے جس کی تائید وحمایت میں استعماری طاقت کا ہاتھ ہے۔

ان شاء اللہ! یہ فتنہ جلد ہی اپنی ہلاکت وبربادی کو دیکھ لے گا اور اپنی موت آپ مر جائے گا۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین! حررہ علوی ابن عباس مالکی

(۱۴۵۲)

علی بن طاہر الوتری الحسینی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (مدینہ منورہ)، حضرت شیخ محمد

حضرت مولانا غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۰۴ھ میں حرمین شریفین کے مفتیان کرام سے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ طلب کیا تب مسجد نبوی میں شیخ محمد علی بن طاہر الوتری الحسینی الحنفی مدرس الحدیث تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف یہ فتاویٰ دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والحمد للہ الذی خلق جمیع عبیدہ لأجل معرفته وتوحیده والیفرقوا بین وجودهم ووجوده ویعلموا مزیة انعامه وجوده احمده ان اقام لنا الدین واوضح طریقه للمهتدین واشکره ان ارسل الینا رسولاً ختم به النبوة والرسالة،

وختم به ابواب الشبه والضلال وايّده بالمعجزات الباهرات والآيات البينات ونسخ بشريعته جميع الشرائع والأحكام وجعلها باقية الٰى يوم البعث والقيامة، وايضاً وانزل عليه الذكر الحكيم والصراط المستقيم والنور المبين والحبل المتين وتكفل جل وعلا بحفظه علٰى مصر السنين من تغير المضلين والحاد الملحدين صلى الله عليه وعلٰى آلهٖ واصحابه الذين من اقتدى بهم فبهداه اقتدىٰ ومن حاد عن طريقهم فقد جار واعتدىٰ وبعد!

فلما اجلت طرف الطرف فى فيافى هٰذه الرسالة الغراء المشتملة على الحث البالغ علٰى اقتفاء الدين الحق وانتداب اليه والولوع به والأغراء وكان ذلک فى حال استعجال مع غال من كثرة الاشتغال وهجوم البليال على البال الفيت انوار التحقيق عليها رائحة ودلائلها بينة محكمة واضحة حافلة لما هو معلوم بالضرورة من الدين كافلة بردشبه الملحدين المضلين فاضحة عوار هٰذا الدعى الزنديق المدعو باحمد القاديانى حفيد ابى مرة الذى ناف علٰى جده ابليس فى الضلال والاغواء بالف مرة فاثاب الله مؤلفها الثواب الجزيل حيث حمى حمى هٰذا الدين المتين بابطال مالبسه المبير الكذاب من البراهين وادخل به الشک علٰى قلوب جهلة العوام والمغفلين فيجب علٰى كل مؤمن يؤمن بالله ويصدق بكتبه ورسله ان يعتقد ويجزم بان مارد به صاحب هٰذه الرسالة هو الحق الموافق لقواعد الايمان وان ما قاله صاحب البراهين الاحمدية والاشاعة زور وبهتان فماذا بعد الحق الا الضلال؟ ومن يبتغ غير الاسلام ديناً فلن يقبل منه وهو فى الآخرة من الخاسرين، ان ربک هو يعلم من يضل عن سبيله وهو اعلم بالمهتدين، قد جاء كم بصائر من ربكم فمن ابصر فلنفسه ومن عمى فعليها، بصرنا الله والمسلمين بطريق الاستقامة والهداية وجنبنا اجمعين طرق الضلالة والغواية انه علٰى ما يشاء قدير وبالاجابة جدير وصلى الله علٰى سيدنا ومولانا محمد القائل من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادى له وعلٰى آله وصحبه والتابعين له وعلينا معهم برحمة الله، آمين!

قاله بفمه ورقمه بقلمه العبد الأحقر محمد على بن طاهر الوترى

الحسینی الحنفی المدنی خادم العلم والحدیث بالمسجد الشریف النبوی وذلک فی الیوم الحادی والعشرین من ذی القعدة الحرام سنة اربع بعد الثلاثمائة والالف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے سارے اپنے بندوں کو اپنی پہچان اور توحید کے لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہی سب اپنے وجود اور خدا کے وجود میں فرق کریں اور اس کے انعام وبخشش کو جانیں۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں۔ اس پر کہ ہمارے لئے اس نے دین کے نشان قائم کئے اور ہدایت پانے والوں کے لئے اس کی راہ روشن کی اور اس میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اس پر کہ ہماری طرف ایسا نبی بھیجا، جس پر پیغمبری ختم کی اور شبہات وگمراہی کے دروازے اس کے ساتھ بند کئے، روشن معجزوں سے اس کی مدد کی اور اس کے دین سے سب دین اور حکم منسوخ کئے اور اس کی شرع کو قیامت تک باقی رکھا اور اس پر ایسا قرآن اتارا جو عمدہ نصیحت اور سیدھی راہ ظاہر کرنے والا نور اور محکم عہد ہے اور خود حق تعالیٰ ہمیشہ کے لئے اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے کہ جھوٹے اس کو بدل نہ سکیں گے اور دین سے پھرنے والے اس میں کجی نہ کر سکیں گے۔ یعنی دیندار لوگ ان کی تردید کر کے ظاہر کر دیں گے۔ سو اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت کرے اور آپ کی آل واصحاب پر بھی، جس نے ان کی پیروی کی، خود آپ ﷺ کی پیروی کی اور جو ان کی راہ سے پھرے، بے شک اس نے ظلم کیا اور حد سے گزرا۔

بعدازاں! جب میں نے اپنی آنکھوں سے اصیل گھوڑوں کو ایسے روشن رسالے کے میدانوں میں جولان دیا جو سچے دین کی پیروی پر عمدہ برانگیخت پر شامل ہے اور اس کی طرف بلا رہا اور حرص دلا رہا اور اس پر ترغیب دے رہا ہے اور یہ دیکھنا اس کا جلدی کی حالت میں تھا باوصف ازحد کثرت اشتغال اور دل پر ہجوم غموم کے حال میں تو اس رسالے پر میں نے تحقیق کی نور ظاہر پائی اور اس کی دلیلیں روشن، مضبوط ظاہر پائیں۔ یہ رسالہ دین کی یقینی باتوں کو جمع کرنے والا ہے۔ بے دینوں، گمراہ کرنے والوں کے شبہوں کی تردید کا ذمہ دار ہے۔ اس بدمذہب جھوٹے دعوے کرنے والے کے عیب کو رسوا کرنے والا ہے۔ جس کا نام غلام احمد قادیانی ہے۔ شیطان کا پوتا، جو گمراہی اور بدراہ کرنے میں اپنے دادے شیطان سے ہزار درجہ بڑھ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کے بنانے والے کو عمدہ ثواب دے۔ اس لئے کہ دین اسلام کی حدوں کی محافظت کی

ہے۔ سخت جھوٹے، گمراہ کنندے کی فریبیوں کی براہین سے باطل کر کے جس سے اس نے عوام جاہلوں اور غافلوں کے دلوں میں شک داخل کر دیئے تھے۔ پس ہر مسلمان پر جو خدا پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی کتابوں ورسولوں کو سچا جانتا ہے واجب ہے کہ یہ اعتقاد اور یقین کرے کہ صاحب اس رسالے نے جو رد لکھا ہے وہی سچ اور موافق قواعد ایمان کے ہے اور بے شک جو براہین احمدیہ والے اور اشاعت السنہ والے نے کہا ہے، وہ نرا جھوٹ اور بہتان ہے۔ پس سچ کے پیچھے گمراہی ہی ہوتی ہے اور جو اسلام کے سوا دین اختیار کرے گا وہ ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ شخص قیامت میں نقصان والوں سے ہوگا۔ تیرا رب راستہ بھولنے والوں کو جانتا ہے اور ہدایت پانے والوں کو بھی جانتا ہے۔ بے شک تمہارے رب کی طرف سے نصیحتیں آئی ہیں، جس نے دیکھا اپنا فائدہ کیا اور جو اندھا ان سے ہوا، اپنا نقصان کیا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو سیدھے اور ہدایت کے راستے پر قائم رکھے اور ہم سب کو گمراہی کے راستوں سے بچائے۔ وہ ہر شئے پر قادر ہے اور دعا قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار اور آقا محمد ﷺ پر رحمت کرے۔ جس نے فرمایا ہے کہ: جس کو خدا راہ دکھائے، کوئی اس کو بدراہ کرنے والا نہیں اور جس کو گمراہ کرے، کوئی اس کا راہ نما نہیں اور اس کی آل واصحاب اور تابعین اور ہم سب پر رحمت کرے، آمین!

یہ تحریر اپنی زبان سے کہی اور قلم سے لکھی ہے، عاجز بندے محمد علی بن طاہر وتری حسینی حنفی مدنی نے جو مسجد شریف مدینہ منورہ میں علم دین وحدیث کا مدرس ہے۔ مورخہ ۲۱/ ذیقعدہ ۱۳۰۴ء میں۔　دستخط: محمد علی السید بن طاہر السید الوتری

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۶۱، ۱۰۱، ۱۰۲)

(۱۴۵۳)

علی بھوپڑی واعظ رحمۃ اللہ علیہ، جناب محمد

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں جناب محمد علی بھوپڑی واعظ کو بھی انجام آتھم ص۷۰، نمبر۱۶ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۴۵۴)

علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(ولادت: ۱۹۰۵ء ...... وفات: مارچ ۱۹۷۶ء)

مولانا محمد علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ سرکی شریف سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام خواجہ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ ۱۹۲۴ء میں دارالعلوم نعمانیہ لاہور سے سند فراغت حاصل کی۔ خواجہ محمد الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پر بیعت کی۔ تحریکہائے ختم نبوت میں شامل رہے۔ ۱۹۷۴ء میں خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر قیادت ختم نبوت کی تحریک میں بیانات فرمائے۔ آپ کے گاؤں کا سکول ماسٹر قادیانی تھا۔ آپ نے قادیانی کو تنبیہ کی کہ اپنے مذہب کی تبلیغ نہ کرے تو قادیانی ماسٹر نے قادیان میں اطلاع دی۔ وہاں سے چند مربی قادیانیوں کے آئے اور دعوت مناظرہ دی۔ اہلیان علاقہ میں شدید اشتعال پھیلا جس پر مربیوں نے راہ فرار اختیار کرلی۔ مارچ میں آپ کی وفات ہوئی اور سرکی شریف میں آپ کا مزار ہے۔

(۱۴۵۵)

علی حسین رحمۃ اللہ علیہ (کچھوچھا)، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت علی حسین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۱ نمبر ۸۶ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۴۵۶)

علی خان خادم رحمۃ اللہ علیہ، جناب صوفی

روکھڑی میں پیدا ہوئے۔ مڈل تک تعلیم پائی اور سماجی کاموں میں حصہ لینے لگے۔ بچپن سے ہی مذہبی ماحول نصیب ہوا اور علماء کرام کی تقاریر سننے کا شوق پیدا ہوا۔ ۱۹۳۹ء میں جب

قائدین احرار ضلع میانوالی کے دورہ کے دوران ’’وتہ خیل‘‘ میں تشریف لائے تو پہلی دفعہ مولانا گل شیر خان رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے اور سننے کا موقع ملا اور ان کی تقریر نے آپ کو بہت متاثر کیا۔ صوفی علی خان مرحوم لکھتے ہیں کہ ’’وتہ خیل‘‘ کے بعد تیسرے دن قائدین احرار کا ’’موچھ‘‘ میں خطاب تھا۔ میں نے اس جلسہ میں شمولیت کے لئے بارہ آدمی تیار کئے۔ احرار کی سرخ قمیص پہنی۔ سرخ جھنڈا لیا اور غلام محمد ہاشمی مرحوم کے ساتھ موچھ پہنچ گئے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو سٹیج پر مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا گل شیر خان رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے۔ جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو اپنے پاس بلالیا اور دریافت فرمایا کہ تم لوگوں نے یہ سرخ جھنڈا کیوں اٹھا رکھا ہے اور یہ سرخ قمیص کیوں پہنی ہوئی ہے؟ یہ تو انگریزوں کے ساتھ دشمنی کی علامت ہے۔ اس طرح تمہیں سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تو ہم نے جواب دیا کہ ہم دین کے لئے ہر تکلیف برداشت کریں گے اور ہم احرار کی مکمل معاونت کے لئے تیار ہیں۔

اس کے بعد صوفی علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے غلام محمد ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر مجلس احرار کے قیام اور فروغ کے لئے ضلع میانوالی کا تفصیلی دورہ کیا۔ ضلع میانوالی میں جن شخصیات نے تحریک آزادی کو اپنی قوت بازو سے زندہ رکھا اور قید ونظر بندیوں کو لبیک کہا، ان میں صوفی محمد علی خان کا نام نمایاں اور ان کی خدمات سرفہرست ہیں۔ انہوں نے مقامی مجلس احرار کی تمام تحریکوں میں مردانہ وار حصہ لیا۔ پاکستان بن جانے کے بعد بھی ان کی سرگرمیوں میں کمی نہ آئی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ (ڈاکٹر محمد فاروق، تلہ گنگ)

(۱۴۵۷)

علی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(پیدائش: ۵؍جولائی ۱۹۶۷ء ...... وفات: ۲۶؍فروری ۲۰۱۷ء)

مولانا محمد علی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ محترم ڈاکٹر دین محمد فریدی کے صاحبزادے تھے۔ آپ کی پیدائش ہرنولی ضلع میانوالی میں ہوئی۔ آپ نے سات جماعتوں تک سکول کی تعلیم حاصل کی۔ پھر سکول سے دینی تعلیم کی جانب قدرت نے رخ موڑ دیا۔ آپ کے والد آپ کو خانقاہ سراجیہ میں داخلہ کے لئے لے گئے۔ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا نام پہلے والدین نے شوکت علی تجویز کیا تھا۔ حضرت خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ نے شوکت علی کے بجائے محمد علی نام تجویز کیا اور

مدرسہ سراجیہ کندیاں میں آپ کا داخلہ ہوگیا۔ یہاں آپ نے ناظرہ، ابتدائی کتب، صرف، نحو کی ثالثہ تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد جامعہ خیرالمدارس ملتان میں قریباً ایک سال پڑھا۔ سال کے آخری تین ماہ حضرت مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ دارالہدیٰ بھکر میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مشکوٰۃ شریف تک کے درجات کے لئے بھل میں مولانا عبدالحمید صاحب کے ہاں کسب فیض کیا۔

حضرت مولانا محمد یعقوب ربانی رحمۃ اللہ علیہ فاروق آباد کے مدرسہ اسلامیہ میں دورہ حدیث شریف کی تعلیم مکمل کی۔ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا گھرانہ مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ تھا۔ آپ بھی شعور کے دور سے ہی مجلس سے وابستہ ہوئے۔ تعلیم کے دوران میں سالانہ تعطیلات مرکزی دفتر یا جہاں ڈیوٹی لگتی وہاں گزارتے۔ دورہ حدیث سے فراغت کے بعد باضابطہ مجلس کے شعبہ تبلیغ سے وابستہ ہوئے۔ راولپنڈی، اسلام آباد، کوئٹہ وغیرہ میں خدمات سرانجام دیں۔ عمر کے آخری دس، پندرہ سال میر پور خاص، بدین، عمر کوٹ میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔

مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی نظریاتی، جفاکش اور محنتی عالم دین تھے۔ سراپا مجلس تھے۔ ان کے ذمہ جو کام تفویض ہوتا۔ وہ آپ ہمہ تن سرانجام دیتے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں بھرپور کردار ادا کیا۔ جماعت کے تمام کاموں میں پیش پیش رہے۔ آپ ہر دلعزیز آدمی تھے۔ خوب فرحاں طبیعت پائی تھی۔ ہر وقت سدابہار رہتے تھے۔ جس مجلس میں ہوتے اسے سدابہار بنادیتے۔ خانقاہ سراجیہ سے بیعت کا تعلق تھا جو ایمان وعقیدہ کی طرح آخر تک غیر متزلزل رہا۔

مجلس کے تمام بزرگوں کی دل وجان سے اطاعت کی۔ ویسے آپ کی یہ بھی نمایاں خوبی تھی کہ جہاں جاتے ساتھیوں میں گھل مل جاتے۔ ساتھیوں کی خوشی غمی میں برابر شریک ہوتے۔ اس خوبی نے جماعتی دوستوں کے دلوں میں آپ کے لئے بے پناہ محبت کے جذبات پیدا کردیئے تھے۔ حق تعالیٰ شانہ نے آپ پر کرم کا معاملہ کیا۔ آپ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اس سفر میں آپ کو مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری کا بھی ساتھ حاصل تھا۔ جماعتی نظم کی مقدور بھر پابندی کرتے تھے۔ غرض خالصۃً جماعتی مزاج تھا۔

جب سے چناب نگر ختم نبوت کانفرنس شروع ہوئی۔ آپ برابر اس میں شریک وسہیم رہے۔ گزشتہ کئی سالوں سے بجلی وسپیکر کا نظم آپ کے ذمہ ہوتا تھا۔ اپنے حلقے سے پندرہ بیس دن پہلے تشریف لاتے۔ چناب نگر کے قرب وجوار کا تبلیغی ودعوتی دورہ کرتے۔ کانفرنس شروع ہونے سے تین چار روز پہلے چناب نگر آجاتے۔ اپنے ذمہ کام کی دن رات نگرانی کرتے۔ کانفرنس کی درمیانی رات تو پوری جاگ کر گزارنا آپ کے معمولات کا حصہ تھا۔ جمعرات کی صبح درس سے اگلے

روزعصر کی اختتامی دعا تک ہمہ جہت مستعدی کے ساتھ اپنا کام سمجھ کر اس کو سرانجام دینا آپ کی وہ خوبی ہے جو بھلانے سے بھی نہ بھولائی جاسکے گی۔ پورے ملک کے جماعتی حلقے سے تعارف تھا۔ اس لئے کانفرنس پر تشریف لانے والے تمام مہمانوں کے لئے راحت کا سامان بہم پہنچاتے۔ واقعی آپ کے وصال سے بہت خلا پیدا ہو گیا ہے۔

آج سے قریباً دوماہ قبل فقیر کا کراچی جانا ہوا۔ منظور آباد کالونی کی ختم نبوت کانفرنس میں آپ کے والد ڈاکٹر دین محمد فریدی نے ملاقات پر بتایا کہ محمد علی کی صحت گر رہی ہے۔ ایک ماہ آرام کے لئے گھر پر گزارنے کی خاطر چھٹی دے دیں۔ اگلے روز میر پور خاص جانا تھا۔ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ داعی تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ صحت کا معلوم کیا تو بتایا کہ پہلے کی نسبت اب ٹھیک ہوں۔ علاج چل رہا ہے۔ افاقہ ہے۔ ملتان میٹنگ تھی۔ اس کے بعد مہینہ تک گھر رہے۔ پھر حلقہ میں ڈیوٹی پر چلے گئے۔ ہفتہ عشرہ کام کیا تو صحت گرنے لگی۔ کراچی آ گئے۔ علاج شروع ہوا۔ کئی ٹیسٹ ہوئے۔ سب کا نتیجہ مثبت بتایا گیا۔ وفات سے کچھ گھنٹے قبل طبیعت بگڑی تو ہسپتال کے انتہائی نگہداشت میں منتقل ہوئے۔ پھر مصنوعی سانس کی مشین بھی لگائی گئی۔ علاج بھی جاری رہا اور زندگی کا سفر بھی جاری رہا۔ زندگی کا سفر اختتام کو پہنچا تو علاج سے بھی چھٹی ہوگئی۔

آپ کی میت دفتر کراچی لائی گئی۔ اگلے روز بنوری ٹاؤن کراچی میں عالمی مجلس کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ نے جنازہ پڑھایا۔ کراچی واندرون سندھ کے رفقاء نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔ اسی روز جہاز کے ذریعے آپ کا جنازہ لاہور لایا گیا۔ لاہور ایئرپورٹ سے ایمبولنس کے ذریعہ بھکر لایا گیا۔ اگلے روز ۲۷؍فروری کو دس بجے بھکر میں مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب کی اقتدا میں جنازہ ہوا۔ یوں قبل از ظہر آخری جائے آرام میں سو گئے۔ اللہ آپ کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ ان کی سیئات کو حسنات سے مبدل فرمائیں اور جنت کا مقام رفیع انہیں نصیب ہو۔ آمین!

(۱۴۵۸)

علی قصوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(ولادت: ۱۸۹۱ء ...... وفات: ۱۲؍جنوری ۱۹۵۶ء، لاہور)

قصور کے نامور عالم حضرت مولانا عبدالقادر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولانا محمد علی

قصوری رحمۃ اللہ علیہ تھے جو ممتاز سکالر، نامور دانشور، مذہبی رہنما اور سیاسی شخصیت تھے۔ مسلم ایسوسی ایشن کیمبرج کے صدر رہے۔ حبیبہ کالج کابل کے ۱۹۱۵ء میں پرنسپل رہے۔ تحریک خلافت میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ تحریک آزادی میں جو جلاوطن حکومت ہند قائم کی گئی اس کے وزیر خارجہ تھے۔ ''مشاہدات کابل و یاغستان'' کے مصنف تھے۔ آپ ایک قومی رہنما تھے۔ قادیانی فتنہ کے خلاف آپ کا وجود انعام باری تعالیٰ تھا۔ ان کی وفات کے بعد ۵،۶؍جنوری ۱۹۵۷ء کو جو مجلس تحفظ ختم نبوت کا اجلاس حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ امیر مرکزیہ کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ آپ کی وفات پر قرارداد تعزیت منظور کی گئی۔

(۱۴۵۹)

علی رحمۃ اللہ علیہ (لورالائی)، جناب حاجی مولوی محمد

(وفات: مئی ۱۹۸۵ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لورالائی کے سرپرست اعلیٰ تھے۔

(۱۴۶۰)

علی نعمت رحمۃ اللہ علیہ (ساکن پھلوار ضلع پٹنہ)، مولانا

(وفات: شوال ۱۳۳۱ھ)

مولانا علی نعمت بن عنایت رسول جعفری رحمۃ اللہ علیہ علمی خاندان میں سے تھے۔ ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔ مولانا نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کی سند لی اور علم حاصل کیا۔ آپ شریف النفس اور کریم الاخلاق انسان تھے۔ مرزا قادیانی کے عقائد کی تردید میں ''فتویٰ علماء پنجاب وہندوستان'' پر تائیدی دستخط کئے اور صورت مسئولہ پر ابوطیب مولانا محمد شمس الحق نے جواب تحریر کیا۔ اس جواب کی تائید میں یہ عبارت درج کی۔ ''الجواب صحیح والرای نجیح'' جواب صحیح ہے اور رائے موجب رستگاری۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۲۱۱)

(۱۴۶۱)

علی رحمۃ اللہ علیہ نمبردار (قادیان)، جناب چوہدری محمد

چوہدری محمد علی نمبردار قادیان کا رہنے والا باحیثیت مسلمان تھا اور نمبردار بھی تھا۔ اس کی اچھی بھلی زرعی جائیداد تھی جو چاہی اور بارانی اراضی پر مشتمل تھی۔ مشکل یہ تھی کہ اس کی جائیداد چاروں طرف مرزائیت کے نرغہ میں تھی اور مرزائیوں کو ناراض کر کے اس کا وہاں زندہ رہنا محال تھا اور احرار کے دفتر کے قیام سے قبل قادیان میں مرزائیت سے ٹکراؤ کی کوئی بھی تاب نہ لاسکتا تھا۔ مرزائیوں نے بڑی سرتوڑ کوشش کی کہ وہ بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو جائے۔ لیکن وہ انہیں مختلف بہانوں سے ٹالتا رہا۔ بلکہ انہیں یقین دلاتا رہا کہ میں عملاً تمہارے ساتھ ہوں اور کوئی قول یا فعل تمہارے منشاء کے خلاف مجھ سے سرزد نہیں ہوگا۔ پھر خواہ مخواہ بیعت کے تکلف کی کیا ضرورت ہے؟ اس لئے وہ ان کے مضرات سے محفوظ رہا اور مرزائیت کے خلاف کسی تحریک میں شامل نہیں ہوا تھا۔ جب ہم قادیان پہنچے اور اپنا دفتر مین بازار کے ایک سہ منزلہ چوبارے پر قائم کیا اور وہاں اپنا لال جھنڈا گاڑا تو سارے علاقہ میں ہلچل مچ گئی اور دلچسپی رکھنے والے نواح کے لوگ ہمارے پاس پہنچنے شروع ہوگئے۔ نہایت اچنبھا سا معاملہ تھا۔ فتنۂ مرزائیت کو منصۂ شہود پر آئے ہوئے پچاس برس سے زیادہ عرصہ بیت چکا تھا۔ اس سارے عرصہ میں کبھی ان کی قادیان میں جم کر مخالفت نہیں ہوئی تھی اور وہ نہایت امن وامان سے پنپ رہا تھا۔ اوّل تو کوئی قادیان میں آ کر ان کے خلاف تقریر کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا اور اگر کوئی مولوی مثلاً نواب الدین ستکوہی رحمۃ اللہ علیہ کی قسم کا مولوی جرأت کر کے قادیان میں آ ہی جاتا تو صبح تقریر کر کے شام چلا گیا یا اگر شام آیا تو رات کو تقریر کی اور صبح چلا گیا۔ سرزمین قادیان نے کبھی مخالفت نہ دیکھی تھی۔ قادیان میں ہماری مستقل تبلیغ کو انہوں نے ایک انقلاب سے تعبیر کیا اور ناممکن کو ممکن ہوتا دیکھ کر اعجاز تصور کیا اور دور دور سے لوگ ہمارے پاس آنا شروع ہوگئے۔ مگر چوہدری محمد علی نمبردار رحمۃ اللہ علیہ ہمارے پاس نہ آیا اور گھر بیٹھ کر حالات کا مطالعہ کرتا رہا۔ چونکہ آدمی اہم تھا اس لئے میں بھی اس کی ٹوہ میں رہا اور اس سے ملنے والے دوستوں کے ذریعہ اس کے حالات سے باخبر رہا۔ جب اسے اعتماد ہوگیا کہ معاملہ سچ ہے عارضی نہیں؟ بلکہ مستقل ہے تب کہیں جا کر ایک عرصہ کے بعد میرے پاس آیا۔ ملنے سے معلوم ہوا کہ آدمی بڑا معقول ہے اور مرزائیت کا شدید ترین مخالف ہے۔ اسے حالات نے مجبور کر رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ سامنے آنے سے معذور ہے۔ اس نے اس دوران آمدورفت میں

ایسے لوگوں کی سوسائٹی بنا رکھی تھی جو دراصل مرزائیت کے مخالف تھے۔ لیکن سامنے آنے سے ہمیشہ کتراتے رہتے تھے۔ مثلاً ''باوا کانشی رام بیدی'' جو ایک بڑا رئیس ہندو تھا اور اس کی مملوکہ اراضی قادیان سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر جانب مشرق دریائے بیاس کے قریب واقع تھی۔ وہاں وہ ایک چھوٹے سے موضع کا واحد مالک تھا۔ وہاں اس نے وسیع باغ لگا رکھا تھا اور ایک کنارہ پر عالی شان کوٹھی تعمیر کر رکھی تھی اور حسب ضرورت وہاں جاتا اور ٹھہرتا تھا۔ اصل رہائشی جدی مکان اس کا بٹالہ میں تھا جو اس کی خاندانی عظمت کا پتہ دیتا تھا۔ باوا کانشی رام بیدی بڑا معقول مرنجان مرنج سفید ریش آدمی تھا۔ مرزائیت کا بڑا مخالف تھا۔ مگر بڑا سنجیدہ اور ریزوانسان تھا۔ چوہدری محمد علی کی اس کے ہاں آمد ورفت تھی اور وہ ایک دوسرے کے نفع ونقصان میں شریک ہوتے تھے اور اسی طرح کئی دوسرے علاقہ کے بااثر لوگوں کے ساتھ اس کے تعلقات تھے جو دراصل مرزائیوں کے مخالف تھے۔ جب چوہدری محمد علی نمبردار رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس آیا تو باوا کانشی رام اس کے ہمراہ تھا۔ علیک سلیک کے بعد دل کھول کر باتیں ہوئیں تو اس کو دل سے پورا ہم خیال پایا۔ اس کے بعد بھی وہ ہمارے پاس کبھی کبھار آجاتا تھا۔ حالات کے متعلق مشورے ہوتے تھے اور وہ ہماری تحریک میں بڑا مخلص تھا۔ لیکن ہم نے اسے سامنے لا کر اس کی پوزیشن کو کبھی خراب نہیں کیا۔ کیونکہ وہ حالات سے مجبور تھا۔ اگر اسے سامنے لایا جاتا تو اس کے حالات کچھ اس قسم کے تھے کہ برباد کر دیا جاتا اور اسے برباد کرنے والے قانون کی گرفت سے بھی محفوظ رہتے۔ تقسیم ملک کے بعد وہ بہ خیر وعافیت پاکستان آ گیا۔　(مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۴۶۲)

عمر دین شاد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب چوہدری

(وفات: مارچ ۱۹۷۳ء)

آپ ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق تھا۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ رئیس الاحرار اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ امیر شریعت کے رفیق اور دوست تھے۔ انہی سہ حضرات اکابر کی صحبتوں نے آپ کو تمام دینی تحریکوں میں بھرپور شمولیت کی توفیق دی۔ حق تعالیٰ نے رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ کو سراپا قبولیت سے نوازا تھا۔

(۱۴۶۳)

عمر سید خان رحمۃ اللہ علیہ، جناب

(وفات:۲۳/اپریل ۲۰۱۷ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے چناب نگر مسجد ومدرسہ ختم نبوت کی مسلم کالونی میں بنیاد رکھی۔اس دور میں مسلم کالونی کے رہائشی جناب خان عمر سید خان رحمۃ اللہ علیہ کا گھر مسجد کے قریب مدنی چوک میں تھا۔آپ کو مسجد ومدرسہ کا محافظ مقرر کیا گیا۔اس موقع پر فاتح قادیان مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ یہاں تشریف لائے تو جناب عمر سید خان رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی خدمت کا ریکارڈ قائم کر دیا۔عمر سید خان رحمۃ اللہ علیہ خوب وفادار انسان تھے۔اپنے ذمہ مفوضہ امور کو بڑی تندہی سے سرانجام دینے والے تھے۔مسجد ومدرسہ کی تعمیر کرنے میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے۔شیخ منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ،مولانا خدابخش شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، جناب عمر سید خان رحمۃ اللہ علیہ ابتدائی کام کرنے والوں میں شامل تھے۔اب سارے ہی چل دیئے۔حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۱۴۶۴)

عنایت اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش:۱۹۰۱ء ...... وفات:۱۲/مارچ ۱۹۹۳ء، جمعہ)

اعوان برادری کے چشم وچراغ مولانا عنایت اللہ چشتی چکڑالہ ضلع میانوالی کے تھے۔سکول کی تعلیم اپنے قصبہ میں حاصل کی۔دینی تعلیم کے لئے بھوترال، کالرہ کلاں ضلع اٹک، کدؔ لئی فتح جنگ، بھین ضلع چکوال، انہی ضلع گجرات، تناول حویلیاں، بندیال ضلع سرگودھا، واں بچھراں، اجمیر شریف، ابوہر منڈی، نظامیہ لاہور میں پڑھتے رہے۔بڑے بڑے فاضل اساتذہ سے دینی تعلیم کی تکمیل کی۔آپ لاہور میں خطیب تھے۔ایک قادیانی ڈاکٹر سے گفتگو ہوئی۔اس نے قادیان جانے کی دعوت دی۔آپ قادیان گئے۔مسلمانوں کی مسجد تلاش کی۔وہاں گئے تو مسلمان پریشان۔پوچھنے پر معلوم ہوا کہ آج ایک عالم دین نے تقریر کے لئے آنا تھا وہ نہیں آئے۔مولانا عنایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں تقریر کر دیتا ہوں۔تقریر لوگوں نے پسند کی۔یوں مولانا عبدالکریم

مباہلہ رحمۃ اللہ علیہ سے تعارف ہوا۔ ان کی سفارش پر آپ کو قادیان میں مجلس احرار کے شعبہ تبلیغ کا انچارج بنانے کا فیصلہ ہوا۔ چنانچہ چوہدری افضل حق مرحوم لکھتے ہیں:

مرکزی احرار ورکنگ کمیٹی کا فیصلہ

''امرتسر میں ورکنگ کمیٹی ہوئی۔ فیصلہ ہوا کہ جو ہو سو ہو۔ احرار کا قادیان میں مستقل دفتر کھولنا چاہئے۔ معلوم کیا کہ ہم میں کون ہے جو علم میں پورا اور عمل میں پختہ ہو؟ جو موت کی مطلق پرواہ نہ کرے اور اللہ کا نام لے کر کفر کے غلبہ کو مٹانے کے عزم سے اس جگہ اقامت اختیار کرے؟ اور مرزائیوں کی ریشہ دوانیوں کی نگرانی کرے۔ خدا نے مولانا عنایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو توفیق دی وہ شادی شدہ نہ تھے۔ اس لئے جماعت کو یہ غم نہ تھا کہ ان کی شہادت کے بعد کنبے کا بوجھ اٹھانا ہے اور بچوں کی پرورش کا سامان کرنا ہے۔

مولانا عنایت اللہ

غرض خطرات کے ہجوم میں مولانا کو دفاع مرزائیت کا کام سپرد کیا گیا۔ ''دارالکفر'' میں اسلام کا جھنڈا گاڑنا معمولی اولوالعزمی نہ تھی؟ افسوس مسلمانوں نے دنیا کے لئے زندہ رہنا سیکھ لیا ہے اور ان کے سارے تبلیغی ولولے سرد پڑ گئے ہیں۔ اب جب کہ فتنہ مرزائیت نے سر اٹھالیا تو انہوں نے کوئی مصیبت اختیار کی باوجودیکہ مرزائی، مسلمانوں کو صریح کافر کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جنازہ پڑھنے کے روادار نہ تھے؟ لیکن لوگ انہیں انگریز سمجھ کر منہ نہ آتے تھے۔ تعلیم یافتہ مسلمانوں نے تو حد کر دی تھی۔ وہ اس خانہ برانداز قوم کا تعاون حاصل کرنے کو حصول ملازمت کا ضروری ذریعہ خیال کرتے تھے۔ بہت ہیں جنہوں نے دنیا حاصل کرنے کے لئے دین کو فروخت کر دیا۔ دین فروشوں کا گروہ ہر زمانہ میں موجود رہا ہے۔ قوموں کے زوال میں اس گروہ کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔ مرزائی لوگ انسانی فطرت کی اس کمزوری سے پورا فائدہ اٹھاتے رہے۔ ضلع گورداسپور کے سارے حکام ان کا اس وجہ سے پانی بھرتے تھے کہ مرزائی گماشتوں کی رسائی انگریزی سرکار تک ہے۔ ضلع کے حکام کے ذریعہ عوام کو مرعوب کرنا۔ سرکار کا وفادار فریق بتا کر تعلیم یافتہ لوگوں کو ملازمتوں کے سبز باغ دکھانا؟ ان کا کام تھا۔

انگریزی سلطنت کی مضبوطی دیکھ کر اور سرکار سے مرزائیوں کا گٹھ جوڑ دیکھ کر کسی تبلیغی جماعت کا حوصلہ نہ تھا کہ وہ خم ٹھونک کر کفر کے مقابلہ میں نکلے۔ مرزائی متعدد قتل کر چکے تھے۔ قادیان میں انہیں کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ مولانا عنایت اللہ کو دفتر لے دیا گیا۔ قادیان میں احرار کا

جھنڈا لہرانے لگا۔ سرخ جھنڈے کو دیکھ کر مرزائی روسیاہ ہوگئے۔ آہ! ان کے سینوں کو توڑتی ہوئی نکل آئی۔ یہ ان کی آرزوؤں کی پامالی کا دن تھا۔ مرزائیوں نے اپنی امیدوں کا جنازہ دیکھا تو سر پیٹنے لگے۔ سرکار کی دہلیز پر.......... پکارے۔ حضور! قادیان مرزائیوں کی مقدس جگہ ہے۔ احرار کے وجود سے یہ سرزمین پاک کردی جائے۔

جب مرزائیت نصرانیت کا آسرا ڈھونڈھنے نکلی تو ہم، نصرانیوں اور قادیانیوں کے اتحاد سے ڈرے ضرور؟ مگر خدا کو حامی وناصر سمجھ کر اس کے تدارک میں لگ گئے۔ ڈرنا اور ہمت ہار دینا عیب ہے۔ ڈرنا اور پہلے سے زیادہ چوکنا ہو کر مقابلہ کرنا بڑی خوبی ہے۔ بساط سیاست پر مہرہ کو بڑھا کر اس کو تنہا چھوڑنا غلطی ہوتی ہے۔ ہم نے اوّل ان احباب کی فہرست تیار کر لی تھی جو مولانا عنایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد یکے بعد دیگرے یہ سعادت حاصل کرنے کے لئے چوبیس گھنٹوں کے اندر قادیان پہنچ جائیں۔ کیونکہ مرزائیوں نے قادیان کو قانونی دسترس سے پرے ایک دنیا بنا رکھا تھا۔ جہاں مسلمانوں، ہندوؤں اور ہندو اور سکھوں پر بلا خطا مظالم توڑے جاتے تھے۔ قتل ہوتے تھے۔ مگر مقدمات عدالت تک نہ جاسکتے تھے۔ دوسرے ہم نے فوراً قادیان میں مولوی عنایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام مکان خرید لیا تاکہ قادیانیوں کا یہ عذر بھی جاتا رہے کہ مولوی موصوف اجنبی ہیں اور ان کا قادیان سے کوئی تعلق نہیں۔ تیسرے قادیان کی تقدیس کے دعویٰ کو باطل کرنے کے لئے ہم نے احرار تبلیغ کانفرنس کا اعلان کردیا۔'' (تاریخ احرار ص۱۸۳)

یوں مولانا عنایت اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ قادیان گئے۔ آپ نے اپنی کتاب ''مشاہدات قادیان'' میں اپنے قیام قادیان کے حالات لکھے۔ جستہ جستہ وہ یہاں نقل کرتے ہیں۔ ذیل میں مولانا چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے نکلے واقعات پڑھئے۔

ابتداء میں میرے ساتھ تعاون نوجوان طبقہ نے کیا اور ہر طرح میری امداد وخدمت گزاری کے لئے تیار تھے۔ ایک شخص امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ نامی زرگر تھا۔ مولوی مہر دین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ہمیشہ ساتھ دیا تھا۔ جب میں قادیان گیا تو بوڑھا اور کمزور ہوچکا تھا۔ میرے لئے اس کی امداد یہ تھی کہ وہ بے جھجک میرے پاس آتا تھا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے چشم دید حالات سناتا تھا۔ اس کا چھوٹا لڑکا فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ میرا بازو بن گیا تھا اور اسی طرح مسجد شیخاں کے امام میاں عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی میرا بڑا ساتھ دیا یہ لوگ گئی رات میرے ساتھ رہتے اور مرزائیوں کے ہتھکنڈوں کا ذکر ہوتا رہتا۔ شیخ برادری میں غازی عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ میرے بڑے معاون ومددگار رہتے تھے۔

وہاں جاکر یہ عجیب انکشاف ہوا کہ قادیان کے قدیم باشندوں میں سے سوائے دو یا زیادہ سے زیادہ تین گھرانوں کے کسی نے بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت ومہدویت کو قبول نہ کیا تھا۔ ایک گھر شیخ برادری سے اور ایک گھر سید برادری سے جماعت میں داخل ہوا۔ اس سید برادری سے جس نے مرزائی جماعت میں شمولیت اختیار کی تھی میری کئی بار ملاقات ہوئی تو وہ بڑے احترام سے پیش آتا تھا اور جب بھی میں مرزائیت کا تذکرہ شروع کرتا تو وہ سر نیچا کر لیا کرتا تھا۔ مولوی صاحب! اس بات کو نہ چھیڑیئے اور زبان حال سے یہ کہا:

نہ چھیڑو ہمیں ہم ستائے ہوئے ہیں جدائی کے صدمے اٹھائے ہوئے ہیں

اور ایک لفظ تک بھی مرزا یا مرزائیت کی تائید میں منہ سے نہ نکالتا تھا اور نہ ہی بحث کا انداز اختیار کیا کرتا تھا۔ ورنہ کسی مرزائی کو کیسے گوارا تھا کہ وہ میرے ساتھ ملاقات کرتا یا میرے ساتھ احترام سے پیش آتا؟ مرزائیوں کی کیفیت تو یہ ہوتی تھی کہ گلے پڑ جاتے اور انٹ سنٹ دلائل سے مناظرہ شروع کر دیتے تھے۔ بات یہ تھی کہ یہ شاہ صاحب، سید شاہ چراغ رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی رشتہ دار تھے اور صاحب جائیداد تھے۔ ان کی اراضی کے چاروں طرف مرزائیوں کی جائیداد تھی اور یہ سفاک ایسی صورت میں کسی غیر مرزائی کو کیسے چین سے زندہ رہنے دیتے تھے؟ جائیداد تو پیر شاہ چراغ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی مرزائیوں کے ساتھ ملی ہوئی تھی۔ لیکن وہ دل کے مضبوط تھے اور ان کا حلقہ مریدین بھی تھا اور وہ تھے بھی بڑے سمجھدار اور حوصلہ مند۔ پیر سید چراغ شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے بزرگوں کا سالانہ عرس کرتے تھے۔ ہزاروں کا اجتماع ہوتا تھا۔ جالندھر سے چوٹی کے قوال منگاتے تھے۔ بٹالہ سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ محفل سماع میں شرکت کرتے تھے۔ ہم بھی شامل ہوتے تھے۔ مگر وہ اس بھاری اجتماع میں قادیانیوں کے خلاف تقریر یا تردید کے روادار نہ تھے اور نہ ہی کسی کو تقریر کی اجازت دیتے تھے تاکہ جلسہ کی صورت نہ ہو جائے اور خالص عرس کا انداز قائم رہے۔ مرزائی ان سے اس لئے بھی زیادہ چھیڑ چھاڑ نہ کرتے تھے تاکہ مرزائیوں کی جارحیت قادیان سے باہر عوام میں نہ پھیلے۔

ہاں! تو میں بتا رہا تھا کہ قادیان کے اصل باشندوں نے اس نئے مذہب کو قبول نہیں کیا تھا اور اگر کیا تھا تو بہت کم لوگوں نے، خود مرزا کے اپنے خاندان نے بھی مرزا کی دعوت کو قبول نہ کیا تھا۔ مثلاً مرزا نظام الدین جو مرزا غلام احمد کے چچازاد بھائی تھے۔ مرزا کے سخت مخالف تھے۔ مرزا غلام احمد نے مرزا نظام الدین کی مخالفت کا تذکرہ بہت دکھ بھرے انداز میں کیا ہے کہ وہ ہمارے منارۃ المسیح کی تعمیر رکاوٹیں ڈالتے تھے۔

اصل بات یہ ہے کہ اپنے جس معبد میں مرزاغلام احمد نے یہ مینار تعمیر کیا ہے اس کی جائے وقوع تمام قصبہ سے بلند ہے اور پھر مینار کی بلندی سے تمام قصبہ اس کی زد میں آ جاتا ہے اور مینار پر چڑھنے والا تمام عورتوں کو جو گھروں میں بیٹھی ہوں دیکھ سکتا ہے۔ اس لئے مرزانظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کہتا تھا کہ یہ شخص جس نے مذہبی جامہ اوڑھ رکھا ہے۔ دراصل کنجر ذہنیت کا ہے اور لوگوں کی بے پردگی کرنا چاہتا ہے۔ مرزاغلام احمد اپنی عبادت گاہ کی تعمیر کے ڈانڈے مسجد اقصیٰ سے ملانا چاہتا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جس مینار سے ہوگا اپنے اس مینار کو دمشق کی جامع مسجد والے حدیث میں نامزد مینار کا مثیل بنانا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے اپنے معبد کا نام (معاذ اللہ) مسجد اقصیٰ اور اپنے نو تعمیر مینار کا نام ''منارۃ المسیح'' رکھ چھوڑا تھا اور وہ اس اصل کی نقل کر رہا تھا۔

ادھر...... مرزانظام الدین رحمۃ اللہ علیہ مرزائی مینار کی تعمیر کی تیاریوں کے دوران ہی مر گئے اور کوئی انہیں پوچھنے والا نہ رہا؟ مرزانظام الدین رحمۃ اللہ علیہ ایک معصوم بچہ چھوڑ کر مرے تھے جس کا مرزامحمود کے سوائے کوئی والی ووارث نہ تھا۔ اسی کے رحم وکرم پر تھا۔ جائیداد تھی لیکن سب کچھ مرزامحمود کے تصرف میں تھا۔ اس بچے کا نام مرزاگل محمد تھا۔ راقم الحروف کی ملاقات مرزاگل محمد سے بھی ہوئی۔ اس بچہ کی پرورش اس انداز میں ہوئی اور اسے ایسی سوسائٹی کے حوالہ کیا گیا تھا کہ بیچارہ نہ مرزائی تھا نہ مسلم۔ شراب میں دھت رہنا اس کا معمول تھا۔ ورنہ بہ حیثیت انسان وہ بڑا منکسر المزاج انسان تھا۔ مجھے بڑے احترام سے ملتا تھا اور غالباً اب بھی زندہ ہے۔ لیکن اب وہ کوئی قابل ذکر انسان نہیں ہے۔ جس ڈگر پر اس کی پرورش ہوئی اسی پر چل رہا ہے۔ مرزاگل محمد کے دو چچا تھے۔ ان میں سے ایک کا نام مرزاامام الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا اور دوسرے کا نام مرزاکمال الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ یہ دونوں دنیا کے آدمی نہیں تھے بلکہ درویش منش۔ اس دنیا سے الگ ایک دوسری دنیا میں بسیرا کرتے تھے اور اس وقت کائنات سے رخصت ہوچکے ہیں۔ ان میں سے ایک بالمیکیوں بھنگیوں کا پیر بن گیا تھا اور اس نے خاصہ کام چلا لیا تھا۔ ملک بھر کے بالمیکی چوہڑے اس کے پاس جمع ہوتے تھے اور دوسرا الگ تھلگ گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتا رہا اور اطراف واکناف سے عورتیں تعویذ گنڈے کے لئے اس کے پاس آتی تھیں۔ کسی نے طعنہ دیا کہ تو ان عورتوں پر گزارہ کرتا اور دل بہلاتا ہے تو اس بدعقل اور بدبخت نے مشتعل اور مخبوط ہوکر آلۂ تناسل کاٹ کر دور پھینک دیا تھا۔ اس کے پاس ملنگوں کا بڑا ہجوم رہتا تھا اور وہ اپنی جائیداد کی آمدنی انہیں کھلا پلا دیتا تھا۔ وفات سے پہلے ایک ملنگ کو اپنا جانشین مقرر کردیا تھا اور اپنی گدی اس کی سپردگی میں

وقف کردی تھی۔ شہر سے باہر آموں کا ایک باغیچہ تھا۔ وہاں کچے مکان بنا کر اس نے اپنی رہائش گاہ بنا رکھی تھی۔ وہ طبعاً تو ایک پاک نفس غازی انسان تھا۔ مگر غلط قسم کی فقیری کی وجہ سے اس کی یہ خلاف سنت حالت ہوگئی تھی۔ جمعہ میرے ہاں آ کر پڑھتا تھا اور انکسار اور تواضع سے ملتا تھا۔ کبھی میں بھی اس کے ڈیرے پر چلا جاتا تھا۔ وہ میری کچھ نہ کچھ مالی امداد بھی کرتا تھا۔ وہ بڑا نیک نام آدمی تھا۔ مرزائیت کے پنجہ سے بچا ہوا تھا۔ مختصر ملاقات میں جو گفتگو اس سے ہوتی تھی اس کی روشنی میں صحیح العقیدہ معلوم ہوتا تھا اور بڑا کم گو اور بے ضرر انسان تھا۔ شادی بیاہ کے جھنجٹ سے آزاد اور گوشہ نشین خلوت پسند آدمی تھا۔ گو وہ نماز جمعہ میرے ساتھ ادا کرتا تھا اور مرزائیت سے شدید نفرت کرتا تھا۔ لیکن مرزائی اس سے بہت کم تعرض کرتے تھے اور اس نے بھی کبھی ان کی شکایت نہیں کی تھی۔

سمال ٹاؤن کمیٹی قصبہ کا انتظام کرتی تھی اور اس پر مرزائیوں کا قبضہ وتصرف تھا۔ چھ وارڈ تھے مگر صرف تین میں مرزائیوں کی اکثریت تھی اور بقیہ تین وارڈ میں غیر مرزائی۔ یعنی ہندو، سکھ اور مسلم بستے تھے۔ مگر بغیر مرزائیوں کی مرضی کے کوئی ممبر منتخب نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ وہ ان محلوں کے مرزائی گھروں میں سینکڑوں فرضی ووٹ بنادیتے تھے اور جعلی ووٹ بنانے اور ڈالنے سے انہیں کوئی دریغ نہیں تھا۔ کیونکہ انہیں اقتصادی وسیاسی برتری حاصل تھی۔ جسے وہ ہر موقع پر استعمال میں لاتے تھے۔ وہ کبھی کبھی جس ہندو یا سکھ کو اپنے ڈھب کا خیال کرتے اس کو بھی ممبر بنادیتے تھے۔

پورے قصبہ (قادیان) کے گرد کسی زمانہ میں مٹی کی بنی ہوئی بڑی موٹی فصیل تھی اور پھر اس کے گرد خندق بھی تھی۔ فصیل کا زیادہ حصہ اب گر چکا تھا اور خندق صرف نشیبی انداز اختیار کر چکی تھی۔ عموماً تین ماہ بارش ہوتی اور وہ تمام نشیبی حصہ جو کبھی خندق تھی؟ پانی سے بھر کر بڑا جوہڑ بن جاتا تھا اور قصبہ میں داخل ہونے والے تمام راستے مسدود ہوکر رہ جاتے تھے۔ قصبہ میں داخلہ کے لئے کچی پلیاں بنانی پڑتی تھیں۔ اپنے راستوں میں تو مرزائی یہ پلیاں سمال ٹاؤن کمیٹی سے بنوا لیتے تھے اور دوسرے لوگ برسات کے موسم میں بڑی مشکلات سے دوچار رہتے تھے۔ ایک دفعہ اس جوہڑ سے ایک انسانی کچا بچہ برآمد ہوا۔ پولیس کی تفتیش میں بچہ، مرزائی خلیفہ کی کنواری لڑکی کا ثابت ہوا۔ میری جوانی کا زمانہ تھا اور ان کی حرکات کی وجہ سے طبیعت میں غصہ بھی تھا۔ میں نے جمعہ کے خطبہ میں اس کا تذکرہ کردیا پھر کیا تھا؟ مرزائیت کی دنیا میں ایک غضب کا شور برپا ہوگیا۔ لیکن میرا

کیا کر سکتے تھے؟ ان کے جن بڑے سمجھ والے تھے۔ سوچ سمجھ کر ایکشن لیا کرتے تھے۔ میری جماعت احرار نے اعلان کر رکھا تھا کہ: ’’اگر ہمارے آدمی کو نقصان پہنچا تو دوسرا آدمی ان کی جگہ لینے کے لئے تیار بیٹھا ہے اور مزید برآں کہ پھر ملک بھر میں مرزائی خلیفہ سمیت کوئی عام مرزائی بھی احرار رضا کاروں اور مجاہدین کے ہاتھوں محفوظ اور مطمئن نہ رہ سکے گا۔‘‘ اس لئے وہ مجھ پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے نتائج پر غور کر لیتے تھے۔

تازہ اعلانات کے لئے مرزائیوں نے بورڈ نصب کر رکھے تھے اور وہ اپنے جماعتی اعلانات لکھ کر اپنی پوری مرزائی قوم کو باخبر رکھتے تھے۔ ہم نے بھی ایک مقام پر بورڈ نصب کر کے اپنی جماعت کو تازہ واقعات سے باخبر رکھنے کے لئے جماعت اطلاعات لکھنی شروع کر دیں اور عموماً یہ اعلانات مرزائیوں سے تحفظ اور بچاؤ کے متعلق ہوتے تھے۔ ایک منچلا مرزائی آیا اور اس نے بورڈ پر سے مرزائی کا لفظ مٹا دیا۔ مجھے علم ہوا تو میں نے جا کر دوبارہ لکھ دیا میں وہاں سے ہٹا تو اس نے مرزائی کا لفظ پھر مٹا دیا۔ مجھے علم ہوا تو میں نے پھر لکھ کر منادی کرادی کہ ہم نے بورڈ لکھ دیا ہے۔ اب اگر کسی نے گڑبڑ کی تو پھر اسے کوئی ہمت والا ہی مٹائے گا۔ چونکہ پولیس والوں نے بھی یہ منادی سنی تو اس بورڈ کی حفاظت کے لئے ایک پولیس سپاہی کی ڈیوٹی لگادی اور اس کے بعد کسی کو بورڈ مٹانے کی ہمت نہ پڑی۔

ہماری تبلیغ کا مرکزی مقام مسجد ارائیاں کادیان تھا۔ ہر جمعہ کو مرزائیوں کے خلاف تقاریر ہوتیں اور گردونواح کے ہزاروں مسلمان شامل ہوتے۔ جمعہ کے دن ہندو سکھ بھی بڑی تعداد میں تقاریر سننے آتے۔ ایک سکھ جو کسی نواحی گوردوارے کا بھائی (خادم) تھا۔ جمعہ کے دن میرے منبر کے ساتھ آ کر بیٹھتا اور محظوظ ہوتا۔ انتظام کرنے کے لئے پولیس کی پوری گارد مسجد کے دروازہ پر موجود ہوتی۔ مرزائیوں کی گھبراہٹ کے دنوں میں کئی گاردیں کادیان میں معین کر دی گئی تھیں تاکہ مرزائیوں کی گھبراہٹ کسی فتنہ پر آمادہ نہ ہو جائے۔ مسٹر مرہٹا گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ جمعہ کے دن وہ کادیان سے امن کی رپورٹ آنے تک بے چین رہتے اور عموماً مجھے بلا کر امن کی تلقین کرتے اور ہر قسم کی جائز قانونی امداد کا یقین دلاتے تھے۔

امرتسر کے مسلمانوں کو بھی ہماری تحریک سے ہمدردی تھی۔ بعض اوقات جمعہ کے دن ہم مولانا بہاء الحق قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو تقریر کے لئے بلا لیتے تھے۔ مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے لاہور آ کر جامعہ اشرفیہ کی بنیاد رکھی ہمارے ساتھ بڑا اظہار ہمدردی فرمایا کرتے تھے۔ ان کا اعلان

تھا کہ جو صاحب امرت سے کادیان تقریر کے لئے جائے اس کا کرایہ آمدورفت میں ادا کروں گا۔ مولانا عبدالغفار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے اور ایک آتش فشاں مقرر تھے۔ عموماً جمعہ کے دن کادیان تشریف لاتے تھے اور تقریر کرکے شام کو بذریعہ ریل امرتسر واپس تشریف لے جاتے تھے۔ اسی طرح حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ آف شیرانوالہ دروازہ لاہور بھی جمعہ کے دن تشریف لائے اور شدید بارش کے باوجود مرزائیوں کے خلاف دھواں دھار تقریر کی اور مجمع بارش میں بھیگتا ہمہ تن پرجوش بن کر بیٹھا رہا۔ اسی سلسلہ میں شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی کادیان تشریف لائے اور رات کے وقت ایسے مقام پر تقریر کی جہاں سے خلیفہ محمود کا قصر خلافت قریب پڑتا تھا اور قصر خلافت میں بیٹھ کر شیخ صاحب کی تقریر باآسانی سنی جاسکتی تھی اور غالباً خلیفہ نے سنی ہوگی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں مرزائیت کے بخئیے ادھیڑ کر رکھ دیئے۔ اگر پولیس کا خاطرخواہ انتظام نہ ہوتا تو مرزائی ضرور فساد پر آمادہ ہوجاتے۔

ایک دن گورداسپور کے سپرنٹنڈنٹ پولیس نے جو انگریز تھا مجھے بلا کر کہا: ”مرزائیوں میں آپ کی تحریک سے بڑی تلملاہٹ ہے۔ آخر اس کا کیا نتیجہ ہوگا؟“ میں نے کہا: ”صاحب! آپ نے نوخیز بچھڑے کو کبھی دیکھا ہے کہ جب اسے ابتداً سواری کے لئے تیار کیا جاتا ہے تو وہ اپنی پیٹھ پر کپڑا بھی نہیں سہارتا۔ کودتا اور دولتیاں مارتا ہے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ ایسا عادی ہوجاتا ہے کہ جب اپنے سوار کو دیکھتا ہے تو کان اور گردن جھکا کر سواری کا انتظار کرتا ہے۔ پھر سوار جہاں چاہے باگ کے اشارہ پر نہایت منقاد وفرمانبردار ہوکر چلتا ہے۔ کادیان میں انہوں نے سواری نہ دیکھی تھی اور ان کے کان بچھیرے کی پیٹھ کی طرح ناآشنا تھے۔ جیسے بچھیرے کی پیٹھ بوجھ سے ناآشنا ہوتی ہے اور وہ تنکا بھی سہارنا بڑا بوجھ خیال کرتی ہے۔ ان کے کان بھی ایسی آواز سے ناآشنا اور نامانوس تھے۔ اب جب کہ نامانوس آواز سنتے ہیں تو بچھیرے کی طرح کودتے ہیں۔ جب انہیں شناسائی اور مانوسیت ہوجائے گی تو سب کچھ ٹھیک ہوجائے اور یہ لوگ کان تک بھی نہ ہلائیں گے؟“ صاحب بہادر میری بات سن کر کھل کھلا کر ہنس پڑا اور کہا: ”آپ نے خوب مثال دی ہے۔“

مولوی عبدالکریم مباہلہ

ان کے والد مستری فضل کریم جالندھر سے ترک وطن کرکے کادیان میں مستقلاً رہائش پذیر ہوگئے تھے۔ بڑے کاریگر مستری تھے۔ انہوں نے کادیان میں آکر اپنے کاروبار کو شروع کیا۔ سویاں بنانے والی مشین ڈھال کر بناتے تھے۔ بڑا کاروبار چمکایا۔ بہشتی مقبرہ کے قریب زمین

لے کر عالی شان مکان بنایا۔ خدا نے دولڑکے دیئے تھے۔ بڑے کا نام عبدالکریم تھا جو بعد میں عبدالکریم مباہلہ کے نام سے مشہور ہوئے اور دوسرے کا نام زاہد تھا۔ زاہد تو کادیان کی رہائش کے دنوں معصوم بچہ تھا۔ عبدالکریم کو لکھایا پڑھایا۔ میٹرک اور پھر مولوی فاضل ہوا اور مرزائیوں کی مبلغ ٹیم میں شامل ہوگیا جو مسلمانوں کو مرزائی بنانے کا منحوس مشغلہ رکھتی تھی۔ مولوی عبدالکریم مرزائیوں کے بڑے کامیاب مبلغ تھے۔ انہوں نے طول وعرض ملک میں جاکر مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کاذبہ کا پروپیگنڈا کیا۔ جماعت اور خلیفہ کادیان کا قرب اور اعتماد حاصل کیا اور ترقی کی راہ پر بڑی تیزی سے گامزن ہوکر جماعت میں امتیازی مقام حاصل کرلیا۔ مگر اللہ کی شان ہے کہ یکدم ان پر کوئی ناگہانی تودہ گرا اور ان کی دنیا ہی بدل گئی۔ غالباً خلیفہ کادیان کے کریکٹر کی کمزوری انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تھی اور یکدم ان کے ظاہر وباطن کی کایا پلٹ گئی۔ نماز، روزہ ترک کردیا بلکہ خدائی وجود کے بھی منکر ہوگئے۔ وجہ یہ تھی کہ عبدالکریم مذہب کے بڑے متوالے، عبادت گزار اور تہجد خواں تھے۔ خلیفہ پر اس حد تک اعتقاد رکھتے تھے کہ اسے خدا کا نائب اور پیغمبر خیال کرتے تھے۔ اس اعتقاد کو جب اچانک شدید ٹھوکر لگی تو ان کے مذہب کا سارا محل پاش پاش اور زمین بوس ہوگیا اور وہ ہمارے کیمپ میں آگئے۔ وہ بظاہر ہمارا ساتھ دے رہے تھے اور ہمارے انداز میں گفتگو کرتے تھے اور ہماری طرح ختم نبوت اور دیگر مسائل پر مرزائیت کے خلاف تقاریر کرتے تھے اور ان تقاریر کا لبادہ سنی مسلمانوں کی طرح مذہبی ہوتا تھا۔ مگر وہ اندرونی طور پر مذہب سے بیزار تھے۔ خلیفہ محمود پر قیاس کر کے تمام مذہبی امور کو ایک فراڈ خیال کرتے تھے۔ مذہبی لبادہ انہوں نے اس ضرورت کے تحت اوڑھے رکھا کہ اس کے بغیر وہ ہمارے ساتھ چل نہیں سکتے تھے۔ مرزائیوں کی مخالفت ان کے رگ وپئے میں سرایت کئے ہوئے تھی۔ ایک عرصہ تک ان کی یہ کیفیت رہی۔ لیکن قیام پاکستان کے بعد آہستہ آہستہ ان میں تبدیلی شروع ہوئی اور اس کی تکمیل حضرت سید علی ہجویری گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہونے سے ہوئی اور انہیں حضرت ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی توجہ سے دوبارہ اسلام نصیب ہوا۔ میرا (مولانا عنایت اللہ چشتی) ان سے بڑا گہرا تعلق رہا اور یہ کیفیت انہوں نے خود مجھے بتائی۔ اب ان کا انتقال ہوچکا ہے اور مرنے سے پہلے وہ صحیح العقیدہ سنی حنفی مسلمان ہوچکے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور انہیں جنت الفردوس نصیب کرے۔ آمین، ثم آمین!

خلیفہ محمود کے متعلق صحیح واقعات کا علم ہونے کے بعد مولوی صاحب خاموش بیٹھنے والے نہیں تھے۔ انہیں یہ خواہش بے چین کررہی تھی کہ جس طرح ہو اس راہ میں خواہ کتنی ہی قربانی

دینی پڑے، خلیفہ کے اصلی چہرہ کو بے نقاب کیا جائے۔ کادیان کے مسلمانوں سے رابطہ قائم رکھنا، احرار کا بہ حیثیت جماعت مرزائیوں کے خلاف جدوجہد کرنا اور مجھے کادیان کی مستقل رہائش کے لئے اکسانا سب ان کے اس مقصد کے حصول کی ترتیب وار کڑیاں تھیں۔ پہلے انہوں نے انفرادی کوشش شروع کی اور مرزامحمود کے خلاف الزامات عائد کر کے اسے مباہلہ کا چیلنج دیا۔ مرزامحمود نے انٹ سنٹ جوابات سے ٹالا تو مولوی صاحب نے مباہلہ نامی اخبار نکالا جو اوّل سے آخر تک مرزائیت کے خلاف ہوتا تھا اور اس میں الزامات کی فہرست کے بعد جلی قلم سے مباہلہ کے چیلنج کو دہرایا جاتا تھا۔ اسی باعث مولوی عبدالکریم مباہلہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہوگئے۔

مولوی عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے قتل کی خفیہ سازش

یہ سب کچھ منظر عام پر آچکا تھا اور مرزامحمود کی بدکرداری اور مولوی عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے الزامات کا چرچا ملک کے طول وعرض میں پھیل کر عام گفتگو کا موضوع بن گیا تھا۔ مگر مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کی جائے وقوع ایسی تھی جہاں دور دور تک کسی مسلمان یا ہندو یا سکھ کا مکان نہ تھا اور وہ مکان خالص مرزائی آبادی میں گھرا ہوا تھا۔ اگر کسی غیر مرزائی کا مکان ان کے نزدیک بھی ہوتا تو پھر بھی ان کے لئے چنداں مفید نہ ہوتا؟ کیونکہ اس دور میں کادیان میں کسی مرزائی کے خلاف شہادت کا مہیا کرنا ناممکن تھا۔ خلیفہ نے یہ سکیم بنائی کہ: ’’مکان کو جلا کر مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پورے کنبے کو راکھ کر دیا جائے۔‘‘ حکام اپنے ہیں ہمیں پوچھنے والا کون ہے؟ چنانچہ ایک نامسعود رات کو مکان جلانے کا منصوبہ رات بارہ بجے کے بعد تھا۔ مگر جس کو اللہ رکھے اسے کون چکھے؟ شنید ہے کہ مرزائیوں کے خلیفہ اوّل حکیم نورالدین کی بیوی جو مرزائی تھی اور ان کے ساتھ گھلی ملی ہوئی تھی۔ اسے اس منصوبہ کا علم ہوگیا۔ یہ لوگ خود بھی خلیفہ سے بدظن تھے اور مولوی عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کو ایک حد تک صحیح اور اس کے الزامات کو درست سمجھتے تھے۔ پڑوس میں ان کا مکان تھا اور عموماً ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا تھا۔ خدا نے اس کے دل میں القاء کیا کہ فوراً جاؤ اور میری مخلوق کو ہلاکت سے بچاؤ۔ چنانچہ اس نے برقعہ سر پر لیا اور مولوی صاحب کے گھر جا کر مولوی عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے والد مستری فضل کریم کو بتایا کہ تم بے خطر بیٹھے ہو اور تمہاری موت کا منصوبہ تیار ہو چکا ہے۔ مال اسباب کی پرواہ مت کرو اور آہستہ سے جان بچانے کی فکر کرو۔ مباہلہ خاندان کے لئے یہ عورت فرشتہ آسمانی بن گئی۔ جس نے ان کے بچاؤ کا سامان مہیا کر دیا۔ دو بھائی تھے اور تیسرا بوڑھا باپ تھا۔ مرزائی پہرے دار مطمئن تھے اور مکان سے دور بے خبر بیٹھے

تھے۔مولوی عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ ایسے انداز میں مکان چھوڑنے اور بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے کہ کسی کو خبر تک بھی نہ ہوئی۔مرزائیوں نے منصوبہ کے مطابق طے شدہ وقت پر مکان کو آگ لگادی اور خود مکان کے اردگرد کھڑے ہوکر نگرانی کررہے تھے تاکہ کوئی بھی فرد بچ کر نکلنے نہ پائے۔مکان مکینوں سے سرشام خالی ہوچکا تھا۔مکان جلتا رہا اور کسی مکین نے بچ نکلنے کی کوشش تک نہ کی تو انہیں اطمینان ہوگیا کہ پورا کنبہ جل کر راکھ ہوچکا ہے۔دوتین دن کے بعد پتہ چلا کہ مستری تو زندہ بہ خیروعافیت امرتسر پہنچ چکے ہیں۔خلیفہ کو جب ان کے زندہ بچ نکلنے کا علم ہوا تو وہ سٹ پٹایا اور منتظمین کو بلاکر سرزنش کی کہ:''تمہارا کیا انتظام تھا کہ مستری زندہ مکان سے چلے گئے اور تمہارے پہرے ناکام ہوئے۔'' لیکن ان کم بختوں کو پتہ نہیں کہ مارنے،رکھنے والا خدا ہے۔خود تو ان کے سامنے نکلے مگر ہزاروں کا اثاث البیت مکان سمیت جل کر راکھ ہوگیا اور وہ ایک دفعہ تو کوڑی کوڑی کو محتاج ہوگئے۔

مولوی عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے قتل کی دوسری کوشش

مولوی عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کا اخبار مباہلہ امرتسر سے باقاعدہ طور سے ہفتہ وار نکل رہا تھا جو خلیفہ محمود اور مرزائیوں کے خلاف اپنا مشن پورا کررہا تھا۔کادیان میں ایک منصوبہ کے تحت اخبار میں عائد کردہ الزامات کے خلاف گورداسپور کی کچہری میں مولوی صاحب کے خلاف فوجداری استغاثہ دائر کیا گیا اور طے یہ پایا کہ جب وہ امرتسر سے تاریخ بھگتنے گورداسپور جائیں تو ایک آدمی لاری یا بس میں دن کی روشنی میں اور سواریوں کے سامنے مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قتل کردے۔ جس آدمی کی ڈیوٹی لگائی گئی اسے اطمینان دلایا گیا کہ ہم اسے مقدمہ قتل سے بری کرالیں گے۔

چنانچہ ایک دن جب کہ مولوی صاحب اپنے ایک دوست الحاج مستری محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ نامی کے ساتھ تاریخ بھگت کر بس میں واپس بٹالہ آرہے تھے تو ایک پٹھان چھرے سے ان پر حملہ آور ہوا۔قاتل جلدی میں تھا یا اسے مولوی صاحب کی پوری شناخت نہ تھی۔مولوی صاحب تو بچنے میں کامیاب ہوگئے اور ان کا ساتھی مستری محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ قتل ہوگیا اور خلیفہ کا یہ وار بھی خالی گیا۔ مستری محمد حسین مرحوم (حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا) اس کے بھائی بٹالہ کے رہنے والے تھے اور بڑے کارخانہ دار تھے۔قتل کا کیس رجسٹرڈ ہوا اور ضروری کارروائی کے بعد جرم ثابت ہوجانے پر قاتل گرفتار ہوگیا۔قادیانی خلیفہ صاحب نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور قاتل کو چھڑانے کے لئے پریوی کونسل لندن تک اپیل کی اور ہزاروں روپیہ پانی کی طرح بہایا۔مگر اس کی سزائے

موت بحال رہی اور وہ پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ مرزائیوں نے اس کی لاش کو بہشتی مقبرہ میں دفن کر کے سفا کی کا ایک ریکارڈ قائم کر دیا۔

یہ تھے مولوی عبدالکریم مباہلہ رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے ہمیں تحریک کادیان کے لئے آمادہ کیا۔ مگر افسوس ہے کہ جن حضرات نے اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور قربانیاں دیں وہ تمام دوست ایک ایک کر کے اللہ کو پیارے ہو گئے اور انہوں نے تحریک ختم نبوت کی موجودہ کامیابی کو نہ دیکھا۔ تحریک کا بنیادی مطالبہ کافی حد تک پورا ہوا اور مرزائیوں کو جداگانہ اقلیت قرار دے کر مسلمانوں کی صف سے باہر نکال دیا گیا۔ ان دوستوں میں سے صرف میں ہی زندہ ہوں اور تحریک کی کامیابی کو دیکھ کر پھولے نہیں سماتا۔

(نوٹ) مولانا عنایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہاں یاد نہیں رہا۔ سہو ہو گیا ورنہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی کامیابی کے وقت فاتح قادیان مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رحمت اللہ مہاجر رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ عبدالحمید بٹ، میاں محمد عالم بٹالوی اور دیگر بہت سارے حضرات جنہوں نے قادیان میں بھی کام کیا اور تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھی متحرک رہے اور کامیابی کو اپنی نظروں سے دیکھا تھا۔ (فقیر اللہ وسایا)

جب کادیان میں باقاعدہ کام شروع ہو گیا تو جماعت نے ایک غیر سیاسی تبلیغی شعبہ قائم کر دیا جس کے جنرل سیکرٹری مولوی عبدالکریم مباہلہ رحمۃ اللہ علیہ قرار پائے اور بہت سے مبلغ جن کو شعبہ تبلیغ باقاعدہ ماہانہ تنخواہ دیتا تھا۔ ان سب کا کنٹرول مولوی عبدالکریم مباہلہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تھا۔ باقاعدہ حساب کی چیکنگ ہوتی تھی۔

کادیان میں احرار تبلیغ کانفرنس (اکتوبر ۱۹۳۴ء)

احباب جماعت کے عام جذبہ کے تحت خصوصی مشورہ کے ساتھ یہ قرار پایا کہ کادیان میں ایک عظیم الشان تبلیغی کانفرنس بلائی جائے جس میں ہر مکتب فکر کے علماء کو دعوت دی جائے۔ مرزائیوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے اپنے بابا انگریز کے دربار میں دہائی دی کہ کادیان ہمارا مقدس مقام ہے اور یہاں ہماری اکثریت ہے۔ اس لئے یہاں احرار کانفرنس نہیں ہونی چاہئے۔ ہمارا مؤقف یہ تھا کہ ملک میں ہمارے بیسیوں مقدس مقامات ہیں اور یہ لوگ وہاں جا کر جلسے کرتے ہیں اور اسی طرح جہاں تک اکثریت کا سوال ہے کادیان کے سوا ہر جگہ ہماری اکثریت ہے اور ہر جگہ مرزائی اقلیت میں ہیں۔ پھر انہیں وہاں جلسے نہیں کرنے چاہئیں۔ حالانکہ وہ ہر جگہ بے روک

ٹوک جلسے کرتے ہیں۔انہیں ہماری اکثریت میں جلسے کرنے کی اجازت ہے تو پھر ہمیں بھی ان کی اکثریت میں جلسہ کرنے کی اجازت لازماً ملنی چاہئے۔انگریز بڑا ہوشمند حاکم تھا اور باوجودیکہ وہ مرزائیوں کا جنم داتا تھا اوران کی سرپرستی بھی انگریز نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔مگر وہ ہمارے استدلال کے سامنے جھک گیا اور کانفرنس کی اجازت دے دی۔انگریز کے سامنے اپنے پرائے کے سوال سے زیادہ اہمیت عوامی جذبات اور تیور کو تھی۔وہ اتنی بڑی رائے عامہ کا بڑے غور سے مطالعہ کرتھا اورعموماً رائے عامہ کے مطابق عوامی فیصلے صادر کرتا تھا۔عوام چاہتے تھےاس لئے انگریز کو چاروناچار عوامی رائے کے سامنے جھکنا پڑا اور وہ مرزائیوں کے شوروغوغا کے باوجود احرار تبلیغ کانفرنس کی اجازت دینے پر مجبور ہوگیا۔

کادیان مرزائیوں کی واحد ملکیت تھی۔وہ اپنی مملوکہ اراضی پر احرار کانفرنس کا انعقاد کب گوارا کرسکتے تھے؟ اگرچہ ہندوؤں اور سکھوں کی مملوکہ اراضی کے ٹکڑے بھی کادیان کی آبادی میں موجود تھے؟ لیکن ایسا وسیع قطعۂ زمین...... بھی نہ تھا جہاں اتنی بڑی کانفرنس کا انعقاد ممکن ہو؟ کادیان کی آبادی کے عین متصل موضع رجادا کے ایک سکھ ایشر سنگھ کا وسیع قطعۂ اراضی موجود تھا۔یہ ایشر سنگھ میرا بڑا معتقد تھا اور میرے خطبۂ جمعہ میں عموماً حاضر ہوکر محظوظ ہوتا تھا۔اس نے خود پیشکش کی کہ:’’میری اراضی آپ لوگوں کے لئے وقف ہے اور کوئی دوسری خدمت ہوتو میں حاضر ہوں۔‘‘ بڑی مسرت ہوئی کہ یہ قطعۂ اراضی جلسہ کے لئے موزوں ترین جگہ ہے۔مرزائیوں کو جب علم ہوا تو وہ تفکر اور سوچ میں ڈوب گئے کہ اب اس جگہ انعقاد جلسہ میں کس طرح رکاوٹ ڈالی جائے؟ چنانچہ انہوں نے پہلے تو ایشر سنگھ پر اپنی طاقت کا دباؤ ڈالا۔جب وہ نہ مانا تو منت سماجت پر اتر آئے۔لیکن وہ چٹان کی طرح مضبوط تھا۔راضی تو کیا ہوتا؟ وہ تو رات دن انتظام جلسہ کے لئے ہماری معاونت کررہا تھا اور مرزائیوں کی طاقت کو پرکاہ کے برابر بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔جب ان کا یہ حربہ بھی ناکام رہا تو انہیں ایک دوسری راہ سوجھی۔ایشر سنگھ کی اراضی چاروں طرف سے مرزائیوں کی اراضی میں گھری ہوئی تھی۔انہوں نے ایک رات میں ایشر سنگھ کی اراضی کے اردگرد اپنی اراضی پر دیوار کھڑی کردی۔صبح اٹھے تو نقشہ ہی بدلا ہوا تھا اور ابلیس کی سکیم کامیاب ہوچکی تھی۔ایشر سنگھ کی اراضی میں داخلہ کے تمام راستے مسدود تھے اور اتنی جلدی میں کوئی قانونی کارروائی نہیں ہوسکتی تھی۔اس لئے ہمیں ناچار ایشر سنگھ کی اراضی میں کانفرنس کا ارادہ بھی ترک کرنا پڑ گیا۔مرزائیوں کی اس شیطانی حرکت کی جب ہندوؤں کو اطلاع ہوئی تو وہ آئے اور اپنی اراضی

کی پیشکش کی جو کادیان سے جانب غرب فرلانگ، ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلہ پر واقع ہے اور وہاں سے لاؤڈ سپیکر کی آواز قصبہ قادیان میں بہ آسانی سنی اور سمجھی جاسکتی تھی۔ دراصل یہ اراضی بھی موضع رجادہ کے سکھوں کی ملکیت تھی اور آریا ہندوؤں نے اسے خرید کر وہاں اپنا ڈی.اے.وی ہائی سکول اور ایک مختصر سا گیسٹ ہاؤس تعمیر کر رکھا تھا۔ یہ سکول کی اراضی کئی ایکڑوں میں پھیلی ہوئی تھی اور اس پر ہائی سکول کی عالی شان عمارت تعمیر کی گئی تھی۔ ہندوؤں نے یہ اراضی مع بلڈنگ کانفرنس کے لئے استعمال کرنے کی پیشکش کی۔ جسے ہم نے نہایت خوشی اور شادمانی سے قبول کرلیا اور اس غیبی تائید کے ذریعہ انعقاد جلسہ کا مسئلہ حل ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کارساز ہے اگر یہ سبب نہ بنتا تو بڑی جماعت کی سبکی ہوتی اور سب سے زیادہ اعتراض مجھ پر ہوتا کہ جب جلسہ کے انعقاد کے لئے اراضی ہی نہ تھی تو پھر تو نے خواہ مخواہ جماعت کو انعقاد کانفرنسوں پر کیوں آمادہ کیا۔ کیونکہ یہ کانفرنس میری تحریک پر جماعت نے منظور کی تھی۔

خدا خدا کر کے یہ مسئلہ حل ہوا تو کانفرنس کے انتظامات شروع ہوئے۔ ایک بہت بڑا پنڈال تیار کیا گیا۔ جس کے لئے امرتسر سے ٹینٹ اور خیمے منگائے گئے۔ پنڈال کے اردگرد مہمانوں کی رہائش کے لئے خیمے نصب کئے گئے تھے جو سینکڑوں کی تعداد میں تھے۔ پنڈال اتنا وسیع تھا کہ بیک وقت اس میں ایک لاکھ سامعین بیٹھ سکتے تھے اور اس کا وہ حصہ جو لیڈروں اور علماء کے بیٹھنے کے لئے مخصوص تھا وہ ذرہ اونچا تھا اور اس پر قالین بچھائے گئے تھے۔ عوام کے بیٹھنے کے لئے دریوں کا معقول انتظام کیا گیا تھا۔ کانفرنس کے کاروبار کو صحیح اور منظّم رکھنے کے لئے بڑے عمدہ طریق پر تقسیم کار کی شکل میں تمام کارکنوں کو الگ الگ ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں۔ سٹیج سیکرٹری اور پنڈال کے انتظامات امرتسر کے مشہور عالم دین حضرت مولانا نور احمد صاحب پسروری نقش بندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان کے سپرد تھا۔ مولانا کے ہونہار صاحبزادگان میں ایک کا نام محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے کا نام محمد داؤد رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ یہ دونوں بھائی اجلے لباس میں ملبوس اور سینہ پر ریشم سے بنے ہوئے گلاب کے پھول چسپاں کئے ہوئے کتنے بھلے معلوم ہوتے تھے۔ یہ دونوں بھائی امرتسر کی مسلم سوسائٹی میں بڑے معزز خیال کئے جاتے تھے اور دونوں زیور تعلیم سے آراستہ تھے۔ پنجاب یونیورسٹی کے بی.اے اور دینی علوم میں بھی اچھی دسترس رکھتے تھے۔ خوبصورت نوجوان تھے اور ہمارے پنڈال کی زینت تھے۔ افسوس کہ آج وہ ہم میں نہیں ہیں اور اللہ کو پیارے ہوچکے ہیں۔ مولوی محمد داؤد رحمۃ اللہ علیہ تو صرف ایک لڑکی نشانی چھوڑی تھی۔ مولوی محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے

لاہور میں انارکلی کے باہر والے حصہ میں کتابوں کی دکان کھولی تھی۔ انعقاد کانفرنس کی جائے وقوع ایک کھلا وسیع میدان تھا۔ مگر حاضری اتنی تھی کہ کھوے سے کھوا چھلتا تھا اور اگر کوئی شخص اپنے ساتھی سے ایک دفعہ جدا ہو جاتا تو پھر اس کا ملنا یا ڈھونڈنا محال تھا۔ صحیح حاضری کی تعداد تو خدا کو معلوم ہے۔ مگر میرے خیال میں ایک لاکھ سے کیا کم ہوگی؟ سی.آئی.ڈی جو حزب اختلاف کی اہمیت کو کم دکھانے کے لئے ازل سے عادی ہے۔ وہ بھی اپنی کمزور ڈائری میں پچاس ہزار لکھنے پر مجبور ہوگئی۔ صوبہ بھر سینکڑوں کی تعداد میں ہر مکتب فکر کے علماء آئے ہوئے تھے۔ مولانا ابوالحسنات خطیب مسجد وزیر خاں لاہور بھی بچ بچا کر محتاط انداز میں تشریف لائے تھے۔ کیونکہ انہیں احرار سے کچھ مسلکی اختلاف تھا وہ میرے مہمان خصوصی تھے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ میرے ہم مسلک تھے۔ کانفرنس میں شامل ہونے والے علماء کرام بے شمار تھے۔ ان میں سے بعض کی تقاریر بھی ہوئیں۔ مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دھواں دھار تقریر کی۔ لیکن سید الاحرار امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کا بہت چرچا ہوا اور اسے بہت پسند کیا گیا۔ عشاء کی نماز جلدی پڑھ کر وہ سٹیج پر تشریف لائے۔ پنڈال اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھا۔ آپ نے تلاوت شروع کی۔ سناٹا چھا گیا اور چاروں طرف خاموشی کا دلنواز سماں بندھ گیا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے پارہ کا دوسرا رکوع تلاوت فرمایا: ’’ومن الناس من یقول آمنا باللّٰہ وبالیوم الأخر وما ھم بمؤمنین ‘‘ ادھر وہ قرآن سنا رہے تھے ادھر یہ محسوس ہو رہا تھا کہ گویا قرآن آج نازل ہو رہا ہے اور صفا مروہ کی پہاڑیوں میں گونجی ہوئی سورۃ کادیان کے افق سے اتر رہی ہے۔ شاہ صاحب نے پورا رکوع تلاوت فرمایا اور اس عمدہ خوش الحانی سے پڑھا کہ گویا ایک لاکھ کا مجمع شاہ صاحب سے آرزو کر رہا ہے کہ حضرت! تقریر کی بجائے ہماری روحانی تسکین کے لئے آپ صرف تلاوت کرتے رہیں؟ بہرحال تلاوت ختم ہوئی اور تقریر شروع ہوئی تو ایک ایک فقرہ دل کے پار اتر رہا تھا۔ راقم الحروف سٹیج پر حضرت شاہ صاحب کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ دماغی حالت یہ تھی کہ گویا ہوش وحواس گم ہیں اور ایک ایسا حظّ محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی کیفیت بیان کرنے سے قلم قاصر ہے اور چاہت یہ تھی کہ عمر گزر جائے مگر اس حظّ کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔ تقریر کیا تھی؟ گویا منافقین نبوت کا تیرہ صد سالہ گزشتہ انداز زندگی آنکھوں کے سامنے مجسم کھڑا تھا اور ہم ان گزشتہ نقوش کو نہایت آسانی سے پڑھ رہے ہیں۔ گویا زمانہ تیرا صد سال پیچھے چلا گیا اور ہم وہ دور برأی العین دیکھ رہے ہیں اور نبی ﷺ کے صبر واستقامت کو دیکھ کر عش عش کر رہے ہیں اور نبوت سے اپنا تعلق مضبوط کر کے اپنے ایمان کو

تازہ کر رہے ہیں اور ہمارے ایمان وایقان میں اضافہ ہو رہا ہے۔ آپ جب ترجمہ وتفسیر قرآن سے فارغ ہوئے تو قادیانی مسائل کا سلسلہ شروع ہوا۔ قادیانی ''ترل مینارہ'' جسے وہ منارۃ المسیح کہہ کر حقیقت کا منہ چڑاتے ہیں شاہ صاحب کی آنکھوں کے سامنے نظر آ رہا تھا۔ قادیانی مسائل میں اس مذہب کا بانی، شاہ صاحب کا مخاطب تھا۔ شاہ صاحب کی زبان سے علم وعرفان کے چشمے ابل رہے تھے اور ایک لاکھ کا مجمع ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھا سن رہا تھا کیا مجال کہ کہیں سے کوئی پتہ بھی سرک جائے؟ یا کسی کی آنکھ سے نیند کا گزر ہو؟ یہ سلسلہ صبح کی اذان تک جاری رہا۔ جب صبح کی اذان ہوئی تو شاہ صاحب کی زبان رکنے اور ختم کرنے کے موڈ میں آئی تو مجمع نے زبان حال سے پکار کر کہا ؎

مؤذن بانگ بے ہنگام برداشت

اور شاہ صاحب کی تقریر ختم ہوگئی۔ شاہ صاحب کی تقریر کی تسوید ممکن نہیں اور نہ ہی کسی کا حافظہ اس حد تک کامیابی کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

کانفرنس سے بعد کے حالات

الغرض باوجود بہت سی رکاوٹوں کے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور مدد کے ساتھ قادیان میں احرار کانفرنس ہوئی اور بڑی شان سے ہوئی۔ مرزائی ایوان تقدس واستحکام میں دراڑ پڑ گئی۔ مرزائی سراسیمہ ہو کر اپنے مربی انگریز کے دربار میں گئے اور آہ وفغان اور نالہ وشیون کرتے ہوئے التجاء کی کہ ہمارا سہارا آپ کے بغیر کون ہے؟ انگریز بہادر نے دست شفقت پھرتے ہوئے کہا۔ کہئے ہم اس معاملہ میں کیا کر سکتے ہیں تو انہوں نے کہا حضور! ساری دنیا کو تو نہیں مارا جا سکتا۔ البتہ بخاری پر مقدمہ چلا کر جیل بھیج دیا جائے تو ہمارے زخموں کا ایک حد تک مداویٰ ہو سکتا ہے۔ یہ داستان فریاد چوہدری افضل حق کی زبانی سنئے اور حظ اٹھایئے۔ چوہدری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''کانفرنس کی کامیابی نے دوست دشمن کو حیران کر دیا۔ مرزائی تو جل گئے اور جلدی جلدی حکام کے پاس پہنچے کہ لو سرکار! بخاری نے دل کا بخار نکالا۔ بڑے مرزا کی توہین کی۔ چھوٹے مرزا کے الگ بخیئے ادھیڑے۔ اگر آپ نے مدد نہ کی تو کب کام آؤ گے؟ سرکار نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، بخاری صاحب کو گرفتار کر کے عدالت میں لا کھڑا کیا۔ خدا کی حکمت گنہگاروں کی عقل پر مسکراتی ہے۔ مرزائی تو احرار کو مرعوب کرنے کے لئے عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر مقدمہ چلا رہے تھے۔ لیکن قدرت مرزائیت کے ڈھول کا پول کھولنے کے لئے بے تاب تھی۔ خدا کی مہربانی سے

مرزائیت کے خلاف وہ ثبوت بہم پہنچے کہ کسی کو وہم وگمان بھی نہ تھا کہ ہم ایسے ثبوت مہیا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں؟ ہم نے اس مقدمہ میں مرزائیت کے مذہب واعتقاد پر بحث نہیں کی بلکہ مرزائیت کے اعمال کو پیش کیا۔ جس سے ابتدائی عدالت بھی متاثر ہوئی۔ اگرچہ اس نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو چھ ماہ کی سزا دے دی؟ تاہم سننے والی پبلک پر گہرا اثر پڑا۔ سب کو یقین تھا کہ شہادت صفائی ایسی مضبوط ہے کہ یہ سزا بحال نہیں رہ سکتی۔ لیکن مرزائی ہیں کہ شاہ صاحب کی سزایابی پر پھولے نہ سماتے تھے۔ ان کے گھروں میں گھی کے چراغ جلائے گئے۔ لیکن سیشن جج کھوسلہ نے مرزائیوں کی خوشیوں کو اپنے فیصلہ اپیل میں ماتم سے بدل دیا۔“

(تاریخ احرار ص۱۸۴، طبع ثانی)

دراصل ابتدائی عدالت میں ایک گھٹیا سا مجسٹریٹ تھا جو انگریزی ایماء کے بغیر کوئی فیصلہ دینے کا اہل بھی نہ تھا۔ چوہدری صاحب مزید لکھتے ہیں: ”لیکن کھوسلہ نے وہ تاریخی فیصلہ لکھا جس سے اسے شہرت دوام حاصل ہوگئی۔ اس فیصلہ کا ہر حرف مرزائیت کی رگ جان کے لئے نشتر ہے۔ اس فیصلہ میں مسٹر کھوسلا نے چند سطروں میں مرزائیت کی ساری اخلاقی تاریخ لکھ دی۔ اس کے فیصلہ کا ہر لفظ دریائے معانی ہے۔ اس کی ہر سطر مرزائیت کی سیہ کاریوں اور ریاکاریوں کی پوری تفسیر ہے۔ مسٹر کھوسلہ کے قلم کی سیاہی مرزائیت کے لئے قدرت کا انتقام بن کر کاغذ پر پھیلی اور مرزائیت کے چہرے پر نہ مٹنے والے داغ چھوڑ گئی۔“ (تاریخ احرار ص۱۸۴،۱۸۵)

توضیح: اس مقدمہ کی پیروی کے لئے جالندھر کے محمد شریف حسین نامی ایڈووکیٹ احرار نے بلائے تھے۔ (یہ قیام پاکستان کے بعد لاہور ہائیکورٹ کے جج بھی رہے ہیں۔ ساہیوال میں وفات پاچکے ہیں) اور مرزائیوں کی طرف سے سرظفر اللہ خان جو اس وقت کسی بڑے سرکاری عہدہ پر فائز تھے۔ سرکاری وکیل کی امداد کر رہے تھے اور ہم لوگ یہ تمام کارروائی آنکھوں سے دیکھ اور کانوں سے سن رہے تھے۔ دوران بحث سرظفر اللہ خان کو بے جا مداخلت کی وجہ سے کئی بار خفت اٹھانی پڑی تھی۔ خصوصاً مرزامحمود جو خصوصیت سے بلائے گئے تھے۔ ان کے خلاف جرح میں چوہدری ظفر اللہ بے جا مداخلت کرتے تھے اور چوہدری شریف حسین کی جھڑکی کی وجہ سے خفت اٹھاتے رہے۔

مرزامحمود کے کادیان سے گورداسپور شہادت کے لئے آنے انہوں نے محکمہ ریلوے سے کہہ کر سپیشل گاڑی کا انتظام کیا تھا۔ سپیشل گاڑی ہو یا ڈبا۔ سواریوں کی تعداد معیّن ہوتی ہے۔

لیکن مرزائیوں نے سپیشل کا لفظ سن کر گاڑی کو دادا کی ملکیت سمجھ لیا تھا۔ بے تحاشا بغیر معیّن تعداد کے اس میں سوار ہوگئے تھے۔ محکمہ ریلوے نے گورداسپور ریلوے اسٹیشن پر سب کو گرفتار کرلیا اور اس گرفتاری کا نظارہ مرزامحمود اپنی آنکھوں سے کررہے تھے اور مارے شرم کے گڑے جاتے تھے۔ آخر کرایہ مع جرمانہ ادا کرکے انہوں نے خلاصی حاصل کی تھی۔

اس سلسلہ میں مزید تفصیلات چوہدری افضل حق کی زبان سے سنئے:

''ہر چند انہوں نے ہائیکورٹ میں سرتیج بہادر سپرو جیسے مقنن کی معرفت چارہ جوئی کی تاکہ مسٹر کھوسلہ کے فیصلہ کا داغ دھل جائے؟ مگر انہیں اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ مرزائی آج تک یہی سمجھے تھے کہ قدرت ظلم ناروا کا انتقام لینے سے قاصر ہے۔ مگر اس فیصلہ نے ثابت کردیا کہ خدا کے حضور میں دیر ہے اندھیر نہیں۔'' (تاریخ احرار ص۱۸۵)

یادرہے کہ ہائیکورٹ میں مرزائیوں نے سرتیج بہادر سپرو کو الہ آباد سے بلایا تھا۔ موصوف کی قانونی قابلیت اور انگریزی زبان میں وہ بے پارٹی لیڈر مانے جاتے تھے اور بعض اوقات گاندھی، وائسرائے اختلاف میں سرتیج بہادر سپرو ثالثی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ کانگریس کو بھی موصوف پر اعتماد تھا اور انگریز بھی ان پر بھروسا کرتا تھا۔

اس مقدمہ اپیل میں گولڈسٹریم نامی ایک انگریز ہائیکورٹ کے جج تھے۔ گولڈسٹریم کی عدالت میں سرتیج بہادر سپرو نے کئی گھنٹے تک فصیح انگریزی میں مرزائیوں کی صفائی میں تقریر کی تھی۔ کورٹ کا کمرہ تماشائیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور راقم الحروف بھی احرار دوستوں کی معیت میں ہائیکورٹ کے کمرے کے اندر اخیر تک موجود رہا۔ مگر ڈھاک کے وہی تین پات۔ معمولی ردوبدل سے مرزائیوں کی اشک شوئی ہوئی اور اصل بنیاد بحالہا قائم ودائم رہی۔ کیونکہ مسل مرزائی مظالم کی داستانوں سے بھری پڑی تھی۔ اس میں سرتیج بہادر کیا کرسکتا تھا اور جج گولڈسٹریم مثل کو کیسے چاٹ سکتا تھا؟

چوہدری افضل حق مزید تحریر فرماتے ہیں: ''اس فیصلہ کو تاریخ احرار میں خاص اہمیت حاصل رہے گی۔ دراصل یہ فیصلہ مرزائیت کی موت ثابت ہوا۔ جس غیر جانبدار نے اس کو پڑھا وہ مرزائیت کے نقش ونگار کو دیکھ کر اس سے نفرت کرنے لگا۔ علامہ سرمحمد اقبال اور مرزا سرظفر علی کے بیانات نے بھی تعلیم یافتہ طبقہ کے رجحان وخیال کو بدل دیا۔ پروفیسر محمد الیاس برنی نے ''قادیانی مذہب'' نامی جامع مانع کتاب لکھ کر مرزائیت کے مقابلہ میں اسلام کی بہت بڑی خدمت سرانجام

دی۔لیکن سچ ہے کہ مسٹر کھوسلہ نے جو مرزائیت کے قلعہ پر بم مارا اس نے کفر کے اس قلعہ کی بنیادیں ہلادیں اور ان قلعہ بندیوں کو مسمار کرنے میں آسانی ہوگئی۔ جہاں چار مرزائی بیٹھے ہوں ان میں کھوسلہ کا فیصلہ پھینک دو۔ یہ بم پھینکنے کے برابر ہوگا۔وہ سراسیمہ ہوکر بھاگ جائیں گے۔‘‘ (تاریخ احرار ۱۸۵)

قادیان میں مستقل رہائش کے لئے میرا پہلا قدم

میں (مولانا عنایت اللہ چشتی) یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جب میں مستقل رہائش کے لئے قادیان پہنچا تو مجھے کن مراحل سے گزرنا پڑا؟ قادیان کے حالات کیا تھے؟اور وہاں کے لوگوں نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ وغیرہ وغیرہ! قادیان میں خالص مسلمانوں کی آبادی اڑھائی تین ہزار کے لگ بھگ تھی۔ارائیں برادری خاصی تعداد میں تھی۔مگر وہ غریب اور زراعت پیشہ تھے۔ یہ لوگ قصبہ کے جنوبی حصہ میں آباد تھے اور ان کی اپنی مسجد تھی جو مسجد ارائیاں کے نام سے موسوم تھی۔ دوسرے نمبر پر شیخ برادری تھی۔ یہ لوگ تجارت پیشہ تھے اور کسی حد تک آسودہ تھے۔ چند کنبے کشمیریوں کے بھی وہاں آباد تھے اور یہ لوگ شیخ برادری کے پڑوس میں رہائش پذیر تھے۔ان کی سکونت قصبہ کے شمال مشرقی حصہ میں تھی اور ان کی بھی اپنی الگ مسجد تھی۔مولوی مہر دین صاحب مرزائیوں کے شدید مخالف تھے اور ان کا مکان بھی محلّہ شیخاں میں تھا۔مولوی مہر دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ آتش بازی کا کام کرتے تھے اور انہوں نے زندگی کے کسی حصہ میں بھی مرزائیوں کو کبھی معاف نہیں کیا تھا۔ ہمارے جانے سے پہلے انہوں نے مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا صوفی نواب الدین صاحب ستکوہی رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ قائم کررکھا تھا۔

مولانا صوفی نواب الدین رام داسی ثم ستکوہی رحمۃ اللہ علیہ

صوفی نواب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ دراصل موضع رامداس ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے اور ارائیں قوم کے ایک عظیم فرزند تھے۔انہوں نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ موضع ستکوہہ میں بسر کیا تھا۔ یہ موضع بٹالہ سے بھی سات کوس کے فاصلہ پر تھا اور قادیان سے بھی سات کوس کے فاصلہ پر پڑتا تھا۔شاید اس لئے ستکوہہ کے نام سے شہرت پذیر ہوا۔صوفی نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ خطیب تھے۔خوش گلو اتنے کہ جو ان کی صحبت یا مجلس وعظ میں جاتا تو بس انہی کا ہوکررہ جاتا تھا۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور جناب مرتضٰی احمد خان میکش مرحوم اور حاجی لق لق رحمۃ اللہ علیہ ایک عرصہ

تک گھر بار چھوڑ کر سفر وحضر میں ان کی خدمت میں رہے اور آخر تک ان کے دامن ارادت کو تھامے رکھا۔ مولانا مرحوم کا حلقۂ ارادت بڑا وسیع تھا۔ ملتان، منٹگمری وغیرہ اضلاع میں ان کے ہزاروں مرید تھے۔ ایک زمانہ میں انہوں نے امرتسر کے محلوں میں اپنا وعظ شروع کیا۔ ہزاروں کی حاضری ہوتی تھی۔ خوش الحانی سے شعر پڑھتے تو سامعین عش عش کر اٹھتے۔ جن دنوں سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اٹھتی جوانی تھی اور وہ اپنی سحر بیانی اور خوش الحانی سے اڑتے پرندکو بلالاتے تھے امرتسر میں ان کا بھی محلّہ وار وعظ شروع ہوگیا اور ہر روز ایک سے دوسرے محلّہ میں تقریر فرمایا کرتے تھے۔ ہزاروں کی حاضری ہوتی تھی اور رات بھر سلسلہ وعظ جاری رہتا تھا اور سامعین اٹھنے کا نام نہ لیتے تھے۔ حسن اتفاق سمجھئے۔ انہی ایام میں صوفی نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ارادۃ مند بھی انہیں امرتسر لے آئے تھے اور ان کا وعظ بھی محلّہ دار شروع ہوگیا۔ یہ نظارہ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ لوگوں کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا تھا کہ صوفی نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ میں حاضری زیادہ ہوتی ہے یا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ میں؟ اور ساتھ ہی یہ امر بھی کوئی فیصلہ کئے بغیر اپنی جگہ قائم ودائم تھا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں زیادہ حظ وتاثیر ہے یا صوفی نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ میں؟ اور صوفی صاحب کا گلا اور بیان زیادہ دلکش ہے؟ یا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا؟

آپ مشہور اہل قلم اور تاریخی ناول نگار نسیم حجازی رحمۃ اللہ علیہ کے خسر اور نامور نعت گو حافظ مظہر الدین مرحوم کے والد محترم تھے۔ صوفی نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور بیٹے بھی تھے جو اہل علم ہونے کے علاوہ مرزائیت کے خلاف جذبہ رکھتے تھے۔ صوفی منش اور بڑے عمدہ مقرر تھے۔ خدا معلوم وہ اب کہاں ہیں زندہ ہیں یا اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں۔ ملتان میں صوفی نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا حلقہ ارادت وسیع تھا۔ انہوں نے اپنے والد کے اس حلقہ کو قابو کر رکھا تھا۔ گویا وہ سجادہ نشین تھے اور باقاعدہ عرس کیا کرتے تھے۔ ان کا نام غلام ربانی تھا۔

میرا اس طویل قلم فرسائی سے مقصد یہ ہے کہ مولوی مہر دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ قائم کر رکھا تھا اور کبھی کبھار انہیں قادیان بھی لے جاتے تھے۔ صوفی صاحب بڑے نڈر اور حق گو بزرگ تھے۔ اس زمانہ میں جب کہ چڑیا کو بھی قادیان میں بلا اجازت بولنا دوبھر ہورہا تھا۔ صوفی نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں دھڑلے سے تقاریر کیں اور مرزا قادیانی کو آڑے ہاتھوں لیا۔ قادیانی بے سہارا مخالف کو تو نہ صرف وہاں سے بھگا دیتے تھے۔ بلکہ بعض

اوقات جان سے مار دیتے تھے۔صوفی نواب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر سے کسی مرزائی کو چوں تک کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔صوفی صاحب منچلے آدمی تھے اور ساتھ ہی زور آور گرانڈیل جوان، ہاتھا پائی سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔مرزائی عموماً تعلیم یافتہ آدمی تھے ان کے جن بڑے سمجھدار تھے۔انہیں علم تھا کہ صوفی نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا حلقہ وسیع ہے اور طول وعرض ہند میں ان کا رسوخ ہے۔ یہاں تقریر کر کے وہ چلے جائیں گے اور طبیعت نہ مانی تو پھر زندگی بھر نہیں آئیں گے۔کیونکہ ان کے ارادت مندوں کی مرزائیوں کے خلاف کوئی تنظیم نہیں ہے۔اگر انہیں چھیڑا گیا تو پھر وہ لوگ ہمارے خلاف منظّم ہو جائیں گے۔ایک دفعہ ان کے وعظ میں ایک مرزائی بول پڑا تو انہوں نے آستینیں چڑھا لیں اور مرنے مارنے پر تیار ہو گئے اور انہیں دعوت مبارزۃ دے کر للکارا اور کہا کہ اپنے گرو گھنٹال کو بلاؤ۔

جماعت کے ذمہ دار لوگوں کو علم ہوا تو انہوں نے بیرونی علماء سے رابطہ قائم کر رکھا تھا اور مناسب موقع پر کسی نہ کسی کو قادیان لے جاتے اور وعظ کراتے تھے۔انہیں بارہا زدوکوب بھی کیا گیا۔لیکن ان کی مرزائیوں کی منظّم جماعت کے سامنے دال نہ گلتی تھی۔اس لئے برداشت کرتے رہے۔ہمارے جانے سے انہیں بڑا حوصلہ ہوا اور تن من دھن سے اخیر تک ہمارا ساتھ دیا۔ اب وہ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ان کے دو جوان لڑکے تھے وہ بھی ہمیشہ ہمارا ساتھ دیتے رہے۔ سنا ہے پارٹیشن میں پاکستان آ گئے ہیں۔

ہمارے لئے ابتدائی مکان

مسلمانوں کی قادیان میں معاشرتی حیثیت اچھی نہ تھی۔ان کے پاس کوئی ایسا مکان نہ تھا جو وہ ہمیں دفتر کے لئے دیتے۔میرے جانے سے تمام مسلمان بڑی خوشی مناتے ہوئے میری ملاقات کو آئے۔ان میں چوہدری امام الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ بڑے مخلص اور مرزائیت کے دشمن تھے۔ہندو اور سکھ بھی مجھے ملنے آئے اور بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ہمارے دفتر کے لئے ایک سہ منزلہ چوبارہ تجویز ہوا۔یہ چوبارہ ایک ہندو کی ملکیت تھا۔عین بازار کے وسط میں واقع تھا۔اس کی نچلی منزل میں دکان تھی اور اوپر والی دو منزلیں ہمارے دفتر کے لئے تجویز ہوئیں۔صرف دو روپیہ کرایہ تھا۔ہم اس چوبارے میں قیام پذیر ہوئے اور اس کی چھت پر ہم نے سرخ جھنڈا لہرا دیا۔وہ چوبارہ اتنا بلند تھا کہ ہمارا جھنڈا مرزائیوں کو گھر بیٹھے ہوئے بھی خواہ مخواہ بلا ارادہ نظر آتا تھا۔جھنڈا کیا تھا مرزائیت کے سینہ پر سانپ لوٹ رہا تھا۔یہ چوبارہ بھی ایک تاریخی چوبارہ تھا۔مرزا غلام

احمد قادیانی جب اپنی نبوت کی بساط بچھا رہا تھا اور اس کا بڑا بھائی مرزا غلام قادر ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں سپرنٹنڈنٹ مقرر ہو گیا تھا، انگریزی دور میں دفتر ڈپٹی کمشنر کے سپرنٹنڈنٹ کو بڑا رسوخ حاصل ہوتا تھا۔ بات یوں ہے کہ قادیان میں دو بزرگ تھے جو اچھے کھاتے پیتے تھے اور آپس میں گہرے دوست تھے۔ ایک دن انہوں نے مشورہ کیا کہ ہمیں بیٹھنے کے لئے پختہ بیٹھکیں بنانی چاہئیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک افتادہ جگہ سے مٹی کھود کر اینٹیں بنائیں اور پھر انہیں بھٹی میں پکا کر پختہ کر لیا اور اپنے اپنے گھروں میں لا کر بیٹھکیں بنانا شروع کیں۔ ان دو میں سے جو ہندو تھا اس کا نام بڈھا تھا اور دوسرا دوست جو مسلمان سید تھا اس کا نام سید صابر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔

جب میں قادیان پہنچا تو سید صابر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا صاحبزادہ سید پیر چراغ شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور بڈھا کا لڑکا بابو داسیو موجود تھے۔ انہوں نے ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ جب مرزا غلام قادر چھٹی پر آیا اور دو بیٹھکیں تیار ہوتی دیکھیں تو اس کی سرمایہ دارانہ ذہنیت جل بھن کر کوئلہ ہو گئی اور اس نے پوچھا کہ انہوں نے اینٹوں کی مٹی کہاں سے لی ہے؟ بتایا گیا کہ فلاں افتادہ ویران جگہ سے۔ مرزا غلام قادر نے کہا وہ تو ہماری ملکیت ہے۔ انہوں نے کس سے پوچھا اور کس سے اجازت لی؟ بتایا گیا کہ غیر آباد افتادہ جگہ ہے اور قصبہ کے لوگ عموماً وہاں کی مٹی کو استعمال کرتے ہیں۔ حکم نامہ بھیجا کہ معافی مانگو اور معاوضہ ادا کرو۔ ورنہ قانونی چارہ جوئی ہوگی۔ یہ دونوں حکم نامہ سن کر ششدر رہ گئے کہ ساری دنیا اس افتادہ جگہ سے مٹی لاتی ہے۔ ہم لے آئے تو کیا ہوا۔ تم مرزا ہو تو اپنے گھر ہو۔ آدمیت سے بات کرو تو معاوضہ ادا کریں گے۔ ورنہ گورداسپور کی عدالت کا راستہ کھلا ہے جو چاہو کر گزرو۔ چنانچہ مرزا غلام قادر نے دونوں کے خلاف فوجداری مقدمہ دائر کر دیا۔ مرزا غلام قادر کا کچہریوں میں بڑا رسوخ تھا۔ لیکن معاملہ بالکل بے ضرر سا تھا۔ سارا گاؤں وہاں کی مٹی استعمال کرتا تھا۔ لیکن مرزا غلام قادر نے اسے اپنے وقار کا مسئلہ بنالیا۔ ڈی سی کے دفتر کے سپرنٹنڈنٹ تو تھے ہی؟ مجسٹریٹ ملزموں کو اس بناء پر بری کرنا چاہتا تھا کہ گو یہ ملکیت مرزائیوں کی ہے مگر وہاں کی مٹی رفاہ عامہ کے لئے پہلے بھی استعمال ہو رہی ہے۔ مرزا غلام قادر بڑے گڑگڑائے اور مجسٹریٹ کی منت سماجت کی کہ میرے وقار کا سوال ہے اور میری سرکار کے دربار میں بڑی خدمات ہیں۔ انہیں ضرور سزا ہونی چاہئے۔ آخر مجسٹریٹ نے دونوں کو ایک ہفتہ قید محض کی سزا دی جو اپیل پر سیشن کورٹ نے معاف کر دی۔

راقم الحروف نے اس مقدمہ کے کاغذات دیکھے ہیں۔ ان میں موٹا سیالکوٹی کاغذ

استعمال کیا گیا تھا وہ رنجش آج تک ان کی اولاد کے لئے ذہنوں میں بدستور موجود تھی۔ بابو واسدیو کا مکان ہمارے دفتر کے بالکل قریب تھا۔ وہ ہماری بیڑی عزت کرتا تھا اور ہماری ہر ضرورت کے وقت ہمارا ساتھ دیتا تھا۔

مرزا قادیانی کے مقدمات اراضی کی اصل کہانی

انتقام: یہ معاملہ تو اتنا سنگین نہ تھا مگر بڈھا نے اس کا مرزا غلام قادر سے شدید انتقام لیا۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ گاؤں انہی مغلوں کی ملکیت تھا اور یہ لوگ پشتوں سے یہاں آباد چلے آتے تھے۔ ابتداء میں سکھوں کی متعدد نسلیں اور پارٹیاں تھیں جو حصول اقتدار کے لئے آپس میں لڑتی بھڑتی رہتی تھیں اور یہ قادیان کے مغل بھی ان میں سے کسی نہ کسی کا ساتھ دیتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ جس پارٹی کی قادیانی مغل حمایت کر رہے تھے اسے شکست ہوگئی اور فاتح گروہ نے قادیان پر بھی حملہ کر کے اسے پر قبضہ کر لیا اور مغلوں کو قادیان سے خانہ بدر کر دیا۔ وہ خانہ بدر ہو کر ریاست مالیر کوٹلہ کے موضع بیگووال میں چلے گئے اور انگریز کی عمل داری تک وہاں جلا وطنی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ انگریز کی آمد پر مرزا غلام مرتضٰی جو اچھا منہ لگتا آدمی تھا سکھ حکمران مہاراجا رنجیت سنگھ کی منت سماجت کر کے واپس قادیان آ گیا۔

یہاں قادیان میں مغلوں کی قصبہ قادیان کے علاوہ بھی جائیداد تھی۔ مگر انگریزوں نے انہیں موضع قادیان ہی حسب ملکیت سابقہ مغلوں کو واپس کیا۔ مرزا غلام مرتضٰی کا حصہ روپے میں صرف دو آنے تھا اور قانوناً وہ اپنے اسی حصہ کا مالک تھا۔ مرزا غلام مرتضٰی کے تین بھائی اور بھی تھے۔ مثلاً مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین وغیرہ اور یہ اپنے اپنے حصہ پر قابض ہو گئے۔ لیکن سب سے بڑا حصہ ایک لڑکے کا تھا جس کا نام غوث بیگ یا غوث محمد تھا۔ اس کا باپ بیگووال کی جلا وطنی میں فوت ہو چکا تھا اور یہ ایک چھوٹا سا لڑکا بے یارومددگار رہ گیا تھا اور مزید قدرت کی حکمت تھی کہ وہ کانوں سے بہرا اور زبان سے گونگا تھا۔ سب بھائیوں میں مرزا غلام مرتضٰی چالاک اور منہ لگتا تھا۔ سرکار کے دربار میں بھی اس کی رسائی تھی۔ اس نے غلام غوث یا غوث بیگ کی جائیداد پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہ لڑکا غلام مرتضٰی کے گھر کام کرتا تھا اور روٹی کھاتا تھا۔ کہیں سے (ہندو سیٹھ) بڈھا کے ہتّھے چڑھ گیا اور وہ اسے اپنے گھر لے آیا۔ اس کی خوب آؤ بھگت کی۔ مثلاً کپڑا کھانا وغیرہ غرض کہ وہ لڑکا مرزا غلام مرتضٰی کو چھوڑ کر بڈھا کے ہاں چلا آیا۔ یہاں اس کی بڑی خدمت ہوتی تھی اور اس سے کام نہیں لیا جاتا تھا۔ اس لئے وہ یہاں آ کر خوش ہو گیا۔ مرزا غلام مرتضٰی کو بھی

بظاہر یہ بات بھا گئی کہ ایک آدمی کا بار سر سے اتر گیا۔ یہ لڑکا اگرچہ گونگا بہرا تھا لیکن ذہنی قویٰ اس کے صحیح اور درست تھے۔ اشارات سے بات سمجھانے پر سمجھ جاتا تھا۔ سیٹھ بڈھا نے اسے لکھنا سکھایا حتیٰ کہ وہ نہایت عمدہ دست خط کرنے کے قابل ہوگیا اور اشاروں اشاروں میں اسے سمجھایا گیا کہ تمہاری جائیداد پر غلام مرتضٰی غاصبانہ قابض ہے۔ اس سے زمین کا قبضہ لینا تو تمہارے لئے مشکل ہے۔ لیکن تم اس کو بیچ دو تو تمہیں بہت سارا روپیہ مل جائے گا۔ چنانچہ جب وہ لڑکا بالغ ہوا تو اس کی زمین کی فروخت کے تمام انتظامات مکمل کر لئے گئے اور غوث بیگ کو طریق بیع سکھلائے گئے تاکہ وہ تحصیلدار یا رجسٹرار کو واضح طور پر محسوس کرا سکے کہ یہ اپنی زمین بیع کر رہا ہے۔

جب غوث بیگ تیار ہوگیا تو سیٹھ بڈھا کو خریدار کی تلاش ہوئی اس زمانہ میں موضع پٹی (ضلع امرتسر) کا ایک مغل اکرم بیگ نامی گوجرانوالہ میں اکسٹرا اسسٹنٹ تھا۔ یہ پٹی کے مغل قادیانی مغلوں کے رشتہ دار تھے۔ سیٹھ بڈھا گوجرانوالہ پہنچا اور مرزا اکرم بیگ کو زمین کی خریداری کے لئے آمادہ کیا۔ پہلے تو اس نے معذرت کی کہ اتنی بڑی جائیداد کی خریداری کے لئے میرے پاس روپیہ کہاں؟ بڈھا نے کہا رقم میں ادا کروں گا اور بنتے بناتے جب چاہو ادا کر دینا۔ پھر اس نے سوال اٹھایا کہ گورداسپور میں کون آدمی جا کر قبضہ اراضی حاصل کرے گا تو بڈھا نے کہا کہ: ’’اس کا بھی میں ذمہ دار ہوں۔ تم بیع کے روپیہ کی ادائیگی اس وقت شروع کرنا جب تمہیں قبضہ مل جائے گا؟‘‘ چنانچہ مرزا اکرم بیگ خریداری پر آمادہ ہوگیا اور سیٹھ نے محکمہ مال سے ملکیتی کاغذات حاصل کر کے غوث بیگ کو ساتھ لیا اور حاکم مجاز کے پاس جا کر بیع نامہ کی تکمیل کر لی۔ غوث بیگ پڑھایا ہوا تھا۔ اس نے آسانی سے حاکم مجاز کے ذہن نشین کرا دیا کہ میں اپنی مملوکہ اراضی مرزا اکرم بیگ کو بیع کر رہا ہوں۔ چنانچہ بیع تکمیل پذیر ہوگئی۔

مرزا غلام مرتضٰی بے خبر تھا۔ اسے اس وقت خبر ہوئی جب انتقام کا خنجر اس کے کلیجے میں گھس گیا تھا۔ اب کیا بنتا تھا؟ اسی تفکر میں تھوڑا عرصہ جیا اور پھر ملک عدم کا راہی ہوگیا۔ مختار نامہ اکرم بیگ سے لے کر سیٹھ بڈھا اراضی کے قبضہ کا متمنی ہوا تو عدالت میں دخل یابی کا دعویٰ دائر کر دیا۔ مرزا غلام احمد اور مرزا غلام قادر مدعیٰ علیہ تھے۔ انہوں نے عدالت میں جواب دعویٰ دیا کہ غلام غوث یا غوث بیگ صرف کاغذات میں مالک ہے۔ یہ جب بے دخل وجلاوطن ہوا تو اس کی ملکیت عملاً ختم ہو چکی تھی اور صرف کاغذات کی زینت تھی۔ ہمارے باپ غلام مرتضٰی نے اپنی ذاتی کوششوں سے اسے حاصل کیا تھا اور درحقیقت اراضی کا مالک وہ تھا اب اس کا انتقال ہو چکا ہے اور ہم اس کی جائیداد کے جائز وارث ہیں۔ لہٰذا غوث بیگ کاغذات کو چاٹتا پھرے اس کا زمین پر کوئی حق نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مغلوں کے قادیان سے جلاوطن ہونے کے بعد دوسری اقوام مثلاً ارائیں، قریشی اور جولاہے بدستور آباد رہے اور اراضی سے مفاد اٹھاتے رہے تھے۔ اب جب کہ مغل واپس آئے تو انگریزی حکومت نے ان اقوام کی بھی اشک شوئی کی اور نمبردار انہی اقوام سے مقرر کئے تھے۔ وہ مالکوں سے مالیت وصول کرتے تھے اور وصول کر کے ہیڈ نمبردار غلام مرتضٰی کو دیتے تھے اور وہ خزانہ میں داخل کراتا تھا۔ ہیڈ نمبردار کو تمام مالیہ خزانہ میں جمع کرانا پڑتا تھا اور اگر وصولی سے کچھ رہ گیا ہوتا تو ہیڈ نمبردار کو اپنے پلے سے داخل خزانہ کرانا پڑتا تھا۔ مالیت کا پنچوترہ ماتحت نمبردار وصول کر لیتے تھے اور ہیڈ نمبردار کو عموماً اپنے پلے سے کچھ روپیہ داخل خزانہ کرانا پڑتا تھا۔ جو ایک خسارہ کا معاملہ تھا۔ مرزا غلام مرتضٰی ہیڈ نمبردار نے عدالت میں درخواست دی تھی کہ زمین کی پیداوار مالک وصول کر لیتے ہیں اور پنچوترہ ماتحت نمبردار لے لیتے ہیں اور ہر سال خسارہ مجھے پلے سے ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے مجھے بھی کچھ دلایا جائے۔ گویا غلام مرتضٰی نے تمام مالکوں کا قبضۂ اراضی اور پیداوار کی وصولی اس درخواست میں تسلیم کر لی تھی۔ مدعی سیٹھ بڈھا نے وہ درخواست یا اس کی مصدقہ نقل عدالت میں پیش کر کے مالکوں کے قبضہ کا ثبوت مہیا کر دیا۔ اس لئے عدالت نے قبضہ کی ڈگری بڈھا کے حق میں کر دی۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور مرزا غلام قادر پسران مرزا غلام مرتضٰی نے اس فیصلہ کے خلاف چیف کورٹ لاہور میں اپیل کی اور مؤقف یہ اختیار کیا کہ ہم شریعت کے پابند نہیں ہیں۔ بلکہ رواج کے پابند ہیں اور ہم مغلوں کا رواج یہ ہے کہ مخصوص ضروریات کے سوا اراضی فروخت کرنے کے مجاز نہیں ہوتے اور ان ضروریات میں سے اہم ضروریات یہ ہیں۔ لڑکے کی شادی، تعلیم، ادائیگی، قرضہ وغیرہ وغیرہ!

غوث بیگ کو ان ضروریات میں سے کوئی بھی ضرورت درپیش نہ تھی۔ لہٰذا یہ بیع اصولاً ناجائز اور خلاف قانون ہے۔ چیف کورٹ لاہور نے اپنے فیصلہ میں لکھا کہ یہ مؤقف کی تبدیلی بعد از وقت ہے اس کی میعاد گزر چکی ہے۔ لہٰذا بیع درست ہے اور مدعی قبضہ کا حقدار ہے۔ عدالت نے مزید لکھا کہ: ’’دونوں عدالتوں کا خرچہ بھی بہ ذمہ مدعی علیہ ہے۔‘‘

اس آخری فیصلہ کی اطلاع جب قادیان پہنچی اور مرزا غلام احمد کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر نے یہ فیصلہ سنا تو وہ تاب نہ لا کر زمین پر گرا اور اس کا ہارٹ فیل ہو گیا اور وہ مر گیا۔ اس کی اولاد بھی نہیں تھی۔ اس لئے یہ حصہ ہمیشہ کے لئے نسیاً منسیاً ہو کر رہ گیا۔ باقی رہا دوسرا حصہ دار یعنی مرزا غلام احمد تو اسے بھی بے حد صدمہ ہوا اور وہ اس صدمہ کو سہار گیا۔ اس کے پاس پھوٹی

کوڑی نہ تھی۔ڈگری شدہ اخراجات کہاں سے ادا کرتا؟ اس لئے وہ اندر کہیں گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گیا اوراس وقت تک سامنے نہ آیا جب تک اداء اخراجات کا معاملہ رفع دفع نہ ہو گیا۔

مرزا اکرم بیگ پٹی مغلاں متصل لاہور کا رہنے والا تھا اور پٹی کے مغلوں کے قادیانی مغلوں سے قریب کے رشتے تھے۔ غالباً کسی نے بیچ میں پڑ کر خرچہ کا معاملہ رفع دفع کرادیا۔ورنہ مرزاغلام احمد اداء اخراجات کا متحمل نہ تھا۔مرزاغلام احمد قادیانی کو یہ فائدہ ہوا کہ وہ گوشہ نشینی اور تخلیہ کے ایام میں اپنی مسیحیت ونبوت کے منصوبے بناتا رہا اور کچھ مسودات بھی تیار کر لئے تھے۔ جب تخلیہ سے باہر آیا تو وہ بھی اپنے ساتھ لایا۔یہی ایام تھے جب کہ براہین احمدیہ کی تیاری ہو چکی تھی اور بطور آزمائش یہ دانہ بھی پھینک دیا تھا کہ کتاب الہام الٰہی کے ماتحت لکھی گئی ہے۔دراصل وہ اس سے یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ایسے اعلان کو عوام کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ یہ وہ دور تھا جب کہ انگریزی استبداد نے مسلمانوں کے احساسات مضمحل کر رکھے تھے اور مسلمانوں کے چیدہ چیدہ علماء یا پھانسی پر لٹکائے جاچکے تھے یا انہیں ہمیشہ کے لئے خاموش کرادیا گیا تھا اور اسلامی تعلیمی نظام درہم برہم ہو چکا تھا اور پادری کھیپ در کھیپ ملک کے طول وعرض میں اسلامی معتقدات کو نشانہ بنا کر جارحانہ حملے کر رہے تھے اور مرزاغلام احمد قادیانی سے انگریزی حکومت کا گٹھ جوڑ ہو چکا تھا اور اسے اسلامی عقائد کے خلاف دھڑلے سے دعویٰ بازی کی کھلی چھٹی مل چکی تھی۔

قادیان کی یہ جائیداد جس کے اب وہ واحد مالک ہیں مرزامحمود نے ہمارے سامنے مرزا اکرم بیگ اکسٹرا اسسٹنٹ کے پوتے سے کوڑیوں کے بھاؤ خریدی۔ اکرم بیگ کا پوتا ایک شرابی کبابی اور نااہل آدمی تھا۔مرزامحمود نے صرف پچاس ہزار روپیہ میں مرزاغوث بیگ کا حصہ خریدا اور وہ قادیان کا واحد مالک بن گیا۔ کچھ اسے اتفاقی طور پر یہ امداد بھی ہوئی کہ اس کی برادری کے بزرگ لاولد فوت ہو گئے۔مرزانظام الدین کا بیٹا مرزاگل محمد تھا۔لیکن یہ بھی عملاً لاولد تھا۔مرزاگل یتیم رہ گیا تھا جس کی پرورش ان عیاروں نے اس انداز سے کی کہ وہ کسی کام کا نہ رہا۔میری ملاقات قادیان میں مرزاگل سے ہوئی تھی۔اس کا کوئی مذہب نہ تھا اور وہ مرزائیوں کے ہاتھوں بے بس اور مجبور تھا جب میں قادیان پہنچا تو مرزاغلام احمد قادیانی کا بڑا لڑکا سلطان احمد زندہ تھا۔مگر وہ مفلوج اور صاحب فراش تھا۔میں خود تو قادیانی گھروں میں نہ جاسکتا تھا۔لیکن میرے دوسرے دوست آیا جایا کرتے تھے۔ان کا کہنا یہ ہے کہ اس نے آخر دم تک اپنے باپ کی نبوت کا انکار کیا۔ ہمارے چوہدری امام الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی مہر دین رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ:”ہم نے مرزا سلطان احمد سے مرزائیت کے متعلق دریافت کیا تو وہ آنسو بھر لایا اور کہا کہ میں اب مردہ بدست زندہ ہوں۔میں

کیا کہہ سکتا ہوں؟'' مگر اس نے باپ کی جھوٹی نبوت کا آخر تک اقرار نہیں کیا۔

مرزا غلام قادیانی کی دو شادیاں تھیں۔ پہلی شادی اپنے رشتہ داروں میں سے ایک مغل گھرانے میں ہوئی تھی۔ اس سے مرزا سلطان احمد پیدا ہوا۔ بڑا ذہین تھا۔ تحصیلدار بھرتی ہوکر ڈپٹی کمشنر ریٹائرڈ ہوا۔ ادبی ذہن بھی رکھتا تھا اور شعر و شاعری سے بھی اس کو دلچسپی تھی۔ میں نے خود اس کی وہ خط و کتابت پڑھی ہے۔ اکبر الٰہ آبادی مرحوم سے ہوتی رہی تھی۔ ادبی مسائل یا قومی مسائل زیر بحث رہتے تھے۔ کئی کتابوں کا مؤلف بھی تھا اس کے دو لڑکے تھے اپنی کھیتی باڑی کی نگرانی کرتا تھا اور دوسرا سرکار انگریزی میں مجسٹریٹ تھا۔ لیکن جس ماحول میں انہوں نے آنکھ کھولی تھی ''ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد'' کا مصداق تھا۔ مرزا سلطان اکیلے رہ گئے تھے۔ مشہور یہی تھا کہ وہ مرزائی ہوگئے ہیں۔ مرزا سلطان احمد کا ایک پوتا آئی سی ایس کے امتحان کی تیاری کے لئے انگلستان گیا تھا۔ مگر اس کا وہیں انگلستان میں انتقال ہوگیا اور اس کی لاش انگلستان سے میرے سامنے قادیان لائی گئی تھی۔

لالہ ملاوامل

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں لالہ ملاوامل کا تذکرہ کیا ہے اور اسے اپنی صداقت کا گواہ ٹھہرایا ہے۔ جب میں قادیان پہنچا تو وہ زندہ تھا۔ میں نے اس کی ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ اس کالڑکا جو اپنی انجمن آریہ سماج کا آفس سیکرٹری تھا۔ اس نے بھی میرے پاس آنا جانا شروع کردیا تھا۔ اس نے بتایا کہ لالہ صاحب بہت بوڑھے ہیں۔ زیادہ چل پھر نہیں سکتے۔ البتہ گھر سے نکل کر آہستہ آہستہ دکان پر جاتے ہیں اور عموماً فلاں وقت دکان پر رہتے ہیں۔ دوسرے دن اس دکان پر چلا گیا۔ لالہ صاحب بیٹھے تھے۔ بڑے احترام سے پیش آئے۔ مل کر بیٹھ گئے۔ پہلے تو میں مرزا قادیانی کے ابتدائی دور کے متعلق پوچھتا رہا اور وہ بتاتے رہے۔ نہایت آہستگی سے بات کرتے تھے۔ آخر میں نے مقررہ ان واقعات کے متعلق دریافت کیا جن میں مرزا قادیانی نے ملاوامل کو گواہ بنایا تھا تو اس نے سر ہلایا اور ہاتھ کے اشارہ سے انگلی ہلا کر انکار کیا اور کہا: ''غلط ہے۔ جھوٹ ہے میں نے کوئی معجزہ، کرامت نہیں دیکھی۔ اگر میں کچھ دیکھتا تو اس کے ہاتھ پر مرزائی نہ ہوجاتا؟ لالہ ملاوامل رام بڑا معقول اور مرنجاں مرنج عمر رسیدہ ہندو تھا۔''

اکالی لیڈر سردار کھڑک سنگھ کی قادیان میں آمد

ان دنوں سکھوں میں سردار کھڑک سنگھ کا بڑا شہرہ ہورہا تھا۔ قادیان کے نواح میں

سکھوں کی آبادی بہت زیادہ تھی۔ گاؤں کے گاؤں سکھوں کے تھے۔ وہ لوگ مرزائیوں کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے مرزائیوں کے خلاف تھے۔ انہوں نے قادیان میں یک روزہ سکھ کانفرنس کرنے کا اعلان کیا اور اس کی صدارت کے لئے سردار کھڑک سنگھ کا نام تجویز کیا۔ سردار صاحب بڑی شان سے قادیان آئے۔ ان کے ساتھ گیانی شیر سنگھ بھی تھے۔ قادیان میں سکھوں نے کھڑک سنگھ کا جلوس ہاتھی پر نکالا اور یہ جلوس قادیان کی گلیوں میں پھرایا گیا۔ جب جلوس مسلمانوں کے محلّہ سے گزر رہا تھا تو ہم نے پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں اور کھڑک سنگھ زندہ باد کے نعرے لگائے۔ قادیان سے جانب مشرق فرلانگ ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلہ پر عظیم الشان پنڈال بنایا گیا تھا۔ اس کانفرنس میں تقریباً پچاس ہزار سکھوں کی حاضری تھی۔ راقم الحروف کو بھی شمولیت کی دعوت دی گئی تھی۔ میں شامل ہوا۔ دن کے گیارہ بجے مجھے تقریر کرنے کو کہا گیا۔ میں نے سٹیج پر جا کر ایک مختصر سی تقریر کی جس کا مفہوم یہ تھا کہ پنجاب میں مسلمان، سکھ کا چولی دامن والا معاملہ ہے۔ اگر سکھ یہ خیال کریں کہ وہ مسلمانوں کو ختم کر دیں گے؟ تو یہ ان کی خام خیالی ہوگی اور اسی طرح اگر مسلمان یہ سوچیں کہ ہم سکھوں کو مٹا دیں گے؟ تو یہ بھی غلط خیال ہوگا؟ یہاں مسلمانوں نے بھی رہنا ہے اور سکھوں نے بھی رہنا ہے۔ یہ ایک الگ معاملہ ہے کہ کس انداز میں رہیں۔ اگر ہم ایک دوسرے کے ساتھ احترام، محبت اور پیار سے رہیں گے تو ہمارا وقت عمدہ بسر ہوگا اور اگر ضد وعناد ظاہر کر کے ایک دوسرے سے الجھے رہیں گے تو ہمارا وقت تلخ و بے مزہ بسر ہوگا۔ البتہ یہ مرزائی جو نہ ہمارے ہیں اور نہ تمہارے؟ اور قادیان میں ان کا ''سلوک بد۔'' ہم دونوں کے ساتھ ایک جیسا ہے۔ اس کے بعد میں نے مرزائیوں کی چیرہ دستیوں کے چند واقعات بیان کر کے مشورہ دیا کہ: ''ہمیں مشترک پلیٹ فارم بنا کر ان کے مظالم سے عہدہ برآ ہونا چاہئے۔'' میری اس تقریر سے سکھ بڑے خوش ہوئے اور انہوں نے احرار زندہ باد کے پرجوش نعرے لگائے۔ میرے بعد سردار کھڑک سنگھ سٹیج پر آئے اور سارے کا سارا وقت مرزائیوں کی مخالفت میں صرف کر دیا اور اپنے قومی سکھی مسائل پر ایک لفظ تک نہ کہا اور آخر میں اعلان کیا کہ: ''میں مرزائیوں کو وارننگ دیتا ہوں کہ اگر اس کے بعد مجھے کوئی شکایت پہنچی؟ تو میں ان کے بہشتی مقبرہ کو بنیاد سے اکھیڑ کر دریائے بیاس میں بہا دوں گا۔

مرزائی پہلے تو مصلحتاً چپ رہے۔ ان کے جلسہ یا جلوس کے خلاف کوئی احتجاج یا واویلا نہ کیا۔ لیکن جلسہ خوب کر کے جب ہم اپنے گھروں کو واپس آئے تو شام سے پہلے ایک اشتہار تقسیم ہوا جو غالباً کھڑک سنگھ کی آمد کے بعد لکھا گیا تھا۔ پریس تو ان کا اپنا ہی تھا۔ اسی وقت چھپ کر تقسیم

ہوا۔ جس میں واویلا تھا کہ احراری مقرر نے سکھوں کو بھڑکا دیا ہے اور کھڑک سنگھ نے یہ کہا وہ کہا اور پھر کئی دن تک مرزائیوں کے اخبار الفضل میں واویلا ہوتا رہا۔‘‘

ماسٹر تاج الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ

موصوف لدھیانہ کے رہنے والے پارچہ باف شیخ انصاری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ جماعت میں بڑے جوڑ توڑ کے آدمی تھے۔ بقول چوہدری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ سوکھی مٹی سے محل تعمیر کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کرتب تھا۔ بہت عمدہ لکھتے تھے اور برمحل بولنے کے بڑے مشّاق تھے۔ جماعت سے اخلاص ان کی مٹی کا خمیر تھا۔ چوہدری افضل حق مرحوم فرماتے ہیں: ’’میں نے ماسٹر تاج الدین کو کام کے لحاظ سے محنتی چیونٹی اور تدبر کے لحاظ سے دشمن کو تاروں میں الجھا کر مارنے والی مکڑی پایا۔‘‘

کام کی اہمیت کے پیش نظر جماعت نے میری امداد کے لئے انہیں قادیان بھیج دیا اور وہ کوئی دو برس تک قادیان میں رہ کر میری معاونت کرتے رہے۔ انہوں نے قادیان آکر میری بھرپور امداد کی۔ مگر کبھی لیڈر یا معتبر بننے کی کوشش نہ کی۔ ہر کام میں وہ میرے اصرار کے باوجود آگے نہ آتے تھے۔ بلکہ ہر کام میں مجھے آگے کرتے تھے۔

مرزائی خاتون مس فیض کا واقعہ

یہ وہ زمانہ تھا جب ہم نے ایک بڑی حویلی جو ایک ہندو کی مملوکہ تھی حاصل کر رکھی تھی جس میں دفتر بھی تھا۔ ایک پرائمری سکول جامعہ محمدیہ کے نام سے ہم نے جاری کر رکھا تھا۔ قادیان میں رہنے والے مسلمانوں کے بچے اس میں ابتدائی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ زنانخانہ الگ تھا اور مردانہ بیٹھک الگ تھی۔ مکان اتنا وسیع تھا کہ (مشہور مرزائی ماہر تعلیم و تبلیغ) شیخ عبدالرحمٰن مصری کے ہمارے پاس آجانے کے زمانہ میں ہم نے شیخ مصری کے لڑکے مبارک احمد کے نام پر اس میں ایک چھوٹی سی ویونگ فیکٹری بھی جاری کی ہوئی تھی۔

ایک دن میں مردانہ بیٹھک میں دوپہر کے وقت لیٹا ہوا تھا۔ یہ بیٹھک دوسری منزل پر تھی اور اس تک پہنچنے کے لئے سیڑھیاں زنانخانہ سے الگ تھیں اور باہر سے آنے والا ان سیڑھیوں کے ذریعہ یعنی زنانخانہ سے درے ہم تک پہنچ سکتا تھا۔ ہوا یہ کہ سیڑھیوں سے چڑھتے آدمی کے پاؤں کی کھسکھساہٹ میرے کانوں تک پہنچی تو میں نے سوچا کہ یہ کون ہے جو اس وقت میری جانب

آ رہا ہے۔ کیونکہ یہ دفتر کا وقت نہ تھا۔ میں اسی تصور میں تھا کہ ایک خاتون سیاہ برقع کندھوں پر ڈالے نمودار ہوئی۔ اس عورت کی اٹھتی جوانی تو نہ تھی بلکہ وہ تکمیل مرحلہ سے ذرہ متجاوز ہورہی تھی۔ مگر نقش ونگار کی شوخی میں کسی کمی کے ابھی کوئی آثار نہ تھے۔ قدرت نے سے اپنی صنّاعی کے عمدہ سانچے میں ڈھال رکھا تھا۔ میانہ قد، گلابی خدوخال، جاذبیت کی بے پناہ قوت اپنے اندر سموئی ہوئی تھی۔ میں حیران ہوا یہ کیا ماجرا ہے؟ کوئی آزمائش ہے؟ یا فریب قادیانیت؟ میں چارپائی پر لیٹا تھا اور پاس ہی کرسی پڑی تھی۔ گو میں حیرت زدہ تھا۔ لیکن ہوش وحواس قائم تھے۔ میں نے اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ بیٹھ گئی اور چپ تھی۔ میں نے کہا: ’’بی بی تم کون ہو؟ اور بے وقت یہاں کیسے آئی ہو؟‘‘ وہ ذرا تھم تھما کر گویا ہوئی۔ چہرہ پر گھبراہٹ اور پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ انداز پتہ دے رہے تھے کہ وہ کسی اہم کام کے سلسلہ میں یہاں آئی ہے۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا: ’’میں ایک احمدی مصیبت زدہ عورت ہوں اور امداد کے لئے بڑی توقعات لے کر آئی ہوں۔ میرا نام مس فیض ہے۔ قادیان کا بچہ بچہ مجھے جانتا ہے۔ میں نے کہا میں تو احمدیوں کا دشمن ہوں۔ ایک احمدی کو مجھ سے کیا توقع ہوسکتی ہے؟ اس نے جواباً کہا۔ مجھے علم ہے آپ احمدیوں کے دشمن ہیں۔ مگر مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ آپ باوجود احمدیوں کے دشمن ہونے کے رحم دل بھی ہیں۔ آپ کے دل میں خدا کا خوف بھی ہے۔ آپ کے یہ اوصاف مجھے یہاں لے آئے ہیں اور متوقع ہوں کہ مجھ سے ضرور آپ ہمدردی فرمائیں گے۔‘‘ میں نے کہا اچھا بی بی! بتاؤ کیا تکلیف ہے؟ جہاں تک میرا بس چلا تو ضرور تمہاری ہمدردی ہوگی۔ اس نے کہا میرا چھوٹا بھائی جو ناز ونعم کا پلا ہوا ہے اور ابھی پندرہ سولہ سال کے پیٹے میں ہے خلیفہ صاحب کے حکم سے کسی بناوٹی فوجداری کیس میں جیل بھیج دیا گیا ہے اور کل سے بٹالہ میں جیل کی کال کوٹھڑی میں بند ہے۔ میں حیران پریشان ہوں کہ اس پر کیا گزر رہی ہوگی؟ اس امداد کی غرض سے آئی ہوں۔ میں نے کہا اب تم چلی جاؤ۔ کل بٹالہ کچہری میں ہمارے آدمی موجود ہوں گے۔ جو ضمانت دے کر اسے جیل سے باہر نکال لائیں گے۔ اس کے چلے جانے کے بعد میں نے اپنے آدمیوں کو بلایا اور مس فیض کا اتا پتا لیا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ قادیان کی خوبصورت ترین عورت خیال کی جاتی ہے اور زندگی بھر خلیفہ محمود کی منظور نظر رہی ہے۔ شاید اس کی خلیفہ سے کسی معاملہ میں ان بن ہوگئی ہے اور خلیفہ نے اس کے بھائی کو کسی جھوٹے الزام میں جیل بھجوادیا ہے اور اس وقت واقعی بڑی دکھیّا ہے۔ آپ مناسب خیال کریں اور اس کی امداد میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ میں نے دو آدمی ضمانت کے لئے تیار کر کے بٹالہ کچہری میں مولوی غلام حیدر وکیل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیج دیئے اور وہ لڑکے کو جیل سے ضمانت پر رہا کروا کر لے آئے۔

میرا اپنا مقدمہ

لائل پور میں ایک بزرگ حکیم نورالدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کے صاحبزادہ میر عبدالقیوم ایڈووکیٹ رحمۃ اللہ علیہ پیروی مقدمہ کے لئے تمام تاریخوں پر کچہری میں حاضر رہے۔ میر عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ بڑے پایہ کے قانون دان تھے۔ قومی کاموں میں بڑا حصہ لیتے اور نادار لوگوں کے مقدمات کی مفت پیروی کردیتے تھے۔ ہمارے ساتھ ان کا بڑا رابطہ تھا۔ اب دونوں باپ بیٹا راہی ملک عدم ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بخشے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ میرا مقدمہ چھ ماہ تک رہا۔ تین سال قید بامشقت کی سزا ہوئی۔ مجسٹریٹ نے بی کلاس کی سفارش کی۔ مگر مرزائیوں کی کوشش سے بی کلاس منسوخ ہوگئی اور باقی قید سی کلاس میں پوری کی گئی۔ میاں قمرالدین مرحوم رئیس اچھرہ نے ایک ہندو وکیل ساہنی کے ذریعہ اپیل کی۔ بقیہ قید تو معاف ہوگئی مگر ڈیڑھ سال مجھے جیل میں رہنا پڑا۔ میری عدم موجودگی میں میری بیوی قادیان میں نہایت ہمت واستقلال کے ساتھ قیام پذیر رہی۔ لوگ اچھے تھے اسے ضروریات زندگی مہیا کرتے تھے اور وہ صبر وشکر سے اللہ کا نام لے کر قادیان میں ٹھہری رہی۔ ایک دفعہ جیل میں مجھے اپنڈیٹس ہوگیا تھا تو میری بیوی قادیان سے اپنے بچے سمیت مجھے دیکھنے آئی۔ تھوڑی دیر بچہ میری گود میں کھیلتا رہا اور پھر وہ قادیان واپس چلی گئی۔ وہ حکیم نورالدین مرحوم کے ہاں ٹھہری تھی۔ اپیل پر رہائی کے بعد میں پھر قادیان آ گیا۔ بٹالہ کے احباب نے بڑا استقبالی جلوس نکالا تھا۔ جب قادیان پہنچا تو ریلوے اسٹیشن پر پیشوائی کے لئے ساری جماعت موجود تھی۔ ڈیڑھ سال کے بعد واپس قادیان آیا اور اللہ کا نام لے کر دوبارہ کام شروع کردیا۔

میں نے قادیان کے قیام کے دوران شادی کی تھی۔ تین بچے پیدا ہوئے۔ دو لڑکے اور ایک لڑکی۔ ان سب کی پیدائش قادیان میں ہوئی۔ بڑے لڑکے کا نام کرامت اللہ ہے۔ یہ نام سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تجویز کیا تھا۔ دوسرا لڑکا ڈاکٹر علامہ اقبال کی وفات کے دن پیدا ہوا تھا۔ اس نسبت سے میں نے اس کا نام فرخ اقبال رکھا۔ اس نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم.اے کیا ہے اور ہائی سکول چکڑالہ میں سینئر انگلش ٹیچر ہے۔ اس سے بڑا لڑکا کرامت اللہ سکندر آباد فیکٹری میں الیکٹریشن ہے۔ لڑکی شادی شدہ تین بچوں کی ماں ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک!

(۱۴۶۵)

عنایت الٰہی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات:۳؍دسمبر ۱۹۲۸ء)

مولانا عنایت الٰہی رحمۃ اللہ علیہ سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ ابتداء تا دورۂ حدیث مظاہر العلوم سے ہی استفادہ کیا۔ فراغت کے بعد ۱۲۸۹ھ میں معین مدرس مقرر ہوئے اور اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ بہت جلد اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔ ۱۲۹۸ھ میں استاذ حدیث مقرر ہوئے اور ۱۳۲۳ھ سے تادم حیات مدرسہ کا اہتمام آپ کے سپرد رہا۔ ۲۰؍جمادی الاخریٰ ۱۳۴۷ھ کو واصل بحق ہوکر حاجی شاہ قبرستان سہارنپور میں سپرد خاک ہوئے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے متعلق ایک فتویٰ پر تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۰۸)

(۱۴۶۶)

عیسیٰ سندھی رحمۃ اللہ علیہ، قاری محمد

(وفات: دسمبر ۱۹۶۳ء)

سندھ کے حق گو، نڈر، بے باک عالم وخطیب وواعظ قاری محمد عیسیٰ نامور مذہبی ودینی شخصیت تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا مرقع بنایا تھا۔ عقیدۂ توحید، عقیدۂ ختم نبوت، عظمت اہل بیت رضی اللہ عنہم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اصلاح معاشرہ ان کے پسندیدہ موضوعات تھے۔ ان کے ساتھ بہت خیر وابستہ تھی۔ حق تعالیٰ کی کروڑوں ان پر رحمتیں ہوں۔

(۱۴۶۷)

عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ (لکھنو فرنگی محلی)، مولانا

(پیدائش:۱۲۷۴ھ ...... وفات:۱۳۳۱ھ)

مولانا عین القضاۃ، مولانا محمد وزیر بن محمد جعفر حسینی نقشبندی حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے

صاحبزادہ تھے۔ اپنے والد گرامی اور مولانا عبدالحئی لکھنوی بن عبدالحلیم لکھنوی ؒ سے تعلیم حاصل کی۔ آپ نامور عالم دین تھے۔ آپ نے شرح ہدایت الحکمت پر طویل حاشیہ لکھا۔ آپ نے سورت کے مولانا موسیٰ جی ترکیسری ؒ سے نقشبندیہ میں بیعت کی۔ پھر لکھنو تشریف لائے۔ حرمین شریفین میں دوسال قیام کیا۔ واپسی پر مدرسہ فرقانیہ لکھنو کی بنیاد رکھی۔

مولانا عین القضاۃ نے ملعون قادیان کو بھی اپنے دور میں آڑے ہاتھوں لیا۔ مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا۔ مرزا کو ایسی پٹخیاں دیں جس سے وہ نیم جان ہوگیا۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے دعوت قوم کتاب مشمولہ انجام آتھم کے ص۷۰، نمبر۲۷ پر مولانا عین القضاۃ کو اپنے مخالفین، علماء ومشائخ میں شمار کر کے مباہلہ کے لئے چیلنج دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملعون قادیان کے پاؤں کے نیچے جن حضرات نے آگ جلائی تھی ان میں آپ بھی شامل تھے۔

(غ)

(۱۴۶۸)

غریب شاہ ؒ، جناب سید

ایک گمنام خط قادیان کے مسلمانوں کی مدد کے لئے مجلس احرار کے دفتر لاہور آیا۔ یہاں سے دوگمنام کارکن غریب شاہ ؒ اور حبیب الرحمٰن وہاں کے حالات کی رپورٹ لینے کے لئے قادیان گئے۔ یہ ۶؍اکتوبر ۱۹۳۳ء کی بات ہے۔ ان اجنبیوں کو قادیانیوں نے بے دریغ مارا۔ خاص کر غریب شاہ ؒ کی حالت غیر ہوگئی۔ جیسے کیسے وہ لاہور آئے۔ علاج ہوا۔ صحت بحال ہوئی۔ رپورٹ انہوں نے مرتب کی جو احرار رہنماؤں نے کئی ماہ کے غوروخوض کے بعد قادیان میں کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ (کاروان احرار ج۱ ص۳۷۷)

''اس کے بعد ۲۳؍مارچ ۱۹۳۴ء کو مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ؒ پہلی بار قادیان تشریف لے گئے۔ خطاب کیا۔ احرار کا یونٹ قادیان میں قائم کیا۔ بٹالہ گورداسپور پٹھان کوٹ کے رفقاء بھی پہنچے۔'' (کاروان احرار ج۱ ص۴۲۵)

(ایک خبطی، احمق، فسادی اور بدزبان جس کا نام یوسف مظفرگڑھی ہے اس نے ایک جگہ بیان کیا کہ پہلے قادیان میں گیا تھا یہ صریح کذب بیانی ہے جو اس کے دل کے کالک کو ظاہر کر رہی ہے)

(۱۴۶۹)

غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی

(وفات:۵ر دسمبر ۱۹۶۰ء)

مولانا غلام احمد، حکیم چراغ دین کے فرزند تھے۔ ڈسکہ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ پرائمری تک کی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ دینی تعلیم مدرسہ انوارالعلوم شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ سے اور دورۂ حدیث ڈھابیل میں علامہ انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ ۱۳۵۱ھ میں سیالکوٹ کے علاقہ سرمانہ سندھواں میں عربی مدرسہ کی داغ بیل ڈالی۔ مدرسہ کی تعلیم جامع مسجد میں ہی بیٹھ کر دی۔ سینکڑوں طلبہ آپ کے فیضان سے فیض یاب ہوئے۔ علم فقہ میں آپ کو ایک مقام حاصل تھا۔ فتویٰ نویسی میں آپ لاثانی تھے۔ آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا تھا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۵۶)

(۱۴۷۰)

غلام العلی قصوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش:۱۸۲۶ء ...... وفات:۱۷ر اپریل ۱۸۸۹ء)

مولانا غلام العلی قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ قصور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام حافظ محمد داؤد تھا۔ کئی پشتوں سے خاندان میں پیری مریدی کا سلسلہ چلا آرہا تھا۔ مگر آپ کو پیری مریدی میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ابتدائی تعلیم قصور اور قرآن وحدیث اور دیگر علوم کی تحصیل لاہور سے کی۔ مرزا قادیانی نے براہین کی پہلی جلد شائع کی تو اس کا ایک نسخہ مولانا عبدالعلی قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بغرض تقریظ بھیجا۔ مولانا نے اوّل تا آخر کتاب کو پڑھنے کے بعد خطبہ جمعہ میں اعلان فرمایا: ’’عنقریب یہ شخص دعوائے مسیحیت کرے گا اور مخلوق الٰہی کے لئے فتنہ عظیم سے کم نہ ہوگا۔ پس اے لوگو! اس سے بچنا اور اس کے دامن تزویر میں نہ پھنسنا۔‘‘

(۱۴۷۱)

غلام اللہ قصوری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت:۱۸۵۰ء ...... وفات:۱۹۲۲ء)

مولانا غلام اللہ قصوری ثم امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے زیادہ تر تعلیم اپنے چچا مولانا غلام العلی سے حاصل کی۔ مولانا غلام اللہ اپنے چچا اور استاذ مولانا غلام العلی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر والدہ کے پاس امرتسر سے قصور آ گئے۔ یہاں ایک سکول میں ٹیچر لگ گئے۔ کچھ عرصہ بعد سکول کی ملازمت ترک کر کے لاہور آ کر دوبارہ دینی تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ مولانا خلیفہ حمیدالدین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا فیض الحسن سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اساتذہ سے کسب علم کیا۔

۱۸۸۴ء میں خلیفہ حمیدالدین رحمۃ اللہ علیہ نے انجمن حمایت اسلام لاہور کی بنیاد ڈالی تو دیگر حضرات کے ساتھ مولانا غلام اللہ قصوری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک عمل تھے۔ انجمن اسلامیہ امرتسر نے اسلامیہ ہائی سکول قائم کیا تو آپ کو لاہور سے امرتسر بلا کر سکول کی صدر مدرسی سپرد کر دی گئی۔ فیروز پور بھی پڑھاتے رہے۔ چیفس کالج لاہور میں بھی پڑھایا۔ ۱۹۰۴ء میں گورنمنٹ ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ قصور میں وفات پائی۔ قادیانیت کے کفریہ عقائد پر ’’فتویٰ علمائے پنجاب و ہندوستان‘‘ میں آپ نے یہ عبارت لکھ کر دستخط کئے کہ: ’’معتقدات مرزا قادیانی خلاف طریقہ اہل اسلام ہیں۔‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۱۷۲)

(۱۴۷۲)

غلام جان قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، مفتی محمد

(پیدائش:۱۸۹۸ء ...... وفات: یکم/اگست ۱۹۵۹ء)

آپ اوگرہ تحصیل مانسہرہ کے مقام میں احمد جی بن محمد عالم کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی۔ اٹک اور گجرات سے فقہ و منطق کی کچھ کتابیں پڑھنے کے بعد حصول علم کے لئے طویل سفر کئے۔ دہلی، آگرہ اور سہارنپور میں زیر تعلیم رہنے کے بعد مدرسہ عالیہ رامپور سے ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۷-۱۹۱۶ء میں تکمیل کی سند حاصل کی۔ مولانا احمد رضا خان بریلی رحمۃ اللہ علیہ نے

دستار بندی کی اور احمد رضا خان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بریلی کی جامع مسجد بی بی جی محلّہ جسول میں خطبہ جمعہ دیتے رہے۔ بعدازاں خواجہ محمود تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر مدرسہ سلیمانیہ تونسہ تدریس کے لئے آئے۔ بعد میں مدرسہ نعمانیہ لاہور کے منظّم صدر مدرس اور مفتی بنے۔ لاہور وفات پائی۔ جنازہ ابوالبرکات سید احمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ میانی قبرستان میں غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفنائے گئے۔ انہوں نے ردقادیانیت پر ایک رسالہ ''سیف رحمانی علی رأس القادیانی'' لکھا جو کہ غیر مطبوعہ ہے۔

(۱۴۷۳)

غلام جلال الدین جلال گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، پیر سید

(پیدائش: ۲۹؍اگست ۱۹۵۵ء ...... وفات: مارچ ۲۰۱۷ء)

سلسلہ نسب پیر سید جلال الدین جلال گیلانی بن پیر سید معین الدین گیلانی عرف لالہ جی بن پیر سید غلام محی الدین گیلانی المعروف بابو جی بن اعلیٰ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ یوں یہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتا لگتے ہیں۔ آپ عالم وفاضل اور درویش منش تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنے اباؤاجداد کی روایات کے علمبردار تھے۔ عمر بھر قادیانیت کے خلاف سینہ سپر رہے۔ حق تعالیٰ ان کی تربت کو بقعۂ نور فرمائیں۔

(۱۴۷۴)

غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالدرجات

آپ کا تعلق تحصیل کھاریاں کے علمی گھرانے سے تھا۔ آپ کے والد گرامی مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ رئیس کھوڑی جید عالم دین اور قادرالکلام شاعر وتاریخ گو تھے۔ یہی تمام خوبیاں آپ میں بھی بدرجۂ اتم پائی جاتی تھیں۔ سراج الاخبار جہلم میں اکثر آپ کا اردو وفارسی کلام شائع ہوتا رہا ہے۔ آپ ریاست راجپوتانہ کے وزیر مالیات کے عہدہ پر فائز رہے۔ آپ کے برادر گرامی مولانا عبدالمالک رحمۃ اللہ علیہ ریاست بہاولپور میں وزیر مالیات تھے۔ آپ کی سن ولادت ووصال معلوم نہیں ہوسکی۔ آپ نے سراج الاخبار میں ردقادیانیت پر بھی لکھا۔

(۱۴۷۵)

غلام حبیب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (چکوال)، مولانا پیر

(ولادت:۱۹۰۴ء ...... وفات:۲۱ر ستمبر ۱۹۸۹ء)

مولانا پیر حافظ غلام حبیب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ عالمی شہرت یافتہ پیر طریقت چکوال جامعہ دارالعلوم حنفیہ کے بانی ہزاروں علماء مشائخ کے مرشد عالم۔ آپ علاقہ سون سکیسر کے باسی تھے۔ ۱۹۵۱ء میں چکوال تشریف لائے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور قائدانہ کردار ادا کیا۔ قید و بند کے مراحل سے بھی گزرے۔ ہر قومی تحریک میں پیش پیش رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں نمایاں خدمات کے حامل تھے۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں نہ صرف تشریف لاتے بلکہ خطبہ جمعہ بھی ارشاد فرماتے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو بھرپور وجاہت شخصی و دینی نصیب فرمائی تھی۔

(۱۴۷۶)

غلام حسین رحمۃ اللہ علیہ (جھنگ)، مولانا مفتی

(۱۰ر رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ)

آپ نامور عالم دین اور مفتی تھے۔ قد درمیانہ لیکن علم کی وسعتیں پہاڑوں کی چوٹیوں کو شرماتی تھیں۔ خوب قادر الکلام خطیب تھے۔ ہر دینی تحریک میں پیش پیش رہے۔ تحفظ ختم نبوت و تحفظ ناموس اہل بیت رضی اللہ عنہم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حدی خواں تھے۔ وہ ان حضرات میں سے تھے جن پر خود علم ناز کرتا ہے۔

(۱۴۷۷)

غلام حسین شاہ ٹھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت غلام حسین شاہ کو بھی انجام آتھم ص ۷۲، نمبر ۹۹ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۴۷۸)

غلام حسین رحمۃ اللہ علیہ (لیہ)، مولانا

(وفات: ۲۲ر جون ۱۹۸۸ء)

مدرسہ قاسم العلوم لیہ کے بانی، دارالعلوم دیوبند کے فاضل عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دل وجان سے عزیز سمجھنے والے مولانا غلام حسین رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی متواضع ومنکسر المزاج عالم دین تھے۔ سادگی میں اسلاف کا نمونہ تھے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

(۱۴۷۹)

غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ ایڈووکیٹ (بٹالہ)، مولوی

مولوی غلام حیدر بٹالہ کا رہنے والا اور صاحب جائیداد تھا۔ بٹالہ کی کچہری میں پریکٹس کرتا تھا۔ احرار سے بڑی محبت کرتا تھا اور ہمارے مقدمات بلا اجرت یا بالکل معمولی فیس پر پیروی کرتا تھا۔ بڑا نیک دل بزرگ تھا۔ تقسیم ملک کے بعد خدا معلوم اس پر کیا گزری؟ زندہ ہے تو خدا اس کو خوش رکھے۔ اگر فوت ہو چکا ہے تو خدا اسے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین!

ہاں تو عرض کر رہا تھا کہ مس فیض کا بھائی جیل سے رہا ہو کر پہنچ گیا۔ مس فیض صاحبہ دوسرے دن اپنے صغیر بھائی کو ساتھ لے کر شکریہ کے لئے میرے دفتر آئی۔ ممنون احسان تھی۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ وہ خلیفہ کی بڑی رازدار ہے۔ میں نے اشارہ سے پوچھا تو اس نے ہاں میں جواب دیا اور کہا کہ: ''اگر تم دلچسپی رکھتے ہو تو میں سنائے دیتی ہوں اور اپنے بتائے ہوئے واقعات پر قائم رہ کر ان کا ثبوت بھی مہیا کر سکتی ہوں۔'' یاد رہے کہ پہلے دن تو میں نے اسے دیکھا تھا بلکہ اس کے خدوخال کا مطالعہ بھی کیا تھا اور خیال تھا کہ اب اس کا میرے پاس آنا جانا تھا۔ کیونکہ اس کے بھائی کی ضمانت دے کر ہم نے اسے چھڑا لیا تھا۔ لیکن مقدمہ تو ابھی باقی تھا اور اگر ہماری امداد نہ ہوتی تو وہ قید ہو جاتا۔ چونکہ مس فیض قادیان کی نامور عورت تھی اور پہلے دن سے مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ مقدمہ کے سلسلہ میں اس کا میرے ہاں آنا جانا ہوگا اور یہ مظنہ اتہام ہو سکتا ہے۔ اس

لئے میں نے شرطیہ قسم کھائی تھی کہ آج کے بعد اس کا چہرہ تک نہیں دیکھوں گا۔ چنانچہ اس کا میرے پاس بارہا آنا جانا رہا۔ مگر آج تک میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اوّل یوم کے بعد میں نے اس کا چہرہ دوبارہ نہیں دیکھا۔ اپنی جگہ تو شاید لوگ میرے خلاف کیا کہتے ہوں گے؟ مگر میرے سامنے مولوی محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ نے جو ہمارے دفتر کے ممبر تھے ایک دن جب کہ مس فیض مجھے مل کر واپس چلی گئی تو انہوں نے کہا کہ تم میں اور مرزا محمود میں کیا فرق ہے؟ اس کے متعلق بھی تو یہی شہرت ہو رہی ہے کہ غیر محرم عورتیں اس کے تخلیہ میں آجاتی ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ عورت بھی وقت بے وقت تمہارے پاس آتی جاتی ہے؟ میں نے جواباً کہا: ''مہا تما جی! بڑا فرق ہے وہ یہ کہ اس عورت کا ایک ضرورت کے تحت میرے ہاں ضرور آنا جانا ہے۔ مگر میں قسم اور طلاق سے کہہ سکتا ہوں کہ پہلے دن کے سواء میں نے اس کا چہرہ تک نہیں دیکھا؟''

بہر حال لڑکے کا مقدمہ ہوا۔ ہم نے پیروی کی اور وہ بری ہو گیا۔ اس کے بعد وہ عورت دفتر احرار میں نہیں دیکھی گئی شاید مرزا محمود کے ساتھ اس کی صلح ہو گئی ہوگی۔ واللہ اعلم!

ہاں تو دوران مقدمہ میں نے اس سے مرزا محمود کے متعلق حالات دریافت کئے تو اس نے مرزا محمود کے گھناؤنے کردار کے بڑے بڑے واقعات سنائے۔ میں اسے اپنے قانونی مشیر مولوی غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گیا اور ان سے خواہش کی کہ آپ وقت نکال کر اس کے واقعات سن لیں۔ شاید کوئی معاملہ عدالت کے قابل ہو تو ہم مرزا محمود کو عدالت کے کٹہرے میں لا کھڑا کریں گے۔

میرے لئے مشکل یہ تھی کہ میں نے اس کا چہرہ نہ دیکھنے کی قسم کھا رکھی تھی اور وہ ہمارے ساتھ گھل مل کر بیٹھنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے مولوی غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کیا اور خود کہیں الگ جا کر بیٹھ گیا۔ وہ بڑا وقت مولوی غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ کو مرزا محمود قادیانی کی رام کہانی سناتی رہی اور میں سن رہا تھا کہ وہ کسی معاملہ میں زور سے ہنس دیتے تھے۔ جب رام کہانی ختم ہوئی تو میں نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ کچھ عدالتی مواد ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ''مواد تو بڑا ہے مگر صرف مس فیض کی زبانی ثبوت نہیں بن سکتا۔ ان حالات میں انہیں چھیڑنا غلاظت میں لکڑی مارنا ہے۔ عدالتی کارروائی سے حاصل وصول تو کچھ نہ ہوگا اور مفت میں پریشان ہونا پڑے گا۔'' چنانچہ غور کرنے کے بعد ہم نے وہ خیال ترک کر دیا اور پریس میں بھی اس کا لانا جب کہ عدالتی ثبوت نہ ہو اس زمانہ میں ناممکنات سے تھا۔'' (مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۴۸۰)

غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ، حاجی شیخ

(وفات: ۲۸؍مئی ۲۰۱۶ء)

حاجی شیخ غلام حیدر مرحوم اپنے والد بزرگوار حاجی شیخ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ۱۹۸۶ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ژوب کے امیر مقرر ہوئے۔ انتہائی مخلص اور تمام ساتھیوں کو ساتھ لے کر اور ان کے مشورے سے ہر کام کرنے والے انسان تھے۔ جب تک صحت مند رہے اپنی گاڑی میں ژوب ختم نبوت جماعت کے ساتھیوں کو لے کر قافلہ کی صورت میں چناب نگر کانفرنس میں شریک ہوتے تھے۔ جب ان کی صحت سفر کی متحمل نہیں تھی تو چناب نگر کانفرنس میں غیر حاضری کا ملال رہتا تھا اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے مبلغ مولانا محمد یونس کا جب دورۂ ژوب ہوتا تو حاجی شیخ غلام حیدر چناب نگر کانفرنس کے متعلق رپورٹ طلب کرتے اور جب ان کو چناب نگر کانفرنس کی کارگزاری سنائی جاتی تو بہت خوش ہوتے تھے۔ صوبہ بلوچستان کے علاقہ ژوب میں مجلس کا ملکیتی دفتر اور مدرسہ ہے۔ اس کی خریداری میں حاجی شیخ غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مخلص رفقاء کرام حاجی محمد اکبر، عبدالعزیز اور حافظ شمس العارفین نے اہم کردار ادا کیا۔ حاجی شیخ غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ تادم زیست عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ژوب کے امیر رہے۔ (مولانا محمد یونس، کوئٹہ)

(۱۴۸۱)

غلام دین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۱۲؍اکتوبر ۱۹۷۲ء)

آپ چکوڑی ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ کنجاہ میں سکول کی تعلیم ساتویں جماعت تک حاصل کی۔ یہاں ہی فارسی بھی پڑھی۔ مولانا مہرالدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید دیدار علی الوری رحمۃ اللہ علیہ سے مروجہ علوم پڑھے اور حزب الاحناف سے فراغت حاصل کی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور حصہ لیا اور سنت یوسفی ادا کی۔

(۱۴۸۲)

غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ (رحیم یارخان)، مولانا

(ولادت:۱۹۰۶ء ...... وفات:۳۰؍اکتوبر۱۹۹۱ء)

مولانا غلام ربانی بہبودی ؟ مچھ ضلع اٹک کے رہنے والے تھے۔ آپ رحیم یارخان تشریف لائے۔ مکی مسجد اور اس کے ساتھ مدرسہ قائم کیا۔ آپ نامور عالم دین اور مجاہد ونڈر رہنما تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی نائب امیر تک کے عہدوں پر فائز رہے۔ آپ نے رحیم یارخان میں بڑی جرأت کے ساتھ علماء کے وقار کو قائم رکھا۔ آپ مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ مرکزی امیر جمعیۃ علماء اسلام کے دست وباز وشمار ہوتے تھے۔

آپ جب تک زندہ رہے اس علاقہ میں قادیانیت کو ٹکنے نہیں دیا۔ آپ کے وجود سے قادیانیت اس طرح کانپتی تھی جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سایہ سے شیطان بھاگتا تھا۔ بہت ہی عظمتوں کے مالک تھے۔

(۱۴۸۳)

غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ (مانسہرہ)، حضرت مولانا

(پیدائش:۱۹۲۴ء ...... وفات:۲۶؍فروری۲۰۱۴ء)

آپ کوٹلی بالا مانسہرہ میں مولانا عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور داخلہ لیا۔ ۱۳۶۵ھ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ مدرسہ مہد القرآن مانسہرہ، مدرسہ انوار العلوم راولپنڈی، مدرسہ ربانیہ ریلوے اسٹیشن ہری پور، مدرسہ تدریس القرآن شیرانوالہ گیٹ ہری پور میں تدریس فرمائی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن حکیم قاری محمد یونس مرحوم ۱۹۷۴ء میں آپ کو جامع مسجد زکریا سرائے صالح لے آئے تھے۔ یہاں مدرسہ تحفظ ختم نبوت قائم کیا گیا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی اور دعاؤں سے اس مدرسہ کا آغاز

ہوا۔ آپ آخر تک اس مدرسہ کے شیخ الحدیث رہے۔ ساتھ ہی جامع مسجد زکریا کی خطابت بھی جاری رہی۔ پیر طریقت مجاہد فی سبیل اللہ مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی، مولانا قاری فیاض الرحمٰن علوی (پشاور)، مولانا شیخ حبیب اللہ، مولانا قاری شیر افضل (کراچی)، مولانا سید جماعت علی شاہ، مولانا قاری سید نعمت شاہ (راولپنڈی) آپ کے نامور شاگرد ہیں۔

جامع مسجد زکریا ہمیشہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکز رہی اور ہے۔ تحفظ ختم نبوت کے حوالہ سے اہم اجلاس وہیں منعقد ہوتے تھے اور اب بھی ہوتے ہیں۔ علاقائی ختم نبوت کانفرنس اور ردقادیانیت کورسز کے حوالہ سے بھی جامع مسجد زکریا کی اپنی انفرادیت ہے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ بارہا وہاں تشریف لے گئے۔ نمونہ اسلاف حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ نے بھی ایک دفعہ وہاں بیان فرمایا۔ مولانا عبدالرؤف الازہری مرحوم، مولانا احسان احمد دانش، مولانا محمد علی صدیقی مرحوم، مفتی محمود الحسن وغیرہ کے وہاں بیانات ہوتے رہے۔

(اورنگزیب اعوان)

(۱۴۸۴)

غلام رسول امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

امرتسر مسجد میاں جان محمد کے خطیب وامام حضرت مولانا غلام رسول نے مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ صورت مسئولہ پر مرزا قادیانی کے خلاف ایک جملہ کا فتویٰ دیا جو خیر الکلام ماقل ودل کا مصداق ہے۔ ’’عقائد مرزا باطلة واقواله عاطلة‘‘ (مرزا قادیانی کے عقائد باطل اور اقوال بے کار ہیں)

احقر العباد: غلام رسول

امام مسجد میاں محمد جان مرحوم امرتسر

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۱۷۲)

(۱۴۸۵)

غلام رسول بغوی رحمۃ اللہ علیہ (مدرس دیوبند)، مولانا

(ولادت: ۱۸۵۴ء ...... وفات: ۱۹۱۹ء)

مولانا غلام رسول، قاضی عبدالرزاق کے ہاں پیدا ہوئے جو کہ اوگی ہزارہ کے قاضی

تھے۔ مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند داخلہ لیا اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے سند فراغت حاصل کی۔ فضلائے دیوبند ہزارہ میں چھٹے نمبر پر آپ کا نام آتا ہے۔ فراغت کے بعد دارالعلوم میں ہی مدرس عربی آپ کا تقرر ہوا۔ آپ تادم زیست دارالعلوم دیوبند کے ہی رہے اور وہیں وصال پایا اور اپنے اکابرین کے پہلو میں ہی محو استراحت ہیں۔ زہے نصیب!

تصوف میں بھی حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے خاص تربیت حاصل ہوئی۔ حضرت شیخ الہندی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر آپ نے ۲۹/اشعار پر مشتمل ایک مرثیہ لکھا۔ مرزا قادیانی کی تکفیر پر آپ نے ''فتویٰ تکفیر قادیان'' میں مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی کے جواب پر تائیدی دستخط کئے۔　(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۶۵)

(۱۴۸۶)

غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ (خانپور ضلع شکارپور)، جناب صوفی

(وفات: ۱۰/جولائی ۲۰۱۵ء)

صوفی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش انتہائی غریب گھرانے میں ہوئی۔ آپ نے ناظرہ قرآن پاک اور ابتدائی فارسی کی تعلیم حضرت سائیں خلیفہ احمد دین رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ بعدازاں اپنے نامساعدہ حالات اور غربت کے باعث تعلیم کی تکمیل نہ کر سکے مگر حضرت خلیفہ احمد دین رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اور ان کی نظر شفقت نے آپ کو شریعت محمدیہ کا پابند بنا دیا۔ حضرت خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ ان کے جانشین سائیں محمد عالم پھوڑ کے دست بیعت ہوئے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر علماء ربانین کی قیادت میں بھرپور مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ صوفی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اولاد کو بھی علوم نبویہ کا وارث بنایا۔ سات بیٹوں میں سے چار بیٹے حافظ و عالم بن چکے ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ سائیں محمد عبداللہ پھوڑ نے پڑھائی۔　(مولوی عبیداللہ مینگل)

(۱۴۸۷)

غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ (ساہیوال)، علامہ مولانا

(وفات: اپریل ۱۹۸۸ء)

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن، جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے

استاذ الحدیث، جامعۃ لعلوم الشرعیہ کے مہتمم وشیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ جید عالم دین، نامور مدرس تھے۔ عرصہ تک مجلس تحفظ ختم نبوت ساہیوال کے امیر بھی رہے۔ خوب مرنجاں مرنج انسان تھے۔

(۱۴۸۸)

غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ (سمندری والے)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۳۸ء ...... وفات: ۳۱/جولائی ۱۹۹۷ء)

تقسیم کے بعد دہلی سے ان کا خاندان دجکوٹ فیصل آباد آ گیا۔ جامعہ رضویہ فیصل آباد میں تعلیم حاصل کی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار ہوئے۔ سکھر کی جیل میں رہے۔ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ سے بیعت کا تعلق تھا۔ سمندری میں مدرسہ رضویہ قائم کیا۔ پھر فیصل آباد غلام محمد آباد آ گئے۔ یہاں پر وصال ہوا۔

(۱۴۸۹)

غلام رسول سیالوی رحمۃ اللہ علیہ (محمدی شریف)، مولانا

(ولادت: ۱۹۴۵ء ...... وفات: ۱۴/اگست ۲۰۰۰ء)

محمدی شریف ضلع جھنگ میں قاضی غلام محمد سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ میٹرک محمدی شریف، ڈگری کالج چنیوٹ سے ۱۹۶۶ء میں بی۔اے اور پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم۔اے اسلامیات کیا۔ بعدازاں آپ شعبہ تعلیم سے منسلک ہوئے۔ آپ نے چنیوٹ میں دارالعلوم غوثیہ قمرالاسلام کے نام سے ایک دینی ادارہ بھی قائم کیا۔ اسی ادارہ میں تحفظ ختم نبوت اور تردید مرزائیت کے لئے ختم نبوت اکیڈمی کا شعبہ بھی قائم کیا۔ آپ نے چنیوٹ شہر میں ’’عظمت تاجدار ختم نبوت‘‘ کے عنوان پر کئی ایک کانفرنسوں کا انعقاد بھی کیا۔ جامعہ محمدی شریف کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

(۱۴۹۰)

غلام رسول شوق رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۲۲؍اکتوبر ۲۰۱۶ء)

جامع مسجد خلفائے راشدین کے خطیب مدرسہ عربیہ سراجیہ کوٹلہ ارب علی خاں ضلع گجرات کے بانی اور مہتمم حضرت مولانا غلام رسول شوق رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم کا آغاز خانقاہ سراجیہ میں حضرت مولانا محمد عبداللہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں کیا۔ آپ نے خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں وہاں درس نظامی کے ابتدائی درجات مکمل کئے۔ آپ دارالعلوم کبیروالا اور جامعہ خیرالمدارس ملتان میں بھی پڑھتے رہے۔ آپ نے دورۂ حدیث شریف جامعہ اشرفیہ لاہور سے کیا۔ فراغت کے بعد مدرسہ عربیہ سراجیہ کوٹلہ ارب علی خان کی بنیاد رکھی۔ اس وقت وہاں بچیوں کی تعلیم دورہ حدیث شریف تک ہوتی ہے۔ اس ادارہ میں زیادہ تر اسباق آپ خود پڑھاتے تھے۔ مولانا غلام رسول شوق رحمۃ اللہ علیہ انتہائی باہمت اور بھرپور محنتی عالم دین تھے۔ آپ نے علاقہ میں تبلیغ اسلام اور دینی تعلیم کی ترویج کے لئے بھرپور محنت کی۔ آپ کا بیت کا تعلق حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ آپ ان کے مخلص محبّ تھے۔ اپنے شیخ کے حکم کی تکمیل وتعمیل سعادت سمجھتے تھے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی تقریباً ہر سال کوٹلہ ارب علی خان جانا ہوتا تھا۔ جب کہ مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ بھی سال میں ایک دوبار باجماعت خانقاہ شریف میں حاضری ضرور بھرتے تھے۔ مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ اپنے علاقہ میں جمعیۃ علماء اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت، تبلیغی جماعت اور خدام اہل سنت کے پروگراموں میں پیش پیش ہوتے تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے آپ کا وجود پاسبان کا حکم رکھتا تھا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو دینی ودنیوی اعتبار سے خوشحالی نصیب فرمائی تھی۔ دوستوں کے دوست اور مرنجاں مرنج طبیعت کے بے ضرر انسان تھے۔ بہت سارے خیر کے امور ان سے وابستہ تھے۔ حق تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

(۱۴۹۱)

غلام رسول شہید رحمۃ اللہ علیہ (چیچہ وطنی)، جناب

(شہادت: فروری ۱۹۷۳ء)

چیچہ وطنی کے مٹھائی فروش جناب غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کو قادیانی جماعت چیچہ وطنی کے صدر نذیر باجوہ نے قتل کردیا۔ (لولاک ۳؍مارچ ۱۹۷۱ء ص۳)

(۱۴۹۲)

غلام رسول نیازی رحمۃ اللہ علیہ، جناب حاجی

(وفات: ۱۱؍نومبر ۲۰۱۶ء)

حاجی غلام رسول نیازی معروف احراری راہنما حاجی عبدالرحیم نیازی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے۔ والد محترم کی طرح احرار اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں سے بہت قریبی تعلق رہا۔ ہر سال ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ بعدازاں آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں بھی تشریف لے جاتے رہے۔ حاجی صاحب تادم زیست ختم نبوت کی تحریک کے حدی خوانوں میں رہے اور کبھی بھی اس مشن سے غافل نہیں رہے۔

(۱۴۹۳)

غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ (سکھر)، جناب حاجی

(وفات: ۱۳؍جنوری ۱۹۷۱ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر کے مخلص معاون ومددگار، عاشق ختم نبوت تھے۔ حق تعالیٰ نے دین سے وابستگی وشیفتگی نصیب فرمائی تھی۔

(۱۴۹۴)

غلام سرور شاہ نقوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ (بدلی، رحیم یار خان)، جناب سید

(وفات: ۶؍اکتوبر ۱۹۸۰ء)

آپ بدلی ضلع رحیم یار خان کے رہنے والے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب سید جلال بخاری اوچ شریف اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے ملتا تھا۔ عقیدہ ختم نبوت، ناموس رسالت پر دیوانہ وار بیان کرنا آپ کا زندگی کا معمول رہا۔ فرماتے تھے تحفظ ناموس رسالت پر جان دے دینا اس دور میں معراج انسانیت کی دلیل ہے۔ تحریک ہائے ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء میں بھرپور قائدانہ کردار ادا کیا۔ اٹھارہ سال کی عمر سے پچھتّر سال کی عمر تک بدلی میں خطیب رہے۔ خواب میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی زیارت کا آپ کو شرف حاصل ہوا۔ آپ کا سلسلہ نسب بھی سینتیسویں پشت میں سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔

(۱۴۹۵)

غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ، جناب مفتی

(ولادت: ۱۹۳۹ء)

مفتی غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام: محمد خدا بخش، دادا کا نام: محمد موسیٰ اور پردادا کا نام: محمد جوہر تھا۔ اوچ شریف میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ انوار العلوم میں حضرت مولانا سعید احمد کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث وتفسیر اور علم مناظرہ پڑھا۔ ۱۹۶۵ء میں یونیورسٹی بہاول پور سے ایم.اے اسلامک لاء کی ڈگری حاصل کی۔ مدرسہ انوار العلوم ملتان، مدرسہ منظر اسلام بہاول نگر، جامعہ نظامیہ لوہاری گیٹ میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۸۶ء میں کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ میں قادیانیوں سے مناظرہ کیا۔ جس میں مرزائی مبلغ سلطان ابراہیم کو شکست ہوئی۔ بعدازاں مرزائی مبلغ نے قادیانیت پر دوحرف بھیج کر اسلام قبول کیا۔ اسی طرح مفتی غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا طاہر کو دعوت مناظرہ دیا۔ پاکستان میں بھی قادیانیوں سے کئی مناظرے ہوئے۔ اندرون وبیرون ممالک آپ کے ہزاروں شاگرد اور مریدین آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

(۱۴۹۶)

غلام سرور نقوی رحمۃ اللہ علیہ ایڈووکیٹ (ڈیرہ غازی خان)، جناب سید

(ولادت:۱۹۲۵ء ...... وفات:۲۰۰۰ء)

سید غلام سرور نقوی ایڈووکیٹ (شیعہ مسلک کے رہنما تھے) ڈیرہ غازی خان میں سید اللہ وسایا نقوی کے ہاں پیدا ہوئے۔۱۹۷۴ء کی تحریک میں مجلس عمل میں شامل تھے۔مولانا صوفی اللہ وسایا رحمۃ اللہ علیہ ڈیرہ غازی خان کی کاوش اور مجلس کی کارکردگی سے متاثر ہوکر مستقل ختم نبوت کے کاز سے منسلک ہوگئے۔۱۹۸۶ء میں جب قادیانی سردار کی مسجد سے قبرکشائی کی تحریک چلی تو دن رات بوڑھاپے کے باوجود تحریک میں شامل رہے۔تونسہ شریف میں علامہ عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد عثمانیہ المعروف بکی مسجد میں ختم نبوت کانفرنس ہوئی۔اس سے خطاب کیا۔ڈیرہ غازی خان میں احتجاجی جلوس پر جب لاٹھی چارج ہوا اس عمل کے خلاف دفتر ختم نبوت کے اجلاس پر پولیس نے دھاوا کردیا۔مولانا اللہ وسایا مرحوم کے صاحبزادے زبیر احمد جو اس وقت بچہ ہی تھے تشدد کیا۔وہاں سے مولانا غلام محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ، سید غلام سرور نقوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد خان لغاری اور دیگر علماء کرام کو گرفتار کرلیا۔شہریوں کے احتجاج پر مولانا غلام محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور سید غلام سرور نقوی رحمۃ اللہ علیہ کو رہا کردیا گیا۔ان کی محنت اور خلوص کا نتیجہ ہے۔ان کے بیٹے سید شمیم حیدر نقوی اور سید ندیم حیدر نقوی ایڈوکیٹس اور ان کا پورا خاندان ختم نبوت کے کاز سے منسلک ہے۔قانونی تحریکی طور پر ختم نبوت کے مشن کے لئے ہمہ وقت تیار ہیں۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ضلعی رہنماؤں میں ان کا نام شمار ہے۔ (عبدالعزیز لاشاری)

(۱۴۹۷)

غلا سرور رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، جناب ڈاکٹر

(وفات: جون ۱۹۷۵ء)

کراچی میں احرار رہنما حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے شیدائی جناب ڈاکٹر غلام حیدر کے صاحبزادہ جناب ڈاکٹر غلام سرور ایران میں وصال فرماگئے۔آپ نے عمر بھر عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا علم بلند سے بلندتر کئے رکھا۔

(۱۴۹۸)

غلام سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب خواجہ

(پیدائش: ۲۸؍جنوری ۱۹۳۱ء ...... وفات: یکم؍اکتوبر ۱۹۰۸ء)

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے پڑپوتے اور خواجہ موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور خواجہ حافظ غلام زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے خواجہ غلام سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۷۴ء میں اس علاقہ کی طرف سے ایم.این.اے تھے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر ایم.این.اے بنے۔ ۱۹۷۴ء میں جب قادیانیوں کے خلاف اسمبلی میں قرارداد پیش ہوئی تو پاکستان پیپلز پارٹی اور بھٹو کی اجازت کے بغیر سب سے پہلے مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد شاہ نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات پر تحریک کے لئے سب سے پہلے دستخط کر دیئے۔ پاکستان پیپلز پارٹی والوں نے کہا آپ نے جلدی کی ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا: ''یہ میرے ایمان کا مسئلہ ہے۔''

(۱۴۹۹)

غلام صادق رحمۃ اللہ علیہ (راولپنڈی)، جناب منشی

(وفات: مارچ ۱۹۷۷ء)

آپ نے اپنی عملی سیاسی زندگی کا آغاز مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے کیا۔ آخر عمر میں اپنے آپ کو تبلیغ اسلام اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف کر لیا۔ اس سلسلہ میں وہ مقام فناء کو پہنچے ہوئے تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام راولپنڈی میں بھی متحرک قائد کے طور پر کام کیا۔

(۱۵۰۰)

غلام صادق لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب حاجی

(وفات: مئی ۱۹۷۳ء)

فیصل آباد کی معروف مذہبی سماجی شخصیت حاجی غلام صادق لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ

تحریک ختم نبوت کے صف اوّل کے رہنماؤں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے پہلے قافلہ میں شریک تھے جس کی قیادت صفات مولانا مفتی محمد یونس مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی۔ حاجی غلام صادق رحمۃ اللہ علیہ کا تبلیغی جماعت سے گہرا تعلق تھا۔ وہ بہت نظریاتی کارکن تھے۔

(۱۵۰۱)

غلام عائشہ بی بی رحمۃ اللہ علیہا

(وفات: ۹؍ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ)

مہند تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور مدرسہ کے صدر مدرس مولانا الٰہی بخش مرحوم کی ایک صاحبزادی کا نام غلام عائشہ رحمۃ اللہ علیہا تھا۔ یہ ابھی چھوٹی سی بچی تھیں کہ والدہ کا انتقال ہوگیا۔ والد گرامی مولانا الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس بچی کی تربیت کی۔ بچی جب کچھ بڑی ہوئیں تو ان کا نکاح ایک عزیز عبدالرزاق سے کردیا جو بدنصیبی سے آگے چل کر قادیانی ہوگیا۔ مولانا الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چلا تو انہوں نے بیٹی غلام عائشہ رحمۃ اللہ علیہا کو مدعیہ بنا کر اس قادیانی ملعون کے خلاف کیس دائر کر دیا۔ ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۵ء تک (دس سال) چلتا رہا۔ اس کیس میں مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالوفاء شاہ جہانپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد حسین کولوتارڑوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الجامعہ، مولانا محمد صادق بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد فاروق بہاول پوری رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات نے اصالتہً دلچسپی لی۔ ان میں سے بعض حضرات کے بیانات ہوئے۔ جس کی بنیاد پر مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو عدالت نے کافر قرار دے کر ان سے نکاح نہ صرف ناجائز قرار دیا۔ بلکہ فسخ نکاح کیا۔ اس فیصلہ کے بعد مرحومہ غلام عائشہ بی بی رحمۃ اللہ علیہا کا نکاح مولانا سلطان محمود جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا۔ مولانا سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ انوریہ گمانی ضلع بہاول پور پڑھتے رہے۔ مولانا الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پڑھا۔ یوں مولانا سلطان محمود اس دیرینہ شناسائی اور تعلق کے باعث مولانا الٰہی بخش کی دختر (بلکہ دختر اسلام غلام عائشہ) کے خاوند بنے۔ یہ ستمبر ۱۹۳۵ء کی بات ہے۔ سات سالہ مرحومہ کی اپنے میاں مولانا سلطان محمود سے رفاقت رہی۔ پھر انہی کے گھر وصال فرمایا۔ مولانا سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ جامعہ محمدیہ اہل حدیث جلالپور کے شیخ الحدیث تھے اور اہل حدیث حضرات کے حلقہ کے بڑے نامور محدث اور جلیل القدر عالم دین تھے۔ انہوں نے خود تحریر فرمایا کہ میرے اہلیہ غلام عائشہ مرحومہ

سے دو صاحبزادے ہوئے۔ ایک کا نام محمد یحییٰ رکھا۔ دوسرے کا نام عبدالماجد، مرحومہ بیمار تھیں تو بچوں کی پھوپھی اور مولانا سلطان محمودؒ کی بہن نے بڑے بچے محمد یحییٰ کو اپنی بھابھی غلام عائشہ مرحومہ کے پیش کیا کہ ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیر دیں تو بیماری میں مرحومہ نے ہاتھ جھٹک کر کہا کہ محمد یحییٰ اپنے والد کا ہے ان کے پاس رہے گا۔ البتہ عبدالماجدؒ میرا ہے میرے پاس رہے گا۔ بات آئی گئی ہوگئی۔ مرحومہ کا وصال ہوگیا۔ مرحومہ کی بات کو اللہ تعالیٰ نے یوں پورا کیا کہ چھوٹا بچہ عبدالماجدؒ تین ماہ بعد فوت ہوکر مرحومہ والدہ کے پاس چلا گیا اور محمد یحییٰ کو اللہ تعالیٰ نے لمبی زندگی دی۔ والد مرحوم کے زیر سایہ شادی ہوئی۔ صاحب اولاد ہوئے۔ مرحومہ ایک عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ گھر پر قرآن مجید پڑھانے کا سلسلہ شروع کیا اور پورے شہر جلالپور کی اکثر اس زمانہ کی بچیوں کو دینی تعلیم سے بہرہ ور کر دیا۔ مرحومہ کے صاحبزادے محمد یحییٰ ایم.اے ہوئے۔ پروفیسر بنے۔ فقیر کی ان سے ملاقات بھی یاد پڑتی ہے۔ انہیں محمد یحییٰ نے اپنی مرحومہ والدہ پر ایک مضمون ''میری اماں جی'' کے عنوان پر روئیداد مقدمہ مرزائیہ بہاول پور کے لئے لکھا تھا۔ اس وقت مرحومہ کے ذکر خیر کے موقعہ پر راقم (اللہ وسایا) کو اپنی سگی والدہ مرحومہ کی طرح محبوب ہستی کے طور پر مرحومہ غلام عائشہؒ سامنے آرہی ہیں۔ حالانکہ ان سے میرا نہ رشتہ نہ تعلق، لیکن دینی تعلق ایک ایسی چیز ہے کہ فقیر مرحومہ کو اپنی والدہ کی طرح جانتا ہے۔ حق تعالیٰ مولانا محمد یحییٰ کی والدہ مرحومہ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔ مضمون پڑھیں۔ مولانا محمد یحییٰ نے اپنی والدی غلام عائشہ کے متعلق لکھا:

میری اماں جی

میں اپنے گھر کے چھوٹے سے صحن میں کھیل رہا ہوں کہ والد گرامی اور پھوپھی مجھے بلاتے ہیں اندر چلو، اپنی ماں جی سے کہو وہ دوائی پی لیں۔ دوائی پئیں گی تو ٹھیک ہوں گی۔ اندر کمرے کے ایک کونے میں بستر کے پاس کچھ عورتیں بھی ہیں۔ میں جاکر آواز دیتا ہوں اماں جی اماں جی آپ دوائی پی لیں تاکہ آپ ٹھیک ہوجائیں۔ میں یہ بات شاید کئی دفعہ دہراتا ہوں۔ وہاں بیٹھی ہوئی خواتین میں سے ایک کہتی ہیں اٹھئے! محمد یحییٰ آپ سے کہہ رہا ہے آپ دوائی پی لیں۔

اور شاید وہ دوائی پی لیتی ہیں۔ میری عمر بمشکل اڑھائی سال تھی۔ میری ذات کوئی اہمیت رکھتی ہے، میری بات کا ایک وزن ہے۔ میرے شعور میں یہ احساس اماں جی کے حوالے سے بیدار ہوا۔ یہ منظر شاید ایک سے زیادہ دفعہ دہرایا گیا۔ اس سے اماں جی (غلام عائشہ) کی

تکلیف اور بیماری کا احساس بھی جاگا۔ ان کے بارے میں ایک عجیب سی کیفیت دل میں پیدا ہوئی۔ جس میں اپنائیت، محبت، شفقت اور ایک بے نام سا حزن موجود تھا۔ مجھے یاد ہے سالوں بعد تک میرے بچپن میں جب ان کا ذکر آتا تھا تو ایسی ہی کیفیت دل میں جا لگتی تھی اور ان کا ذکر بہت آتا تھا۔ گھر میں میری پھوپھی رہا کرتی تھیں۔ وہی میری پرورش میں ابا جی کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔ اگرچہ میرے کام زیادہ تر ابا جی اپنے ہاتھ سے خود ہی کیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ میری وابستگی اتنی شدید تھی کہ نہانے، کپڑے بدلنے جیسے کام بھی انہیں خود ہی کرنے پڑتے تھے۔ میں کسی اور کے ہاتھوں ان کاموں کے لئے راضی نہیں ہوتا تھا۔ کھانا بھی صرف انہی کے ساتھ کھاتا تھا۔ وہ سفر میں جاتے تو مجھے ساتھ لے جاتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار میں رات کو نیند سے جاگا، شاید پیاس لگی تھی اور دیکھا تو ابا جی اپنے بستر پر موجود نہیں تھے۔ میں نے رونا شروع کر دیا۔ سارے گھر کو سر پر اٹھا لیا۔ پھوپھی نے بہت بہلایا۔ ہزار کوشش کی لیکن میری ایک ہی رٹ تھی۔ ابا جی کہاں ہیں؟ مجھے ابا جی کے پاس لے چلو۔ وہ اس وقت تقریباً ڈیڑھ میل دور ایک قریبی گاؤں میں تشریف لے گئے تھے۔ ہمارے ہمسائے میاں اللہ بخش نے جنہیں میں چچا کہا کرتا تھا مجھے اٹھایا اور رات کے اندھیرے میں لے کر اس گاؤں کی طرف چل پڑے۔ وہاں پہنچے تو والد گرامی واپس ہو رہے تھے۔ ساتھ روشنی کے لئے پیٹرومیکس لیمپ تھے جنہیں میرے بچپن میں مقامی طور پر گیس کہا جاتا تھا۔ میں بھی ساتھ واپس ہوا۔ چچا اللہ بخش نے واپسی کے راستے میں مجھے تھوڑا سا چڑایا بھی۔ کوئی بچہ ایسی ضد نہیں کرتا۔ صرف تم اتنے ضدی ہو۔ رزاق بخش (ان کا اکلوتا بیٹا) آرام سے اپنے گھر میں ہے۔ اس نے میرے ساتھ آنے کی کوئی ضد نہیں کی۔

ان کی بات درست تھی۔ لیکن مجھ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اب سوچتا ہوں تو سمجھ میں آتا ہے کہ والد گرامی سے یہ شدید وابستگی اور ہر وقت ان کے ساتھ رہنے کی ضد اسی لئے تھی کہ میں اڑھائی سال کی عمر میں اپنی عزیز ترین ہستی کو گم کر چکا تھا۔ اس وقت شاید میں سو رہا تھا۔ نہیں غالباً میں اپنے کھیل میں گم تھا۔ میرے پاس میری پھوپھی آئیں۔ مجھ سے کہا۔ یحییٰ اٹھو! چچا اللہ بخش کے ساتھ باہر جاؤ وہ تمہیں کیلے لے کر دیں گے۔ شاید میں چلا گیا۔ پھر اتنا یاد ہے کہ میں اپنی اماں جی کو ڈھونڈتا تھا اور مجھے یہ جواب ملتا تھا کہ وہ حج پر گئی ہوئی ہیں۔ کچھ عرصے میں واپس آ جائیں گی۔ وہ کبھی واپس نہ آئیں۔ ان کا حج مستقل ہو گیا۔ لیکن اب میں اپنی عزیز ترین ہستیوں کے بارے میں کوئی دھوکا کھانا نہیں چاہتا تھا۔ اس وقت عزیز ترین ہستی صرف ایک تھی۔ ابا جی! ہر وقت

ابا جی، ابا جی۔ مجھے پھوپھی اور دوسرے اکثر چڑاتے تھے۔ میں کبھی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ یہ لفظ اس طرح میری زبان پر جاری رہتا۔

میں نے اس نوعمری میں اپنی پھوپھی کو اکثر اداس دیکھا تھا۔ انہیں اس طرح کے اور بھی صدمے دیکھنے پڑے تھے۔ وہ چھوٹی سی تھیں کہ میرے دادا، دادی فوت ہوگئے تھے۔ میرے چچا فوت ہوگئے تھے۔ لیکن یہ آبائی وطن بیٹ احمد نزد گمانی تحصیل احمد پور شرقیہ کی بات تھی۔ جہاں پھوپھی پہلے رہا کرتی تھیں۔ دادا، دادی کی وفات کے بعد ابا جی جلال پور آ گئے تھے۔ پھوپھی بھی ان کے ساتھ تھیں۔ یہاں ان کی سہیلیاں ان کے پچھلے صدموں سے زیادہ واقف نہ تھیں۔ واقف تو ہوں گی لیکن ان میں شریک نہ تھیں۔ اماں جی کی وفات کے صدمے میں وہ خود بھی شریک تھیں۔ یہ سب ان کی شاگرد تھیں۔ ان کے بچپن کا سہانا زمانہ اماں جی کے ساتھ گزرا تھا۔ ان کا اکثر وقت وہ ہمارے گھر پر ہوتیں۔ بڑی رونق ہوتی تھی۔

تذکرہ اکثر اماں جی کا ہوتا تھا۔ گاہے بگاہے بڑی عمر کی خواتین بھی آتیں۔ آتے ہی مجھے بلا کر گلے لگاتیں۔ میں ان سے جھینپتا بھی بہت تھا۔ کیونکہ ان سب سے زیادہ مانوس نہ تھا۔ وہ میرا نام بھی پورا لیتیں۔ محمد یحیٰ اور اکثر نام لینے کے بعد خاموش ہو جاتیں۔ گھر والے صرف یحیٰ کہتے۔ یہ پورا نام مجھے عجیب سا لگتا اور یہ ساری خواتین ٹھنڈی آہیں بھر بھر کر اماں جی کا تذکرہ شروع کر دیتیں۔

ان خواتین کی اکثریت بھی اماں جی کی شاگرد تھی۔ میری پیدائش سے پہلے ان سے پڑھتی تھیں۔ یہ راز اب تک نہ کھلا کہ وہ میرا پورا نام کیوں لیتی ہیں۔ وہ اس لئے کہ وہ اپنی مرحوم استانی کے احترام میں ایسا کرتی تھیں یا اس لئے کہ انہوں نے اماں جی نے ہمیشہ میرا پورا نام ہی سنا تھا۔ اماں جی کے بعد گھر میں میری پھوپھی تھیں۔ وہ صرف یحیٰ کہا کرتی تھیں۔ البتہ میری خالہ جو اماں جی کی وفات سے پہلے لمبا عرصہ ہمارے ہاں رہی تھیں اور بعد میں زیادہ آنا جانا نہ تھا۔ کیونکہ ان کا گھر دور تھا۔ ہمیشہ اہتمام سے پورا نام محمد یحیٰ لیتیں۔

خالہ سے کبھی کبھار ملنا ہوتا تھا۔ بڑی پھوپھی بھی جو اپنے آبائی گھر میں ہی مقیم تھیں۔ کبھی کبھی آتیں۔ لیکن جب بھی ملاقات ہوتی باتوں کا سب سے اہم موضوع اماں جی ہوتیں۔ ان کا پیار، ان کی شفقت، ان کی مہمان نوازی ان کے مزاج کی سادگی، ان کی نیکی غرض کتنے پہلو تھے جن کی یاد تازہ کی جاتی۔

یہ سلسلہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بنا۔ فسادات ہوئے ساری آبادی الٹ پلٹ گئی اور گفتگو کے لئے ایک کے بعد دوسرا اہم موضوع سامنے آتا گیا۔ پہلے موضوع کی پہلی والی اہمیت باقی نہ رہی۔ پھوپھی کی شادی ہوگئی اور وہ اپنے آبائی وطن چلی گئیں۔ میں سکول جانے لگا۔ گھر کے ماحول میں بہت تبدیلیاں آ گئیں۔ لیکن ایسا اب بھی ہوتا کہ کوئی خاتون گھر آتی۔ مجھے بلایا جاتا۔ میرا پورا نام لے کر بلالیتیں۔ محبت اور پیار کا اظہار کرتیں۔ یہ بھی کہا جاتا۔ بی بی ہوتیں تو تمہیں دیکھ کر کتنی خوش ہوتیں اور اس کے بعد انگلیوں سے آنکھیں پونچھتی ہوئی واپس ہوجاتیں۔ یہ سلسلہ میرے کالج کے زمانے تک چلتا رہا۔

دماغ پر زور دینے کے باوجود بھی پیاری سی صورت ذہن میں پوری طرح نمایاں نہ ہوتی۔ لیکن ان کا وجود یقینی تھا۔ زندگی میں ان کی تربیت نے بہت سی شخصیتوں کو نکھارا، سنوارا تھا۔ موت کے بعد بھی میرے تشخص میں ان کا کردار موجود رہا۔ دل کا گداز، خوبصورت اور سچے جذبے اور دوسروں کے کام آنے کا جذبہ یہ سب ان نمونوں کے مطابق پروان چڑھتے رہے۔ جن کا تذکرہ اماں جی کے حوالے سے ہمارے گھر میں ہر وقت ہوتا رہتا تھا اور مجھے بہت اچھا لگتا تھا۔ خود صبر کرنا، اپنی تکالیف کو معمولی سمجھنا اور دوسروں کے کام آنا ان کی بنیادی خصوصیات تھیں۔ انہی کی وجہ سے وہ ان سب لوگوں کو محبوب تھیں جن سے ان کا واسطہ تھا۔

اب خالہ سے مل کر اماں جی (غلام عائشہ) کی باتیں کریدیں تو انہوں نے بتایا کہ اڈّی (بہن) کو اپنے والد کا بہت خیال رہتا تھا۔ ان پر جان دیتی تھیں۔ اکثر کہا کرتیں میرے لئے ابا نے بہت مصیبتیں جھیلی ہیں۔ اتنا ہر باپ نہیں کرسکتا۔ خالہ کے بقول وہ مصیبتیں تھیں بھی بہت، ملتان میں جب مقدمے کا یکطرفہ فیصلہ ہمارے خلاف ہوگیا تو فرنگی سرکاری کارندوں نے برآمدگی کے لئے چھاپے مارے۔ ہم سب لوگ کبھی ایک گھر میں چھپتے تھے۔ کبھی دوسرے میں پھر بہاول پور میں پہلے دو فیصلے ہمارے خلاف گئے تھے۔ اس دوران میں بھی یہی حال تھا۔ بستی مہند میں کسی گھر میں کوئی ایسا کمرہ نہیں تھا۔ جس میں مختلف اوقات میں ہم لوگ نہ چھپے ہوں۔ اڈّی تو خوف سے کانپ رہی ہوتیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے۔ اس حالت میں اللہ میاں سے دعائیں کرتی جاتیں۔ ہمارے ابا (مولانا الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ) تاریخیں بھگتنے کے لئے اکثر پیدل میلوں سفر کرتے ہر طرح کی لالچ دی گئی۔ لاکھوں روپے انہیں مرزائی جماعت نے پیش کئے۔ اڈّی (بہن) کو ڈرانے دھمکانے کی بھی بہت کوشش کی۔ لیکن باپ بیٹی پر کبھی کسی بات کا کوئی اثر نہ

ہوا۔ جب مقدمہ کا فیصلہ ہوا اور اطمینان کا دور آیا تو اڈی (بہن) بے حد خوش تھی اور اپنے ابا پر فدا تھی۔ شادی ہوگئی۔ جلالپور سے جب بھی آتی خاص طور پر ابا کے لئے سفید کرتے اور نیلی تہمند پر مشتمل جوڑے ساتھ لے کر آتیں۔ ابا کو یہی لباس پسند تھا۔ وہ بڑے اہتمام سے سفید کرتوں پر کڑھائی بھی کرا کے لایا کرتیں۔

خالہ نے اپنی بعض خانگی مشکلات کے دوران ایک لمبا عرصہ ہمارے ہاں جلالپور میں قیام بھی کیا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ میری امی (غلام عائشہ) اور ابا جی (مولانا یحییٰ کے والد کا نام مولانا سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ تھا جو شیخ الحدیث تھے۔ جلالپور پیروالا کے) میں تعلق کیسا تھا تو وہ کہنے لگیں تمہارے ابا جی جس وقت اسباق سے فارغ ہوکر گھر آتے تھے تو پھر اڈی (بہن) ہمیں بھول جایا کرتی تھیں۔ میں نے پوچھا مجھ سے کتنا پیار تھا؟ کہنے لگیں تم شادی سے تقریباً پانچ سال بعد پیدا ہوئے۔ میرا بیٹا عبدالستار تم سے تقریباً دو سال بڑا تھا۔ اڈی جس طرح تم پر جان چھڑکتی تھیں میں بھی اس پر حیران ہوتی تھی۔ بچے کسی نہ کسی وجہ سے روتے ہیں۔ لیکن تم جب بھی روتے تھے اڈی بس یہی سمجھتی تھیں کہ تمہیں کہیں نہ کہیں درد ہورہا ہے۔ تمہارا رونا عام ہوتا تھا۔ لیکن اڈی کا دل بری طرح تڑپتا جاتا تھا۔ انہوں نے مجھے ماں بن کر پالا تھا۔ لیکن جب تمہارے پالنے کا وقت آیا تو وہ کوئی اور چیز بن گئی تھیں۔

میرا چھوٹا بھائی عبدالماجد جب پیدا ہوا تو اماں جی کی حیات مستعار میں صرف ڈیڑھ ماہ باقی تھا۔ اسی دوران ہی وہ بیمار ہوگئیں۔ عبدالماجد کو تو ٹھیک طرح ماں کا دودھ بھی نصیب نہ ہوسکا۔ ماں کی مامتا میں اس کا حصہ بہت زیادہ تھا۔ مجھے انہوں نے میرے ابا جی کے سپرد کردیا اور اسے اپنے ساتھ لے گئیں۔

انہوں نے سب کے حقوق ادا کئے۔ چھوٹی بہن کو ماں بن کر پالا اور ساری عمر اس پر شفقتیں نچھاور کیں۔ چھوٹی نند کو پالا پوسا اور ماں کی طرح اس کو اپنی زندگی میں شامل کرلیا۔ خاوند سے محبت کی اور ان کی خدمت اور دلجوئی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ محلے کے تمام گھرانوں کی خدمت کی۔ مصیبت میں ان کے کام آتیں اور ان کی نوجوان بچیوں کو پڑھایا اور ان کی تربیت کی۔ اپنے بیٹے کو اپنی محبت وشفقت کے بحر ذخار میں غرق کردیا اور چھوٹے بیٹے پر اپنی جان نچھاور کردی۔ یہ سب حقوق انہوں نے اچھی طرح ادا کئے اور کسی سے کوئی بدلہ نہ چاہا۔ بیٹا جوان ہوتا تو شاید ان کی خدمت کرتا۔ انہوں نے خدمت کو کجا یہ بھی گوارا نہ کیا کہ ذرا ہوشیار ہوکر ان کا دل ہی بہلا

دے۔خاوند کی گواہی یہ ہے کہ سات سالہ رفاقت میں کبھی کسی چیز کا مطالبہ نہ کیا۔کبھی شکایت کا موقع نہ دیا اور وہ سارے حقوق بھی معاف کر دیئے جو شادی کے وقت فریقین کی رضا سے طے ہوئے تھے۔بہن کو اپنے گھر کا کیا اور خود شادی کے بعد دور چلی آئیں۔اس سے رفاقت کا حق بھی نہ لیا۔البتہ اپنی محبتیں نچھاور کرتی رہیں۔نند کو پالا پوسا۔ماں کا پیار دیا۔خدمت لینے کا وقت آیا تو اپنے رب کے حضور چلی گئیں۔ان کی زندگی ان کے رب کی تھی۔اس پر سب سے زیادہ حق بھی اسی کا اور اس کے رسول کا تھا۔تنہائی میں دعائیں اور مناجاتیں ان کا اور ان کے اللہ کا معاملہ ہے۔ انہوں نے زندگی کے وہ سارے اوقات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی تعلیم کے لئے وقف کر دیئے تھے جو انتہائی بنیادی ضرورتوں سے بچتے تھے۔خالہ کہتی ہیں میں سلائی اور کڑھائی کی ماہر تھی۔اڈّی کو یہ کام کبھی کرنا نہ آیا۔میں ان پر ہنستی تھی۔ان کا مذاق بناتی تھی۔وہ صرف مسکرادیتی تھیں۔ان کا دل کتابوں میں لگتا تھا یا تلاوت میں۔انہیں پوری طرح پتہ تھا کہ یہ زندگی ان کی اپنی نہیں اللہ کی امانت ہے۔وہ اس امانت میں خیانت برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔جس زندگی کو اللہ کے آخری رسول ﷺ کی اتباع میں بسر ہونا تھا وہ جھوٹے نبی کی جھوٹی امت کی نذر نہیں کی جا سکتی تھی۔اس دور میں زندگی کی لذتوں کے عوض بہت سوں نے اپنے ایمان کا سودا کیا۔مرزائیوں کے پیسے اور انگریزوں کی مراعات نے بہت لوگوں کو خرید کر لیا۔لیکن سخت سے سخت آزمائش کے دوران انہوں نے ایک لمحہ کے لئے بھی کمزوری نہ دکھائی۔سالہا سال فقر و تنگ دستی میں زندگی گزار لی۔ لیکن لاکھوں روپے، زیورات اور زمینوں کی پیشکش کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔مسلسل خوف و ہراس کے عالم میں ہر طرح کی تکلیف سہ لی۔لیکن زندگی بھر کلمہ شکایت زبان پر نہ آیا۔عین اس وقت جب وہ وقت کے قانون کے شکنجے میں کسی ہوئی تھیں اور فیصلے کے بعد فیصلے ان کے خلاف ہو رہے تھے فرنگی سرکار کے کارندے مرزائیوں کی حرام کی دولت کی لالچ میں کتوں کی طرح ان کی تلاش میں سرگرداں تھے۔وہ پوری ثابت قدمی سے رسول اللہ ﷺ کی محبت اور جھوٹے نبی سے نفرت کے عظیم سرمایہ کی حفاظت کرتی رہیں۔آزمائش کا یہ عرصہ تھوڑا بھی نہ تھا۔بلکہ سفر طویل دس سالوں پر محیط تھا۔اگر ان کے پائے استقلال میں لغزش آجاتی یا مال و متاع کی کشش ان کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی تو مرزائی دنیا بھر میں اپنی ظفر مندی کا ڈنکا بجاتے پھرتے اور امت مسلمہ کا سرنگوں ہو جاتا۔علماء نے اپنا زور لگایا۔ناموس رسالت کے پروانے مرزائیوں کے خلاف ڈٹے رہے۔لیکن یہ فیصلہ کن عدالتی اور قانونی جنگ تھی۔ایک غریب باپ اور ایک صابر و شاکر بیٹی نے

پوری قوت سے لڑی اور پوری امت محمدیہ کا سر فخر سے بلند کردیا۔ وہ اس شاندان فتح کو امت کے سپرد کر کے خاموشی سے اپنے روزمرہ کے فرائض کی ادائیگی میں مشغول ہوگئے اور بعد میں زندگی کے آخری لمحے تک اس سلسلے میں ایک حرف افتخار بھی زبان پر نہ لائے۔ نہ کسی صلے کی تمنا کی نہ ہی کسی سے اعتراف واحسان مندی کا تقاضا کیا۔

میں نے ابا جی (مولانا سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا کیا کبھی اس مقدمے اور اس میں شاندار کامیابی کا تذکرہ گھر میں ہوا۔ انہوں نے فرمایا زندگی کے آخری لمحے تک تمہاری اماں نے کبھی کوئی اشارہ بھی اس طرف نہیں کیا۔ انہیں اطمینان قلب کی دولت نصیب تھی۔ وہ اپنی زندگی سے پوری طرح مطمئن تھیں۔ ایسا لگتا تھا کہ انہوں نے جو چاہا تھا انہیں مل گیا۔ یہ اطمینان ان کے ہر عمل سے ظاہر تھا۔ ان کی زندگی کے اسلوب سے جھلکتا تھا۔ لیکن زبان پر کوئی کلمہ فخر ومباہات کبھی نہ آیا تھا اور آج بھی وہ روز اوّل کی طرح صلے اور ستائش سے بے پرواہ جلالپور پیروالہ کی خاک میں ایک کچی قبر میں آسودہ ہیں۔ ان کے پہلو میں ایک چھوٹی سی قبر اور بھی ہے ان کے بیٹے عبدالماجد کی۔ گواہی دے رہی ہے کہ اپنے دونوں بچوں کے بارے میں ان کی زبان سے جو نکل گیا تھا اللہ نے اسے پورا کردیا۔

”اللھم اغفرلھا وارحمھا وعافھا واعف عنھا اللھم نور مرقدھا اللھم اکرم نزلھا وجزاھا عنی وعن جمیع المسلمین خیر جزاء“ (از: محمد یحییٰ ایم.اے)

(۱۵۰۲)

غلام علی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۱۶/مئی ۲۰۰۰ء)

ایک نامور خطیب، بیک وقت معلم، مدرس منتظم اور سیاستدان تھے۔ آپ علم دوست اور علم پرور تھے۔ کتاب بینی کے رسیا تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بہادرانہ وار حصہ لیا۔ فقیر راقم کو خوب یاد ہے کہ تحریک کے سلسلہ میں ابتدائی اجلاس شیرانوالہ باغ خدام الدین لاہور کی مسجد میں ہورہا تھا۔ مولانا غلام اللہ خان مرحوم نے کسی بات کی مناسبت سے یہ فرمایا کہ رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت کا صدقہ ہے کہ غلام اللہ اور یہ بوڑھا غلام علی ایک سٹیج پر ہیں۔ مولانا غلام اللہ رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی حلقہ میں جو مقام رکھتے تھے بریلوی حلقہ میں یہ اعزاز مولانا غلام علی اوکاڑوی مرحوم کو حاصل تھا۔

(۱۵۰۳)

غلام غوث آربانوی رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، مولانا

(وفات: ۲۳/ستمبر۲۰۱۳ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ کے سیکرٹری اطلاعات ودارالافتاء جامعہ مطلع العلوم کے رئیس مولانا غلام غوث آربانوی رحمۃ اللہ علیہ علمی وتصنیفی مشاغل کے باوجود مجلس کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ بلوچستان کے مختلف علاقوں میں خطابت شروع کی اور اپنی خطابت میں سارقین ختم نبوت کا علمی اور عام فہم انداز میں تعاقب کیا۔ سن ۲۰۰۰ء کی دھائی میں جامعہ مطلع العلوم میں تشریف لائے۔ جامعہ مطلع العلوم کے ناظم تعلیمات اور جامعہ کی مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ کوئٹہ میں آتے ہی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرلیا اور اپنی علمی وتصنیفی مشاغل کے ساتھ مجلس کوئٹہ کے ہر اجلاس، ہر کانفرنس اور دیگر امور میں اہم کردار ادا کرتے۔ ۲۰۰۵ء کے بعد مجلس کوئٹہ کے سیکرٹری اطلاعات کی ذمہ داری سونپی گئی تو خوب نبھایا اور تادم زیست اس عہدہ پر قائم رہے۔ (مولانا محمد یونس، کوئٹہ)

(۱۵۰۴)

غلام قادر اشرفی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۲۶/اگست ۱۹۷۹ء)

لالہ موسیٰ کے مولانا غلام قادر اشرفی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ زرد گیرو والا لباس پہنتے جو سکھوں کا رنگ شمار ہوتا ہے۔ یہ سکھ گاؤں کے رہنے والے تھے۔ وہی لباس، وہی طرز بود وباش جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے تعلیم حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد مولوی کی بجائے گیانی بن کر قرآن وسنت کی تبلیغ گورمکھی زبان میں کرتے تھے۔ بڑی رسیلی آواز تھی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں بڑی بہادری کے ساتھ حصہ لیا۔ آپ سید محمد محدث کچھوچھی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔

(۱۵۰۵)

غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ (خیر پورٹامیوالی)، حضرت مولانا مفتی

(پیدائش: ۵؍جولائی ۱۹۲۰ء ...... وفات: ۴؍جولائی ۲۰۰۷ء)

حضرت مولانا مفتی قادر رحمۃ اللہ علیہ جامعہ خیرالعلوم خیرپورٹامیوالی ضلع بہاول پور کے بانی، شیخ الحدیث، مفتی، متبحر عالم دین، نامور مذہبی شخصیت اور وفاق المدارس پاکستان کے ممتاز رہنما تھے۔

خیر پورٹامیوالی میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ مفتی صاحب اس وقت اسّی نوے کے پیٹے میں ہوں گے۔ آپ جامعہ خیرالمدارس ملتان کے ابتدائی فضلاء میں سے تھے۔ حضرت مولانا خیرمحمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے آپ ممتاز شاگرد تھے اور اپنے استاذ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا خیرمحمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کو اہتمام کا مجدد کہا جاتا ہے۔ حضرت مولانا غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ بھی اہتمام وانتظام کے ماہر تھے۔ مولانا خیرمحمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ متبحر عالم دین اور خدارسیدہ بزرگ تھے۔ مولانا غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسے ہی تھے۔ مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ خیرالمدارس کی بنیاد رکھی اور اسے بام عروج ملا۔ مولانا مفتی غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ خیرالعلوم کی بنیاد رکھی اور عروج کی بلندیوں پر لے گئے اور تو چھوڑیئے مولانا غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ، قد کاٹھ، وضع قطع، چال ڈھال میں بھی اپنے استاذ محترم کی ٹوکاپی تھے۔

مفتی غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ نے جس زمانہ میں دورۂ حدیث شریف کیا اس زمانہ میں ریاست بہاول پور (جس میں بہاول پور، بہاول نگر، رحیم یارخان کے اضلاع شامل تھے) میں جامعہ عباسیہ کے نام پر یونیورسٹی قائم تھی۔ اس یونیورسٹی کے تحت میں ان تینوں اضلاع میں مدارس تھے۔ جنہیں رفیق العلماء، فاضل کہا جاتا تھا۔ رفیق العلماء کو آپ ہائی سکول اور فاضل کو آپ انٹر کالج سمجھ سکتے ہیں۔ اس زمانہ میں جامعہ عباسیہ اور اس کے ماتحت مدارس عربیہ کے نصاب میں دینی ودنیاوی علوم شامل تھے۔ علماء اور ٹیچر، مدرسین کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ مفتی غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ نے خیرالعلوم کے نام پر مدرسہ قائم کیا۔ جس نے دیکھتے ہی دیکھتے ترقی کی شاہراہوں پر تیز رفتاری کی دھوم مچادی۔ خیرالعلوم کو ہائی سکول تک لے گئے اور اسے جامعہ عباسیہ کے ساتھ ملحق کرلیا۔ نصاب جامعہ عباسیہ کا پڑھایا جاتا۔ پنجاب یونیورسٹی میں مولوی عالم اور مولوی فاضل کی ڈگری ملتی تھی تو جامعہ عباسیہ کی ڈگری کو ثالثہ عالم اور ثالثہ فاضل کی ڈگری کہا جاتا تھا۔ ثالثہ فاضل پاس کرنے کے

بعد طالب علم جامعہ عباسیہ میں داخل ہوتا اور دورۂ حدیث شریف تک کی تعلیم حاصل کرتا تو آخری علامہ کی ڈگری ملتی تھی۔ جو ایم.اے کے برابر ہوتی تھی۔ آپ دن بھر جامعہ عباسیہ کا نصاب پڑھاتے۔ لیکن غریب طلباء کے لئے آپ نے خیرالعلوم کے تحت ہوسٹل کا فری انتظام کیا۔ ان طلباء کو سکول کے امتحان کے دنوں کے علاوہ رات کو بقیہ درس نظامی کی کتب جو جامعہ عباسیہ کے نصاب میں شامل نہ تھیں پڑھائی جاتیں۔ غرض دینی ودنیاوی تعلیم، نصاب عباسی ودرس نظامی کا آپ نے حسین امتزاج قائم کر دیا اور اسے بڑی خوبی کے ساتھ چلایا۔

مدرسہ عثمانیہ پہلی راجن میں مولانا سید محمد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، سعید پور نہڑ والی میں مولانا سید سعید الحسن کے والد صاحب مولانا سید عبدالکریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ جنہیں حضرت صاحب کہا جاتا تھا، نے بھی اور دیگر حضرات نے بھی ایسا سلسلہ نصاب قائم کیا اور غریب طلباء کے لئے فری ہوسٹل کا انتظام بھی کیا ہوا تھا اور پوری ریاست میں ایسے مدارس کا جال بچھا ہوا تھا۔ لیکن دیانتداری کی بات ہے کہ سب سے زیادہ عروج وشہرت جس ادارہ کو نصیب ہوئی اور جو آج تک بھی قائم ہے وہ مولانا مفتی غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ کا قائم کردہ ادارہ خیرالعلوم ہے۔ تب اس زمانہ میں جامعہ عباسیہ کے تحت چلنے والے مدارس عربیہ میں دارالعلوم دیوبند کے فضلاء اور جامعہ عباسیہ کے فضلاء (علامہ) زیادہ تر مدرس ہوتے تھے۔

ویسے ریاست بہاول پور میں ان مدارس میں مدرس کے لئے دارالعلوم دیوبند، جامعہ امینیہ دہلی، علی گڑھ کالج، مظاہر العلوم سہارنپور، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے فضلاء کو سرکاری ملازمت ملتی تھی اور ان جامعات کے فارغ التحصیل حضرات کے لئے فضلاء خمسہ کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔ یعنی متذکرہ پانچ مدارس وجامعات میں سے کسی کا فارغ التحصیل ہو تو سرکاری ملازمت کا ریاست بہاول پور میں اسے اہل سمجھا جاتا تھا۔

ون یونٹ کے اختتام تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ون یونٹ کے بعد جامعہ عباسیہ اور اس کے ماتحت مدارس عربیہ میں یہ نصاب رہا۔ لیکن آہستہ آہستہ دینی تعلیم کی جگہ دنیاوی تعلیم کا غلبہ ہونے لگا۔ بھٹو صاحب کے عہد کے اقتدار میں جامعہ عباسیہ کو ختم کر کے جامعہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور کا نام دیا گیا تو ان تمام مدارس کو مڈل اور ہائی سکول قرار دیا گیا۔ اب دینی تعلیم کی جگہ مکمل تعلیم سکولوں اور کالجوں کی ہے۔ نام اسلامیہ یونیورسٹی ہے۔ لیکن نصاب باقی یونیورسٹیوں جیسا ہے۔ بہاول پور ریاست کے نیک دل حکمرانوں کی دینی تعلیم سے متعلق تمام جدوجہد کو خاک میں ملا دیا گیا اور انگریزی

تعلیم کے اونٹ نے ان مدارس کے خیموں میں مکمل جگہ پر قبضہ کر کے دینی تعلیم کو خیمہ بدر کر دیا۔

مولانا مفتی غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ خیر العلوم ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ سکول مکمل طور پر قومی تحویل میں لیا گیا۔ مدت ملازمت پوری کر کے ریٹائرڈ ہوئے تو خیر العلوم مدرسہ میں خالص درس نظامی کی تعلیم پر بھرپور توجہ دی۔ اب مدرسہ عربیہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی جامعہ خیر العلوم ہے۔ اس میں دورۂ حدیث شریف کی تعلیم ہوتی ہے۔ مولانا مفتی غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ اس کے بانی سے شیخ الحدیث کے درجہ تک فائز رہے۔ آپ کے تمام رفقاء کو تو فقیر نہیں جانتا۔ لیکن مولانا غلام سرور مرحوم، مولانا علامہ نذر محمد شاہ مرحوم ایسے حضرات سکول و مدرسہ میں آپ کے دست و بازو تھے اور غالباً یہ سب حضرات یا تو آپ کے ساتھی تھے یا شاگرد۔ غرض اپنی ٹیم بنائی اور بڑی کامیابی کے ساتھ اسے تعلیم کے میدان میں اتارا اور بڑی کامیابی سے فتوحات پر فتوحات حاصل کیں۔

مولانا مفتی غلام قادر مرحوم کی دیانتداری دیکھئے کہ خیر پور کی معروف دینی برادری جو علماء، فضلاء پر مشتمل تھی یعنی سادات ہمدانیہ ان کو نہ صرف اپنے ساتھ رکھا۔ بلکہ ہمیشہ ان کو اہتمام پر سرفراز رکھا۔ یوں ان کے تعاون و سرپرستی سے آگے بڑھتے چلے گئے اور کارواں کو منزل بمنزل کامیابی سے آگے بڑھاتے گئے۔ مولانا غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ پختہ رائے رکھتے تھے۔ منتظم مزاج تھے۔ دینی و دنیاوی علوم کو جانتے پہچانتے تھے۔ بڑے سے بڑا سیاستدان اس علاقہ میں سیاسی کامیابی کے لئے مفتی صاحب کے دروازہ کا پانی بھرنے کو اپنے اوپر فرض سمجھتا۔ جسے مناسب سمجھا اس کے ساتھ تعاون کا وعدہ کر لیا۔ جس کے ساتھ ہو گئے وہ کامیاب ہو گیا۔ اس کی کامیابی مفتی صاحب کے تعاون کی مرحون منت ہوتی تو مفتی صاحب دینی و دنیاوی معاملات میں غریب رفقاء کے لئے ان کو کلمہ خیر کہتے رہتے۔ جس کی سفارش جس سے کر دی کبھی رائیگاں نہ جاتی۔ یوں مفتی صاحب کی ذات گرامی اس علاقہ کے غریب عوام کے لئے سایہ رحمت تھی۔ مجھے ذاتی طور پر خود مفتی صاحب کی شخصیت کے احترام کی بلندیوں پر جھانکنے کا موقعہ ملا۔

نواز شریف کے دور اقتدار میں علاقہ کے زمیندار نے میری دو گائے چوری کرالیں۔ ان دنوں بہاولپور کے معروف سیاستدان تسنیم نواز گردیزی وفاقی وزیر تھے۔ ان کا ایک عزیز رسہ گیر زمیندار کا حمایتی تھا۔ میری کوئی پیش نہ جانے دیتا۔ زمیندار نے اسے شیشہ میں اتارا ہوا تھا۔ میں جس آفیسر کو مل کر آتا اگلے دن وہ ملتا۔ تسنیم نواز کا نام استعمال کرتا اور پیش رفت کو بریک لگ جاتی۔ مجھے بھنک پڑی کہ مولانا مفتی غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ کے تسنیم نواز سے مراسم ہیں۔ خیر پور گیا۔ مفتی صاحب

نے تسنیم نواز کو فون کیا۔ وہ بہاول پور گھر آئے ہوئے تھے۔ اگلے دن ملاقات کا وقت طے ہوا۔

مفتی صاحب بہاول پور تشریف لائے۔ مجھے ساتھ لیا اور تسنیم نواز گردیزی کے گھر گئے۔ اس کا میٹنگ ہال علاقہ بھر کے زمینداروں سے اٹا ہوا تھا۔ تسنیم نواز نے مفتی صاحب کے تشریف لانے کا سنا، باہر آکر استقبال کیا۔ کمرہ خاص میں لے گیا۔ علیک سلیک، خیرخیریت کے تبادلہ کے بعد تشریف آوری کی وجہ دریافت کی۔ مفتی صاحب نے فقیر کا تعارف کرایا اور چوری کی تفصیلات بیان کرنے کا مجھے ارشاد فرمایا۔ میں نے تفصیل سے صورتحال عرض کی۔ اس دوران جتنا وقت بھی گزرا تسنیم نواز کے چہرے پر شکن تو درکنار انہوں نے کروٹ تک مفتی صاحب کے احترام میں نہیں بدلی۔ ان کے جس عزیز پر چور کی طرفداری کرنے کا الزام لگایا اسے بلایا اور دوحرفی تاکید کی اور کہا کہ یہ مولوی صاحب ہمارے مفتی صاحب کے تعلق دار ہیں۔ آئندہ شکایت نہ آئے۔ چور کی امداد کی بجائے چوری برآمد ہونی چاہئے اور پھر ایس. پی کو فون کیا کہ چوری برآمد کرائیں۔ آئندہ یہ مولوی صاحب یہ شکایت لے کر میرے پاس نہ آئیں۔

فون رکھا اور مفتی صاحب سے عرض کیا کہ اتنے کام کے لئے خود تکلیف نہ کیا کریں۔ مجھے فون کردیا کریں یا وزٹنگ کارڈ دے دیا کریں۔ ان شاءاللہ! تعمیل ارشاد ہوگی اور پھر دروازہ تک چھوڑنے کے لئے آئے۔ اس واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ سیاسی، اقتدار کے حلقوں میں آپ کا کتنا احترام تھا۔ مفتی صاحب کے مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بہاول پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبدالرحمٰن میانوی رحمۃ اللہ علیہ سے احترام ومحبت کے تعلقات تھے۔ اپنے جامعہ کے سالانہ جلسہ پر ان حضرات کو اور ان حضرات کے پسماندگان کو ہمیشہ بلانے کی روایت پر بڑی استقامت ومداومت کے عمل کو جاری رکھا۔

۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں شہداء مسجد لاہور کے ایک اجلاس میں وفد سمیت تشریف لائے۔ علماء کی ملکی سطح پر جب کوئی اہم میٹنگ ہوتی اس میں ان کی تشریف آوری کو ضروری سمجھا جاتا۔ جب بھی نمائندگی کی ضرورت ہوتی بہاول پور ڈویژن کے علماء کی نمائندگی ان کی شرکت کے بغیر ادھوری سمجھی جاتی۔ تنظیم اہل سنت کی مرکزی شوریٰ کے رکن تھے۔ وفاق المدارس، خیرالمدارس اور دیگر مدارس کی شوریٰ کے رکن تھے۔ آپ کے بلامبالغہ سینکڑوں علماء شاگرد ہوں گے۔

مائل بہ پستی متوسط قد، مائل بہ سفیدی گندمی رنگ، ورلی چھدرک داڑھی، ہلکا بدن، چہرہ پر علم کی متانت، میانہ روی پر کلہ والی دستار آپ کی پہچان تھی۔ بہت ہی بخت ور انسان تھے۔ مٹی کو ہاتھ ڈالتے قدرت سونا بنا دیتی۔ جہاں رہے ہمیشہ ممتاز رہے۔ ہنس مکھ، معاملہ فہم طبیعت تھی۔ بات ستھری کہنے کے عادی تھے۔ دل کے صاف اور منکسر المزاج تھے۔ ہر چھوٹے بڑے کو اس کے مقام کے مطابق احترام دیتے۔ اس لئے ہر حلقہ میں ان کا احترام کیا جاتا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ بانی رہنما حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادہ مولانا حافظ حبیب الرحمٰن جالندھری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند نسبتی بھی تھے، انہوں نے بھی خیر العلوم میں آپ کے ہاں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی۔ بیعت کا تعلق غالباً حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ اب حضرت قبلہ سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کو اس تعلق خاطر کی بنیاد پر ہمیشہ جامعہ خیر العلوم کے سالانہ اجلاس پر دعوت دیتے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے احترام میں پیش پیش رہتے۔ جب حضرت ان کے جامعہ میں تشریف لاتے تو ان کی عید ہو جاتی۔ خوشی سے ان کے قدم زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ ملک کے نامور مفتیان میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ فقہی جزئیات پر مکمل دسترس تھی۔ آپ کے فتاویٰ جات کو علمی اور سرکاری حلقوں میں وقیع جانا جاتا تھا۔

وہ اس دنیا سے کیا گئے علم وفضل کا ایک روشن ودرخشندہ ستارہ روپوش ہو گیا۔ اکابر کی روایات کی چلتی پھرتی تصویر آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت امیر مرکزیہ اور جامعہ باب العلوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جنازہ پڑھایا۔ تاریخ کا ایک باب سمٹ گیا۔ ان کی صالح عالم دین اولاد، سینکڑوں شاگرد، حلقہ احباب، جامعہ مسجد اور جامعہ خیر العلوم ان کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بہاروں کو قیامت کی صبح تک تازہ دم اور مہکتا رکھیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

(۱۵۰۶)

غلام قادر ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش: ۱۹۲۶ء)

کھوکھر والا محمود کوٹ، کوٹ ادو کے مولانا غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ اپنے علاقہ میں پڑھتے

رہے۔ دورۂ حدیث شریف ملتان سے کیا۔ پونگراں والی مسجد کچہری روڈ ملتان میں خطیب مقرر ہوئے۔ پھر ایک مدرسہ بھی قائم کیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بہادرانہ وار حصہ لیا۔ گرفتار ہوئے۔ ایک سال سزا ملی۔ چار ماہ قید کاٹ کر اپیل پر رہا ہوئے۔ تنظیم اہل سنت کے نامور رہنما تھے۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اجل تھے۔

(۱۵۰۷)

غلام محمد احرار رحمۃ اللہ علیہ (حافظ آباد)، جناب حکیم

(وفات: ۱۳؍جنوری ۱۹۷۰ء)

حافظ آباد میں احرار کے دیرینہ کارکن، مجلس تحفظ ختم نبوت کے عہدیدار، دارالمطالعہ کے نگران، آزادی وطن اور اشاعت دین کے لئے عمر بھر کوشاں رہے۔

(۱۵۰۸)

غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ (انگہ)، جناب کپتان

(وفات: جون ۱۹۷۷ء)

مجلس احرار اسلام کے دو کپتان حضرات کا نام غلام محمد تھا۔ دونوں بہادر، دونوں زیرک تھے۔ دونوں جفاکش اور مخلص تھے۔ ایک کپتان غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ چکڑالہ کے تھے جو نعت خواں بھی تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی آخری دنوں ہسپتال میں خدمت کی سعادت بھی حاصل کی۔

دوسرے کپتان انگہ کے غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ بھی مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے قائم کردہ مسجد و مدرسہ جابہ کے قائم کرنے میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے خدمات سرانجام دیں۔ خوب مجاہد ورکر تھے۔ حق تعالیٰ ان کی خدمات تحفظ ختم نبوت و آزادی وطن کو قبول فرمائیں۔

(۱۵۰۹)

غلام محمد جالندھری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حافظ

(ولادت:۱۹۲۰ء ...... وفات:اپریل ۱۹۹۷ء)

آپ ضلع جالندھر میں نور محمد آرائیں مرحوم کے ہاں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے کتب حدیث پڑھ کر کسب فیض کیا۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ تفسیر پڑھا اور حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق قائم کیا۔ قیام پاکستان کے بعد کوہسار مری میں تعلیم قرآن پاک کی خدمت میں مصروف ہوئے اور علاقہ بھر کے لوگوں کے دلوں کو قرآن پاک سے منور فرمایا۔ نڈر، بے باک، حق گو شخصیت کے مالک تھے۔ تحریک نظام مصطفیٰ اور تحریک ختم نبوت میں خوب متحرک رہے۔ بالخصوص تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ نے تیس سے زائد حج کرنے کی سعادت حاصل کی۔ مدینہ منورہ ہجرت کر کے زندگی کا لمبا حصہ مسجد نبوی کی صف اوّل کی نمازوں سے بہرہ مند ہوئے۔ آپ رمضان المبارک میں علیل ہوئے اور ذی الحجہ میں حج کے دوران مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ مسجد نبوی میں حجاج کرام کے جم غفیر نے نماز جنازہ ادا کی اور جنت البقیع میں تدفین کی سعادت نصیب ہوئی۔ زہے نصیب!

(۱۵۱۰)

غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ (چوٹی زرین)، مولانا

(وفات:جون ۱۹۸۸ء)

جمعیۃ علماء اسلام ڈیرہ غازی خان کے امیر، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز شاگرد، انتہائی وجیہ وخوبصورت بہادر عالم دین، عقیدۂ ختم نبوت اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ہر وقت دل وجان سے مستعد۔

(۱۵۱۱)

غلام محمد فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۲۳ء کو جناب محمد دین کے گھر پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۸ء میں مڈل کا امتحان پاس کیا۔ ضلع جالندھر میں چوہڑوالا کے مولانا قمرالدین رحمۃ اللہ علیہ تھے جو حضرت شیخ الہند محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ ان کے پاس ابتدائی درس نظامی کی کتب پڑھیں۔ پھر خیرالمدارس جالندھر میں پانچ سال تک پڑھتے رہے۔

دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ مولانا قمرالدین فیروزپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خیرمحمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد عبداللہ رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مشتاق احمد ہوشیارپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید فخرالحسن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ (صدر کبیر والا)، مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (اکوڑہ خٹک)، مولانا عبدالشکور دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نافع گل پشاوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد خیرالمدارس میں حضرت مولانا خیرمحمد رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر تدریس شروع کی۔ پھر مولانا فضل احمد رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر مدرسہ اشرف المدارس گرونا نک پورہ فیصل آباد میں پڑھانا شروع کیا اور تادم واپسی یہیں پر رہے۔

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق تھا۔ پھر حضرت مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ گیارہ چک والوں سے تعلق تصوف قائم فرمایا۔ آپ مدرسہ ختم نبوت چناب نگر کے طلباء کے امتحان کے لئے تشریف لاتے تھے۔ بہت ہی عالم باعمل تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت پر دل وجان سے عاشقانہ تعلق رکھتے تھے۔

(۱۵۱۲)

غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ (ڈیرہ غازی خان)، مولانا

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، مدرسہ قاسم العلوم، مسجد پیارے والی، کمپنی باغ ڈیرہ غازی خان کے بانی و مہتمم حضرت مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ عالم باعمل سراپا اخلاص، سراپا علم و فضل شخصیت تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ڈیرہ غازی خان کے لئے رأس المال کا درجہ رکھتے تھے۔ عالمی مجلس کے ہر مرکزی پروگرام میں شمولیت سے سرفراز فرماتے تھے۔ نظریاتی اور بہت پکے نظریاتی انسان تھے۔

(۱۵۱۳)

غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ (اسلام آباد)، مولانا

(وفات: ۸ / مارچ ۲۰۰۰ء)

آپ مٹھ ٹوانہ ضلع خوشاب کے رہائشی تھے۔ نامور مخلص عالم دین تھے۔ جی-۷ اسلام آباد جامع مسجد معاویہ کے خطیب تھے۔ کالعدم سپاہ صحابہ اسلام آباد کے سرپرست تھے۔ لیکن بہت صالح طبیعت پائی تھی۔ ختم نبوت کے کام سے ایمانی محبت فرماتے تھے اور پیش پیش رہتے تھے۔ سپاہی ہونے کے باوجود شریف النفس، امن پسند، صلح جو طبیعت پائی تھی شرافت کا پیکر تھے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۱۵۱۴)

غلام محی الدین گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، پیر سید

(پیدائش: ۱۸۹۱ء ...... وفات: ۲۲ / جون ۱۹۷۴ء)

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے صاحبزادہ حضرت پیر غلام محی الدین گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ المعروف بابو جی تھے۔ قاری عبدالرحمٰن جونپوری رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن مجید قرأت سے پڑھا۔ اپنے والد گرامی کے قائم کردہ مدرسہ غوثیہ گولڑہ شریف میں مولانا محمد غازی رحمۃ اللہ علیہ سے مروجہ علوم پڑھے۔ اپنے والد گرامی سے بیعت ہوئے اور تصوف کی تکمیل پر خلافت سے سرفراز ہوئے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے اجلاس لاہور محمدن ہال میں تشریف لائے۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے استقبال کیا اور والہانہ فرمایا۔ آپ کا آنا گویا رحمت خداوندی کا آنا ہے۔ گھٹنوں کو ہاتھ لگایا اور سٹیج پر لے گئے۔ آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہمیشہ خم ٹھونک کر میدان میں رہے تو حضرت پیر غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ آپ کی سرپرستی کی۔ آپ کا

وجود اپنے والد گرامی کی روایات کا امین تھا۔ مدرسہ کی ترقی، خانقاہی نظام، عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ غرض اپنے والد گرامی کے تمام خیر کے کاموں کو حضرت مرحوم کے منہج پر جاری رکھا۔

خدا رحمت کندایں عاشقاں پاک طینت را

(۱۵۱۵)

غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، جناب مفتی

(ولادت ۱۹۲۲ء ...... وفات: ۱۹۸۷ء)

مفتی غلام محی الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام احمد فریدی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر قصبہ شوق مراد آباد انڈیا میں پیدا ہوئے۔ جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ قیام پاکستان کے بعد آپ کراچی تشریف لائے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے پوسٹر شائع کئے اور گرفتار بھی ہوئے۔ شاہ فیصل کالونی میں قادیانیوں نے اپنی تبلیغ شروع کی تو آپ نے ان کو دعوت مناظرہ دی۔ مگر وہ مقابلے میں نہ آئے۔ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ شارع فیصل کالونی میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔

(۱۵۱۶)

غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ (حسن ابدال)، پیر سید

(ولادت: ۱۹۱۹ء ...... وفات: ۲۷/جون ۱۹۹۹ء)

آپ کے والد گرامی کا نام مولانا سید ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ اپنے والد اور تایا سے تعلیم حاصل کی۔ مکھڈ شریف سے تکمیل کی۔ جامعہ نعمانیہ لاہور میں دورۂ حدیث شریف کیا۔ گولڑہ شریف کے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا اعزاز حاصل کیا۔ جامعہ نعمانیہ لاہور، جامعہ عزیزیہ بگویہ بھیرہ، مظہر الاسلام راولپنڈی بھی پڑھاتے رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں بڑی جرأت سے حصہ لیا۔ ہروئی والا نزد سلطان پور حسن ابدال اپنے گاؤں میں سپرد خاک ہوئے۔

(۱۵۱۷)

غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ، صوفی حضرت شیخ

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔اس میں شیخ غلام محی الدین کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۲، نمبر۸۷ پر مخاطب کیا ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کوالم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۵۱۸)

غلام مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی

(پیدائش:۱۹۰۵ء ...... وفات:۲۹؍جنوری ۱۹۷۷ء)

مولانا قاضی غلام مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ تحصیل تلہ گنگ کے گاؤں مرجان میں مولانا خان محمد (م:۱۹۰۹ء) بن میاں دولا کے ہاں پیدا ہوئے۔ان کے اجداد ''ڈھوٹ'' ضلع بنوں سے مرجان آکر آباد ہوئے تھے۔مولانا قاضی غلام مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے ناظرہ قرآن مجید اور دینی کتب کی ابتدائی تعلیم مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند (جانگلہ ضلع اٹک) اور مولانا غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ (کرسال ضلع چکوال) سے حاصل کی۔جامعہ نعیمیہ لاہور میں مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ سے منطق کا درس لیا۔۱۹۲۹ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے مولوی فاضل اور ۱۹۳۴ء میں منشی فاضل کیا۔

۱۹۳۸ء میں دارالعلوم دیوبند میں مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور پھر اپنے وطن مرجان آکر دینی تعلیم دینے لگے۔جلد ہی آپ کی علمی اور تدریسی شہرت دوردور تک پھیل گئی۔دینی علوم میں مہارت کی بدولت آپ شیخ الادب کے لقب سے مشہور ہوئے۔

آپ نے جامعہ عربیہ گوجرانوالہ، جامعہ اسلامیہ میانوالی، مدرسہ محمدیہ قلعہ دیدارسنگھ، دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی اور مدرسہ تعلیم الاسلام دینہ ضلع جہلم میں بھی تدریسی فرائض انجام دیئے۔

مولانا محمد گل شیر شہید کی دعوت پر ۱۹۴۲ء میں مجلس احرار اسلام میں شامل ہوئے اور قائدین احرار کی قیادت میں تحصیل تلہ گنگ میں تحفظ ختم نبوت، آزادئ وطن اور اصلاح معاشرہ کے لئے اپنی توانائیوں اور صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کیا۔مولانا غلام مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ (واں بھچراں ضلع میانوالی) کے ہاتھ پر بیعت کی اور عمر بھر شرک وبدعت کے

خلاف سینہ سپر رہے۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کے انتہائی قریبی تعلقات قائم رہے۔ آپ نے دو کتابیں تحریر کیں: (۱)اصلاح الاخوان۔ (۲)وصایافی المزایا المعروف وصیت نامہ(مطبوعہ ۱۹۸۷ء) (ڈاکٹر محمد فاروق،تلہ گنگ)

(۱۵۱۹)

غلام معین الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب خواجہ

(پیدائش: یکم /اکتوبر ۱۹۳۹ء ...... وفات: ۲۶/اپریل ۱۹۹۲ء)

خواجہ غلام نظام تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت خواجہ غلام معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں تذکرہ خواجگان تونسہ شریف کے مؤلف محمد رمضان معینی تونسوی تحریر کرتے ہیں کہ:

”مرزا قادیانی سے دلی نفرت آپ نے اپنے آباؤاجداد سے ورثہ میں پائی۔ آپ نے مختلف ادوار میں تحریک ختم نبوت میں بھرپور شرکت کی۔ اس کے علاوہ تونسہ شریف میں جو جلوس مرزائیت کے خلاف نکلتے وہ مسجد محمودیہ سے شروع ہوتے۔ یہ جلوس آپ کی زیرقیادت نکلتے۔ ربوہ اسٹیشن پر مسلمان طلباء کے ساتھ ناروا سلوک کے خلاف تونسہ شریف میں ہڑتال رہی۔ جامعہ مسجد محمودیہ میں مرزائیوں کے خلاف تقاریر کی گئیں اور حکومت کی مرزائی نواز پالیسی کی پرزور تردید کی گئی۔ جب مرزائیوں کے خلاف معاشی بائیکاٹ کی تحریک چلائی گئی تو آپ نے حسب ذیل پیغام تحریر کروایا۔“

”حب الوطنی اور ایمانداری کا تقاضہ یہی ہے کہ جب تک قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرارنہیں دیا جاتا۔ اس وقت تک سوشل بائیکاٹ کی تحریک جاری رکھی جائے۔ حضرت پیر پٹھان رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ مقدس سے وابستہ ہر پیر بھائی پر لازم ہے کہ اپنے مشائخ کی طرح غیرت مندی کا ثبوت دے کر تاریخ ساز کردار ادا کرے۔“

۵/فروری ۱۹۹۰ء کو یوم کشمیر کے مسئلہ پر کچہری چوک تونسہ شریف پر ایک عظیم الشان جلسہ آپ کی زیرصدارت ہوا۔ جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء شامل تھے۔ جلسہ کے آخر میں آپ نے زبان درفشاں سے فرمایا کہ مرزا قادیانی کافر اعظم تھا۔ ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو جب قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیا گیا تو خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے خواجہ معین الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ماہنامہ رسالہ ”نظام الدین“ ملتان میں اکتوبر ۱۹۷۴ء کو ایک پیغام تہنیت شائع کرایا کہ: ”انتہائی خوش نصیبی کی بات ہے کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے ختم

نبوت کے عیار ڈاکوؤں کو انجام تک پہنچتے دیکھ لیا۔ الحمدللہ الف مرۃ آستانہ عالیہ تونسہ شریف کے متوسلین کو بڑھ چڑھ کر خوشی و مسرت حاصل ہوگی۔ کیونکہ پردادا سائیں حضرت خواجہ کریم تونسوی (خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ) کی جدوجہد رنگ لائی۔ دادا سائیں حضرت خواجہ رحیم تونسوی رحمۃ اللہ علیہ (خواجہ محمود تونسوی رحمۃ اللہ علیہ) کا تبلیغی گھراؤ کامیاب ہوا۔ حضرت بابا سائیں حضور نعیم (خواجہ غلام نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ) کی سول نافرمانی اور انتھک قربانی کو کامرانی نصیب ہوئی۔ عین مسرت کے عالم میں مجھے کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمارا بزدل دشمن انتہائی شاطر و عیار ہے۔ اس کی رذیلانہ ریشہ دوانیوں سے مسلمان بھائیوں کو محفوظ رکھنے کے لئے غیرت مندی مندوجری مسلمان اپنے آپ کو چوکنا و ہوشیار رکھیں۔“

۲۱ر اگست ۱۹۶۱ء میں جب امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو خود خواجہ صاحب بیمار تھے۔ لیکن اپنے دونوں صاحبزادوں خواجہ غلام معین الدین رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ فخرالدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کو امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے کے لئے تونسہ شریف سے ملتان روانہ کیا۔ (عبدالعزیز لاشاری)

(۱۵۲۰)

غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، مولانا قاری

(وفات: ۲۱ر جولائی ۱۹۸۱ء)

آپ قاری عبدالمالک علی گڑھی استاذ القراء کے شاگرد تھے۔ شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر تعلیم کے بعد کوئٹہ آ گئے۔ آپ کے یہاں تشریف لانے سے کوئٹہ بلکہ بلوچستان میں قرأت کا ایک خاص ذوق اور ماحول بن گیا۔ آپ صرف قاری نہیں، بلکہ علوم عقلیہ ونقلیہ کے متبحر عالم دین تھے۔ جامعہ اشرفیہ لاہور کے ابتدائی فضلاء میں سے تھے۔ مولانا رسول خان رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے اساتذہ سے حدیث شریف پڑھی تھی۔ اس وقت بلوچستان کے تمام علماء قرأت میں آپ کے شاگرد تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے نفاذ اسلام اور عقیدۂ ختم نبوت کی جدوجہد میں نمایاں کردار ادا کیا۔

(۱۵۲۱)

غلام نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب خواجہ

(پیدائش:۲؍جولائی ۱۹۰۸ء ...... وفات:۸؍جون ۱۹۶۵ء)

خواجہ محمود رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ پاک نے پانچ بیٹے عطاء فرمائے۔ ان میں سے حضرت خواجہ غلام نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ بڑے بہادر، نڈر اور جلالی بزرگ تھے۔ سخاوت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ اپنے مدرسہ محمودیہ میں تعلیم کے لئے علماء دیوبند کو مقرر فرماتے تھے۔ مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند، مولانا عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالم دین اس مدرسہ میں پڑھاتے رہے۔ بلکہ مولانا عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ یہاں پڑھتے بھی رہے ہیں۔ خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں جہاں عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کا جذبہ موجود تھا وہاں دینی مدارس کے ساتھ تعاون کرتے تھے۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں مدرسہ سراج العلوم میں کمرے بنوا کر دیئے۔ علماء دین کے اتنے قدردان تھے کہ جب حضرت سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا حضرت مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند کے پاس تشریف لے گئے۔ جاکر خبر بھی دی اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت بھی فرمائی۔ فرمایا! کاش میرے پاس ہوائی جہاز ہوتا تو میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ میں شریک ہوتا۔

تقسیم پاک و ہند سے پہلے ایک شخص خان محمد قیصرانی قادیانی ہوگیا۔ اس کی زوجہ نے خاوند کے اصرار کے باوجود مرزائیت قبول نہ کی بلکہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنا مسئلہ پیش کردیا۔ خواجہ صاحب اور مولانا قاضی عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ ڈیرہ غازی خان والے اور دیگر علماء کرام کے مشورہ سے طے پایا کہ مسلمان خاتون کی طرف سے سرکار انگریزی کی عدالت میں دعویٰ تنسیخ نکاح دائر کرکے خاتون مسلم کو غیر مسلم سے نجات دلوائی جاوے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقدمہ کے اخراجات کے لئے ایک مربع زمین فروخت کردیا۔ چنانچہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور سردار احمد خان پتافی رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر مولانا عمر دراز رحمۃ اللہ علیہ عرف جندوڈا سکنہ کلیری اور حکیم اللہ بخش قیصرانی رحمۃ اللہ علیہ سکنہ وہوا کو زادسفر دے کر دیوبند میں مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا۔ ان حضرات نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تمام واقعہ جا کر سنایا۔ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اس وقت بیمار تھے۔ البتہ دیوبند سے ایک جماعت کو تیار کیا۔ مناظر اسلام مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالوفا شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ، مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کراچی والے ڈیرہ

غازی خان تشریف لائے۔ ۱۲؍دسمبر ۱۹۳۸ء کو چودھری تیرتھ داس سینئر جج ڈیرہ غازی خان کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ اس پوری جماعت کو امیر محمد خان بزدار رحمۃ اللہ علیہ بلاک نمبر ۴ ڈیرہ غازی خان کے خانہ پر ٹھہرایا گیا۔ یہ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ بادام پستہ کی روٹیوں سے مشائخ کی تواضع کی گئی۔ پہلی پیشی پر علی الترتیب فریقین کے گواہ اس طرح پیش ہوتے رہے ہر ایک کی شہادت پر ایک ایک ہفتہ صرف ہوا۔ مسلمانوں کی طرف سے گواہ مولانا قاضی عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ جمعیۃ علماء ہند، شیخ الحدیث مفتی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ خیرالمدارس والے، مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ ناظم تعلیمات مدرسہ دیوبند، مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ شارح ترمذی، مختیار خاص مسلمانوں کی طرف سے مولانا ابوالوفا شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ایوب رحمۃ اللہ علیہ صدر انجمن حمایت اسلام، مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، ایڈووکیٹ لالہ سیتہ بھوشن۔ قادیانیوں کی طرف سے گواہ چودھری اسداللہ بیرسٹر برادر اصغر سر ظفر اللہ قادیانی، سلیم مربی ناظم مرکز کلکتہ، ملاں عبدالرحمان خادم بیرسٹر۔ قادیانیوں کی طرف سے مختیار خاص اللہ دتہ جالندھری۔ مشہور قادیانی مناظر جو مقدمہ بہاول پور میں بھی پیش ہوتا رہا۔ ایڈووکیٹ عزیز محمد بمبئی اور اس مقدمہ کی تائید میں مزید قلم بند شہادتیں سوالات کے ذریعے عدالت میں پہنچ گئیں۔ حضرت مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان کا یہ بیان فتاویٰ کفایت المفتی میں شائع ہو چکا ہے۔ شیخ الجامعہ غلام محمد گوٹوی رحمۃ اللہ علیہ، جامعہ عباسیہ بہاول پور مجتہد شیعہ مسلک کے سید علی الحائری رحمۃ اللہ علیہ۔ اس کارروائی میں علماء کرام نے ایسی جرح کی ان حضرات کے بیانات اتنے پرلطف ہوتے کہ اللہ دتہ جالندھری کا ناطقہ بند ہو جاتا اور بار بار کمرہ عدالت حاضرین کے قہقہوں سے گونج اٹھتا تھا۔

۱۳؍مارچ ۱۹۴۰ء کو خان محمد قادیانی قیصرانی نے ایک درخواست گزاری۔ سر میں قادیانیت سے تائب ہوتا ہوں۔ بارہ سال میں کافر رہا ہو۔ بے شک جج صاحب مدعیہ کے حق میں فیصلہ صادر فرما سکتے ہیں۔ ۱۴؍مارچ ۱۹۴۰ء کو ہندو جج تیرتھ داس نے فیصلہ لکھ دیا کہ قادیانی کافر ہیں۔ حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ڈیرہ غازی خان کا مقدمہ بہاول پور کے مقدمے سے اہم ہے۔ چونکہ بہاول پور کا جج مسلمان ہے اور ڈیرہ کا جج ایک ہندو جج ہے۔

راقم الحروف (لاشاری) کو مرزا غلام نبی جانباز رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں واقعہ بیان فرمایا کہ مجلس احرار اسلام کا جوبن تھا۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ ملک بھر کے گدی نشینوں، پیرزادوں کو قادیانیوں کے خلاف تیار کر رہے تھے۔ اس سلسلہ میں خواجگان تونسہ شریف کی خدمات بھی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مگر کوئی اتفاق پیدا نہیں ہو رہا تھا۔ تحصیل تونسہ کی سب تحصیل وہوا میں بخاری

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کھیتران برادری جامع مسجد اخوندزادہ میں ہر سال جلسہ کراتی تھی۔ ایک دفعہ بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی جلسہ کے سلسلہ میں تونسہ شریف تشریف لائے۔ بخاری صاحب کو آنے میں دیر ہوگئی۔ تونسہ سے وہوا جانے والی بس ایک ہی تھی جو پہلے جا چکی تھی۔ سردار کھیتر ان برادری نے اپنے پیر اور تعلق دار خواجہ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رات کو رہائش رکھی۔ صبح نماز پڑھ کر بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ خواجگان تونسوی کے مزارات پر ایصال ثواب کے لئے تشریف لے گئے۔ پہلے حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر حاضری دی۔ پھر خانقاہ محمودیہ پر تشریف لے گئے۔ خانقاہ محمودیہ کے گیٹ سے جونہی داخل ہوئے سامنے مسند پر بیٹھے ایک بزرگ نظر آئے۔ وہ بزرگ بھی بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر اپنی مسند سے کھڑے ہوکر گیٹ کے قریب آ کر ملاقات کی۔ بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وضع قطع دیکھ کر پوچھا. جناب کا تعارف: بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے عطاء اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ اس بزرگ نے فرمایا: ''مجھے غلام نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔'' پھر دونوں شیر آپس میں بغلگیر ہوگئے۔ بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ! میں مسئلہ ختم نبوت کے حوالہ سے آپ کو ملنا ہی چاہتا تھا۔ اللہ پاک نے گوہر مقصود یہیں ملا دیا۔ آپ ہماری سرپرستی فرمائیں۔'' خواجہ صاحب نے وعدہ فرمایا۔ میں آپ حضرات میں شامل ہوں۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ناشتہ کی دعوت دی۔ مگر بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں اصول کا آدمی ہوں۔ رات میں حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا مہمان رہا ان کی اجازت کے بغیر ناشتہ نہیں کروں گا۔ آج وہوا جانا ہے۔ وہاں رات کو جلسہ ہوگا۔ کل واپسی پر جناب سے ملوں گا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چشم ما روشن تشریف لائیں۔

دوسرے دن بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہوا کے جلسہ سے فارغ ہوکر خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہوئے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مہمان خانہ خصوصی شیش محل میں بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ٹھہرایا۔ رات کو خواجگان تونسہ کی فیملی کو خطاب فرمایا۔ اس کے بعد جب بھی بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس علاقہ میں تشریف لاتے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ضرور ہوتی۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ختم نبوت کے پروگراموں میں نہ صرف شریک ہوتے بلکہ اپنے مریدوں اور خلفاء کو پروگرام کرانے کا حکم فرماتے۔

بستی مندرانی نزد تونسہ شریف میں خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ سید ابراہیم شاہ رحمۃ اللہ علیہ جو کہ سید حسو شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے سید ابراہیم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بستی مندرانہ جا کر مسئلہ ختم نبوت بیان فرمایا۔ اس دور میں اس بستی

میں بھی قادیانیوں کا اثر تھا۔ بلکہ منہ زور قادیانی رہتے تھے۔

مجلس احرار کے مشہور سرائیکی واعظ خوش الحان اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا محمد شریف بہاول پوری رحمۃ اللہ علیہ نے جو کہ حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور جامعہ امینیہ کے فاضل تھے کوٹ قیصرانی میں ردقادیانیت کے بارہ میں آ کر بیان کیا۔ کوٹ قیصرانی کا سردار امیر مند قادیانی تھا۔ مولانا کی تقریر پر اس کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے اپنے غنڈوں کو سمجھایا کہ اس مولانا کی پٹائی کرنی چاہئے۔ مولانا نے صبح کوٹ قیصرانی سے تونسہ آنا تھا۔ بس اڈا پر اس سردار کے غنڈوں نے حملہ کر دیا۔ مولانا جلدی جلدی بس پر سوار ہو گئے۔ مگر وہ غنڈے مولانا کی پگڑی اتار کر لے گئے۔ مولانا ننگے سر تونسہ شریف حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے جا کر سارا واقعہ سنایا۔ خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں معذرت کرتا ہوں۔ یہ میری طرف سے پگڑی ہے۔ میں اس سردار سے آپ کا یہ بدلہ لے کر رہوں گا۔ میری دھرتی پر آپ کی یہ توہین ہوئی۔ جا کر بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ واقعہ نہ بتانا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت ایک پیغام کے ذریعے اس قادیانی سردار کے رشتہ دار سردار فیض محمد خان تنگوانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ خواجہ حامد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید بھی تھا۔ فرمایا جب سردار تونسہ شریف آیا میں اس سردار کی پگڑی اتاروں گا۔ اس پیغام کو سن کر سردار دس سال تونسہ شہر نہ آیا۔ ادھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہوٹل والے کی ڈیوٹی لگائی کہ جب بھی یہ سردار تونسہ شہر میں آئے مجھے اطلاع کرنا۔ دس سال بعد سردار نے یہ سمجھا کہ اب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وہ واقعہ بھول گیا ہوگا۔ یہ تونسہ شہر آیا۔ بڑی کروفر سے آیا۔ بڑا پگڑ، طرّہ لگا کر آیا۔ جوں ہی یہ سردار ہوٹل میں چائے جلیبی کھانے بیٹھا تو ہوٹل والے نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع کر دی۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت اپنے خادم قاضی غلام معین الدین رحمۃ اللہ علیہ اور ممدوٹ کوٹانا رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا کہ سردار کا پگڑا اتارلو۔ ممدوٹ کوٹانے نے جاتے ہی ہوٹل کی لکڑی اٹھائی اس سے سردار کا پگڑا اتارلیا۔ سردار سمجھ گیا آج خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مبلغ ختم نبوت کا بدلہ لے لیا۔ وہ خاموشی سے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر کوٹ قیصرانی چلا گیا۔

ایک دور میں یہ سردار حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آ کر مسلمان ہو گیا۔ الیکشن کا زمانہ آیا تو یہ الیکشن پر کھڑا ہو گیا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس نومسلم کی حمایت بھی کی۔ مگر یہ شکست کھا گیا۔ بعد میں یہ پھر مرتد ہو گیا۔ قادیانی بن گیا۔ جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی اس حرکت کا معلوم ہوا تو فرمایا: ”اس نے ہم کو دھوکہ دیا اس کو قبر جگہ نہ دے گی۔“ یہ ۱۹۸۶ء کو آنجہانی ہوا تو قادیانیوں نے اس کو مسلمانوں کی مسجد میں دفن کر دیا۔ اس عمل کے خلاف ایک زوردار تحریک چلی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور تمام مکاتب فکر کے مسلمانوں نے مسلسل دو ماہ تحریک چلائی۔ آخرکار حکومت نے اس کی لاش کو مسجد سے نکال کر اس کو اپنے گھر میں دوبارہ دفن کرادیا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف سرپرستی فرمائی بلکہ اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ اس تحریک میں بھرپور حصہ لو۔ کراچی میں خواجہ خان محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ جا کر گرفتار ہوگئے۔ یہ خواجہ صاحب خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے خواجہ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور خواجہ حامد رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے۔ قادیانی نواز اخبار ''ڈان'' نے اس تحریک کے خلاف لکھا تو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بیان روزنامہ آزاد ۲۰؍جولائی ۱۹۵۳ء میں دیا کہ ملک بھر کے اکابر اس تحریک میں شامل ہیں۔ مشائخ گولڑہ شریف، مشائخ سیال شریف، مشائخ تونسہ شریف ہمارے ساتھ ہیں۔ اس سے پہلے ۳؍مارچ بروز منگل ۱۹۵۳ء کو مسجد محمودیہ تونسہ شریف سے تحریک ختم نبوت کے ایک جلوس کا پروگرام تھا۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس دن سفر پر جانا تھا مگر سفر پر جانے سے پہلے اپنے صاحبزادگان کو فرمایا کہ تم نے جا کر اس جلوس کی قیادت کرنی ہے۔ ۶؍مارچ ۱۹۵۳ء کو ڈیرہ غازی خان سے جمعۃ المبارک کے دن ایک بڑا جلوس تھا۔ اس میں باضابطہ تحریک شروع کرنی تھی۔ اس دن خواجہ غلام مرتضیٰ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت ضلع ڈیرہ غازی خان کا صدر مقرر کیا گیا۔

۴؍اپریل ۱۹۵۳ء کو لاہور میں اکابر ختم نبوت کو فون کیا کہ صبح میں لاہور آرہا ہوں۔ فیروز خان نون وزیر سے اس تحریک کے بارہ میں ملاقات کروں گا۔ مولانا امیر محمد کندیاں شریف والے نے بیان کیا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۵؍اپریل بروز اتوار کو خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ لے کر ان کی کوٹھی پر ملاقات کی مگر فیروز خان نون نے تحریک ختم نبوت میں تعاون کرنے سے انکار کردیا۔ خواجہ صاحب اس پر سخت ناراض ہوئے۔ حالانکہ اس کے گھر والے ان بزرگوں کے مرید تھے۔

مولانا امیر محمد ہاشمی قریشی بن مولانا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند سکنہ کندیاں شریف حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ جناب محمد رمضان معینی تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا قاضی عطاء محمد رحمۃ اللہ علیہ سکنہ بستی بغلانی تونسہ شریف استاد زادہ مولانا عبدالستار شہلانی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید نہیں ہوئے۔ بلکہ خواجہ صاحب کے صاحبزادے خواجہ غلام معین الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید بن گئے۔ مولانا عطاء محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ دراصل خواجہ نظام الدین ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے دنوں میں کسی کو بھی مرید نہیں

کرتے تھے۔ حضرت نے طے کر رکھا تھا کہ جب تک ظفر اللہ قادیانی وزیر خارجہ ہے میں کسی کو مرید نہیں کروں گا۔ حضرت خواجہ صاحب کا وصال ۸؍جون ۱۹۶۵ء کو ہوا۔

مسلمان سب کچھ برداشت کرسکتا ہے مگر اپنے آقا و مولا محمد ﷺ کی شان میں اہانت کو ہرگز گوارا نہیں کرسکتا۔ جب ۱۹۵۳ء میں منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک شروع ہوئی اور پکڑ دھکڑ کا آغاز ہوا تو آبروئے مشائخ حضرت پیر صاحب تونسہ شریف حضرت خواجہ غلام نظام الدین تونسوی محمودی سلیمانی قدس سرہ نے پاکستان کی چوٹی کے مشائخ کرام سے بذات خود رابطہ قائم کیا اور انہیں احساس دلایا کہ ناموس رسالت کے ڈاکو اپنے مکروہ کرتوتوں میں مصروف ہیں۔ تمہاری خاموشی اور خواب غفلت اسلامیان پاکستان کو کس قدر عظیم نقصان سے دو چار کرے گی۔ دربار پیر پیران ملتان کے سجادہ نشین مخدوم شوکت حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی۔ ملتان اسٹیشن پر پیر صاحب گولڑہ شریف سے طویل مذاکرات کئے۔ سیال شریف کے سجادہ نشین کو جھنجھوڑا۔ اس وقت کے گورنر جنرل غلام محمد کے پیر حضرت حیرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ چنیوٹ کے علاقہ میں دریائے چناب کے کنارہ پر حیرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ڈیرہ تھا۔ چنیوٹ سے وہاں تانگے پر گئے۔ بڑا تکلیف دہ اور دشوار راستہ تھا۔ جب وہاں پہنچے تو ان کے خلیفہ نے کہا: ''مقام حیرت ہے کہ اس وقت حیرت صاحب نہیں ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو بڑی تکلیف اٹھانی پڑی۔'' پھر گڑ کی چائے سے مہمان نوازی کی۔ آپ نے خوشی کے ساتھ گڑ کا قہوہ نوش کرتے ہوئے فرمایا مجھے سب کچھ برداشت ہے مگر میں یہ نہیں دیکھنا چاہتا کہ فرنگی کے پروردہ سیدھے سادے مسلمانوں کو ورغلانے کے لئے گرگٹ کا پارٹ ادا کریں۔ جب چنیوٹ سے واپس آئے تو افسران بالا کی کثرت کی وجہ سے شہر کے کسی ہوٹل میں بھی رہائش کی جگہ میسر نہ آئی۔ خوددار مرشد نے غلاموں کو بے وقت زحمت دینا مناسب نہ سمجھا۔ ایک معمولی ہوٹل کی چھت پر آپ نے بمعہ رفقاء بھوکے پیٹ رات گزاری۔ حضرت آبروئے مشائخ مرشد نظام نے انتہائی صبر وتحمل اور متانت وسنجیدگی سے مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: مولانا! مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ لوگ نہیں آئے ان کی رائے اور مرضی۔ ہمیں کب کس نے روکا ہے۔ پھر مرد قلندر نے شخصی طور پر سول نافرمانی کی ٹھان لی اور حکومت کا مالیہ جو تقریباً چھ ہزار روپیہ تھا دینے سے انکار کر دیا اور فرمایا جو حاکم اپنے آقا و مولیٰ کی فرمانبرداری نہیں کرسکتے۔ ہمیں ان کی اطاعت کی ضرورت نہیں۔ حکومت نے وارنٹ جاری کر دیئے۔ آپ نے فرمایا جو کرتے ہو کرتے رہو۔ مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ دشمنان اسلام کے ساتھ گزارا کرسکوں۔

(۱۵۲۲)

غلام نقشبند پسروری رحمۃ اللہ علیہ، جناب الحاج صوفی

(وفات:۲۱/مارچ۱۹۸۶ء)

معروف احرار رہنما صوفی عنایت محمد پسروری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ غلام نقشبند پسروری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ عمر بھر راولپنڈی، اٹک، جہلم مجلس احرار کے پلیٹ فارم سے قادیانیوں کے خلاف سرگرم عمل رہے۔ تحریکہائے ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء میں مردانہ وار حصہ لیا۔ حضرت مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جنازہ پڑھایا۔

(ف)

(۱۵۲۳)

فاروق احمد بہاول پوری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی

(ولادت:۱۳۰۱ھ وفات:۲۷/رمضان ۱۳۹۵ھ/۴/اکتوبر ۱۹۷۵ء)

شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ انبیٹھوی ضلع سہارنپور کا سلسلہ نسب سیدنا ابوایوب انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ آپ دارالعلوم کی ممتاز شخصیات میں شمار ہوتے تھے۔ ہندوستان کے خانوادہ علم وفضل میں آپ کا نمایاں مقام تھا۔ آپ کے صاحبزادہ کا نام مولانا فاروق احمد رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ مولانا فاروق احمد نے تعلیم والد گرامی سے حاصل کی۔ مولانا احمد حسن امروہی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کسب فیض کیا۔ دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث شریف حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ پاکستان کے شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الملہم آپ کے ہم جماعت تھے۔ حکیم محمد اجمل خان کے بڑے صاحبزادے حکیم حافظ عبدالمجید خان سے آپ نے طب پڑھی اور کچھ عرصہ طبابت کا شغل بھی اختیار کئے رکھا۔ والد گرامی مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: فاروق احمد! میں نے دین ودنیا تمہارے ہاتھ میں دے دیئے۔ اب انتخاب آپ نے کرنا ہے۔ مولانا فاروق احمد رحمۃ اللہ علیہ کی سعادت ملاحظہ ہو کہ آپ نے خدمت دین کے شعبہ کو منتخب کیا۔ دارالعلوم میرٹھ میں صدر مدرس کے

طور پر اپنے عملی دور کا آغاز کیا۔ ۱۰رفروری ۱۹۱۵ء کو بہاول پور تشریف لائے۔ ریاست کے انسپکٹر مدارس بھی رہے۔ ۱۹۲۵ء میں جامعہ عباسیہ قائم ہوا تو مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الجامعہ اور آپ شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۳ء تک اس منصب پر فائز رہے۔ اس دوران میں قادیانیوں کے خلاف بہاول پور مقدمہ چلا۔ فیصلہ ہوا۔ پورے ہندوستان کے چوٹی کے علماء بہاول پور تشریف لائے۔ تب مولانا غلام محمد گھوٹوی اس کیس کے مختار تھے تو اس کے شیر اور روح رواں حضرت مولانا فاروق احمد رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث تھے۔ بہاول پور کے بعد دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء کے صدر نشین مقرر ہوئے۔ ایک سال تک دارالعلوم دیوبند کے مسند افتاء پر رونق افروز رہے۔ ایک سال میں آپ کے قلم سے ۸۴۲۷ فتاوے جاری ہوئے۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند، از محبوب رضوی ج۲ ص۲۵۷)

جامعہ عباسیہ کی منتظمہ کی درخواست پر بہاول پور تشریف لائے۔ عرصہ تک خدمات سرانجام دیں۔ جامعہ قاسم العلوم فقیر والی بہاول نگر، مدرسہ اشرف العلوم رحیم یار خان بھی بطور شیخ الحدیث کے خدمات سرانجام دیں۔ اہلیہ کے وصال کے بعد پھر بہاول پور کے ہو کر رہ گئے۔ گھر پر جو طالب آ جاتے آپ انہیں سیراب کرتے رہے اور یہ سلسلہ آخر تک جاری رہا۔ ترمذی شریف اور بخاری شریف کی شرح پر آپ کی تصنیفات ہیں جو غالباً غیر مطبوعہ ہیں۔ مولانا محمد احمد بہاول پور تبلیغی جماعت کے صف اوّل کے قائد، مولانا فاروق احمد رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث کے صاحبزادہ ہیں۔ مولانا فاروق احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی اور اس کے کفریہ عقائد پر عربی میں ایک مختصر مگر جامع فتویٰ تحریر کیا۔ ذیل میں وہ فتویٰ نقل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من نظر بامعان فی کتاب القادیانی علم بلا ریب وشک ان اکثر عقائده مخالفة لعقائد الاسلام موجبة لکفره منها عقیدة وفاة عیسیٰ علیہ السلام واصاب من افتی بکفره

فاروق احمد

سابق شیخ الحدیث جامعہ عباسیہ بہاولپور، سابق مفتی دارالعلوم دیوبند

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۶۹)

(۱۵۲۴)

فاروق خانپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا

ہے۔اس میں حضرت مولانا محمد فاروق خانپوری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم ص۷۰، نمبر۲۸ پر مخاطب کیا ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۵۲۵)

فخرالدین احمد رحمۃ اللہ علیہ (مدرس مدرسہ شاہی مرادآباد)، مولانا سید

(ولادت:۱۸۸۹ء وفات:۵/اپریل ۱۹۷۲ء)

مولانا فخرالدین رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اجمیر شریف میں ہوئی۔آپ کا آبائی وطن ہاپوڑ تھا۔ عہد شاہ جہاں میں آپ کے اجداد میں سے سید قطب رحمۃ اللہ علیہ اور سید عالم رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں آئے۔سید عالم کا نسب ۲۶ واسطوں سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔مولانا سید فخرالدین رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن شریف والدہ ماجدہ سے پڑھا۔ کچھ عرصہ اپنے علاقہ میں ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد مدرسہ منبع العلوم گلاوٹھی میں پھر دہلی کے مدارس میں معقولات پڑھنے کے بعد دارالعلوم دیوبند داخل ہوئے۔حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے داخلہ کے لئے امتحان لیا تو امتیازی نمبروں سے سرفراز ہوئے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر دورۂ حدیث کی ایک سال کے بجائے دوسال میں تکمیل کی۔ فراغت کے بعد ۱۹۱۰ء میں دارالعلوم میں ہی مدرس مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد دارالعلوم کے اکابرین نے آپ کو مدرسہ شاہی مرادآباد میں بھجوادیا جہاں ۴۸ برس تک قیام کیا اور تقریباً نصف صدی طلباء عزیز کو چشمہ حدیث سے سیراب کیا۔

مرادآباد میں کچھ عرصہ علیل رہنے کے بعد انتقال فرمایا۔آپ کے جنازہ میں جم غفیر نے شرکت کی۔آپ نے مرزا قادیانی کی تکفیر میں مولانا سہول خان رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ پر جواب بھی تحریر فرمایا جو کہ درج ذیل ہے:''مرزا غلام احمد قادیانی کا کلام سراسر کفر اور الحاد سے بھرا ہوا ہے۔ جابجا دعویٰ نبوت اور انبیائے سابقین کی تحقیر اور ختم نبوت کا انکار نصوص قطعیہ کی تحریف وتبدیل وغیر ذالک من الکفریات سے مملو ہے۔جس سے اس کا کفروارتداد کالشّمس فی رابعۃ النہار ظاہر ہے۔ وہ اور اس کے تمام ہم خیال کافر اور مرتد ملعون ہیں۔ان سے ترک معاملات لازم اور واجب ہے۔ان کو مسلمان سمجھنا اپنے کفر کا اقرار کرنا ہے۔فقط!'' فخرالدین احمد مدرس دوم مدرسہ شاہی مرادآباد

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۲۵۷)

(۱۵۲۶)

فضل احمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

(وفات:۲۱رنومبر۱۹۶۴ء)

مولانا فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے آپ ساتھی تھے۔عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کام کرنے والی جماعت کے سرپرست تھے۔حق تعالیٰ نے آپ کو بہت ہی عظمتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔۹۰ سال عمر پائی۔

(۱۵۲۷)

فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حافظ

(وفات:۱۱رنومبر۱۹۶۴ء)

مولانا فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ عبدالرب دہلی کے فارغ التحصیل تھے۔تقسیم پاکستان سے قبل خوب تدریسی فرائض سرانجام دیئے اور سینکڑوں جید علماء کرام تیار کئے۔ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی اور قدیم رفقاء میں سے تھے۔مولانا فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ کا اوّلاً بیعت کا تعلق حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ چھ ماہ کا عرصہ بمشکل گزرا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وصال فرماگئے تو آپ نے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کرلیا اور اکثر ان کی خدمت میں رہتے۔تقسیم پاکستان کے بعد رائے پور کو چھوڑ کر پاکستان آ گئے۔ پہلے لاہور، لائل پور اور پھر چک نمبر۱۱ متصل چیچہ وطنی میں مقیم ہوئے اور یہیں پر آپ داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔آپ نے ردقادیانیت پر فتویٰ ’’قہر یزدانی برجان دجال قادیانی‘‘میں جواب کی توثیق کرتے ہوئے’’اصاب من اجاب‘‘ لکھ کر دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۱۵)

(۱۵۲۸)

فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ (مہتمم مدرسہ مظہرالاسلام کھڈہ)، مولانا

(وفات: جنوری ۱۹۶۲ء)

آپ نامور عالم دین تھے۔ عمر بھر جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ پاکستان میں ہر دینی تحریک میں پیش پیش ہوتے تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کسی سے پیچھے نہ تھے۔

(۱۵۲۹)

فضل الرحمٰن پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۱ء ...... وفات: نومبر ۱۹۸۰ء)

مولانا فضل الرحمٰن پشاوری رحمۃ اللہ علیہ متھرا ضلع پشاور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام یحییٰ خان تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ تکمیل علم کے لئے دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا۔ جہاں آپ نے ۱۳۴۵ھ میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ قیام پاکستان تک آپ جامعہ ملیہ دہلی میں شیخ التفسیر کے منصب سے تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بعدازاں اسلامیہ کالج پشاور یونیورسٹی میں اسلامیات کے لیکچرار مقرر ہوئے۔ آپ نے سورۃ البقرہ اور آل عمران کا ترجمہ اور تفسیر بھی لکھا۔ پشتو زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا۔ آپ پشاور میں لیکچرار تھے تب آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا تھا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۸۵)

(۱۵۳۰)

فضل خالق مرحوم، مولانا

(پیدائش: ۱۹۴۴ء ...... وفات: ۱۹۹۰ء)

آپ کی حضرت مولانا عبدالخالق (فاضل دارالعلوم دیوبند) کے گھر گلی دیوی ہزارہ میں ہوئی۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے خیرالمدارس ملتان میں

داخلہ لیا۔ ملتان قیام کے موقع پر ہی دفتر مرکزیہ ملتان بھی حاضر ہوتے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی شفقتیں حاصل کیں۔ ابن امیر شریعت سید عطاء المنعم بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی دوستانہ مراسم تھے۔ فراغت کے بعد ٹبہ سلطان میں خطابت کا جادو جگایا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے نیازمندانہ اور حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر رحمۃ اللہ علیہ سے برادرانہ تعلق تھا۔ ۱۹۸۱ء میں ہری پور سے متصل ''کوٹ نجیب اللہ'' تشریف لے گئے۔

ہری پور ہزارہ کے خدام ختم نبوت کی سرپرستی فرمائی۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک میں پیش پیش رہے۔ ہری پور، ایبٹ آباد، مانسہرہ، ٹیکسلا، حسن ابدال، واہ کینٹ اور راولپنڈی، اسلام آباد تک کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت فرماتے۔ بہت ہی نڈر، بے باک اور دلیر شخصیت تھے۔ (اورنگزیب اعوان)

(۱۵۳۱)

فضل دین چشتی رحمۃ اللہ علیہ (موضع فضل والا، گورداسپور)، قاری

(ولادت: ۱۸۸۷ء ...... وفات: ۱۹۳۱ء)

آپ موضع فضل والا نزد قادیان ضلع گورداسپور انڈیا میں پیر فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ نے حفظ قرآن، تجوید کی تعلیم پانی پت سے حاصل کی۔ کلانور سے مڈل پاس کیا۔ مزید دینی تعلیم کے لئے آپ کے مرشد خواجہ محمد سراج الحق چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مدینہ طیبہ بھیج دیا۔

قادیانیت کے مرکز قادیان کے قریب ہونے کی وجہ سے قدرتاً اس فتنہ کے توڑ کے لئے آپ نے اپنے آپ کو وقف کئے رکھا۔ حضرت خواجہ محمد سراج الحق چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے قادیان کے ہائی سکول کی زہرناکیوں کے توڑ کے لئے گورداسپور میں ایک ہائی سکول قائم کیا۔ جناب قاری فضل دین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو اس سکول کا نگران اعلیٰ مقرر کیا۔

(۱۵۳۲)

فضل رازق رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش: ۱۹۴۸ء ...... وفات: ۱۶؍جولائی ۱۹۸۴ء)

آپ حضرت مولانا عبدالخالق فاضل دیوبند کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے

والد سے حاصل کی۔ بعدازاں مدرسہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی میں شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا۔ دورۂ تفسیر بھی ان ہی سے پڑھا۔ دورۂ حدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے کیا۔ فراغت کے بعد گوجرانوالہ کے قریب ایک گاؤں میں امامت وخطابت کرتے رہے۔ غالباً ۱۹۷۵ء میں جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ ہری پور میں خطابت کا آغاز فرمایا۔ آپ کی خطابت جرأت وبہادری سے لبریز ہوتی تھی۔ برسراقتدار طبقہ آپ سے ہراساں رہتا تھا۔ آپ ہری پور کی پہچان اور فخر بنے۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم کے قریبی عزیز ہری پور میں رہتے ہیں۔ ضیاء صاحب کا ان کے ہاں جانا ہوا۔ ان کا گھر مسجد کے قریب ہی تھا۔ ضیاء صاحب نے مولانا کا خطاب سنا۔ ان کے پیچھے نماز ادا کی۔ آپ کی دلیری اور بہادری کے واقعات سنے تو انہیں اپنی صوبائی مجلس شوریٰ میں لے لیا۔ شوریٰ کے اجلاسوں میں بھی آپ نے اپنے وصف خاص جرأت وبہادری کو نہ چھوڑا۔ ہری پور میں آپ کی مسجد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکز تھی۔ آپ نے ہمیشہ خدام ختم نبوت کی سرپرستی فرمائی۔ (اورنگزیب اعوان)

(۱۵۳۳)

فضل شاہ جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ، پیر سید محمد

(ولادت: ۳؍نومبر ۱۸۹۴ء ...... وفات: یکم؍دسمبر ۱۹۶۶ء)

جلالپور ضلع جہلم کے پیر حیدر علی شاہ جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور پیر مظفر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت کے صف اوّل کے رہنما تھے۔

(۱۵۳۴)

فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ (مسکین پور)، پیر طریقت حضرت مولانا

(پیدائش: ۱۸۵۳ء ...... وصال: ۲۸؍نومبر ۱۹۳۵ء)

حضرت مولانا فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ داؤدخیل ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔ مولانا قمرالدین رحمۃ اللہ علیہ سے کتب دینیہ پڑھیں۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث پڑھا۔ بھائیوں کے ساتھ داؤدخیل سے مظفرگڑھ زمین حاصل کی اور مسکین پور کے نام پر بستی قائم کی۔

سید لعل شاہ رحمۃ اللہ علیہ سکنہ دندہ شاہ بلاول (ضلع میانوالی) سے ابتداء میں بیعت ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد موسیٰ زئی شریف کے حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ امینیہ دہلی بھی تشریف لے گئے۔ ایک بار سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو قادیان لے گئے اور آپ نے ایک اجلاس کی صدارت بھی فرمائی۔ جس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ملعون قادیان کے بخئے ادھیڑ ے۔ (تذکرہ علمائے پنجاب ج۲ص۵۴۶)

(۱۵۳۵)

فضل محمد رحمۃ اللہ علیہ (فقیر والی)، حضرت مولانا

(پیدائش: ۱۳؍اپریل ۱۹۰۴ء ...... وفات: ۲۴؍فروری ۱۹۸۴ء)

مولانا فضل محمد رحمۃ اللہ علیہ موضع مہنت پور جالندھر میں میاں کریم بخش کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ پھر تھانہ بھون حاضر ہوئے۔ کاندھلہ میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ قائم کیا تھا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا فضل محمد رحمۃ اللہ علیہ کو وہاں تعلیم کے لئے بھیج دیا۔ وہاں تعلیم حاصل کی۔ رائے پور گجراں میں حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں سے پڑھتے رہے۔ مظاہر العلوم سہارنپور بھی زیر تعلیم رہے۔ ۱۹۳۴ء میں دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت شیخ الحدیث تھے۔ آپ ساہیوال کے قریب انی ٹبی میں پڑھاتے رہے۔ پرائمری سکول میں بھی تدریس کی۔ اس کے بعد فقیر والی کے قریب ۱۹۳۷ء میں چک نمبر ۱۱۰/۶-آر میں خطیب مقرر ہوئے۔

اسی گاؤں میں آپ نے جلسہ کرایا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ایسے اکابر تشریف لائے۔ فروری ۱۹۳۸ء میں آپ نے مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی کا آغاز کیا۔ جامعہ قاسم العلوم فقیر والی اس وقت پاکستان کے بڑے جامعات میں شمار ہوتا ہے۔ ۱۹۳۸ء سے اس وقت تک تمام دینی قیادت اس کے سالانہ جلسہ میں شریک ہوتی تھی۔ آپ کے زمانہ میں یہاں دورۂ حدیث شریف کا آغاز ہوا۔ مولانا فضل محمد رحمۃ اللہ علیہ بیدار مغز عالم دین تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے تاسیس کے اجلاس ملتان میں آپ شریک تھے۔ زندگی بھر اپنے مدرسہ میں جمعیۃ علماء اسلام، مجلس

احرار، مجلس تحفظ ختم نبوت، تنظیم اہل سنت کے رہنماؤں کو بلاتے تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ نے علاقہ بھر میں گہری نظر وفکر سے کام کیا۔ آپ کا اپنے زمانہ میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے صف اوّل کے رہنماؤں میں شمار ہوتا تھا۔

(۱۵۳۶)

فضل کریم نیازی رحمۃ اللہ علیہ (غازی پور)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں مولانا فضل کریم کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۱، نمبر ۵۷ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۵۳۷)

فقیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ (جتوئی)، مولانا

جتوئی ضلع مظفرگڑھ کے قریب کے مولانا فقیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھے جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ مجلس احرار اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت سے عمر بھر وابستہ رہے۔ بہت ہی صوفی منش صائب الرائے عالم ربانی تھے۔

(۱۵۳۸)

فقیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ (مدرسہ نصرت الاسلام بنگلور)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا فقیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۰، نمبر ۴۴ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۵۳۹)

فقیر محمد نیازی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش:۱۸۹۲ء ...... وفات:۱۴/اگست۱۹۶۲ء)

آپ قلعہ سوبھا ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں، مدرسہ نعمانیہ لاہور، مدرسہ منظرالاسلام بریلی میں پڑھتے رہے۔ آخرالذکر مدرسہ سے دستار فراغت حاصل کی۔ آپ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ارادت مند تھے۔ تحریک خلافت اور تحریک شہید گنج میں اپنے مرشد کے زیرسایہ بھرپور حصہ لیا۔ قیام پاکستان کے بعد سیالکوٹ میں رہے۔ علمی و دینی معرکے سرکئے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے معرکہ میں بھرپور کردار ادا کیا۔ سیالکوٹ، راولپنڈی کی جیلوں میں اسیر ختم نبوت رہے۔ قبرستان شہیداں سیالکوٹ میں مدفون ہیں۔

(۱۵۴۰)

فہیم احمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ، جناب قاضی

(پیدائش:۱/جون۱۹۲۶ء ...... وفات:۲۹/نومبر۲۰۱۳ء)

آپ ہری پور ہزارہ کے قریبی گاؤں سرائے صالح میں پیدا ہوئے۔ گھر کا ماحول خالصتاً علمی اور دینی تھا۔ ان کے والد قاضی محبوب الرحمٰن قریشی اور دیگر خاندان والوں کی وابستگی ایک طرف جہاں تبلیغی جماعت کے ساتھ تھی تو دوسری طرف تحریک آزادی کے نامور رہنما، جامعہ ملیہ دہلی کے اولین فاضل مولانا غلام ربانی لودھی مرحوم سے قریبی رشتہ داری نے بھی تحریک آزادی کے رہنماؤں، اکابر علماء کرام اور انقلابی لیڈروں سے عقیدت واحترام نے گھر کے ماحول کو منور کر کھا تھا۔ اس ماحول میں فہیم احمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی پرورش ہوئی۔ جمعیۃ علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ دیرینہ تعلق تھا۔ ختم نبوت کے ہر پروگرام میں احباب سمیت شریک ہوتے۔

(اورنگزیب اعوان)

(۱۵۴۱)

فیروزالدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (کاہنہ نو)، جناب خواجہ

ایک پرانے بزرگ جو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے ان کا نام خواجہ فیروزالدین کشمیری تھا۔ کاہنہ نو میں رہتے تھے۔ بہت ہی نظریاتی رہنما تھے۔ ترجمان اسلام، خدام الدین، چٹان کے نہ صرف مستقل قاری تھے بلکہ ان کی عادت مبارکہ تھی کہ مطالعہ کے وقت اپنے مطلب کی چیز انڈر لائن بھی کرتے جاتے تھے۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ و چناب نگر تشریف لانا ان کے معمول کا حصہ تھا۔ ایک دفعہ چناب نگر میں قرارداد منظور ہوئی کہ اس کا نام صدیق آباد رکھا جائے۔ اتنے ذہین آدمی تھے کہ ایک منی آرڈر کرایا۔ ’’اللہ وسایا مسلم کالونی صدیق آباد تحصیل وضلع چنیوٹ‘‘ اللہ کی شان وہ منی آرڈر ہمیں مل گیا۔ ایسے نظریاتی زرخیز دماغ آدمی اور نظریاتی آدمی تھے کہ اپنے گھر کی بیٹھک پر بورڈ لگایا جس پر ’’لائبریری بیادگار شہیدان ختم نبوت‘‘ اس میں یہ رسائل رکھے رہتے جو پڑھنے کے لئے آتا۔ اس کی ذہن سازی کرتے رہتے تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں مثالی خدمات سرانجام دیں۔

فقیر کے قیام چناب نگر کے دنوں ان کا پیغام آیا کہ ترجمان اسلام، خدام الدین، لولاک دیگر کتب ورسائل کا ریکارڈ مجھ سے لے جائیں۔ چنانچہ مولانا کریم بخش اور ایک دوست کے ہمراہ گاڑی پر گئے۔ انہوں نے بڑی پیٹی میں ان رسائل کو جمع کر رکھا تھا۔ وہ گاڑی بھر کر لے آئے۔ آج ۲۰؍جون ۲۰۱۶ء کو ایک ضرورت سے ترجمان اسلام کی ۱۹۶۲ء کی فائل دیکھ رہا تھا تو ترجمان کے ہر شمارہ پر ان کی قائم کردہ لائبریری کی مہر دیکھ کر مرحوم یاد آگئے۔ ہائے وہ کتنی بابرکت شخصیات تھیں۔ بنیادی نظریاتی افراد تھے۔ جنہیں ہم نے طاق نسیان کی نظر کر رکھا ہے۔

(۱۵۴۲)

فیض احمد چانڈیو رحمۃ اللہ علیہ، جناب ڈاکٹر

(وفات:۱۹۹۷ء)

جناب ڈاکٹر فیض احمد چانڈیو اور آپ کے بڑے بھائی ڈاکٹر سعید احمد چانڈیو نے اپنے گاؤں مانو خان چانڈیو ضلع سانگھڑ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا یونٹ قائم کیا اور ہر سال ختم نبوت

کانفرنس چناب نگر کے لئے یہاں سے قافلہ کی شکل میں شرکت کرنے لگے اور جب بھی اس علاقہ میں یہ پتہ چلتا کہ قادیانی اپنے کفر کا پرچار کر رہے ہیں اور اپنی مصنوعات کی مشہوری کر رہے ہیں تو یہ صاحبان وہاں پہنچ جاتے ہیں اور علاقے کے مسلمانوں کو قادیانیت کے دجل اور فریب سے سیدھے سادھے مسلمانوں کو واقف کراتے ہیں اور وہاں سے قادیانیوں کو ہمیشہ کے لئے بھگا دیتے ہیں۔ ان دنوں گاؤں مانوخان میں تھر کے علاقے کے قریب ایک گاؤں کا مزدور جو مزدوری کرتا تھا۔ اس نے آ کر ڈاکٹر فیض کو بتایا کہ ہمارے گاؤں میں قادیانی آتے ہیں اور مسلمانوں کے ایمان کو خراب کرتے ہیں۔ یہ بات سنتے ہی ڈاکٹر صاحب نے اپنے گاؤں کا ایک وفد تیار کیا اور لٹریچر کی بوریاں اپنے ساتھ اٹھا کر اس علاقہ میں پہنچ گئے۔ وہاں جا کر اس علاقے کے مسلمانوں کو جگایا اور اس گاؤں میں جو مٹھی کا علاقہ ہے وہاں سے قادیانی کو ہمیشہ کے لئے بھگا دیا۔ یہاں پہ ایک بار عرض کروں گا کہ مانوخان چانڈیو کے نزدیک ایک چھوٹا شہر پیرول ہے۔ وہاں پہ آج تک قادیانی تو دور کی بات الحمدللہ قادیانیوں کی مصنوعات بھی نہیں بکتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطاء فرمائے۔ (مولانا محمد علی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۵۴۳)

فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ (بھیں ضلع چکوال)، مولانا

(وفات: جمادی الاوّل ۱۳۴۷ھ)

آپ علامہ محمد حسن فیضی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھیں ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد اور جامعہ نعمانیہ لاہور کے اساتذہ سے علوم دینیہ سے تحصیل کی۔ بعدازاں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ فراغت کے بعد جامعہ نعمانیہ لاہور اور پھر اشاعت العلوم چکوال میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے ''تکفیر قادیان'' نامی فتویٰ پر مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے جواب پر تائیدی دستخط فرمائے اور ''قہر یزدانی برجان دجال قادیانی'' نامی فتویٰ میں صورت مسئولہ پر مولانا عبدالنبی رحمۃ اللہ علیہ نواب مرزا کے جواب تائیدی دستخط کئے اور یہ تحریر فرمایا: ''اگر مذکورہ بالا مرزائی مرزا کو رسول مانتا ہو تو یقیناً کافر ہے اور کافر سے مسلمان عورت کا نکاح ناجائز ہے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۲۰)

(۱۵۴۴)

فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اعظم بنگلہ دیش)، مولانا

اقول بتوفیق اللّٰہ تعالیٰ وتائیدہٖ ان المیرزا غلام احمد قادیانی ومعتقدیه کافرون مرتدون، خارجون عن الاسلام یقیناً وهم منکرون لکثیر من ضروریات الدین کمسئلة ختم النبوة وحیاة عیسٰی ابن مریم علیهما السلام ورفعه الی السماء ونزوله فی آخر الزمان، وظاهر ان منکر ضروریات الدین ولو کان بتاویل، کافر مرتد یقیناً فان ضرویات الدین لا تقبل التاویل کما هو مجمع علیه عند جمیع اهل الحق وایضاً قد صدرت منه اهانة عیسٰی ابن مریم علیهما الصلٰوة والسلام المفضیة الی الکفر، واکبر منه انه ادعی النبوه بل ادعی التفوق علٰی سائر الانبیاء الکرام، حتّٰی علٰی نبینا علیه الصلٰوة والسلام کما لا یخفٰی علٰی من طالع کتبه، واللّٰہ اعلم فقط!

کتبه فیض اللّٰہ عفا اللّٰہ عنه
مفتی اعظم مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش)
۲۵ر شوال المکرّم ۱۳۸۵ھ

تحقیق مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والے سب کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ یہ لوگ بہت سی ضروریات دین کے منکر ہیں۔ جیسا کہ عقیدۂ ختم نبوت، حیات عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آسمان کی طرف آپ کے رفع اور پھر آخر زمانے میں آپ کے نزول کا مسئلہ ہے۔

اور یہ تو بالکل ظاہر بات ہے کہ ضروریات دین کا منکر پکا کافر اور مرتد ہوتا ہے۔ چاہے اس کا انکار کسی تاویل کی وجہ سے ہی ہو۔ اس لئے کہ ضروریات دین میں تاویل قبول نہیں کی جاسکتی۔ جیسا کہ اہل حق کا اس پر اجماع ہے اور مرزا قادیانی سے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین بھی صادر ہوئی ہے جو کہ انسان کو کفر تک پہنچانے والی ہے اور اس سے بڑا جرم یہ ہے کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام حتیٰ کہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ سے بھی بلند مرتبہ ہونے کا دعویٰ کیا اور جس نے مرزا قادیانی کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ اس پر یہ امر بالکل مخفی نہیں ہے۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۵۵،۵۶)

(۱۵۴۵)

فیض علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید

مولانا سید فیض علی شاہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بٹلی تحصیل مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۸ء میں مڈل کا امتحان بفہ میں پاس کیا۔ درس نظامی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا سید سخی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ پھر فتح پور دہلی، میرٹھ، مجھ میں پڑھتے رہے۔ ۱۹۴۳ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ دوسرے سال دورۂ حدیث شریف حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ سات سال دارالعلوم دیوبند میں پڑھاتے رہے۔ پاکستان بننے کے عرصہ بعد چھٹیوں پر گھر آئے۔ واپس دیوبند جانے لگے تو ویزا نہ ملا۔ دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی، دارالعلوم ہاشمیہ سجاول، اشرف العلوم گوجرانوالہ، جامعہ اشرفیہ لاہور، دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا، جامعہ فاروقیہ کراچی میں پڑھاتے رہے۔ نامور معقول ومنقول کے عالم تھے۔

پھر پاکستان سے بولٹن برطانیہ تشریف لے گئے۔ ۱۹۸۵ء میں ختم نبوت کانفرنس پر مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے۔ آپ سے ملنے کے لئے مکان پر گئے تو دیدۂ دل وفرش راہ ہوگئے۔ بہت ہی عقیدت ومحبت سے ملے۔ برطانیہ میں ختم نبوت کے کام کی سرپرستی فرماتے۔ پاکستان میں آپ کے مایہ ناز شاگرد مولانا محمد اشرف شاد رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ اشرفیہ مانکوٹ کے صاحبزادہ اور موجودہ شیخ الحدیث مولانا محمد احمد انور مدظلہ آخری عمر میں آپ سے ملنے کے لئے مانسہرہ گئے تو انہیں فرمایا کہ چناب نگر جا کر ختم نبوت کا کورس کریں۔ یوں آپ اپنے متعلقین کو عقیدۂ ختم نبوت کے کام کے لئے متوجہ کرتے رہتے تھے۔

(۱۵۴۶)

فیض محمد خان جتوئی رحمۃ اللہ علیہ، سردار

سردار فیض محمد خان جتوئی ضلع مظفر گڑھ کے تھے۔ پہلے مجلس احرار اسلام سے وابستہ رہے۔ ایسے جفاکش انسان تھے کہ جتوئی سے دہلی سائیکل پر مجلس احرار کی کانفرنسوں میں شرکت کرتے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور فداکار عاشق زار تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور تحریک آزادی کے لئے گرانقدر سنہری خدمات سرانجام دیں۔

(ق)

(۱۵۴۷)

قادیان کے مقامی لوگ

قادیان کے مقامی لوگ حسب ذیل برادریوں سے تعلق رکھتے تھے۔

شیخ برادری

مقامی باشندگان زیادہ تر شیخ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ لوگ تجارت پیشہ تھے۔ ساری برادری میں صرف ایک گھر تھا جس نے مرزامحمود کی بیعت کی تھی اور یہ گھر نیم مرزائی سا تھا۔

ارائیں برادری

دوسرے نمبر پر ارائیں برادری تھی۔ ان کا اپنا الگ محلّہ تھا اور ہم انہی کے محلّہ کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتے تھے اور ہماری تمام سرگرمیوں کا مرکز یہی مسجد ارائیاں تھی۔ اس برادری میں سے کوئی ایک گھر بھی مرزائی نہ تھا۔ یہ لوگ زراعت پیشہ تھے۔ اگرچہ پسماندہ اور غریب تھے۔ مگر ایمان میں پختہ تھے اور ہماری امداد کے لئے ہر وقت کمربستہ رہتے تھے۔

کشمیری برادری

اس برادری میں بھی ایک گھر نیم مرزائی تھا اور وہ ٹانگا چلاتا تھا اور مرزائیوں کو ایک محلّہ سے دوسرے محلّہ میں لے جاتا تھا اور اس طرح رزق کما کر اپنا پیٹ پالتا تھا۔ وہ نیم مرزائی اس لئے تھا کہ جب کبھی اس سے میرا سامنا ہوتا تو میرے پاؤں میں گر جاتا اور اپنی معذوری کا اظہار کرتا۔ خواجہ عبدالحمید بٹ اسی برادری کا نوجوان تھا۔ لکھا پڑھا میٹرک پاس تھا اور مرزائیت کے خلاف جذبہ رکھتا تھا۔ (تقسیم ملک کے بعد سے لودھراں ضلع ملتان میں مقیم رہے)

پارچہ باف

چند کنبے جولاہوں کے تھے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی مرزائی نہ تھا۔ غریب تھے اور مزدوری کر کے گزراوقات کرتے تھے۔

کمہار

چند گھر کمہاروں کے تھے۔ان میں بھی کوئی مرزائی نہ تھا۔سب کے سب سنی مسلمان تھے اور یہ لوگ پیر شاہ چراغ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔انہوں نے اپنے گدھے رکھے ہوئے تھے اور کرایہ پر گندم، گڑ، مٹی وغیرہ ڈھو کر گزر بسر کرتے تھے۔

سادات

یہ لوگ صاحب حیثیت اور معزز تھے۔ان میں بھی صرف ایک شخص پیر منظور نے مرزا کی بیعت کی تھی اور درحقیقت اس بے چارہ کا کوئی مذہب ہی نہیں تھا۔نیم مرزائی کہہ لو۔کیونکہ جب وہ مجھے ملتا تھا تو مرزائیت سے بیزاری کا اظہار کرتا تھا اور اپنی معذوری بتاتا تھا جو ایک حد تک حقیقت تھی۔پیر شاہ چراغ رحمۃ اللہ علیہ تو بڑا آدمی تھا اور علانیہ طور پر ہمارے ساتھ تھا۔نہایت سنجیدہ اور بارعب بزرگ تھا۔ایک ان میں سے ہدایت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھا وہ بھی صاحب حیثیت تھا اور ہماری جماعت اور دفتر کا شیدائی تھا۔اس نے ایک نہایت عمدہ گھوڑی پال رکھی تھی جو ہمارے لئے وقف تھی۔بڑی قدآور تھی اور اصیل اتنی تھی کہ ایک بچہ بھی اسے لئے پھرتا تو خطرہ نہ ہوتا تھا۔

(مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۵۴۸)

قاسم رضوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب سید

(وفات:۷/جون۱۹۷۵ء)

آپ کے والد گرامی سید صدیق حسن رحمۃ اللہ علیہ افغانستان کے کونسل تھے۔آپ کے تایا غلام بھیک رحمۃ اللہ علیہ نیرنگ متحدہ ہندوستان کے نامور قومی رہنما تھے۔شدھی کی تحریک کے زمانہ میں دعوت اسلام کے لئے آپ ملک کے کونہ کونہ میں گئے۔سید قاسم رضوی رحمۃ اللہ علیہ مسلم سٹوڈنٹس کے صدر رہے۔قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے۔ڈپٹی کمشنر پھر ملتان کے کمشنر ہوگئے تھے۔پاکستان کے سول سروس اکیڈمی کے ڈائریکٹر سے ریٹائرڈ ہوئے۔اقبال کے شیدائی اور قائداعظم کے فدائی تھے۔آپ کے دل میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی جوگ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے جگائی۔اسے سدابہار آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی سنگت نے کیا۔

(۱۵۴۹)

قاسم رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین شاہ معین الدین شاہ حیدر آباد دکن)، حضرت محمد

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔اس میں حضرت محمد قاسم کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۱، نمبر ۶۴ پر مخاطب کیا ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۵۵۰)

قطب الدین غورغشتی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث مولانا

(ولادت: ۱۸۴۴ء ...... وفات: ۱۷/نومبر ۱۹۵۰ء)

آپ مولانا شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں موضع غورغشتی میں پیدا ہوئے۔شیخ الحدیث مولانا نصر الدین غورغشتی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے چچا تھے اور عمر میں آپ سے چھوٹے تھے۔ابتدائی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کی۔ بعدازاں دارالعلوم دیوبند پہنچے اور وہاں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سیف الرحمٰن کابلی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دورۂ حدیث میں شریک ہوئے۔دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد ریاست مینڈھو (علی گڑھ) میں مدرس اعلیٰ مقرر ہوئے۔پھر وطن واپس آ کر مدرسہ اسلامیہ چکوال میں کچھ عرصہ تدریس کرنے کے بعد اپنے گاؤں غورغشتی میں مستقل سکونت اختیار کی اور تادم زیست فی سبیل اللہ درس وتدریس میں مشغول رہے۔حضرت مولانا میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوکر منازل سلوک حاصل کئے۔قمری لحاظ سے ۱۱۰ برس کی طویل عمر گزارنے کے بعد سینکڑوں تلامذہ اور ہزاروں اہل ایمان کو سوگوار کر گئے۔آخری آرام گاہ اپنے گاؤں غورغشتی میں پائی۔آپ نے مرزا قادیانی کے کفر کی تصدیق کرتے ہوئے ایک فتویٰ بنام ’’درۂ زاہدیہ برفرقہ احمدیہ‘‘ پر تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۲۸۷)

(۱۵۵۱)

قطب علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (دیوگڑھ)، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا

ہے۔اس میں حضرت قطب علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۱، نمبر ۸۲ پر مخاطب کیا ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کوالم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۵۵۲)

قطبی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا پیر

(وفات: مئی ۱۹۶۶ء)

مبلغ اسلام تھے۔تنظیم اہل سنت والجماعت کے پلیٹ فارم پر سرگرم عمل رہے۔عمل وفضل کی بہار تھے اور تبلیغ اسلام کے حریص۔انہوں نے عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم اور دفاع ختم نبوت کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔پنڈی بھٹیاں میں وصال ہوا۔

(۱۵۵۳)

قمرالدین چوہان رحمۃ اللہ علیہ، فدائے احرار مولانا

(وفات: فروری ۱۹۷۶ء)

مولانا قمرالدین چوہان رحمۃ اللہ علیہ فدائے احرار تھے۔بستی مولویان ضلع رحیم یارخان کے رہنے والے تھے۔عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے دل وجان سے فدا تھے۔آپ کی نماز جنازہ ابن امیر شریعت مولانا سید حافظ عطاء المنعم شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔

(۱۵۵۴)

قمرالدین لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب شیخ

(وفات: دسمبر ۱۹۷۴ء)

مشرقی پنجاب کے مردم خیز علاقہ لدھیانہ شہر کے پاس رہنے والے تھے۔ہوش سنبھالتے ہی قافلہ احرار کی معیت اختیار کی۔حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اور ماسٹر تاج الدین مرحومین کے ایثار پیشہ ساتھیوں میں شمار ہوتا تھا۔قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔تقسیم ملک کے وقت تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی زیر قیادت نہ صرف شہر لدھیانہ بلکہ اطراف وجوانب کے دیہات میں

جان ہتھیلی پر رکھ کر مسلمانوں کے انخلاء میں ان کی مدد کی، تقسیم کے بعد ملتان شہر میں قیام ہوا۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں تردید مرزائیت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان خوش قسمت خاندانوں میں ان کا خاندان بھی شمار ہوتا تھا۔ جن کے مرد و زن خورد و کلاں سب نے ملکی وملی خدمات میں قافلہ احرار کا ساتھ دیا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں اور اگلی زندگی میں بزرگوں کی معیت نصیب ہو۔ (مولانا محمد شریف جالندھری)

(۱۵۵۵)

قیام الدین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی حافظ

(پیدائش: ۱۸۲۹ء ...... وفات: ۱۹۱۱ء)

دھمتوڑ ضلع ایبٹ آباد میں پیدا ہوئے۔ بعد میں کاکول کے علاقے میں آ کر آباد ہوئے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے ہندوستان کا سفر کیا اور مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگوں سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ فراغت کے بعد وطن واپس آ کر ساری زندگی درس وتدریس میں گزاری۔ آپ کے درس میں صرف ہزارہ ہی نہیں بلکہ کشمیر، افغانستان اور پنجاب تک کے طلبہ حاضر ہوئے۔ علامہ انورشاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی آپ کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔ حضرت حافظ قیام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ بیعت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ تحریک آزادی ۱۸۵۷ء میں آپ نے حصہ لیا۔ جب مرزا قادیانی کا فتنہ ظاہر ہوا تو آپ نے اس کے خلاف بھرپور کردار ادا کیا۔ جب حق وباطل کا معرکہ بادشاہی مسجد لاہور میں ہوا تھا۔ اس میں آپ بھی حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں شریک ہوئے۔

(گ)

(۱۵۵۶)

گل بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ (مردان)، مولانا سید

(پیدائش: ۱۳؍جنوری ۱۹۱۳ء ...... وصال: ۱۰؍جولائی ۱۹۷۳ء)

مولانا سید فضل الرحیم خراسانی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سواریاں طورو ضلع مردان میں پیدا

ہوئے۔ مڈل اپنے علاقہ میں پاس کی۔ ۱۹۳۵ء میں دارالعلوم میں داخلہ لیا۔ ۱۹۳۹ء میں شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ فراغت کے بعد طورو کے نواب صاحب کے قائم کردہ مدرسہ پڑھاتے رہے۔ آزادی وطن کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۴۶ء میں انگریز حکومت کے خلاف تقریر کرنے کے جرم میں گرفتار ہوئے اور قیام پاکستان کے بعد رہا ہوئے۔ ۱۹۴۸ء میں خان عبدالقیوم وزیراعلیٰ تھا تو مولانا سید گل بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کیا۔ ۱۹۵۴ء میں غلام محمد پاکستان کا گورنر جنرل بنا تو سیاسی قیدیوں کی عام رہائی کا اعلان کیا۔ چھ سال بعد آپ رہا ہوئے۔ خان قیوم کے زمانہ میں جب آپ کو گرفتار کیا گیا تو آپ نے خان عبدالقیوم کو پیغام بھجوایا کہ میں سیدزادہ ہوں۔ جب میں رہا ہوں گا۔ آپ نہیں ہوں گے۔ چنانچہ ایسے ہوا کہ ایسے وقت میں رہا ہوئے جب خان قیوم اقتدار سے لڑھک گئے۔ آپ خیبر پختونخواہ صوبہ کی جمعیۃ علماء اسلام کے امیر رہے۔ آپ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ خوب غضب کے خطیب تھے۔ ایک زمانہ میں اس خطہ کا کوئی جلسہ آپ کے بغیر نہ ہوتا تھا۔ آپ نے علماء کو وقار کے ساتھ جینے کا ڈھنگ سکھایا۔ آپ کا جنازہ شیر سرحد حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا۔

(۱۵۵۷)

گل حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ (میرٹھ)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا گل حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم کے ص۷۰، نمبر۵۱ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۵۵۸)

گل زمان مرحوم، جناب راجہ

(پیدائش: ۱۹۱۲ء ...... وفات: ۹؍اکتوبر ۱۹۹۹ء)

آپ سکندر پور ہری پور میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام راجہ فتح علی خان تھا۔ ابتداء تعلیم مقامی سکول میں ہی حاصل کی۔ بعدازاں والد صاحب کے انتقال کے بعد پشاور چلے

گئے۔ یہ ۱۹۳۲ء تھا۔ ان کے بڑے بھائی راجہ عبدالعزیز پہلے سے ہی پشاور میں کاروبار کرتے تھے۔ پشاور کے تاریخی مقام چوک یادگار میں نیوز ایجنسی قائم کی۔ تحریک آزادی اور تحریک ختم نبوت میں مفتی سرحد مفتی عبدالقیوم پوپلزئی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سعیدالدین شیرکوٹی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالودود قریشی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا فضل حق مرحوم کے شانہ بشانہ حصہ لیا۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے دیرینہ عقیدت مندانہ تعلق تھا۔ اسی تعلق کی بنیاد پر اپنی نیوز ایجنسی پہ ردقادیانیت کا لٹریچر بھی رکھتے اور اخبارات کے ساتھ ساتھ اسے بھی تقسیم کرتے۔ قادیانی اور قادیانی نواز یہ برداشت نہ کر سکے اور ان کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کرنے لگے۔ مرحوم راجہ گل زمان چونکہ فطری طور پر نہایت جری، دلیر اور بہادر انسان تھے۔ دین دشمنوں کی ان سازشوں کا ہمت مردانہ سے مقابلہ کیا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ و دیگر قائدین ان کی بھرپور سرپرستی فرماتے رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی آپ نے مجاہدانہ حصہ لیا۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ جب بھی پشاور تشریف لاتے تو آپ کی نیوز ایجنسی کو بھی ضرور رونق بخشتے تھے۔

۱۹۷۴ء میں آپ واپس ہری پور تشریف لائے۔ یہاں بھی خدام ختم نبوت کی بھرپور سرپرستی فرماتے رہے۔ تحفظ ختم نبوت اور تردید مرزائیت کے ہر چھوٹے بڑے پروگرام میں شرکت فرماتے اور اپنی دعاؤں سے نوازتے۔ حضرت مولانا اللہ وسایا، صاحبزادہ طارق محمود رحمۃ اللہ علیہ، سید امین گیلانی مرحوم کے تمام پروگراموں میں شریک ہوتے۔ ان حضرات کی آمد پر آپ کی خوشی دیدنی ہوتی تھی۔ اکابر علماء حق سے والہانہ وابستگی کی بنیاد پر ہی اپنے چھوٹے بیٹے حافظ عمر رحمٰن کو خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف حفظ قرآن مجید کے لئے بھیجا۔ ان کے بڑے بیٹے لالہ فضل الرحمٰن عارف مجاہد ختم نبوت ہیں۔ جمعیۃ علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ ان کی والہانہ وابستگی ہے۔ (محمد اورنگزیب اعوان)

(۱۵۵۹)

گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(پیدائش: ۱۸۹۹ء ...... شہادت: ۲۳؍مئی ۱۹۴۴ء)

مولانا محمد گل شیر خان شہید رحمۃ اللہ علیہ ضلع اٹک کے نواحی قصبہ ملہووالی میں پیدا ہوئے۔

مختلف دینی مدارس میں دینی تعلیم کی تکمیل کے بعد جب اٹک، چکوال، جہلم، گجرات، میانوالی، سرگودھا، بھکر اور خوشاب کے اضلاع میں ساہوکار ہندوؤں، مسلمان جاگیرداروں اور وڈیروں کے غریب مسلمانوں پر معاشی ظلم کے بازار گرم ہوتے دیکھے تو آپ نے ہندوؤں کے مقابلے میں مسلمانوں کو تجارت کی ترغیب دی۔ جب لوگوں نے سرمایہ نہ ہونے کا عذر کیا انہیں چندہ کر کے دکانیں بنوادیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مسلمانوں کے باہمی جھگڑوں اور دشمنوں کو صلح وآشتی میں بدلنے میں اہم کردار ادا کیا۔ جس سے مسلمان معاشی لحاظ سے اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے اور ان کی صفوں میں اتحاد پیدا ہو گیا۔

۱۹۳۹ء میں مولانا گل شیر خان حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ ان کا اپنا کہنا تھا کہ: ''مجھے روضۂ رسول ﷺ سے بذریعہ خواب مجلس احرار اسلام میں شامل ہونے کا حکم ملا۔'' حج سے واپس آکر آپ نے زعمائے احرار کو اضلاع میانوالی اور اٹک کے دورے کی دعوت دی اور آخری جلسے منعقدہ عیسیٰ خیل میں مجلس احرار میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔ جس کی بدولت ان غلام علاقوں میں تحریک حریت کا آغاز ہوا۔ آپ کی شعلہ بار خطابت نے انگریز اور اس کے حاشیہ نشینوں کے فلک بوس محلوں میں آگ لگادی۔ یہ علاقے انگریزوں کی فوج میں بھرتی دینے میں مشہور تھے۔ آپ نے فوجی بھرتی بائیکاٹ کی مہم چلائی۔

آپ نے سرگودھا، شاہ پور، اٹک، جہلم، خوشاب اور میانوالی کے ضلعوں میں پے در پے دورے کر کے آزادی کے قافلے کو تیز تر کر دیا۔ آپ کو بارہا قید و بند اور دار و رسن کے مراحل سے گزرنا پڑا۔ لیکن آپ تمام آزمائشوں سے سرخرو ہو کر نکلے اور عزیمت کی بے نظیر مثالیں جریدۂ عالم پر ثبت کیں۔

مولانا گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک بے باک مجاہد، بے لوث مبلغ، آتش نفس خطیب، حکومت وقت کے عظیم باغی اور اپنے عہد کے ولی اللہ تھے۔ جن کی سحر طراز شخصیت کے نقوش آج بھی وقت کی جبیں پر نقش اور تابندہ ہیں۔ انہوں نے ایسے وقت میں مغربی سامراج کو للکارا۔ جب سطوت فرنگ سے بڑے بڑوں کے دل چھوٹ جاتے تھے مولانا گل شیر خان رحمۃ اللہ علیہ موٹا جھوٹا پہن کر اور نان جویں کھا کر میدان جنگ میں اترے اور فرنگی آمروں کو دعوت مبارزت دیتے رہے۔ جوان کے بہادرانہ عزائم اور دلاورانہ عمل کی بے مثال دلیل ہے۔ شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بقول: ''مولانا گل شیر صحیح معنوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جرأتوں اور جسارتوں کا نمونہ تھے۔'' ابھی گل شیر

شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خوش نوائیاں ہندوستان کے اطراف میں پھیلی ہی تھیں کہ آپ کی آواز کو دبا دیا گیا۔ مولانا گل شیر رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۳۹ء میں مجلس احرار کے قافلہ تحفظ ختم نبوت میں شامل ہوئے۔ ان کی تقاریر میں آزادئ وطن اور ختم نبوت کے موضوعات کو اوّلیت حاصل تھی۔ سید امیر علی شاہ مرحوم امیر مجلس احرار اسلام ڈیرہ غازی خان کی روایت تھی کہ مولانا گل شیر رحمۃ اللہ علیہ گورداسپور کی تحصیل بٹالہ میں مجلس احرار اسلام کی ختم نبوت کانفرنس کے لئے تشریف لائے اور قادیانیت کے حوالے سے تاریخی خطاب فرمایا۔ قادیان میں مجلس احرار اسلام کے اوّلین مبلغ حضرت مولانا عنایت اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ مولانا گل شیر رحمۃ اللہ علیہ کے ہم جماعت تھے۔ جنہوں نے قادیان میں مرکز احرار میں بیٹھ کر آٹھ سال تک قادیانیوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ مولانا گل شیر رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان بھر میں ختم نبوت کانفرنسوں سے خطاب کیا اور عوام الناس کے دلوں میں عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت کو راسخ کیا۔

(ڈاکٹر عمر فاروق، تلہ گنگ)

(۱۵۶۰)

گوربخش سنگھ، ڈاکٹر اور پنڈت دھرت رام

سکھ خواہ قادیان میں رہائش رکھتے تھے اور چاہے نواح قادیان کے کسی گاؤں میں سب ہمارے ساتھ بڑا انس رکھتے تھے۔ ان کے نام بھی مجھے بھول گئے ہیں۔ ڈاکٹر گوربخش سنگھ اور پرتاپ سنگھ دو بھائی تھے اور رام گڑھیا خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ بازار میں ڈاکٹر صاحب کی ڈاکٹری کی دکان تھی۔ کوئی بھی معاملہ ہوتا وہ ہمارے ساتھ برابر کے شریک ہوتے۔ اسی طرح ہندو بھی بلاتخصیص ہماری تحریک سے ہمدردانہ تعلق رکھتے تھے اور ہر کام میں ہمارے کندھے سے کندھا ملا کر چلتے اور دکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔ ایک ہندو ڈاکٹر تھے جن کا میں نام بھول گیا ہوں وہ تو ہمارے ساتھ اس حد تک قریب کا تعلق رکھتے تھے کہ اگر میں قادیان سے چند دن کے لئے باہر ہوتا؟ تو وہ میرے مکان پر کم وبیش ہر روز میرے اہل وعیال کی صحت کے متعلق دریافت کرتے اور نہ صرف علاج کرتے بلکہ ادویہ کی قیمت لینے کے بھی روادار نہ تھے۔ کس کس کا ذکر کروں؟

ایک صاحب مہاتما کرم تھے جو ہندوؤں میں بڑے معزز اور خداپرست ہونے کی وجہ سے مہاتما مشہور تھے۔ ان کا ہمارے ساتھ بڑا گہرا رابطہ تھا اور ان کا ہمدردانہ انداز ایسا تھا کہ ہندو مسلم تمیز کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ میرے بچے چھوٹے چھوٹے تھے۔ ہندو عورتیں ان سے اس

حدتک پیار کرتی تھیں کہ انہیں اپنے گھروں میں اٹھا کر لے جاتیں اور انہیں مٹھائی وغیرہ دیتیں اور چھوت چھات ہمارے بچوں سے بالکل نہ ہوتی تھی۔ وہ ان کے چوکے پر چڑھ جاتے اور ان کے برتنوں میں کھا پی لیتے تھے۔ ان میں ایک پنڈت دھرت رام تھے اور وہ کانگریسی تھے۔ انہیں قادیانی گاندھی کے خطاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ رات گئے تک ہمارے دفتر میں بیٹھے رہتے تھے۔

(مولانا عنایت اللہ چشتی)

(ل)

(۱۵۶۱)

لطافت حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین لوادا)، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت لطافت حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲، نمبر۹۵ پر مخاطب کیا گیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۵۶۲)

لطف اللہ مردانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد

(ولادت:۱۹۰۸ء ...... وفات:۱۹۸۳ء)

آپ جہانگیرہ، صوابی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی۔ مزید تعلیم کے لئے آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ ۱۳۴۵ھ میں حضرت سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ ایسے اکابر سے حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ کافی عرصہ تک جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں تدریس کرتے رہے۔ فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام پر آپ نے توثیقی دستخط ثبت فرمائے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۸۶)

(م)

(۱۵۶۳)

مالک شہید رحمۃ اللہ علیہ، جناب محمد

(ولادت:۱۹۸۰ء ...... شہادت:۲۰۰۸ء)

محمد مالک رحمۃ اللہ علیہ ننکانہ کے علاقے چوہدری محمد بوٹا رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ نے پرائمری تک مقامی سکول میں تعلیم حاصل کی۔ نویں جماعت کے لئے ہائی سکول میں داخلہ لیا۔ سکول میں قادیانی لڑکے بھی تھے۔ کسی قادیانی نے ہم جماعت طلباء کو قادیانیت کی تبلیغ کی تو آپ نے اسے ٹوکا۔ نوبت لڑائی تک پہنچی۔ جس پر والدین نے سکول سے فارغ کرادیا اور کھیتی باڑی کے کام پر لگادیا۔ علاقہ میں قادیانیوں کا اثرورسوخ تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ کے ساتھ مل کر قادیانیت کے خلاف بھرپور جدوجہد کی۔ رات کو اندھیرے میں قادیانی غنڈوں نے ۱۰رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ کو شہید کیا۔ فقید المثال نماز جنازہ ہوئی۔

(۱۵۶۴)

مبارک حسین سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

(ولادت:۱۸۷۸ء)

آپ سنبھل ضلع مرادآباد (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن ہی میں پائی۔ کچھ عرصہ ایک معلم کے پاس اپنے مکان پر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ دوران تعلیم منطق وفلسفہ سے آپ کو خاص دلچسپی رہی۔ ۱۹۱۶ء میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔ آپ نے کچھ عرصہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر وحضر میں گزارا۔ ۱۹۱۵ء میں قاسم العلوم کے نام سے میرٹھ میں ایک اسلامی مدرسہ قائم کیا۔ تدریس کے ساتھ ضلع میرٹھ کی خلافت کمیٹی کی نظامت کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ جمعیۃ علماء ہند کے سرگرم کارکن رہے۔ قادیانی عقائد پر مشتمل ایک سوالنامہ بصورت استفتاء مرتب کر کے اس پر متحدہ ہندوستان کے تمام مسالک کے علماء ومفتیان کرام کے

فتوے حاصل کئے گئے۔ بعدازاں ان فتویٰ جات کو ”فتویٰ تکفیر قادیان“ کے نام سے شائع کیا گیا۔ اس فتویٰ تکفیر قادیان میں آپ نے اپنا فتویٰ تحریر کیا کہ: ”عقائد مندرجہ سوال رکھنے والا قطعاً کافر ہے۔ عورت اس کے نکاح سے باہر ہے۔ اہل اسلام کو چاہئے کہ احکام ومعاملات میں ان سے احتراز رکھیں۔“ ھکذا فی کتاب الاسلام! خادم الطلبہ: محمد مبارک حسین

(۱۵۶۵)

متین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید محمد

(ولادت: ۱۷راگست ۱۹۲۷ء ...... وصال: ۱۰رجنوری ۱۹۹۲ء، لاہور)

آپ یو. پی کے مشہور قصبہ غازی پور کے سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم غازی پور میں حاصل کی۔ پھر دارالعلوم دیوبند داخلہ لیا۔ تیسرے سال حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ سیاسیات میں آپ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمنوا تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے باقاعدہ رکن تھے۔ تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے آگرہ یونیورسٹی سے ایم.اے کی ڈگری حاصل کی۔ چشمہ رحمت اورینٹل کالج غازی پور میں لیکچرار رہے۔ ۱۹۵۱ء میں سید پور مشرقی پاکستان میں ایک کالج میں پڑھاتے رہے۔ اس کالج کے پرنسپل بھی بنے۔ جامعہ اسلامیہ عربیہ کے نام پر دینی ادارہ قائم کیا۔ اس کے شیخ الحدیث بھی رہے۔ ۱۹۵۷ء میں نظام اسلام پارٹی کے ٹکٹ پر صوبائی اسمبلی کا الیکشن لڑا۔

۱۹۷۲ء میں پاکستان آ گئے۔ ۱۹۷۴ء تک جامعہ محمدی شریف کے شیخ الحدیث رہے۔ اسی زمانہ میں آپ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں بھی تشریف لائے۔ حق تعالیٰ کی کروڑ رحمتیں ہوں۔ مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ پر وہ تلاش کر کے ملک بھر سے ایسے معزز مہمانوں کو کانفرنس پر لا کھڑا کرتے۔ مولانا سید محمد متین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ بہت اچھے مقرر تھے اور تقریر مؤثر ہوتی تھی۔ ۱۹۷۴ء میں دیال سنگھ لائبریری کے ڈائریکٹر کے طور پر کام کیا۔ دو درجن کے قریب آپ کی تصنیفات ہوں گی۔ فیصل ٹاؤن میں حضرت قبلہ سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(۱۵۶۶)

مجاہد خان پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(پیدائش: ۸ر دسمبر ۱۹۲۱ء ...... وصال: ۷ر نومبر ۲۰۱۴ء)

مٹھا خیل نوشیرہ کلاں میں پیدا ہوئے۔ مولانا ناصرالدین رحمۃ اللہ علیہ نوشہرہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۳۹ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ نو سال دارالعلوم میں پڑھا۔ دورۂ تفسیر اور پھر فراغت کے بعد مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ سے افتاء بھی پڑھا۔ دورۂ حدیث شریف حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ مدرسہ اشرف العلوم برما میں بھی پڑھاتے رہے۔

۱۹۴۹ء میں اسلامیات کے استاذ نوشہرہ اسلامیہ ہائی سکول میں مقرر ہوئے۔ امان گڑھ مل میں خطابت کے فرائض دیتے رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ ۴۶-۱۹۴۵ء میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص رہے۔ مولانا اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا سنا تو رقت طاری ہوگئی۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن قائد جمعیۃ کے ہمراہ وفد میں شریک ہوئے اور دارالعلوم دیوبند میں جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنے حلقہ میں حدی خواں تھے۔ خوبیوں کا مجموعہ اور نظریاتی عالم دین تھے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

(۱۵۶۷)

محمد بخش بزدار رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش: ۱۹۳۲ء ...... وفات: ۱۱ر نومبر ۱۹۸۷ء)

مولانا محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ بستی بزدار نزد تونسہ شریف کے رہائشی تھے۔ آپ نے اپنی بستی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ قاسم العلوم ڈیرہ غازی خان، مدرسہ مخزن العلوم خانپور اور جامعہ محمودیہ تونسہ شریف میں تعلیم حاصل کی۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق بذریعہ خط و کتابت قائم کیا۔ منگروٹھ، شادن لنڈ، کہروڑ لعل عیسن میں امامت و خطابت اور تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ شادن لنڈ میں مدنی مسجد تعمیر کی اور یہیں سے عالم آخرت کو

روانہ ہوئے۔ شادن لنڈ میں جمعیۃ علماء اسلام کے امیر رہے۔ آپ نے ۱۹۵۳ء میں شادن لنڈ میں تحریک ختم نبوت کو جاری رکھا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک میں گرفتار ہوئے۔ شیر گڑھ کی مسجد میں قادیانی مردہ کی نعش نکلوانے کی جدوجہد میں صف اوّل میں رہے۔ شادن لنڈ میں قادیانی مردوں کے لئے مرگھٹ الاٹ تھا وہ پر ہوگیا تو قادیانیوں نے قریب کے ایک مسلمان غریب کے پلاٹ پر قبضہ کر کے چاردیواری کر کے اپنے مردہ کو دفن کر دیا۔ مسلمانوں نے احتجاج کیا۔ کیس عدالت میں گیا۔ اتنے میں قادیانیوں نے ایک اور قادیانی کے مرنے پر اسے یہاں دفن کرنا چاہا۔ رمضان المبارک کا مہینہ، مئی کی گرمی میں، آپ کو پتہ چلا تو آپ جلوس لے کر اسی غصب شدہ پلاٹ پر چلے گئے۔ وہاں تراویح ادا کی۔ قادیانی قبضہ کی دیوار ہٹا دی گئی۔ قادیانی دوڑ گئے۔ اصل مسلمان مالک کا قبضہ بحال ہوا۔ عدالت نے بھی اس کے حق میں فیصلہ دیا۔ غلام حیدر خان حیدرانی رحمۃ اللہ علیہ ریٹائرڈ ماسٹر، ماسٹر سعید اللہ حیدرانی رحمۃ اللہ علیہ، امان اللہ خان حیدرانی رحمۃ اللہ علیہ ممبر یونین کونسل شادن لنڈ اپنے خاندان کے چالیس افراد سمیت مولانا محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر قادیانیت ترک کر کے اسلام قبول کیا۔ فلحمدللہ!

(۱۵۶۸)

محمد بن شیخ حسین رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اعظم مالکیہ مکہ مکرمہ)، مولانا مفتی

مولانا غلام دستگیر مرحوم نے جب ملعون قادیان کے خلاف ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ میں حرمین شریفین کے چاروں فقہوں کے مفتیان کرام سے فتویٰ طلب کیا تو اس وقت مالکیہ کے مکہ مکرمہ میں مفتی اعظم مولانا مفتی محمد بن شیخ حسین رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فتویٰ دیا۔

الحمد للہ رب العالمین، رب زدنی علما، اللّٰھم ھدایة للصواب من یھدی اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ، اما صاحب ھٰذا المقال فقد انعمس فی ابحر الخواطر الشیطانیة والھواجس النفسانیة فما اکذبہ واشقاہ حیث ادعی ما ادعاہ من الدجل المنصوص علیہ یکون فی آخرالزمان دجالون کذابون یأتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباؤکم الحدیث، واما المؤید لہ بالرسالة المسماة باشاعة السنة فھو اشقی منہ لقولہ تعالیٰ: ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الآیة فکل منھما یجب علیٰ ولی الامر تعزیر ھما التعزیر البلیغ، واما ما الفہ الفاضل العلامة للشیخ محمد ابو عبدالرحمٰن غلام

دستگیر الهاشمی الحنفی القصوری فی بیان ضلال المذکورین وابطال اقوالهما فقد اجاد فیه بما ذکره من الحث البلیغ علیٰ اتباع الدین الحق القوام والله اعلم، اللّٰهم لا تجعلنا ممن اتبع هواه وسلک طریق الشیطان فاغواه وحسن له سوء المقال فارواه آمین بجاه الایمان

کتبه الراجی العفو من واهب العطیة محمد ابن المرحوم الشیخ حسین مفتی المالکیة ببلد الله المکه مصلیاً ومسلماً. ذیقعده ۱۳۰۴ھ

سب تعریفیں پروردگار عالم کو خاص ہیں۔ خداوندا! مجھے علم دے اور سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کر۔ جس کو خدا راہ نمائی کرے، کوئی اسے گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کی راہنمائی کوئی نہیں کر سکتا۔ لیکن ایسی باتیں کرنے والا بے شک شیطانی خطرا ور وساوس نفسانی کے دریاؤں میں ڈوب گیا ہے۔ اس کے جھوٹ اور بدبختی سے تعجب ہے۔ اس لئے کہ مدعی ہوا ہے اس بغاوت کا جو حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانے میں سخت جھوٹے دجال ہوں گے۔ تم سے ایسی باتیں کریں گے جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہ سنی ہوں گی اور رسالہ اشاعت السنہ سے جس نے اس کی تائید کی ہے وہ سخت بدبخت ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ گناہ اور حدوں سے درگزر کرنے میں تائید نہ کرو۔ پس حاکم اسلام پر واجب ہے کہ ان دونوں کو سخت تعزیر کرے اور وہ رسالہ جو فاضل علامہ شیخ محمد ابوعبدالرحمٰن غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کی گمراہی کے بیان اور ان کی باتوں کی تردید میں لکھا ہے۔ بے شک اس میں بہت درست لکھا ہے۔ اس لئے کہ سچے دین کی اتباع کی جائے۔ بہت عمدہ ترغیب ذکر کی ہے۔ خدا بہت دانا ہے۔ بارخدایا! ہم کو ہوائے نفس کے پیچھے چلنے والوں، اور شیطان کی راہ میں گمراہ ہونے والوں، اور بری باتوں کو اچھا جان کر ہلاک ہونے والوں سے نہ کر۔ آمین بجاہ سید المرسلین!

یہ تحریر اللہ تعالیٰ کی بخشش کے امیدوار محمد بن شیخ حسین مرحوم نے لکھی ہے۔ جو مکہ معظّمہ میں مالکیوں کا مفتی ہے۔ دستخط: محمد بن حسین مفتی مالکیہ

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۹۸،۵۷)

(۱۵۶۹)

محمد بن عبدالقادر باشہ فتنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (پٹنہ)، مولانا

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب مرزا قادیانی کے خلاف کتاب

’’رجم الشیاطین‘‘ تحریر کی تو مولانا محمد بن عبدالقادر پاشہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ ساکن پٹنہ نے ذیل کی اس پر تقریظ تحریر فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی انزل الفرقان علٰی سید الانس والجان واخمد به الباطل والشرک والطغیان، والصلوٰة والسلام علٰی رسوله محمد وآله وصحبه والتابعین لهم باحسان مد الدهور والأزمان وبعد!

قد طالعت بعض هفوات غلام احمد مقیم القادیان فی کتابه البراهین الاحمدیة وفی الاعلان فوجدته من تلبیسات الشیطان ولیس من الهامات الرحمٰن، بل ماذلک الا بهتان وهذیان فمن اتبعه عد من اهل الخسران وهٰذه الرسالة نظرت ایضًا فی لطائف ردها فاطمئن بها الجنان فعسٰی ان ینجو بمطالعتها کثیر من الاخوان من اهل السنة والجماعة وغیرهم بفضل الکریم المنان فجزی الله المؤلف اعلی الجنان

کتبه الحقیر محمد بن عبدالقادر باشه الفتنی الحنفی عفا الله عنه وعن والدیه واحسن الیهما والیه.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے قرآن مجید آدمیوں اور جنوں کے سردار پر اتارا اور اس سے جھوٹ اور شرک اور سرکشی کو نابود کیا اور درود وسلام اس کے پیغمبر محمد ﷺ پر اور اس کی آل واصحاب اور نیکی سے ان کے پیروؤں پر ہمیشہ ہو۔

بعد ازاں! میں نے غلام احمد قادیانی کی براہین احمدیہ واشتہار سے اس کی بعض لغزشوں کا مطالعہ کیا۔ پس ان کو شیطانی بناوٹوں سے پایا۔ وہ رحمانی الہام نہیں ہیں۔ بلکہ نرا بہتان اور بیہودہ گوئی ہے۔ پس جس نے اس کی پیروی کی وہ نقصان والوں میں سے ہے اور اس رسالے کی عمدہ تردیدات کو بھی میں نے دیکھا ہے۔ پس ان سے دل کو آرام آیا۔ امید ہے کہ اس کے مطالعے سے بہت برادران اہل سنت وغیرہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے نجات پالیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کے مؤلف کو اونچی بہشت بدلہ دے۔

اس تحریر کو عاجز محمد بن عبدالقادر باشہ پٹنہ کے باشندے حنفی نے لکھا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے والدین کو بخشے اور ان سب سے احسان کرے۔ فقط! دستخط: محمد ابن عبدالقادر باشہ

(۱۵۷۰)

محمد شاہ امروٹی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید

(وفات: ۵؍نومبر ۱۹۸۷ء)

خانقاہ عالیہ امروٹ شریف کے بانی حضرت مولانا سید تاج محمود امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ اور جانشین ہمارے مخدوم، جمعیۃ علماء اسلام کے ممتاز رہنما، ایک عالم فاضل، خطیب، پیر اور سیاسی رہنما تھے۔ ایم. آر. ڈی کی تحریک میں مثالی خدمات سرانجام دیں۔ بیدار مغز قائد تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے لئے عمر بھر ساعی رہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے سنہری روایات کے قائم کرنے والے تھے۔ حق تعالیٰ نے علم وفضل، بہادری، جرأت اور بلندی کردار کے ساتھ ساتھ بڑی وجاہت سے سرفراز فرمایا تھا۔

(۱۵۷۱)

محمد غازی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

(وفات: ۱۹۳۹ء)

حضرت مولانا محمد غازی رحمۃ اللہ علیہ موضع موچی کڑی علاقہ نرڑہ ضلع اٹک کے باشندہ تھے۔ خٹک قبیلہ سے تعلق تھا۔ مدرسہ فیض عام کانپور میں مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ سے درس نظامی کی کتابیں پڑھیں۔ پھر مکہ مکرمہ مدرسہ صولتیہ میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کے بعد وہیں مدرس ہوگئے۔ مکہ مکرمہ کے قراء سے تجوید وقرأت کی تحصیل بھی کی۔ ۱۳۰۷ھ میں حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو آپ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو مدرسہ صولتیہ میں لے آئے اور آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے اور حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ہی حرمین شریفین سے گولڑہ آ گئے۔ یہاں پر آپ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کے ساتھ ساتھ درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے علم وفضل، تدبر وحکمت اور معاملہ فہمی کے معترف ومداح تھے۔ حضرت مولانا محمد غازی رحمۃ اللہ علیہ بڑے جید اور فاضل اجل علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کے پچاس برس گولڑہ شریف میں

گزارے۔ دن میں طلبہ کو فنون کی کتابیں پڑھاتے اور خود حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف کے اسباق لیتے۔ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کی کتابت، طباعت اور اشاعت کا تمام کام آپ کی نگرانی میں ہوتا تھا۔ تقریباً ۸۳ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ مولانا مفتی علامہ محمد پشاوری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت شاہ نذر الدین قدس سرہ کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

حضرت غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی ان قدسی صفات علماء کی فہرست میں شامل ہے جو اگست ۱۹۰۰ء میں مرزا قادیانی کے ساتھ مناظرہ لاہور میں حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمرکاب تھے۔ چنانچہ مناظرہ کی چھپی ہوئی روئیداد ''حق نما'' میں آپ کا نام ۱۷ویں نمبر پر ہے۔ مولانا محمد غازی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کی فارسی اشعار میں مذمت کی اور ادعائے نبوت سے رجوع کرنے کی دعوت دی اور ساتھ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت وتوصیف کی۔ فارسی کے یہ ۱۷٦ اشعار ''مہر منیر'' میں درج ہیں۔

(۱۵۷۲)

مسکین رحمۃ اللہ علیہ (اٹک)، جناب محمد

(وفات: ۷رجنوری ۱۹۷۴ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت اٹک کے پرجوش مخلص کارکن، آغاز جوانی سے بڑھاپے کی وفات تک عقیدۂ ختم نبوت کی پاسبانی کرنے والے شخص تھے۔ مہر پورہ کے قبرستان میں محو استراحت ہیں۔

(۱۵۷۳)

محمد یار رحمۃ اللہ علیہ (کہروڑپکا)، حضرت صوفی

(وفات: ۲۷ر رمضان ۱۴۰٦ھ)

حضرت حافظ محمد یار رحمۃ اللہ علیہ انتہائی پارسا بزرگ تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ قرآن مجید کی تدریس میں گزارا۔ بے لوث دین کی خدمت کی۔ آپ جمعیۃ علماء اسلام کے سرپرست رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پروگراموں کی صدارت بھی کرتے رہے۔ آپ خیر المدارس ملتان کے فاضل اور پیر فضل علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ مسکین پور کے خلیفہ مجاز تھے۔

(۱۵۷۴)

محمود احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ (دیپالپور)، مولانا سید

(وفات: دسمبر۱۹۷۴ء)

شاہی مسجد دیپالپور کے خطیب، نڈر، حق گو، عالم دین مولانا سید محمود احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہر تحریک میں صف اوّل میں رہ کر اسلامیان وطن کی راہنمائی فرماتے تھے۔ آپ اپنے علاقہ میں عقیدۂ ختم نبوت کے مبلغ وداعی تھے۔ حج سے واپسی پر دل کا دورہ پڑنے سے کراچی میں وصال فرمایا۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۱۵۷۵)

محمود تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب خواجہ

(پیدائش: ۲۶؍جنوری ۱۸۸۵ء ...... وفات: ۱۷؍ستمبر ۱۹۲۹ء)

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹے خواجہ محمود رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ خواجہ محمود رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف پیر تھے بلکہ عالم دین بھی تھے۔ وقت کے علماء کے بڑے قدردان تھے۔ خواجہ شاہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے دینی مدرسہ سلیمانیہ کے تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے علماء کی سرپرستی کی اور مدرسے کا نام محمودیہ رکھا گیا۔ اٹک سے مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مدرسہ میں خاص طور پر لے کر آئے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی اور مولانا قاری سعید الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ راولپنڈی والے کے والد گرامی تھے۔

خواجہ محمود رحمۃ اللہ علیہ بھی عملی طور پر قادیانیوں کے بڑے مخالف تھے۔ قادیانیوں نے ڈیرہ غازی خان میں ایک سکول کھولا اور شرط رکھی کہ جو اس سکول میں پڑھائے گا اور قادیان جائے گا تو اسے نوکری ملے گی۔ شیخ محمد افضل سکنہ ڈیرہ غازی خان نامی شخص بھی اس لالچ میں آ گیا۔ وہ ملتان شیر شاہ اسٹیشن پر قادیان جانے کے لئے تیار کھڑا تھا کہ سمہ سٹہ سے ایک گاڑی آئی۔ اس ریل گاڑی سے ایک نورانی شکل بزرگ اترے۔ اس بزرگ کو دیکھ کر لوگ پروانوں کی طرح ملنے لگے۔

اس قادیان جانے والے شیخ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں سے اس بزرگ کا تعارف پوچھا تو معلوم ہوا یہ خواجہ محمود تونسوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ بھی حضرت کو ملنے کے لئے آگے بڑھا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور نام لے کر فرمایا: ”تو جو کچھ بن، مگر قادیانی نہ بن۔“ یہ شخص حضرت کا یہ فرمان سن کر واپس گھر چلا گیا۔ کچھ دنوں بعد تونسہ شریف آیا۔ حضرت صاحب کو آ کر کہا: ”حضرت! آپ نے مجھے قادیان نہ جانے دیا۔ اب دعا کریں مجھے کوئی ملازمت مل جائے۔“ حضرت نے اس کے لئے دعا فرمائی۔ اس کو اللہ پاک نے اعلیٰ نوکری عطاء فرمادی۔

جناب محمد رمضان معینی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ تحصیل تونسہ شریف میں فاضلہ کچھ اندر پہاڑ کے ابوالحسن جلالانی بزدار مولانا نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ دہلی سے یہاں آتے ہی لوگوں کو نئے مسلک کی تبلیغ شروع کر دی۔ حضرت خواجہ محمود رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی خواجہ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بھائی کو کہلا بھیجا کہ اپنے بھائی کو روکو۔ یہ یہاں ایسا کام نہ کرے۔ مگر ابوالحسن باز نہ آیا۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا یہ شخص فلاح نہیں پائے گا۔ چنانچہ یہ شخص ۱۹۰۱ء میں قادیان گیا۔ وہاں سے قادیانی بن کر آیا۔ آتے ہی جھگڑا امام شاہ ڈیرہ غازی خان کے نزدیک بستی رنداں کے اہل حدیثوں کو قادیانی بنا ڈالا۔ جب یہ شخص یہاں واپس آیا تو خواجہ محمود رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو جلاوطن کرایا۔

(۱۵۷۶)

محمود حسن سہوانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات:۱۳۳۹ھ)

حضرت سہوان میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام محمد امام زبیری رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا۔ مراد آباد کی جامع مسجد شاہی کے مدرسہ عربیہ میں تدریس فرماتے رہے۔ دوران تدریس آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا جو مندرجہ ذیل ہے:

”مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر اور ارتداد میں کچھ شک اور شبہ نہیں ہے۔ اس کے تمام معتقدین اور خلفاء سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ مرزا قادیانی مذکور کی تصانیف سے صاف طور پر دعویٰ نبوت معلوم ہوتا ہے کہ جو صریح حدیث: ”لا نبی بعدی“ کے خلاف ہے اور نیز اس کی تصانیف

سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صریح تحقیر ثابت ہوتی ہے اور تحقیر انبیاء کفر ہے۔بس بناءً علیہ اس کی اور اس کے معتقدین کے کافر اور مرتد ہونے میں کچھ شک اور شبہ نہیں ہے۔’’فقط!

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۳۵۷)

(۱۵۷۷)

محمود شاہ رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین بہار)، حضرت سید

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔اس میں حضرت سید محمود شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲، نمبر۱۰۶ پر مخاطب کیا ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۵۷۸)

محمود شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید

(ولادت:۱۹۱۹ء ...... وفات:۲۵؍جولائی ۱۹۸۷ء)

گجرات بریلوی مکتب فکر کی معروف دینی شخصیت تھے۔ چوہدری فضل الٰہی (صدر پاکستان) کے ساتھ مل کر مسلم لیگ کو ضلع گجرات میں خوب منظّم کیا۔آپ تحریک پاکستان کے سرگرم رہنما تھے۔ پاکستان بننے کے بعد جمعیۃ علماء پاکستان میں سرگرم رہے۔تحریکہائے ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں مثالی خدمات سرانجام دیں۔ایک زمانہ میں ان کی خطابت کا لوہا مانا جاتا تھا۔ ویبقٰی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام!

(۱۵۷۹)

محی الدین احمد قصوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش:۱۸۸۹ء ...... وفات:۲۴؍جنوری ۱۹۷۱ء)

وکالت وسیاست کے میدان سے شغف رکھنے والے مولانا عبدالقادر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں قصور میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔اے کرنے کے بعد کچھ عرصہ لاء کالج لاہور

میں رہے۔ والد محترم نے بیرسٹر کا خواب دیکھ کر اسی مقصد کے لئے لندن بھجوادیا۔ مگر انہوں نے وکالت کا پیشہ پسند نہ کیا اور قومی تحریکوں میں حصہ لینے لگے۔ مولانا اہل حدیث مکتب فکر کے ممتاز رہنماؤں میں سے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ سے نیازمندانہ تعلق تھا۔ مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ بھی محبت رکھتے تھے۔ مولوی محمد ولی رحمۃ اللہ علیہ (فتوحی والے) کے ہاتھ پر بیعت جہاد بھی کی اور سرگرمیوں میں دلچسپی بھی لی۔ قیام پاکستان کے بعد مستقل لاہور میں سکونت اختیار کی۔ جمعیۃ اہل حدیث مغربی پاکستان کے قائم کردہ تصنیفی ادارہ اشاعت السنہ کے ناظم رہے اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف پر تحریری کام بھی کیا۔ ردقادیانیت پر آپ کی ہمیشہ توجہ رہی۔

(۱۵۸۰)

محی الدین رحمۃ اللہ علیہ (ڈھاکہ)، حضرت مولانا مفتی

آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حیات اور نزول کے مسئلہ پر ذیل کا فتویٰ لکھا:

اقول وباللہ التوفیق! من انکر حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام ورفعہ الیٰ السماء ثم نزولہ قرب قیام الساعۃ، او ادعی انہ افضل من عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، او انکر ختم النبوۃ، وادعی انہ نبی بعد نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مستقلاً کان اوظلیا اوبروزیاً، وانکر ما کان من ضروریات الدین فھو کافر ومرتد خارج عن الاسلام بنص الکتاب واتواتر السنۃ واجماع الامۃ.

والمیرزا غلام احمد القادیانی متصف بتلک الأوصاف فھو کافر ومرتد وخارج عن دین الاسلام والمترددون فی کفرہ ومتبوعہ فی حکمہ، فلعنۃ اللہ علیہ والملائکۃ والناس اجمعین. واللہ تعالیٰ اعلم!

کتبہ عبدہ محی الدین غفر اللہ لہ

مدرس مدرسہ اشرف العلوم بڑا کٹڑہ، ڈھاکہ

جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کے آسمان پر تشریف لے جانے، پھر قیامت کے قریب ان کے دوبارہ تشریف لانے کا انکار کرے، یا وہ یہ دعویٰ کرے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہے، یا وہ جو ختم نبوت کا انکار کرے، یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے، چاہے اس کا دعویٰ مستقل نبی ہونے کا ہو یا ظلی یا بروزی نبی ہونے کا یا وہ ضروریات دین کا انکار کردے۔ پس وہ بنص قرآن، احادیث متواترہ اور اجماع امت کی رو سے کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

مرزاغلام احمد قادیانی نے بھی چونکہ ان سب چیزوں کا ارتکاب کیا ہے۔ لہٰذا وہ بھی کافر، مرتد اور دین اسلام سے خارج ہے اور اس کے کفر میں شک کرنے والے اور اس کی اتباع کرنے والے بھی اسی کے حکم میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، مرزا قادیانی پر۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص ۵۷)

(۱۵۸۱)

مختار عمر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا میاں محمد

(وفات: ۲۵/اگست ۲۰۱۶ء، مکہ مکرمہ)

پاکستان کے نامور عالم دین اور بزرگ رہنما حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ جامعہ محمدی ضلع چنیوٹ کے بڑے صاحبزادے مولانا میاں محمد مختار عمر رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ شریف کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے اور جمعرات کو مکہ مکرمہ میں ہی وصال فرمائے عالم آخرت ہوئے۔

اپنے تایا حضور حضرت محمد ذاکر رحمۃ اللہ علیہ محمدی شریف، والد گرامی مولانا نافع رحمۃ اللہ علیہ اور پروفیسر محمد متین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ اپنے والد گرامی کی تالیفات وتصنیفات کے سلسلہ میں حوالہ جات کی تلاش، مسودہ جات کی تبییض میں مدد فرماتے تھے۔ والد گرامی کی زندگی میں ان کی تالیف ’’رحماء بینھم ‘‘ کے نام اور مناسبت سے ’’رحماء بینھم ‘‘ٹرسٹ قائم کیا تھا۔ جس کے تحت بہت اہم منصوبوں پر کام کا آغاز کیا ہوا تھا۔ گزشتہ دنوں چناب نگر مدرسہ ختم نبوت میں دورۂ حدیث کا آغاز ہوا تو اس موقع پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ زہے نصیب! کہ مکہ مکرمہ کی دھرتی نے اپنے بطن میں ان کو سمولیا۔

(۱۵۸۲)

مدرار اللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۱۳ء ...... وفات: یکم/فروری ۱۹۹۴ء)

مولانا مدرار اللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۱۳ء کو مولانا میر حسن رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مردان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتب کی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ دارالعلوم نعمانیہ سے دورۂ حدیث

شریف کیا۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا عبدالرؤف رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے حدیث شریف پڑھی۔ ۱۹۳۷ء میں پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا کورس کیا۔

مولانا مدرار اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۳۵ء میں عملی طور پر مذہبی اور ملی جدوجہد کا آغاز کیا اور مجلس احرار کے شعبہ تبلیغ کے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ ان دنوں مردان میں قادیانیت کی تحریک زوروں پر تھی۔ جس کا انہوں نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ وہ مسلسل تبلیغی دوروں اور جلسوں میں مصروف رہے۔ جس کے نتیجے میں کئی قادیانی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس پر قادیانیوں نے مولانا کے خلاف اس وقت کے انگریز ڈپٹی کمشنر کے پاس شکایت کی کہ مولانا کی تقریروں سے ہمیں نقص امن کا خطرہ پیدا ہوا ہے۔ انگریز حاکم نے مولانا کی زبان بندی کرانی چاہی اور مولانا مدرار اللہ سے زبان بندی اور حفظ امن کی ضمانت طلب کی۔ لیکن مولانا نے پیران ڈاگہ مردان میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا اور اس جلسہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دجل وفریب کے بارے میں تقریر کرتے ہوئے زبان بندی کے حکم اور حفظ امن کی دفعہ کو توڑ ڈالا۔ ضلعی انتظامیہ نے مولانا کی اس تقریر کو تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۲۴ (الف) کی زد میں لاکر انہیں اور ان کے دو ساتھیوں مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ (اسماعیلہ صوابی) اور مولانا فضل حق رحمۃ اللہ علیہ (پشاور) کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا۔

حکومت کے اس اقدام پر سارے ملک میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ چنانچہ مجلس احرار اسلام اور جمعیۃ العلمائے صوبہ سرحد کے اکابرین نے احتجاج کے طور پر مردان میں عظیم الشان جلسے منعقد کئے اور حکومت پر دباؤ ڈالا کہ مولانا اور ان کے ساتھیوں کے خلاف تعزیری احکام واپس لئے جائیں۔ مسلمانوں کی طرف سے شدید احتجاج کی بناء پر اسسٹنٹ کمشنر مردان نے ۱۸؍جون ۱۹۳۵ء کو اپنے عدالتی حکم میں قرار دیا کہ: ''تا اختتام مقدمہ تم پر کسی قسم کی پابندی نہیں۔ تم باقاعدہ حسب سابق اپنے تبلیغی سلسلہ کو جاری رکھ سکتے ہو اور مرزا قادیانی کو کافر، دجال اور کذاب کہہ سکتے ہو اور مسلمانوں کو مرزائیوں سے الگ رہنے کی تلقین کر سکتے ہو۔''

(روزنامہ احسان لاہور، مورخہ ۲۲؍جون ۱۹۳۵ء)

اس احتجاج میں مجلس احرار اسلام کے رہنما حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مظہر علی اظہر رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، جمعیۃ علمائے صوبہ سرحد کے صدر مولانا شاکر اللہ رحمۃ اللہ علیہ (نوشہرہ) اور نائب صدر مولانا محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ (مردان) کے علاوہ نواب سر محمد اکبر خان ہوتی رحمۃ اللہ علیہ اور خان غلام محمد خان رحمۃ اللہ علیہ (لوندخوڑ) پیش پیش تھے۔ خان ثمین جان رحمۃ اللہ علیہ ایڈووکیٹ (مردان) کی وہ

خدمات بھی نا قابل فراموش ہیں جوانہوں نے مولانا کے مقدمہ کی پیروی کرتے ہوئے انجام دیں۔
آپ کی ایک کتاب پرویز اور قرآن مجید (احتساب پرویزیت) اب آڈٹ کر کے آپ کے صاحبزادہ اکرام اللہ شاہد نے شائع کی ہے جو آٹھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

(۱۵۸۳)

مرید احمد رحمۃ اللہ علیہ M.L.A، جناب قاضی

(ولادت: ۱۳؍اکتوبر ۱۹۱۲ء ...... وفات: ۴؍اکتوبر ۱۹۸۹ء)

قاضی مرید احمد مردوال ضلع سرگودھا کے رہائشی تھے۔ ایف.اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد اشاعت اسلام کالج لاہور سے فقہ، حدیث، علم الکلام اور قرآن مجید کی دو سال تک تعلیم حاصل کی۔ اپنے گاؤں میں تعلیم کے بعد وفات تک قرآن وحدیث کا درس دیتے رہے۔
پہلے خاکسار تحریک میں شامل ہوئے۔ ضلعی سالار بھی رہے۔ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ نے قرارداد لاہور منظور کی تو پھر مسلم لیگ میں چلے گئے۔ گاؤں میں پرائمری مسلم لیگ قائم کی۔ سرحد، پنجاب اور سندھ تک مسلم لیگ کے پیغام کو پہنچایا۔ یونینسٹ پارٹی کا اقتدار تھا۔ خضر حیات خان ٹوانہ وزیر اعلیٰ پنجاب تھے۔ وہ سرگودھا کے تھے۔ تمام زمیندار اس کے ساتھ تھے۔ قاضی مرید احمد نے مسلم لیگ کا جھنڈا بلند کیا تو خضر حیات خان ٹوانہ کے حامیوں نے ان کی مخالفت کی۔ متعدد بار گرفتار ہوئے۔ مال ومتاع ضبط ہوا۔ تحریک سول نافرمانی میں قاضی مرید احمد نے استقلال دیکھایا۔ ۱۹۵۱ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کے ٹکٹ سے پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ سرگودھا ضلع پھر پنجاب مسلم لیگ سے قادیانیوں کے غیر مسلم کی قرارداد منظور کرائی۔
تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں ماہ مارچ میں گرفتار ہوئے۔ تین ماہ کے لئے نظر بند رہے۔ پنجاب اسمبلی میں اسیران ختم نبوت کی رہائی کے لئے قرارداد پیش کی۔ اس کی پاداش میں سرگودھا سے نکال دیئے اور اپنے گاؤں میں سیفٹی ایکٹ کے تحت ۶ ماہ کے لئے نظر بند ہوئے۔ ۱۹۵۶ء کے الیکشن میں مغربی پاکستان اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ قاضی مرید احمد سیکرٹری پنجاب مسلم لیگ کے عہدہ پر ۹ سال تک فائز رہے۔ ایک سال صدر بھی رہے۔ پانچ سال ضلع سرگودھا مسلم لیگ کے سربراہ رہے۔ بڑے شعلہ بیان خطیب تھے۔ تقریر میں سماں باندھ دیتے۔ حق گو وبے باک تھے۔ تحریک پاکستان کی طرح تحریک ختم نبوت کے بھی جسم وروح سے فدائی تھے۔ ۱۹۷۷ء پاکستان قومی اتحاد کے

ٹکٹ پر الیکشن بھی لڑا۔ خوشاب میں فوت ہوئے۔ رحمة اللّٰہ تعالیٰ علیه رحمة واسعة!

(۱۵۸۴)

مستعان شاہ رحمۃ اللہ علیہ (بجے پور)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں مولانا مستعان شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم ص۷۱، نمبر۵۵ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۵۸۵)

مسعود علی آزاد لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۲۵رمئی ۱۹۷۴ء)

قطب الارشاد مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے امام الصلوٰۃ، صاحب علم وورع، خدارسیدہ، عابد وزاہد، بلند پایہ قادر الکلام شاعر، ہندوپاک کے ہزاروں لوگوں کی عقیدتوں کا مرجع، مولد ومسکن لکھنؤ وفات لاہور سلطان فونڈری شیرانوالہ میں جنازہ جامعہ مدنیہ لاہور کے مولانا سید حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ عقیدہ ختم نبوت کے ہر مجلس میں ترجمان تھے۔

(۱۵۸۶)

مصباح اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید

(ولادت: ۱۹۳۰ء ...... وفات: ۴رنومبر ۱۹۹۵ء)

مولانا مصباح اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ بٹل تحصیل مانسہرہ میں مولانا سید عبدالصادق رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تولد ہوئے۔ اپنے بہنوئی کے ہمراہ ۶ برس کی عمر میں ہی دارالعلوم دیوبند جیسی عظیم درسگاہ سے استفادہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ ابتدائی فارسی کتب پڑھنے کے بعد آپ کے بہنوئی مولانا پیر سید شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی فراغت ہوئی تو ان کے ہمراہ آپ کو بھی وطن واپس آنا پڑا۔ پھر علاقہ کچھ اور گجرات سے تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں ٹنڈوالہ یار میں مولانا عبدالرحمٰن کیمبل پوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید محمد

یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد دس سال تک مدرسہ خدام القرآن ضلع رحیم یارخان میں اعلیٰ تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ اسی عرصہ کے دوران حفظ قرآن کا شوق بھی امنڈ آیا اور صرف چار ماہ کے قلیل عرصہ میں حفظ قرآن کریم کی سعادت حاصل کی۔ بعدازاں جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں پڑھانا شروع کیا اور تاحیات اونچے درجات میں پڑھاتے رہے۔

زندگی بھر تبلیغی جماعت اور عقیدہ تحفظ ختم نبوت کے کام کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا۔ آپ نے تردید قادیانیت پر بھی ''فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام'' میں تائیدی دستخط کر کے مہر ثبت کی۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۸۸)

(۱۵۸۷)

مصطفیٰ کمال التازری رحمۃ اللہ علیہ (رئیس الشئون الدنیہ تیونس)، فضیلۃ الشیخ

آپ نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فتویٰ میں ذیل کا جواب تحریر فرمایا۔

انی احمد اللہ علیٰ ھٰذہ الجھود الموفقة التی یقوم بھا نخبة من ابناء باکستان لانکار المزاعم الباطلة والأکاذیب التی تقوم بھا وتروجھا الفرقة القادیانیة بھٰذہ البلاد وبقیة بلدان العالم الاسلامی، اعانھم اللہ علیٰ الاسلام.

مصطفیٰ کمال التازری تیونس

پاکستان کے جید علماء نے قادیانی فرقے کے کفریہ عقائد کی تردید کے لئے جو کامیاب کوششیں کی ہیں، میں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتا ہوں۔ یہ فرقہ پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک میں اپنے غلط خیالات اور جھوٹے دعوے پھیلا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان علمائے کرام کی اسلام کی حفاظت کے لئے کی جانے والی کوششوں میں مدد فرمائیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۴۲)

(۱۵۸۸)

مطلع الانوار رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش: ۱۹۱۹ء ...... وفات: ۲۱؍نومبر ۲۰۱۶ء)

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید، دارالعلوم دیوبند کے فاضل

حضرت مولانا مطلع الانوار رحمۃ اللہ علیہ اس دور میں یادگار اسلاف تھے۔ آپ کی ذات گرامی اپنے حلقہ میں مرجع خلائق تھی۔ آپ نے زندگی بھر دینی تعلیم کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا۔ ہزاروں طلباء کرام نے آپ سے تعلیم دین حاصل کی۔ آپ اس وقت جمعیۃ علماء اسلام کے سرپرست تھے۔ آپ سراپا جمعیۃ تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے لئے آپ کا وجود انعام الٰہی تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی سرپرستی فرماتے تھے۔ چناب نگر کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس پر بھی آپ کی تشریف آوری ہوتی رہی اور بعض اجلاسوں کو آپ نے صدارت سے اعزاز بخشا۔ مولانا اپنے گاؤں چارسدہ کے قریب سپرد خاک کئے گئے۔ آپ کے وصال سے پون صدی کی تاریخ کا ایک درخشاں باب بند ہوگیا۔ حق تعالیٰ آپ کی تربت پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔ آمین!

(۱۵۸۹)

مطیع اللہ رشیدی رحمۃ اللہ علیہ (ساہیوال)، مولانا

(وفات: مارچ ۱۹۹۲ء)

جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے بانی مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے ناظم مولانا مطیع اللہ رشیدی رحمۃ اللہ علیہ ایک نامور عالم دین، متواضع اور منکسر المزاج عالم دین تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی حساسیت کے حوالہ سے اپنے آباؤ اجداد کی روایات کے حامل تھے۔

(۱۵۹۰)

مظہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین لوادہ)، حضرت سید

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں سید مظہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲، نمبر۹۴ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۵۹۱)

مظہر قیوم رحمۃ اللہ علیہ (مکان شریف ضلع گورداسپور)، جناب

مکان شریف ضلع گورداسپور میں ایک مقدس بستی ہے اور اولیاء کرام کا صدیوں سے مسکن رہا ہے اور اس کا محل وقوع دھرم کوٹ رندھاوا کے جانب مشرق کوئی ڈیرھ دو میل ہے اور سکھوں کے مشہور استھان ڈیرہ بابا نانک کے مغرب میں دو اڑھائی میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ہمارے قیام کادیان کے دوران مکان شریف میں دو بزرگ تھے۔ ایک حضرت پیر سید مظہر قیوم رحمۃ اللہ علیہ آپ وہاں کے سجادہ نشین تھے۔ ان کا علم تو بہ قدر ضرورت ہی تھا۔ مگر بڑے بزرگ عبادت گزار اور شب زندہ دار تھے۔ ہماری تحریک کادیان سے انہیں بڑا شغف تھا۔ سجادہ نشینان میں یہ واحد بزرگ تھے جو دامے درمے قدمے سخنے ہماری امداد کرتے تھے اور خصوصاً میرے ساتھ انہیں بڑا پیار تھا۔ کئی دفعہ مجھے مکان شریف بلایا اور میں دو دو تین تین دن تک ان کے ہاں ٹھہرتا رہا۔ بڑی محبت سے پیش آتے تھے۔ وہ یادیں تڑپا دیتی ہیں۔ ان کے ایک صاحبزادہ تھے جن کا نام محفوظ حسین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ فارغ التحصیل ہوکر آئے تھے۔ عرصہ پہلے سید مظہر قیوم رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو چکا تھا اور ان کے صاحبزادہ محفوظ حسین پاکستان میں آکر موضع چک بھلیر میں آباد ہوئے تھے۔

دوسرے بزرگ حضرت مظہر قیوم رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی تھے ان کا نام سید منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ بڑے عالم اور مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی ماہر تھے۔ عموماً محفل میں قرآن مجید کے نکات بیان کرتے رہتے تھے اور مکتوبات کی تو انہیں بڑی بڑی لمبی عبارات ازبر تھیں۔ ان کی مجلس میں ان مکتوبات کا تذکرہ رہتا تھا اور اہل ذوق جو عموماً وکلاء ہوتے تھے فرصت کے وقت ان کی محفل میں آجاتے تھے اور قرآنی نکات اور امام ربانی کے مکتوبات سے مستفید ہوتے تھے۔ آپ کا دستر خوان بڑا وسیع تھا۔ اہل ذوق کا ان کے ہاں جمگھٹا رہتا تھا۔

دھرم کوٹ رندھاوا مکان شریف سے مغرب کی جانب ڈیڑھ دو میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ وہاں دو بھائی رہا کرتے تھے۔ ایک شیخ سلطان احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور تھے اور بڑے بھائی کا نام شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ دونوں بھائیوں نے مرزائیت کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور دونوں بھائی مرزائیت کی تردید میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ شیخ سلطان احمد مرحوم، مرزا غلام احمد قادیانی کی مخالفت

میں بڑے نکات بیان کیا کرتے تھے۔ جب میں مکان شریف جاتا تو محترم سید منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ مجھے ان حضرات سے ملانے کے لئے دھرم کوٹ لے جاتے۔ وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور بڑی دیر تک مرزائیت پر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ وہ بڑے مفید مشورے دیتے تھے۔ بڑے بھائی شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے مرزائیت کا وسیع مطالعہ کر کے ایک دفتر مرزائیت کے خلاف لکھ رکھا تھا۔ جس میں مرزائیت کے خلاف تردید کے علاوہ لطائف اور چٹکلوں کو جمع کر رکھا تھا۔ جب کبھی ہمارا جانا ہوتا تو ہم کہتے: شیخ صاحب! ذرا اپنی اٹ البحرین میں سے کچھ سنائیے۔ وہ اندر سے اپنا دفتر اٹھالاتے اور مزہ لے لے کر سناتے اور جب تک ہم وہاں رہتے اسی انداز کی محفل گرم رہتی اور سب لطف اندوز ہوتے رہتے۔ سنا ہے دونوں بھائیوں کا انتقال ہو چکا ہے۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھے

مکان شریف والے مولانا منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ تقسیم ملک کے بعد منٹگمری (ساہیوال) میں جا کر مقیم ہوئے تھے۔ اب ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ میں ایک دفعہ منٹگمری گیا اور ایک ہفتہ تک ٹھہرا رہا۔ وہاں بھی ان کا وہی قرآن اور مکتوبات کا مشغلہ جاری تھا۔ دسترخوان بھی بڑا وسیع تھا۔ آنے جانے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ بڑے پایہ کے حکیم بھی تھے۔ میرے ساتھ ان کا خصوصی رابطہ تھا۔ مالی امداد بھی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔ آمین!

(مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۵۹۲)

معراج الدین رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، جناب سالار

(وفات: اکتوبر ۱۹۸۲ء)

مجلس احرار اسلام کے سالار جیوش میاں معراج الدین رحمۃ اللہ علیہ بہت بہادر انسان تھے۔ تحریک آزادی میں متحرک رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں قید و بند کے مراحل خوشی سے طے کئے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں شب و روز ایک کر دیئے۔ آخر کیوں نہ ہوتا۔ آپ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، چوہدری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ماسٹر تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ تھے۔ حق تعالیٰ ان کی تربت پر اپنی رحمتوں کی موسلا دھار بارش نازل کریں۔

(۱۵۹۳)

معصوم شاہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ابوسعید (رامپور)، حضرت محمد

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت محمد معصوم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم ص۷۲، نمبر۹۱ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کوالم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۵۹۴)

معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنماؤں میں شامل تھے۔ تحریک کشمیر اور دوسری تحریکوں مثلاً مہاجرین کی مدد میں مجلس احرار اسلام کے صف اوّل کے قائد تھے۔ قادیانیت ان کے نام سے اس طرح دم دبا کر بھاگتی تھی۔ جیسے شیطان آذان کی آواز سے بھاگتا ہے۔

(۱۵۹۵)

مقبول احمد بڈانی رحمۃ اللہ علیہ (خیر پور سادات)، جناب سردار

خیر پور سادات کے بڈانی بلوچ جناب سردار مقبول احمد رحمۃ اللہ علیہ تھے جو بہت ہی بہادر انسان تھے۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت نے انہیں اور پالش کر دیا۔ ان کے وجود سے ظلم وستم بھی کانپتا تھا۔ وہ ظالموں کے لئے قہر الٰہی اور مظلوموں کے لئے انعام الٰہی تھے۔ نظریاتی طور پر سکہ بند احراری اور قادیانیوں کے خلاف سینہ سپر رہے۔ اسی میں زندگی گزار دی۔

(۱۵۹۶)

مقبول احمد رحمۃ اللہ علیہ (جھنگ)، جناب حاجی

(وفات: ۴؍اکتوبر ۲۰۱۶ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جھنگ کے رہنما، جمعیۃ علماء اسلام تحصیل جھنگ کی مجلس عمومی

کے رکن الحاج مقبول احمد رحمۃ اللہ علیہ ایک نظریاتی کارکن تھے۔ آپ مسلم کالونی چناب نگر میں مجلس کے لئے پلاٹوں کے حصول کی تمام کارروائیوں میں برابر کے شریک رہے۔ ہر سال سالانہ ختم نبوت چنیوٹ اور پھر چناب نگر میں شریک ہوتے تھے۔ حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق رفیق فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی قبر کو بقعۂ نور فرائیں۔ موصوف کا انتقال ان کے ورثاء عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام کے لئے باعث صدمہ ہے۔

(۱۵۹۷)

مقصود علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (شاہ جہانپور)، مولانا سید

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت سید مقصود علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲، نمبر۱۰۳ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۵۹۸)

مناظر حسین نظر رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا ڈاکٹر

عظیم سکالر، ادیب، خطیب، محقق، دانشور، شاعر، مذہبی وسیاسی رہنما، امام التفسیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق تھا۔ خلافت حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز مولانا بشیر احمد پسروری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی۔ خدام الدین کے ایڈیٹر رہے۔ محکمہ اوقاف کے ایڈمنسٹریٹر اور پنجاب کے ڈائریکٹر بھی مقرر ہوئے۔ جہاں رہے عقیدۂ ختم نبوت کے دل ودماغ سے مبلغ رہے۔

(۱۵۹۹)

منصور علی خان مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۱۳۴۷ھ، مکہ مکرمہ)

آپ مرادآباد کے رہنے والے تھے۔ ہندوستان کے مشہور علماء میں سے تھے۔ مولانا

احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے دور آخر کے تلامذہ سے تھے۔فراغت کے بعد حیدرآباد دکن تشریف لے گئے۔ جامعہ طبیہ میں تدریس پر مامور ہوئے۔ایک مدت تک وہاں رہنے کے بعد مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور اسی کو وطن بنانے کی سعادت حاصل کی۔ آپ کی تصنیف شدہ تین کتابیں ملتی ہیں۔ (۱)مذہب منصور (دوجلدیں)۔(۲)فتح المبین ۔(۳)معیارالادویہ۔آپ نے ردقادیانیت میں مولانا سہول خان رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ پر صورت مسئولہ کے جواب یہ درج ذیل عبارت تحریرفرمائی:

’’فرقہ قادیانی میں ادعائے نبوت ومسیحیت علانیہ طور سے کیا گیا ہے جو صریح نصوص کے مخالف ہے۔صریح نص جیسے آیت خاتم النّبیین اور حدیث صحیح ’’انا خاتم النبیین لا نبی بعدی ‘‘موجود ہے اور نزول عیسیٰ علیہ السلام بھی صریح حدیث مسلم شریف وغیرہ سے ثابت ہے۔ان نصوص میں تاویل کرنے والا ضال ومضل ہے اور جو شخص صریح نصوص کا منکر ہو وہ کافر ہے۔‘‘

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۳۴۹)

(۱۶۰۰)

منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ (چھوکرخورد)،مولانا حافظ

مولانا حافظ منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں جامعہ بدریہ تعلیم القرآن کی خدمات جس خلوص،تقوے اور للّٰہیت کے ساتھ سرانجام دیں، وہاں انہوں نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بھی کام کیا۔کئی بار حضرت نے چھوکرخورد کی مختلف برادریوں کو اکٹھا کر کے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور فتنہ قادیانیت کی شرانگیزیوں کے بارے میں ان کو آگاہ کیا۔اکثر ختم نبوت کے مبلغین کو بھی دعوت دے کر پروگرام کراتے رہتے۔تاکہ لوگ اس فتنے کے شر سے بچ سکیں۔ایک بار حضرت نے گاؤں والوں کو اکٹھا کیا۔ کیونکہ چھوکرخورد تین چار گھرانے قادیانیوں کے تھے۔ لوگوں سے کہا کہ قادیانیوں سے سوشل بائیکاٹ کیا جائے۔ کچھ لوگوں نے مشورہ دیا کہ بائیکاٹ سے پہلے ان کو سمجھایا جائے۔شاید کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت سے نواز دے۔ چنانچہ حضرت نے ساتھیوں سے مشورہ کیا جس میں طے پایا کہ قادیانیوں کے ضلعی امیر سے گفتگو کرنے کے لئے مولانا اللہ وسایا سے مشورہ کیا جائے تو حضرت مولانا اللہ وسایا کے پاس ملتان ختم نبوت مرکز میں دو ساتھی بھیجے۔مولانا اللہ وسایا چھوکرخورد میں خود تشریف لائے اور مسجد میں اس قادیانی سے بڑی تفصیل سے گفتگو ہوئی۔ وہ مولانا کے ساتھ بحث میں لاجواب ہو گیا۔بالآخر اس نے

کچھ حوالوں کی تحقیق کے بہانے سے فرار ہو گیا۔ بعد میں حضرت کی فکر اور شب و روز محنت کی برکت سے کچھ گھرانے الحمدللہ مسلمان ہو گئے اور کچھ لوگ گاؤں کو چھوڑ کر دوسرے مقامات میں چلے گئے۔ اب سوائے ایک آدمی کے گاؤں میں کوئی قادیانی نہیں رہا۔ ایک قادیانی کے دو پوتے عالم دین بن رہے ہیں۔ یہ سب حضرت حافظ منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ کی قربانی اور محنت کا ثمر ہے کہ آج چھوکر خورد قادیانیوں کی شرانگیزیوں سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔

(۱۶۰۱)

منظور الحق رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، الحاج صوفی

(وفات: ۱۱ر دسمبر ۱۹۷۳ء)

آپ مڈھ رانجھا ضلع سرگودھا کے رہائشی تھے۔ شیخ برادری سے تعلق تھا۔ گورے چٹے کڑیل خوبصورت جوان تھے۔ والدین کے لاڈلے تھے۔ دیہاتی ماحول تھا۔ اعلیٰ تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ زمیندار گھرانہ سے تعلق تھا۔ طبیعت آزاد پائی تھی۔ جوانی بلکہ الہڑ جوانی نے خوب پر پرزے نکالے۔ پاکستان بنا۔ گورداسپور سے مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت مہاجر کے یہاں مڈھ رانجھا آئے۔ آپ کو آٹے کی چکی الاٹ ہوئی۔ مولانا لال حسین رحمۃ اللہ علیہ نظریاتی عالم، تحریکی رہنما تھے۔ آپ نے نوجوانوں کو پڑھانا شروع کیا۔ منظور الحق بھی کسی طرح شفقت میں گرفتار ہو گئے۔ نماز کے پابند ہوئے۔ قرآن مجید پڑھا۔ تمام منکرات سے جان چھوٹی اور حسنات کے پیکر بن گئے۔ ظاہری و باطنی خوبصورت انسان حسن و خوبیوں کا نمونہ ہو گئے۔ محلّہ دھوبی گھاٹ فیصل آباد آ گئے۔ بانو مارکیٹ بھوانہ بازار میں دکان کھول لی۔ تبلیغی جماعت سے وابستہ ہوئے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت فیصل آباد کے امیر بنا دیئے گئے۔ ختم نبوت کے شیدائی تھے۔ مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ کے دل و دماغ سے عاشق صادق بلکہ ان پر فدا تھے۔ محلّہ و بازار سے نوجوانوں کو گھیر کر تبلیغ میں لے جاتے اور نمازی و تہجد گزار بنا دیتے۔ اتنی محبتوں والے انسان تھے تیرہ بار حج کا فریضہ ادا کیا۔

سالانہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ کے لئے فیصل آباد کے محلّہ محلّہ سے بسوں کا انتظام کر کے لوگوں کو لے جاتے تھے۔ سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ جسٹس ایس۔اے رحمان آپ کی برادری کے تھے۔ شیخ برادری کی تنظیم المشائخ بنی تو حاجی صاحب کو صدر بنا لیا گیا۔ آپ لاوارث لوگوں

کے کفن دفن، جنازہ وغسل کا انتظام کرتے۔ غریبوں کی خدمت، بیواؤں کی مدد آپ کا شیوہ تھا۔ آخر وقت تک مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ کے خدام میں شامل رہے۔ چودھویں بار حج کے لئے فیصل آباد سے ٹرین پر کراچی کے لئے سوار ہوئے۔ خانپور اسٹیشن پر زاروزار رو دیئے کہ میرے استاذ یہاں قریب دین پور میں مدفون ہیں۔ نماز کی تیاری کے لئے شہداد پور کے قریب وضو کرتے ہوئے جھٹکا سے ٹرین سے گرے۔ زخمی ہوئے اور پھر سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔ مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حاجی منظور الحق رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ اس دھرتی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے والے فدا کار انسان تھے۔ خوبیوں کا مجموعہ تھے اور فقیر راقم کے محسن۔

(۱۶۰۲)

منظور الٰہی رحمۃ اللہ علیہ (سیالکوٹ)، جناب ملک

آپ سیالکوٹ کے رہائشی تھے۔ عرصہ تک کراچی رہے۔ اس زمانہ مولانا عبدالرحیم اشعر رحمۃ اللہ علیہ کراچی مجلس کے مبلغ تھے۔ تب ملک منظور الٰہی رحمۃ اللہ علیہ مجلس سے جڑے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے مبلغ تھے۔ کراچی سے سیالکوٹ آئے تو بیرون ملک ڈاکٹری اوزار بنوا کر بھجوانے کا کام شروع کیا۔ یہاں بھی دیوانہ وار ختم نبوت کا کام کیا۔ پہلے وہ مجلس سیالکوٹ کے امیر رہے۔ قادیانیت کی مخالفت میں انہیں غلو کا درجہ حاصل تھا۔ ہفتہ وار ختم نبوت رسالہ بھی سیالکوٹ سے شائع کرتے رہے۔ اولاد نہ تھی۔ کوٹھی، دولت اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا تھا۔ خوب انسان تھے۔

(۱۶۰۳)

منور حسن صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا

مولانا منور حسن صدیقی پہلے مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ رہے۔ پھر اوقاف میں چلے گئے۔ ریٹائر ہوئے تو حضرت حاجی بلند اختر رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش پر مسجد عائشہ مسلم ٹاؤن لاہور کے خطیب مقرر ہوگئے۔

مرحوم خوب آدمی تھے۔ منڈی بہاؤالدین، لاہور وغیرہ مبلغ رہے۔ باتیں بنانے کے خوب ماہر تھے۔ بات چاہے معمولی ہو اس میں کسی قدر اپنا حصہ ضرور ڈالتے تھے۔ گفتگو اتنی مربوط کرتے تھے کہ ایک دفعہ تو سامع کے حواس پر قبضہ کر لیتے تھے۔ ظاہر ہے ایسا آدمی کامیاب خطیب

بھی ہوسکتا ہے تو ان میں یہ خوبی تھی۔ مغل پورہ سائیڈ پر لاہور کے مضافات میں مکان بنوایا۔ وہیں رہائش پذیر تھے۔ اولاد برسرروزگار ہے۔ حق تعالیٰ ان کی قبر پر ڈھیروں رحمتیں نازل فرمائیں۔

(۱۶۰۴)

منور شاہ رحمۃ اللہ علیہ (گوڑ گانواں)، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت منور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲، نمبر۹۰ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۶۰۵)

منور علی رام پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات:۱۳۵۱ھ)

جناب مظہر الحق حنفی رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں منور علی نام کے لڑکے کی ولادت ہوئی جو بعد میں ایک نامور عالم دین بنے۔ چند کتب اپنے والد سے پڑھنے کے بعد مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کے علوم سے مستفید ہوئے۔ علم حدیث کے لئے سید محمد شاہ بن حسن شاہ رام پوری رحمۃ اللہ علیہ اور فن حکمت ومنطق کے لئے علامہ عبدالحق بن فضل حق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات حاصل کیں۔ مدرسہ عالیہ میں پڑھاتے رہے۔ آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف مندرجہ ذیل فتویٰ جاری کیا۔

”جو لوگ مرزا قادیانی کے نبی ہونے کے قائل ہیں وہ بے شک نص صریح قرآنی اور حدیث رسالت پناہی کے منکر ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ وتبارک فی القرآن المجید والفرقان الحمید المشتمل بالوحی والوعد والوعید: ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین (الاحزاب:۴۰) وقال ﷺ: لا نبی بعدی (رواہ الترمذی ج۲ ص ۲۰۹)“

محمد منور علی عفی عنہ رامپوری

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۲۱)

(۱۶۰۶)

موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، جناب حکیم محمد

(ولادت:۱۹۲۷ء ...... وفات:۱۷؍نومبر۱۹۹۹ء)

آپ امرتسر کے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد لاہور آ گئے۔ ریلوے روڈ پر مطب تھا۔ خوب علمی ادبی انسان تھے۔ آپ نے اپنی گرانقدر لائبریری پنجاب یونیورسٹی کو عطیہ کر دی تھی۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہمہ گیر فکر مند رہتے تھے۔ آپ نے ''تذکرہ علماء امرتسر'' نامی کتاب لکھی۔ امرتسر اور قادیان قریب قریب تھے۔ اس لئے وقت کے تمام مکاتیب فکر کے علماء ردقادیانیت کے لئے فکرمند رہتے تھے۔ جنہوں نے اس کام میں جتنا حصہ ڈالا، حکیم صاحب نے سب کی خدمات کا تذکرہ اپنی اس کتاب میں کیا جو اس امر کی دلیل ہے کہ خود بھی یہ عقیدۂ ختم نبوت کے منادتھے۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ لاہور میں فوت ہوئے اور یہیں پر تدفین ہوئی۔

(۱۶۰۷)

موسیٰ سیال رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات: اگست ۱۹۸۸ء)

مدرسہ قاسم العلوم ملتان سے فارغ التحصیل، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید، مدرسہ مدینۃ العلوم بوہڑ تحصیل تونسہ کے بانی و مہتمم، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی ہر تحریک وجدوجہد میں قائدانہ کردار کے حامل تھے۔ آپ مخلص ومتحرک عالم ربانی تھے۔ شیر گڑھ کی مسجد سے ایک قادیانی مردہ کے نکلوانے کی تحریک میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ جمعیۃ علماء اسلام کے ممتاز رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ بس کے ایک حادثہ میں وصال فرمایا۔ قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن نے جنازہ پڑھایا۔

(۱۶۰۸)

موضع مسانیاں

قادیان سے چند کوس کے فاصلہ پر یہ قصبہ واقع تھا۔ زیادہ آبادی سادات بخاری کی تھی۔ وہاں ان کے مورث اعلیٰ کا مزار تھا۔ نواح کے لوگ اس مزار کو اپنا مذہبی مرکز خیال کرتے اور مزار کی بڑی عزت کرتے تھے۔ سادات مسانیاں مرزائیت کے بڑے مخالف تھے۔ اس لئے وہ ہماری بہت عزت کرتے تھے۔ وہ لوگ بڑے اہتمام سے ہمیں بلاتے تھے اور بڑی محبت سے ہمارا وعظ سنتے تھے اور ہماری آواز پر کمربستہ رہتے تھے۔ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

اس مسانیاں گاؤں میں ماسٹر تاج الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کرایا تھا۔ اسی مسانیاں کے حاجی معراج الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ ختم نبوت چناب نگر کی تعمیر میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ گورنمنٹ ہائی سکول میں مسلم مسجد کی تعمیر کرائی۔ (مرتب)

(۱۶۰۹)

میر عالم خان لغاری رحمۃ اللہ علیہ، جناب سردار

(پیدائش: ۲۳؍فروری ۱۹۲۷ ...... وفات: ۲۰؍فروری ۲۰۱۷ء)

سردار میر عالم خان رحمۃ اللہ علیہ، لغاری خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد سردار رحیم خان لغاری رحمۃ اللہ علیہ ڈی، آئی، جی کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہوئے۔ ریٹائرڈ منٹ کے بعد مدینہ طیبہ میں مقیم ہوگئے اور اب ریاض الجنۃ میں ابدی استراحت کرتے ہیں۔ ان کے صاحبزادے سردار میر عالم رحمۃ اللہ علیہ نے گریجویٹ تک بہاولپور اور جامعہ ملیہ دہلی سے تعلیم حاصل کی۔ خاندان کا پورا ماحول دیندار تھا۔ آپ نے بھی کوئی سرکاری ملازمت کرنے کی بجائے زمیندارہ سے تعلق رکھا۔ آپ کا بیعت کا تعلق خانقاہ مسکین پور کے بانی مولانا فضل الٰہی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا عبدالغفور عباسی مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی میں قائم کیا۔ سردار میر عالم خان لغاری رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم ہوا تو اس میں اتنی ترقی ہوئی کہ آپ نے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص اور پرائیویٹ سکرٹری کا درجہ حاصل کرلیا۔ آپ کو یہ شرف

بھی حاصل ہوا کہ آپ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے سفر و حضر، اندرون و بیرون ملک کے اسفار کے خدمت گار و حاضر باش رہے۔ انہیں خدمات اور اعتماد کے باعث ایک زمانہ میں جناب لغاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی کے منتظم بھی رہے۔

جب حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۷۳ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر منتخب ہوئے اور آپ نے مجلس کی اپنی امارت میں شوریٰ نامزد فرمائی۔ اس میں سردار میر عالم خان لغاری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مرکزی مجلس شوریٰ کا ممبر نامزد کیا۔ پھر پوری تحریک کے دوران بلکہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال تک برابر سردار میر عالم خان لغاری رحمۃ اللہ علیہ مجلس کے حل و عقد میں شریک رہے۔ اس دوران مجلس کے کاز کے لئے سردار صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو خدمات سرانجام دی ہیں۔ وہ تاریخ کا حصہ ہیں۔

دریں اثنا شیخ الاسلام حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر حضوری باغ روڈ ملتان کی بنیاد رکھی تو اس کی تعمیرات کی کمیٹی کے نگران اعلیٰ سردار میر عالم خان لغاری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ موجودہ مرکزی دفتر کی پرشکوہ عمارت کی ساخت پرداخت میں مرحوم لغاری صاحب کا وافر حصہ ہے۔ اسی طرح عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے مسلم کالونی چناب نگر میں مسجد و مدرسہ کے لئے جو پلاٹ حاصل کیا۔ اس کی تعمیرات اور نقشہ کے لئے سردار صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے شانہ بشانہ رہے۔ غرض آپ کی خدمات ختم نبوت کی شاندار تاریخ ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد عالمی مجلس کے امیر حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ منتخب ہوئے تو آپ نے بھی سردار عالم خان لغاری رحمۃ اللہ علیہ کی شوریٰ کی رکنیت بحال رکھی۔ مرکزی ناظم اور امیر مرکزیہ کے مشیر کے عہدوں سے بھی سرفراز فرمایا۔ سردار میر عالم خان رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص تھے۔ اس زمانہ میں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ جمعیۃ علماء اسلام کی سرپرستی فرماتے تھے۔ تب لغاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی کراچی میں جمعیۃ علماء اسلام کے عہدے دار رہے۔ اسی طرح رحیم یار خان میں جمعیۃ کے امیر اور مرکزی شوریٰ کے ممبر بھی تھے۔

حضرت شیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سردار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ طیبہ میں قیام کا ارادہ کیا تو سردار صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے ساتھ مدینہ طیبہ قیام پذیر ہوگئے۔ سال بھر میں

ایک آدھ بار دونوں باپ بیٹا پاکستان تشریف لاتے اور پھر واپس مدینہ طیبہ کی خاکروبی کے لئے تشریف لے جاتے۔ آپ کے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کا مدینہ طیبہ میں وصال ہوا۔ پھر بھی سردار صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ طیبہ میں قیام رکھا۔ صحت گرنے لگی تو اپنی خدمت کے لئے ایک ساتھی کو ساتھ رکھنا شروع کر دیا۔ جو حجاز مقدس اور پاکستان میں آپ کے ساتھ رہتے۔ زہے نصیب! کہ سردار صاحب رحمۃ اللہ علیہ قریباً چالیس سال کا طویل زمانہ مدینہ طیبہ کی برکات کو اپنے اندر جذب کرتے رہے۔ آج سے چند سال پہلے فقیر نے خود دیکھا کہ بڑھاپے کے باوجود رمضان المبارک کی تراویح تک کو بڑے اہتمام کے ساتھ ادا کرتے۔ تمام نمازیں مسجد نبوی میں باجماعت ادا ہوتیں۔ سردار صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب بھی پاکستان تشریف لاتے تو ملاقات کی کوئی ترتیب نکل آتی۔ دیانت داری کی بات ہے کہ ان میں بڑے لوگوں کی تمام خوبیاں موجود تھیں۔

چند سال پہلے آپ پاکستان تھے کہ ختم نبوت چناب نگر کانفرنس کی تاریخیں آ گئیں۔ آپ نے اپنے نواسے ڈاکٹر محمد عابد خان خاکوانی کے ذریعہ کانفرنس میں شرکت کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ اسی سال حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی کراچی سے بھی تشریف لائے۔ مولانا محمد عبداللہ ٹوبہ سے بھی آ گئے۔ جب سردار صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ علوم الاسلامیہ میں ناظم تھے تو حضرت مولانا یحییٰ مدنی کا زمانہ تعلیم تھا۔ یہی حال مولانا محمد عبداللہ کا تھا۔ اب یہ تینوں حضرات بڑھاپے کے آخری مرحلہ سے دوچار تھے۔ تاریخ کی باقیات الصالحات جمع ہوئیں تو یادوں کے دریچے وا ہو گئے۔ ان حضرات کا خوب وقت گزرا۔ اس اتفاقی ملاقات پر فرحاں وشاداں تھے۔ کانفرنس کے دوران اسٹیج پر بھی سردار صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ اپنے ہاتھوں لگائے چمن کو دیکھا تو خوشی سے آنسو چھلک پڑے۔ ہماری سعادت ہے کہ وہ ہمارے بزرگوں کے ساتھی اور ہمارے بزرگ تھے۔ بہت ہی طبیعت میں انہوں نے ان دنوں انبساط محسوس فرمایا۔ واپسی پر خوشی اور مبارک باد کا پیغام بھی بھجوایا۔

فقیر جنوری کے آخری عشرہ سے فروری کے آخر تک دفتر مرکزیہ سے قریباً باہر رہا۔ اس دوران روزنامہ اسلام میں آں مرحوم کے وصال کی خبر پڑھی۔ شیخ زاہد ہسپتال رحیم یار خان میں وصال فرمایا۔ اسی رات دس بجے اپنے آبائی گاؤں رحیم آباد میں سپرد خاک ہوئے۔ تقدیر الٰہی کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس بار مدینہ طیبہ گئے تو ارادہ لے کر گئے کہ واپس نہیں آنا۔ لیکن خاندان کے افراد کی بعض شادیوں کے باعث ورثاء نے اتنا مجبور کیا کہ سفر کرلیا۔ چالیس سال قیام مدینہ

کے باوجود وصال پاکستان میں ہوا۔ انسان لاکھ چاہے، ہونا وہی ہے جو تقدیر کا لکھا ہے۔
۲۳؍فروری ۱۹۲۷ء کو اس دنیا میں آئے۔ ۲۰؍فروری ۲۰۱۷ء کو واپس لوٹ گئے۔ یوں تاریخ کا نوے سالہ باب مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ خوبیوں والے بڑے انسان تھے۔ ایک بار فقیر نے غالباً مدینہ طیبہ میں ملاقات پر عرض کیا کہ آپ نے بہت لمبا وقت حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گزارا۔ کوئی خاص بات؟ تو آبدیدہ ہوگئے۔ فرمایا: مولانا! حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے مجھے نفع بھی بہت حاصل ہوا اور نقصان بھی بہت اٹھایا۔ فقیر نے عرض کیا نفع کی بات تو سمجھ میں آتی ہے۔ مگر نقصان کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ تو فرمایا: ''حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اب کوئی آدمی اس معیار کا آنکھوں میں جچتا نہیں۔'' اس سے بہتر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک جملہ میں کیا خراج تحسین پیش ہوسکتا ہے جو لغاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا۔ لیجئے! خادم اور مخدوم پھر ایک نئے جہان میں یکجا ہوگئے۔ فلحمدللہ!

(۱۶۱۰)

میرک شاہ رحمۃ اللہ علیہ (فورٹ سنڈیمن)، مولانا سید

(وفات: جولائی ۱۹۷۵ء)

فورٹ سنڈیمن کی جامع مسجد کے خطیب اور ممتاز عالم دین مولانا سید میرک شاہ دل کے دورہ سے وصال فرماگئے۔ آپ ایک حق گو بہادر، نڈر عالم دین تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے صف اوّل کے رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

(ن)

(۱۶۱۱)

ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ، جناب

عرب کے معروف عالم دین اور محقق نے جناب محمد بن عبداللہ سبیل کے ذیل کے فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام کی تصدیق فرمائی۔

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد! وبعد!!

فقط اطلعت علٰی ما کتبه العلماء الافاضل فی الرد وتکفیر من انکر نزول عیسٰی ابن مریم، ولا شک انه من انکر نزول عیسٰی ابن مریم علیهما الصلوٰة والسلام بعد ما علم ماورد فیه من الاحادیث فانه کافر لأنه مکذب ﷲ ورسوله، ومن کذب الله ورسوله فقد کفر. وقد اشتهرت هٰذه العقیدة التی هی انکار نزول عیسٰی علیہ السلام عند القادیانیین الفرقة الضالة التی کفرت بما انزل علٰی محمد ﷺ، حیث انه من عقیدتهم انکار نزول عیسٰی وزعمهم انه مات ای موت حقیقی (طبعی) ولا شک ان هٰذا کفر وضلال وتکذیب لکتاب الله. فالله عزوجل یقول: ”وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم (النساء:۱۵۷)“

ومن مذهب هٰذه الطائفة الزائغة ایضاً انکارهم ان محمداً ﷺ خاتم النّبیین وهٰذا ایضًا کفر، لانه تکذیب لقوله عزوجل: ”ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النّبیین (الاحزاب:۴۰)“

حیث ان فضیلة الشیخ منظور احمد جنیوتی الباکستانی طلب منی المشارکة فی الکتابة فی هٰذا الموضوع، فقد اجبته بما اعتقده علٰی سبیل الارشاد، نساله سبحانه ان یعز الاسلام والمسلمین وان لا یزغ قلوبنا بعد اذهدانا. وصلی الله علٰی محمد وآلهٖ وصحبه اجمعین، والحمدﷲ رب العلمین!

محمد بن عبدالله السبیل

امام الحرم المکی ورئیس المدرسین

والمراقبین بالمسجد الحرام

۱۳۸۹/۱۰/۲۲ھ

حمد وثناء کے بعد! تحقیق جید علمائے کرام نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول کے انکار کرنے والے کی تردید اور اس کے کفر کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس مسئلے کے متعلق جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں، ان کے ہوتے ہوئے جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے نزول کا انکار کرے۔ وہ بالکل پکا کافر ہے۔ اس لئے کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی ہے اور جو خدا اور اس کے رسول کی تکذیب کا مرتکب ہو۔ وہ کافر ہو جاتا ہے اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کے انکار کا عقیدہ قادیانی گمراہ فرقے کے ہاں

بہت مشہور ہو چکا ہے۔ اس فرقے نے حضور ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کا انکار کیا ہے۔ کیونکہ من جملہ ان کے عقائد فاسدہ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے انکار کا عقیدہ بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب کو جھٹلانا ہے۔ اس لئے کہ اللہ عزوجل کا پاک ارشاد ہے: ’’اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا۔ لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے۔‘‘ اور اس گمراہ فرقے کے مذہب میں حضور ﷺ کی ختم نبوت کا انکار بھی شامل ہے۔ یہ بھی کفر ہے۔ اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کی تکذیب ہے۔ ’’محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے، لیکن رسول، اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر۔‘‘

چونکہ پاکستان کے مشہور عالم حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں بھی اس فتوے کی تحریر میں شرکت کروں۔ لہٰذا میں نے اپنے عقیدے کے مطابق خیرخواہی کے لئے جواب دے دیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ عطاء فرمائے اور ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو پھر گمراہ نہ کرے۔ آمین!

مذکورہ بالا فتوے کی تصدیق سعودی عرب کے مندرجہ ذیل حضرات نے بھی فرمائی۔

۵...... محمد ناصر الدین الالبانی۔

۶...... عہسل عمر محمد خلالی، مدیر دار الحدیث، مدینہ منورہ۔

۷...... محمد الدین احمد، شیخ التفسیر، اسلامی یونیورسٹی، مدینہ منورہ۔

۸...... عبدالقادر بن شیبہ الحمد، فاضل ازہر یونیورسٹی مصر، استاذ اسلامی یونیورسٹی، مدینہ منورہ، استاذ التفسیر واصول الفقہ مسجد نبوی شریف۔

۹...... محمد ناظم الندوی، استاذ اسلامی یونیورسٹی، مدینہ منورہ۔

۱۰...... ابوبکر سبکیتی مدینہ منورہ۔

۱۱...... یوسف محمد سلفی، استاذ دار الحدیث، مسجد نبوی مدینہ منورہ۔

۱۲...... محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی، مدینہ منورہ۔

۱۳...... عبدالکریم حموار، پروفیسر اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ۔

۱۴...... عبدالغفور العباسی مہاجر مدنی، مدینہ منورہ۔

۱۵...... محمد شریف: استاذ اسلامی یونیورسٹی، مدینہ منورہ، استاذ مسجد نبوی شریف۔

۱۶...... جواب درست ہے۔ حبیب اللہ (برائے) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی۔

(۱۶۱۲)

ناظر حسن رحمۃ اللہ علیہ (مدرس مدرسہ عربیہ فتح پوری دہلی)، مولانا محمد

(وفات: یکم/ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ)

مولانا محمد ناظر حسن رحمۃ اللہ علیہ دیوبند کے عثمانی خاندان سے تھے۔ ۱۲۸۷ھ سے ۱۲۹۶ھ تک دارالعلوم دیوبند میں کسب فیض کیا۔ کتب حدیث کی تحصیل حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ ۱۳۰۱ھ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کی دستار بندی ہوئی۔ فراغت کے بعد اوّلاً چھتاری کے مدرسہ میں چند برس پڑھاتے پھر مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی میں صدر مدرس رہے۔ آخری دو سال مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں صدر مدرس کے منصب پر فائز رہ کر وہیں انتقال فرما گئے۔ آپ کی تدفین بھی ڈھاکہ میں ہوئی۔ فتویٰ ’’قہر یزدانی برجان دجال قادیانی‘‘ میں مرزا قادیانی کی تکفیر پر آپ کے تائیدی دستخط موجود ہیں۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۱۶)

(۱۶۱۳)

ناہید جہان لودھی مرحومہ، محترمہ

آپ لاہور کے کسی کالج میں پروفیسر تھیں۔ عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ ان کا وظیفہ حیات تھا۔ قادیانیوں کے کفریہ عقائد طشت ازبام کرنے کے لئے دن رات ایک کر دیئے تھے۔ تحریر و بیان کے ذریعہ ختم نبوت کی حفاظت کا کام اس محبت سے کیا کہ واقف لوگ ان کی اس فنائیت پر ترس کھاتے تھے۔

(۱۶۱۴)

نبیہ حسن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات: ۱۰/جون ۱۹۶۲ء)

مولانا محمد نبیہ رحمۃ اللہ علیہ خان جہانپور ضلع مظفرنگر کے رہنے والے تھے۔ آپ دارالعلوم

دیوبند کے قدیم فضلاء میں سے تھے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص رفیق اور مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ وکارکنان کی ایک جماعت نے آپ کی تدفین وتکفین کی۔ آپ نے ردقادیانیت پر مولانا سہول خان رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ پر یہ لکھ کر دستخط کئے۔

”الاجوبة كلها صحيحة بلا ريب. فی الواقع مرزا اوران کے معتقدین ایسے ہی ہیں۔ان سے پرہیز کرنا ضروری امر ہے۔“ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۳۴۸)

(۱۶۱۵)

نثار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (الور)، حضرت سید

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔اس میں حضرت سید نثار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲، نمبر۹۶ پر مخاطب کیا ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۶۱۶)

نذر حسن رحمۃ اللہ علیہ (ٹھیکیدار)، جناب حاجی

حضرت حاجی نذر حسن رحمۃ اللہ علیہ ٹھیکیدار اصلاً بٹالہ کے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد فیصل آباد آ گئے۔ بٹالہ، قادیان اور گردونواح میں مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ فاتح قادیان کے ساتھ ختم نبوت کے پروگراموں میں شریک ہوتے تھے۔ پاکستان آ کر بھی تحریکی انداز میں ختم نبوت کے کام کو جاری وساری رکھا۔ مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ جب کبھی فیصل آباد مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے تو حاجی نذر حسن دیدہ دل فرش راہ ہوجاتے۔

(۱۶۱۷)

نذر محی الدین رحمۃ اللہ علیہ (بٹالہ)، جناب سید

سید نذر محی الدین بٹالہ میں اہم شخصیت خیال کئے جاتے تھے۔ نہایت ٹھنڈے مزاج اور مرنجاں مرنج طبیعت کے حامل تھے۔ بڑی جائیداد کے مالک تھے۔ ان کی پیری مریدی کا

سلسلہ کشمیر تک پھیلا ہوا تھا۔ پنجاب میں بھی انہیں بڑا رسوخ تھا۔ بڑے خاموش طبع اور سنجیدہ مزاج تھے۔ نماز اپنے ڈیرے پر پڑھتے تھے۔ قادریہ سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ہمیشہ ایک مولوی صاحب ان کے ہاں مقیم رہتے تھے اور کچھ طالب علم بھی جو ان کے اپنے مریدین کے لڑکے ہوتے تھے مولوی صاحب انہیں درس نظامی کے انداز میں عربی اور فارسی پڑھایا کرتے تھے اور مسجد جوان کے پڑوس میں ان کی مملوکہ زمین میں تھی کوئی محلّہ اس مسجد سے متعلق نہ تھا۔ صرف مولوی صاحب اور طلباء اس کے نمازی تھے۔

نذر محی الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیاسی طور پر انگریز نواز اور نتیجتاً بڑے حکام رس تھے۔ لیکن مرزائیت کے خلاف تھے۔ عملاً انہوں نے کبھی کسی تحریک میں حصہ نہیں لیا تھا۔ میرا ان کے ہاں آنا جانا تھا۔ عزت واحترام سے پیش آتے تھے اور آہستہ آہستہ قادیان کے حالات دریافت کرتے رہتے تھے اور مسکراتے رہتے تھے۔ ان کا بڑا صاحبزادہ بدر محی الدین رحمۃ اللہ علیہ آنریری مجسٹریٹ تھا۔ تقسیم کے بعد لاہور آ گئے تھے۔ میں لاہور بھی انہیں ان کی کوٹھی پر ملا۔ بڑی عالی شان کوٹھی الاٹ کرا رکھی تھی اور مریدین کی بھی اچھی خاصی آمدورفت تھی۔ ان کا انتقال ہو چکا ہے اور ان کے بڑے صاحبزادہ بدر محی الدین رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ باوجود انگریز نواز ہونے کے مرزائیت نے ان سے کبھی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا اور نہ ہی وہ کسی مرزائی سے ملنا پسند کرتے تھے۔ میں عموماً ان کی خانقاہ پر حاضر ہوتا تھا۔ مگر زبانی آؤ بھگت کے سوا آگے بڑھنے سے وہ اپنی معذرت ظاہر کر کے پلّا چھڑا جاتے تھے۔ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۶۱۸)

نذیر احمد سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (ثم رحیم یار خان)، مولانا

(وفات: ۷؍جنوری ۱۹۹۲ء)

مولانا قاری نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ ضلع سیالکوٹ میں میاں محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ مڈل پاس کرنے کے بعد رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مدرسہ عربیہ انوریہ میں داخل کرایا۔ اعلیٰ تعلیم مظاہر العلوم سہارنپور سے حاصل کی۔ فراغت کے بعد ۴ سال مدرسہ عربیہ لکھی گیٹ سہارنپور میں تدریس کی۔ تقسیم ملک کے بعد وطن واپس آئے۔ اپنے علاقہ میں ایک مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔

کچھ ہی عرصہ گزرا کہ آپ مدرسہ عربیہ اشرف المدارس رحیم یار خان آئے اور آج بھی دار فانی سے کوچ کرنے کے بعد آپ کی آخری آرام گاہ مدرسہ اشرف المدارس رحیم یار خان میں ہی ہے۔ عرصہ دراز تک اعلیٰ تدریسی خدمات سرانجام دیں اور جامعہ مسجد قاضیاں میں درس قرآن پاک سے عوام الناس کو مستفیض کیا۔ آپ ملک بھر کے ان جید علماء کرام میں شریک ہوئے جنہوں نے قادیانی عقائد کی تردید میں ''فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام'' پر اپنی تائید پیش کی۔
(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۶۵)

(۱۶۱۹)

نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ (شکر گڑھ ضلع سیالکوٹ)، مولانا

(ولادت: ۶/ جون ۱۹۱۷ء)

مولانا نذیر احمد ولد میاں احمد دین رحمۃ اللہ علیہ ایک علمی اور دینی خاندان سے تھے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں دارالعلوم دیوبند سے سند الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد ضلع سیالکوٹ میں ہی مختلف اداروں اور مدارس میں تدریسی، تحریری اور تقریری خدمات سرانجام دیں۔ پہلے انجمن تبلیغ الاسلام اور بعد ازاں جمعیۃ علماء اسلام کی سرگرمیوں سے وابستہ رہے۔ دارالعلوم الشہابیہ سیالکوٹ میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔ مجلس احرار اسلام سے دلی لگاؤ اور دلچسپی رہی۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بارہا سفر کی رفاقت سے بھی مشرف ہوئے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں گرفتار ہوئے۔ سیالکوٹ جیل میں قید کاٹی۔ آپ کی رہائی کے لئے مقدمہ چلایا گیا۔ بالآخر تین ماہ کے بعد بری قرار دیا گیا۔

(۱۶۲۰)

نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا قاری

(پیدائش: ۱۹۵۵ء ...... وفات: ۱۱/ جنوری ۲۰۱۷ء)

ضلع سرگودھا تحصیل بھلوال میں ایک قدیمی قصبہ ''رتوکالا'' میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام غلام محمد راجپوت رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ رتوکالا میں ایک عالم ربانی حضرت مولانا کامل

الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ان کی زیرسرپرستی آپ نے قرآن مجید ناظرہ پڑھا۔آپ کا ننھیال ہیڈفقیریاں ضلع منڈی بہاؤالدین میں تھا۔وہاں چھوٹی مسجد میں قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چارسال میں حفظ اور گردان مکمل کی۔پھلروان مدرسہ دارالسلام میں مولانا فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آپ نے درس نظامی کا آغاز کیا۔متواتر تین سال یہاں پڑھا۔منڈی بہاؤالدین مرکزی جامع مسجد میں مولانا محمد اسلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی پڑھتے رہے۔۱۹۷۲ء میں دورۂ تفسیر شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار میں کیا۔

دورہ تفسیر کے بعد لاہور آ گئے۔ جامعہ قاسمیہ رحمان پورہ میں یادگار اسلاف حضرت مولانا شاہ محمد مدظلہ کے ہاں بقیہ کتب موقوف علیہ تک چارسال میں مکمل کیں۔دورۂ حدیث شریف آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور سے کیا۔ جب آپ جامعہ قاسمیہ پڑھتے تھے تو الحمد کالونی اقبال ٹاؤن میں مسجد کے لئے دس مرلہ کا پلاٹ تھا۔اس پر نمازیں پڑھانے کی استاذوں نے ڈیوٹی لگائی۔ مدرسہ میں پڑھتے تھے۔نمازیں یہاں پڑھاتے۔ ناظرہ کے بچوں کی صبح وشام کلاس بھی ساتھ چلتی۔نمازیوں کا حلقہ اور اعتماد بڑھا تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جامع مسجد مدنی کے نام سے مسجد کی تعمیر کا آغاز کیا اور یوں قاری نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مکمل مسجد خود تعمیر کرائی۔ جمعہ بھی پڑھا جانے لگا۔کالونی آباد ہوتی گئی تو مسجد کی رونق میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔جب فارغ التحصیل ہو گئے تو مسجد میں قیام مستقل کر دیا اور ناظرہ کلاس کے ساتھ حفظ کی کلاس کا بھی مدرسہ تعلیم القرآن کے نام سے آغاز ہو گیا۔کالونی کے تمام بوڑھے حفاظ آپ کے شاگرد ہیں۔ یوں آپ کی شب وروز کی محنت شاقہ سے حق تعالیٰ نے اہل علاقہ کے بچوں کے لئے حفظ وناظرہ کی مفت تعلیم کا آغاز کر دیا۔

تعلیم کے دوران میں تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء چلی۔اس میں آپ نے بڑی جانفشانی سے حصہ لیا۔اس کے لئے دن رات ایک کر دیئے۔ بنیادی طور پر شعوری دور کی ابتداء سے آپ مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبیداللہ انور رحمۃ اللہ علیہ، جمعیۃ کے اکابر اربعہ کو اپنے آئیڈیل اکابر سمجھتے تھے اور نظریاتی طور پر آپ کی وابستگی جمعیۃ علماء اسلام سے تھی۔تعلیم سے فراغت کے بعد سے لے کر وصال تک ایک سیکنڈ کے لئے بھی جمعیۃ علماء اسلام کے علاوہ کسی دوسری جماعت کی طرف حاشیہ خیال میں بھی داعیہ پیدا نہیں ہوا۔دنیا میں اگر نظریاتی کارکن اور اپنے مشن سے مخلص کسی شخص کا کوئی تصور ہے تو اس کا مکمل

پرتو قاری نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ایسے مخلص نظریاتی کارکن ہی جماعتوں کا سرمایہ بلکہ رأس المال ہوتے ہیں۔ خدا لگتی یہ ہے کہ قاری صاحب موصوف نظریات کے بہت اعلیٰ درجہ اخلاص پر فائز تھے اور فائز المرام ہو کر گئے۔ خود فرماتے تھے کہ ختم نبوت اور تبلیغ کا کام دین وایمان کا تقاضہ ہیں اور جماعت صرف ایک ہے اور وہ اس اصول پر زندگی بھر بڑی سختی سے کاربند رہے۔

یہی وجہ ہے کہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جمعیۃ علماء اسلام کے مقامی وعلاقائی یونٹ سے لے کر مرکزی قیادت تک احترام ووقار کا تعلق ووابستگی بلبل وگل، پروانہ وشمع کا سا تھا اور اس میں کبھی تزلزل نہیں آیا۔ اس میں قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وجود مثالی مقام رکھتا تھا۔ بحالی جمہوریت کی تحریک میں دیوانہ وار متحرک رہے۔ اپنے پرایوں نے آپ کو نشانہ تنقید پر رکھا۔ لیکن ایک لمحہ کے لئے آپ کے قدم نہیں ڈگمگائے۔ اسے کہتے ہیں نظریاتی وابستگی کہ جو فیصلہ جماعت کا ہے اس کا مبلغ بن جانا ہے اور بس۔ جب اوجڑی کیمپ کا واقعہ ہوا اس کے قریب فلسطین میں اسرائیلی مظالم کے خلاف ایک احتجاجی خط امریکی سفارت خانہ اسلام آباد کے سفیر کے سپرد کرنا تھا۔ جمعیۃ علماء اسلام نے طے کیا کہ اجتماعی طور پر وفد جائے گا۔ سفارت خانہ کے باہر بینر لہرائیں گے اور خط ان کے حوالہ کر کے واپس آجائیں گے۔ لیکن یہ بات ابنائے امریکہ کے لئے تشویش کا باعث تھی۔ چنانچہ پولیس نے روک دیا۔ وفد نے بڑھنے کی کوشش کی تو لاٹھی چارج، آنسو گیس کا استعمال اور گرفتاریاں شروع ہوگئیں۔ قاری نذیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس معرکہ میں گرفتار ہوئے اور اڈیالہ جیل میں چند دن قید رہے۔

قاری نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ خود فرماتے تھے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام سالانہ کل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ پر بلاناغہ ہر سال حاضری کا معمول تھا۔ آغاز جوانی تھا، میں اکابر کی زیارت کے لئے علماء کرام کی قیام گاہ پر چلا گیا۔ حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سارے حضرات تشریف فرما تھے۔ سب کی زیارت کی۔ ان میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب پہلی بار دیکھا تو دل نے فیصلہ کیا کہ بیعت آپ سے ہونا ہے۔ طبیعت میں ایسا زبردست داعیہ پیدا ہوا کہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کر لی۔ مولانا قاری نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کو کریڈٹ جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے مرشد، مرشد خانہ اور خانقاہ شریف سے تعلق واحترام کی ایک مثال قائم کر دی۔ آگے چل کر جمعیۃ میں شاخیں بنیں۔

لیکن یہ اپنے مرشد کے عمل کو دیکھتے، جدھر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ادھر قاری نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ۔ بس مرشد کی اتباع کا بھی ریکارڈ قائم کر دیا۔ قاری نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کو کریڈٹ جاتا ہے کہ جمعیۃ کی تمام قیادت آپ کی مسجد میں تشریف لائی۔ باہر کے مہمان حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید ارشد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، غرضیکہ ملکی اور غیر ملکی چوٹی کے علماء کرام آپ کی مسجد وادارہ میں تشریف لائے۔

تقریباً دس سال پہلے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شاہی مسجد لاہور میں ختم نبوت کانفرنس رکھنا تھی۔ اس کے لئے ایک رابطہ کمیٹی بنی۔ جس میں جناب پیر رضوان نفیس، حضرت قاری جمیل الرحمٰن اختر، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا علیم الدین شاکر، مولانا عبدالشکور حقانی، مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا قاری نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ شامل تھے۔ انہوں نے لاہور ڈویژن کے ہر شہر وقصبہ کا دورہ کیا۔ میٹنگیں، بیانات، ملاقاتیں، کانفرنسیں، غرض بڑی کانفرنس کے لئے ایک سو مربعہ میل کا علاقہ ان حضرات نے گویا اس پورے ڈویژن کو جلسہ گاہ بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ کانفرنس کامیاب رہی۔ اس کے بعد اس رابطہ کمیٹی نے پھر شکریہ ادا کرنے کے لئے دورہ کیا۔ اتنے حوصلہ افزاء نتائج ملے کہ طے کر لیا کہ یہ رابطہ کمیٹی قائم رہے گی۔ انصاف کی بات ہے کہ اس کمیٹی میں جو سب سے زیادہ فعال اور حاضر باش حضرات تھے ان میں مولانا قاری نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ اب لاہور اور پورے ڈویژن میں جو علماء، مشائخ متحرک نظر آتے ہیں۔ اس تحریک میں قاری نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کی جدوجہد کا وافر حصہ ہے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ مولانا صاحبزادہ خلیل احمد سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ قاری نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ ایسے بیدار مغز اور بلند سوچ کے مالک تھے کہ فوراً صاحبزادہ خلیل احمد صاحب کی ماہانہ خانقاہی نشست کا لاہور کے لئے وقت طے کرایا۔ اس عمل کا فائدہ یہ ہوا کہ پورا حلقہ ہر ماہ مسجد عائشہ مسلم ٹاؤن جمع ہو جاتا ہے اور یوں ربط باہمی کی عمدہ مثال قائم ہے۔

گزشتہ کچھ عرصہ سے قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں شوگر نے اپنے لوازمات سمیت بن بلائے مہمان کی طرح ڈیرہ ڈال لیا۔ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بلند حوصلگی کہ وہ اسے ساتھ ساتھ لئے پھرتے رہے۔ آخر وقت تک اپنے معمولات کو ترک نہیں کیا۔ موت برحق ہے۔ اس سے کوئی استثناء نہیں۔ وقت موعود آن پہنچا۔ آپ اللہ رب العزت کے بلاوا پر چل دیئے۔ وصال کی اطلاع ملتے ہی قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن گھر تشریف لائے۔ دن ایک بجے وصال ہوا۔ شام کو لاہور

میں جنازہ ہوا۔ جو حضرت مولانا محمد خان شیرانی نے پڑھایا۔ آپ کی میت کو آبائی علاقہ ’’رتو کالا‘‘ لے جایا گیا۔ رات دس بجے مولانا مفتی شاہد مسعود نے یہاں جنازہ پڑھایا اور آپ کو حضرت مولانا کامل الدین رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں ابدی آرام گاہ میں پہنچا دیا گیا۔ دنیا گول ہے۔ آپ نے مولانا کامل الدین رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی تعلیم کا آغاز کیا۔ انہیں کے زیر قدم یہ عمل تکمیل پذیر ہوا۔ پھر پھرا کران کے قدموں میں ہی سو گئے۔ آپ کے بڑے صاحبزادہ قاری محمود معاویہ کو مسجد کمیٹی کا صدر اور مدرسۃ البنات کا مہتمم اور چھوٹے صاحبزادہ مولانا محمد طیب کو مسجد کا خطیب مقرر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اپنے والد کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشیں اور قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بال بال مغفرت نصیب ہو۔ آمین!

کیا ہنس مکھ، ظریف الطبع، درویش اور نظریاتی ساتھی منوں مٹی کے نیچے چلے گئے۔ جہاں ہم سب نے جانا ہے۔ اللہ بس، باقی ہوس۔

(۱۶۲۱)

نذیر حسین ولد امیر علی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۰، نمبر ۳۸ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۶۲۲)

نظام الدین چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا نظام الدین چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۲، نمبر ۱۰۴ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۶۲۳)

نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین نیاز احمد بریلی)، حضرت علامہ

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت علامہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم کے ص۷۱، نمبر۵۹ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلحمدللہ!

(۱۶۲۴)

نواب آف چھتاری رحمۃ اللہ علیہ

انجمن حمایت اسلام لاہور کا ۲۰/اپریل ۱۹۳۵ء کو پچاسواں سالانہ اجلاس عام نواب آف چھتاوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ جس میں عوام نے مطالبہ کیا کہ قرارداد پیش کی جائے کہ ظفر اللہ خان قادیانی مسلمانوں کا نمائندہ نہیں۔ اس پر ہنگامہ ہوا۔ حافظ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ ایک صاحب نے اس اثناء میں قرارداد پیش کی کہ چونکہ ظفر اللہ قادیانی ہے اور قادیانی مسلمان نہیں۔ اس لحاظ سے ظفر اللہ غیر مسلم ہے۔ لہٰذا وائسرائے کی کونسل میں وہ مسلمانوں کی نمائندگی کا حق نہیں رکھتا۔ اسے فوراً کونسل سے علیحدہ کیا جائے۔ (کاروان احرار ج۲ص۱۶۶)

(۱۶۲۵)

نواب دین رحمۃ اللہ علیہ، مفتی مولانا

(پیدائش: دسمبر ۱۹۳۴ء)

آپ خان کوٹ ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے۔ امرتسر میں چوک بڈھا اور مسجد خیر دین میں تعلیم حاصل کی۔ اچھرہ لاہور میں بھی پڑھا۔ دورۂ حدیث شریف مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ جامعہ رضویہ فیصل آباد سے کیا۔ تحریکہائے ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء میں بھی متحرک رہے۔ آپ فیصل آباد کے رہنے والے تھے۔

(۱۶۲۶)

نواب علی خان رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، جناب چوہدری

حصار روہتک کی معروف فیملی راجپوت سے تعلق رکھنے والے ملتان کے رہائشی چوہدری نواب علی مجلس احرار اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے انتہائی نظریاتی کارکن تھے۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ حیات میں روزانہ کی بنیاد پر علی الصبح مرکزی دفتر ختم نبوت میں تشریف لاتے۔ اپنی نگرانی میں چپاتیاں لگواتے اور خود چائے کا پتیلا تیار کرتے۔ دسترخوان لگتا اور یہ ہر ایک ساتھی کو چپاتی اور چائے کی پیالی پیش کرتے رہتے۔ اس دوران گپ شپ بھی چلتی رہتی۔ شہر بھر کے اہم واقعات کا بڑے کرارے انداز میں ذکر کرتے اور خود چائے کی پیالی پے پیالی چڑھاتے رہتے۔

اتنے میں تازہ دم اور فریش طبیعت ہو جاتی تو سامان سمیٹا، اجازت لی اور چل دیئے۔ اتنے باعزم اور ہمت والے تھے کہ گرمی ہو یا سردی ان کے صبح دفتر آنے میں کوئی چیز حائل نہ ہوسکتی تھی۔ قادیانیوں کو خالص راجپوتانہ لغت میں بے نقط سناتے تو سماں باندھ دیتے۔ بہت ہی مخلص انسان تھے۔

(۱۶۲۷)

نواز شیخ رحمۃ اللہ علیہ (واصو ضلع جھنگ)، حافظ محمد

(وفات: ۱۹؍جون ۱۹۷۹ء)

تنظیم اہل سنت اور جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما تھے۔ واصو آستانہ کے رہنے والے تھے۔ تمام دینی تحریکوں بالخصوص تحریک ختم نبوت میں پیش پیش رہے۔

(۱۶۲۸)

نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۱۳۴۸ھ)

پسرور ضلع سیالکوٹ کے جناب شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادہ کا نام نور

احمد رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ نور احمد نے ابتدائی تعلیم پسرور میں حاصل کی۔ اس کے بعد یو. پی تعلیم کے لئے تشریف لے گئے۔ مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات سے آپ نے کسب علم کیا۔ آپ نے ۱۸۸۱ء میں سفر حجاز کیا۔ اس دوران معروف مناظر اسلام مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی براہ راست شاگردی اختیار کی اور تحصیل علم کے بعد مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں عرصہ سات سال تک آپ پڑھاتے بھی رہے۔ اسی دوران میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔

حجاز مقدس سے واپسی پر ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام ''باقیات الصالحات'' رکھا۔ ۱۸۹۸ء میں آپ امرتسر تشریف لائے اور مسجد شیخ بڈھا پیر میں مدرسہ نعمانیہ امرتسر قائم کیا۔ طلباء کرام کی تعداد زیادہ ہوگئی تو مسجد خیر دین واقع ہال بازار امرتسر میں مدرسہ کی شاخ کھول دی۔ یہاں مولانا غلام محی الدین جہلمی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ مدرس مقرر ہوئے۔ مفتی محمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہاں نائب مدرس رہے۔ آپ نے انجمن نعمانیہ امرتسر بھی قائم کی۔ مولانا عبدالجبار رحمۃ اللہ علیہ ویلور، مدراس، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی عبدالرحمٰن ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا صاحبزادہ محمد حسین بن مولانا پیر جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (قائد احرار)، مولانا ابوالبیان محمد داؤد بن مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالفیض محمد سلیمان بن مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اور ان جیسے بیسیوں نامور جید علماء کرام آپ کے شاگردان رشید میں شامل نظر آتے ہیں۔

مولانا نور احمد صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے امرتسر میں انجمن حفظ المسلمین قائم کی۔ جس کا طرۂ امتیاز احتساب قادیانیت تھا۔ مولانا مرحوم ومغفور قادیانی فتنے کا استیصال ازحد ضروری جانتے تھے۔ چنانچہ آپ اس کی تردید ومخالفت میں ہمیشہ کوشاں رہے۔ اس موضوع پر جو علماء اچھا لکھ سکتے تھے ان سے ہر طرح تعاون فرماتے۔ قادیان میں مسلمانوں کی طرف سے منعقد ہونے والی کانفرنس میں شرکت فرماتے رہے۔ قادیان میں مسلمانوں کے جلسے کی بناء بھی آپ ہی کے ایک عقیدت مند جناب عبدالمجید پوسٹ ماسٹر نے ڈالی تھی۔ موصوف لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا کی تشریف آوری امرتسر کے بعد میرا تبادلہ قادیان ہوگیا اور میں نے

دوران قیام قادیان انجمن اسلامیہ کی بنیاد رکھی اور وہاں اسلامی جلسے کا پروگرام مرتب کیا۔علماء کو دعوت نامے اور آمدورفت کا کرایہ ارسال کیا۔حضرت مولانا نور احمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خود حاضر ہوا اور کرایہ پیش کیا۔آپ نے فرمایا:''میرے عزیز!الحمدللہ!میں صاحب نصاب ہوں۔ مجھے کرائے کی ضرورت نہیں۔ میں قادیان ضرور آؤں گا۔ممکن ہے کہ میرے وعظ سے کسی کو اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق عطاء فرمائیں اور اس کے باعث میری نجات ہوجائے۔''

چنانچہ آپ کے وعظ کا یہ اثر ہوا کہ چندلوگوں نے آپ کی تقریر سن کر جلسہ گاہ میں اعلان توبہ کیا۔''

حضرت مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ معرکہ لاہور میں حصہ لیا۔علماء کرام کی فہرست''حق نما''میں ۳۵ ویں نمبر پر آپ کا اسم گرامی درج ہے۔اسی طرح''فتویٰ تکفیر قادیان''میں آپ نے ایک فتویٰ کے جواب میں تحریر فرمایا:

''قادیانی مدعی نبوت نے جو کچھ خارج از اسلام عقائد پھیلائے ہیں وہ صاف صاف اس کے کافر ہونے پر بین ثبوت ہیں اور جس قدر اس نے اہل اسلام سے اظہار نفرت کیا ہے اسی قدر ہم بھی اس کے ہم عقیدہ اور مریدوں نے نفرت کریں تو ہمارے مذہبی احسان کا نتیجہ ہوگا۔اس لئے جملہ اہل اسلام کو ضروری ہے کہ ان سے قطع تعلق کریں اور بالخصوص مناکحت اور کفن دفن سے ضرور اجتناب کریں۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۷۹)

(۱۶۲۹)

نور احمد رحمۃ اللہ علیہ (ساکن کھائی کوٹلی ضلع جہلم)،مولانا

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب رجیم الشیاطین پر مولانا نور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ذیل کی تقریظ تحریر فرمائی۔

''الہامات صاحب براہین احمدیہ وتاویلات صاحب اشاعت السنہ بالکل مخالف شرع اند ومضمون وعبارات رسالہ شریفہ ہذا صحیح بلکہ اصح وہدایت کنندہ گمراہان براہ حق جزی اللہ سبحانہ مؤلف خیرالجزاء۔''

فقیر نور احمد،ساکن کھائی کوٹلی،ضلع جہلم بقلم خود

(۱۶۳۰)

نوراحمد رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا

انارکلی مسجد لاہور کے خطیب وامام مولانا نوراحمد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ نے محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ’’فتویٰ علمائے پنجاب وہندوستان‘‘ میں جواب دیتے ہوئے لکھا کہ: ’’ادعاء النبوة بعد نبیّا ﷺ کفر صریح مخالف القرآن ‘‘آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا (جیسا کہ قادیانی نے کیا ہے) کفر صریح ہے اور قرآن کے مخالف۔ ان کی اس عبارت پر مولانا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ مدرس مدرسہ نکودر کے بھی تائیدی دستخط موجود ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۱۷۶)

(۱۶۳۱)

نورالحسن رحمۃ اللہ علیہ (کیلیانوالے)، جناب سید

(ولادت:۱۸۸۹ء ...... وفات:۱۹۵۲ء)

سید نورالحسن رحمۃ اللہ علیہ احمد نگر چٹھ تحصیل وزیرآباد گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام غلام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کی۔ ایک دفعہ تحصیلدار انکم ٹیکس جو مرزائی تھا آپ کے پاس آیا تو آپ نے دلائل کے ذریعے اس کو مبہوت کر دیا۔ اسی طرح دھرم کوٹ کا باشندہ تعلیم یافتہ آپ کے پاس آیا۔ آپ نے قرآنی آیات کے ذریعہ مرزائیت کے کفر کو سمجھایا تو وہ نوجوان کہنے لگا میں مرزائی ہونے کو تیار تھا۔ لیکن آپ کی راہنمائی سے میرا ایمان درست ہوگیا۔ جمعۃ المبارک کے دن آپ کی وفات ہوئی۔

(۱۶۳۲)

نورالحق پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

(وفات:۱۹۳۴ء)

حضرت مولانا نورالحق بن مولانا عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ موضع فتھرانو ضلع پشاور کے ایک علمی خاندان میں پیدا ہوئے۔ کئی پشتوں سے خاندان میں علماء کرام چلے آرہے تھے۔ اپنے والد

صاحب اور برادر اکبر مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ عربی میں دو کتابیں آپ کی علمی یادگار ہیں۔ (۱)تفسیر سورۃ بقرہ۔ (۲)امام الکلام فی تخریج المذہب الامام۔ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ اس نسبت کی وجہ سے قادیانیت کے شدید مخالف تھے۔ وعظ وتدریس میں خوب رد کرتے تھے۔

۲۵؍اگست ۱۹۰۰ء کو مرزا قادیانی سے مناظرہ کے لئے حضرت پیر صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمرکاب تھے۔ روداد مناظرہ ’’حق نما‘‘ میں ۲۵ویں نمبر پر آپ کا نام ہے۔ یہ روئیداد جلسہ لاہور احتساب قادیانیت ج۳۸ میں شائع شدہ ہے۔

آپ نے مرزا قادیانی کی تکفیر پر ایک فتویٰ کے جواب پر تائید بھی پیش کی۔
’’المجیب اصاب فیما اجاب‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۲۰)

(۱۶۳۳)

نورالدین امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب کتاب ’’رجم الشیاطین‘‘ مرزا قادیانی کے خلاف تحریر فرمائی تو مدرستہ المسلمین امرتسر کے مدرس مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ نے ذیل کی تقریظ اس پر تحریر فرمائی۔

’’جو کچھ مولوی صاحبان مولوی غلام رسول اور مولوی احمد بخش نے رسالہ ہذا کے بارے میں تحریر فرمایا ہے۔ وہ عین صواب ہے اور اس سے میرا اتفاق رائے ہے۔ فی الواقع رسالہ ہذا جمیع متبعین سنت کے لئے وساوس شیطانی وہوا جس نفسانی کے خطرات سے محفوظ رکھنے کی سپر قوس ہے اور سبحانہ تعالیٰ جناب مولوی صاحب مؤلف رسالہ کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔‘‘
حرہ عبداللہ المسکین نورالدین عفی عنہ بقلم خود مدرستہ المسلمین امرتسر

(۱۶۳۴)

نورمحمد اچکزئی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا الحاج

(ولادت:۱۹۱۳ء ...... وفات:۲۵؍دسمبر ۱۹۷۹ء)

چمن کے مولانا نورمحمد اچکزئی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔

افغانستان بھی پڑھتے رہے۔ ہندوستان گئے۔ مولانا فضل الحق رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت کا گہرا تعلق تھا۔ جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے آزادی کے لئے خدمات سرانجام دی۔ چمن میں دینی مدرسہ قائم کیا۔ مولانا عرض محمد رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا نیک محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مل کر بلوچستان میں علماء کرام کو سیاست کے میدان میں لانے، تحریک آزادی، تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور قائدانہ کردار ادا کیا۔

(۱۶۳۵)

نور محمد باغی رحمۃ اللہ علیہ (خانپور ضلع رحیم یارخان)، جناب

(وفات: ۱۸؍مئی ۱۹۸۶ء)

خانپور ضلع رحیم یارخان مجلس احرار اسلام کے دیرینہ رہنما و قومی کارکن تھے۔ زندگی بھر تحفظ ناموس ختم نبوت کے لئے صف اوّل میں شامل رہے۔ وہ دینی تحریکوں میں پیش پیش ہوتے تھے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھایا۔ دین پور شریف کے قبرستان میں محو استراحت ہوئے۔ مجلس احرار سے ان کا محبت و اخلاص اور وفاء کا عمر بھر رشتہ رہا۔

(۱۶۳۶)

نور محمد رحمۃ اللہ علیہ (قلعہ دیدار سنگھ)، مولانا قاضی

(وفات: ۲۶؍جون ۱۹۶۲ء)

معروف عالم دین، مبلغ توحید تھے۔ آپ نے اپنی فانی زندگی میں تبلیغ اسلام کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دی تھیں۔ عقیدۂ توحید و ختم نبوت کے آپ علمبردار تھے۔ آپ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ واں بچھراں اور مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو خلافت بھی حاصل تھی۔

(۱۶۳۷)

نور محمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت:۱۲۷۲ھ)

مولانا نور محمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت قاری علی محمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ہوئی۔ لدھیانہ، دہلی، کانپور، لکھنؤ میں تعلیمی مراحل مکمل فرمائے۔ علم حدیث کی سند مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ آپ کا مقصد حیات اعلان حق اور اشاعت دین تھا۔ آپ نے عیسائیت کے خلاف بھی علمی خدمات انجام دیں۔ عیسائیوں کے اخبار نور افشاں کے جواب میں ''نور علی نور'' جاری کیا جس میں عیسائیت کا رد ہوتا۔ آپ نے مدرسہ حقانیہ قائم کیا۔ مدرسہ کے طلباء اور طالبات پر خصوصی توجہ دیتے۔ مدرسہ کا نصاب از خود مرتب کیا۔ نورانی قاعدہ آپ ہی نے تصنیف فرمایا جو برصغیر میں بہت ہی مقبول اور عام ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ نے ادارہ کے نظم و نسق کی تحسین فرمائی اور متعلقین کو حکم دیا کہ مدارس ابتدائیہ قاری نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے طریق کار کو اپنائیں۔ قاری نور محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کئی کتب تصنیف فرمائیں۔ مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کو دعوت دی کہ آپ بستی رائے پور میں ادارہ قائم کریں۔ مولانا نور محمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ جب رائے پور میں مقیم تھے۔ تب آپ نے استفتاء بعنوان ''فتویٰ تکفیر قادیان'' کا مندرجہ ذیل جواب عنایت فرمایا تھا۔

''جو شخص مسلمان ہو کر ان اقوال عقائد کا معتقد ہو وہ بلا تردد مرتد ہے۔ اس سے کوئی اسلامی معاملہ کرنا اور رشتہ ناطہ کرنا جائز نہیں اور جو ان کے عقائد تسلیم کر کے مرتد ہو جائے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۶۷)

(۱۶۳۸)

نور محمد مسلم رحمۃ اللہ علیہ، جناب حکیم

آپ کا آبائی وطن ٹمن (تحصیل تلہ گنگ) تھا۔ سکول کی تعلیم کے بعد طب کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۲ء میں مجلس احرار میں آئے۔ بہترین مقرر، خوبصورت نثر نگار اور وسیع المطالعہ تھے۔ مولانا گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ جیسے کہ آپ اپنے ایک

مکتوب میں لکھتے ہیں کہ:

''حضرت شہید کی یاد ہی فقط میرے دل و دماغ میں روحانی قوت اور ایمان میں تازگی پیدا کرسکتی ہے۔ ویسے تو میں مذہباً اور اخلاقاً احراری ہوں۔ مگر شہید مرحوم کی شخصیت تمام احرار باڈی میں میری نظر میں بدرجہ اتم تھی۔ اسی لئے میں ان کی ذات گرامی سے بہت کچھ لگاؤ پیدا کر چکا تھا اور سچ پوچھئے تو ان کے قول و عمل نے مجھے بہت متاثر کیا اور میرے لئے مشعل راہ کا کام دیا۔''

آپ تحصیل تلہ گنگ میں تحفظ ختم نبوت کے تمام جلسوں میں شریک ہوتے اور آپ کی تقاریر نے بڑی شہرت پائی۔ کافی عرصہ ہارون آباد میں مقیم رہ کر وہیں فوت ہوئے۔ جہاں رہے ختم نبوت کے منادر ہے۔ (محمد عمر فاروق، تلہ گنگ)

(۱۶۳۹)

نور محمد رحمۃ اللہ علیہ (مظفر گڑھ)، مولانا حکیم

بنیادی طور پر احراری، جماعتی طور پر عقیدۂ ختم نبوت کے محافظ تھے۔

(۱۶۴۰)

نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ

(پیدائش: ۴؍اپریل ۱۷۳۰ء ...... وفات: ۲۴؍جولائی ۱۷۹۲ء)

مہار شریف چشتیاں کے بالکل قریب ہے۔ خواجہ مولانا نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ لاہور، ڈیرہ غازی خان وغیرہ پڑھتے رہے۔ آپ کے ہمسفر خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جن کا مزار مبارک خانقاہ شریف قصبہ ضلع بہاولپور میں ہے۔ حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ شاہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ بیعت تھے۔ تونسہ شریف کی خانقاہ کے بانی شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ مرید تھے۔ تونسہ شریف سے خانقاہ سیال شریف کے بانی بیعت تھے۔ سیال شریف کے حضرات سے حضرت مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ بیعت تھے۔ غرض تونسہ شریف، سیال شریف، چاچڑاں شریف، مرولہ شریف، جلالپور شریف کی خانقاہیں مہار شریف کے سمندر سے نکلتی اور دنیا کو سیراب کرتی نظر آتی ہیں۔ مہار شریف کے بانی بزرگ خواجہ نور محمد مہاروی تھے۔

اب ملعون قادیان کو دیکھئے کہ اس نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کی فہرست انجام آتھم کے ص۷۱ پر نقل کرتے ہوئے ۶۱ نمبر پر لکھا۔ ’’سجادہ نشین شیخ نور احمد مہاراں والا‘‘ گویا ملعون قادیان نے مہار شریف کو مہارانوالہ کر دیا۔ پھر خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ نور احمد کر دیا۔ گویا اسے شہر اور بزرگوں کے اصل نام کی بھی تمیز نہ تھی۔ دھت تیرے کی بدعقل وبدشکل کہیں کا۔ عقل کا دشمن۔ انہیں گستاخیوں نے اسے کہیں کا نہ چھوڑا۔

پھر ’’سجادہ نشین‘‘ کا لفظ لکھنا بتاتا ہے کہ وہ خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین جو مرزا قادیانی کے دور میں تھے وہ مراد ہیں۔ وہ کون تھے؟ ان کے نام کا مرزا قادیانی کو سرے سے علم نہ تھا۔ ان وضاحتوں کے بعد ہمارے لئے خیر کا پہلو یہ ہے کہ ملعون قادیان نے خواجہ نور محمد مہاروی کی خانقاہ کے سجادہ نشین کا ذکر کر کے ثابت کر دیا کہ خانقاہ مہار شریف، خانقاہ تونسہ شریف، خانقاہ سیال شریف، خانقاہ چاچڑاں شریف، خانقاہ مرولہ شریف، خانقاہ جلال پور شریف کے سب بانی حضرات ملعون قادیان کے خلاف تھے۔ فللحمد للہ! دیکھئے کہ تحریک تحفظ ختم نبوت کو کن کن مقدس لوگوں کی حمایت کا شرف حاصل تھا۔

(۱۶۴۱)

نور محمد رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، شیخ الحدیث مولانا

شیخ الحدیث حضرت مولانا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ ان اکابر علماء کرام میں سے تھے جن کی زندگی کا ایک ایک ورق بصیرت افروز ہے۔ طالب علمی کا زمانہ ہو یا تدریس کا علمی عمل سیاسی، وزارت اور رکن قومی یا صوبائی اسمبلی کا دور ہو، ان کا کردار بلند رہا اور تقویٰ پر فائز رہے۔ آپ جید عالم اور اسلامی علوم وفنون کے ممتاز مدرس تھے۔ حق گو اور نڈر مجاہد ہیں۔ ساری زندگی دین کی اشاعت میں صرف کر دی۔ ملائے مسجد اور مکتب نہیں بلکہ ملکی سیاست اور قومی معاملات کے اہم ترین رہنما ہیں۔ تحریک نظام مصطفیٰ ہو یا تحریک ختم نبوت۔ انہوں نے ہمیشہ ہراوّل دستہ کے سالار کے فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۴۶ء میں کوئٹہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کلی سملی کی مسجد میں حاصل کی۔ بعد میں مدرسہ مظہر العلوم شالدرہ میں تعلیم حاصل کی۔ پاکستان کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک شیخ التفسیر مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رہے۔ سند جامعہ حقانیہ سے حاصل کی۔ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رہے اور فتنہ باطلہ قادیانیت کے بارے میں مناظرہ پڑھا۔ ۱۹۶۸ء میں دارالعلوم پشتون آباد میں قائم کیا۔ جب ۱۹۶۹ء میں بلوچستان میں جمعیۃ علماء

اسلام کا احیاء ہوا یہ اس میں شامل ہو کر کام کرنے لگے۔ انہوں نے پشتون آباد کو جمعیۃ کا گڑھ بنادیا۔ ۱۹۸۸ء انتخاب میں جمعیۃ نے ان کو پی. بی. 1 سے صوبائی اسمبلی کا ٹکٹ دیا۔ انہوں نے بے سروسامانی کے حالات میں بڑے بڑے سرمایہ داروں کو شکست دے دی۔ نواب اکبر خان بگٹی کے ساتھ مل کر جمعیۃ نے مخلوط حکومت بنائی۔ ان کو وزیر بلدیات مقرر کیا۔ انہوں نے اپنی حدود میں رہ کر صوبہ میں دینی اقدار کو بحال کرنے کے اقدامات شروع کر دیئے۔ جمعہ کو تعطیل کا اعلان اور نماز کے اوقات میں دکانیں بند کرنے کا حکم دے دیا۔ خواتین کو بغیر حجاب کے بازاروں میں خریداری سے منع کر دیا۔ جس سے تمام ملک میں تہلکہ مچ گیا۔ وفاقی حکومت کی ہدایت پر وزیر اعلیٰ نواب اکبر خان بگٹی نے ان کے اقدامات کو غیر آئینی قرار دیا اور کہا کہ یہ اسمبلی کے دائرہ کار کے امور ہیں۔ جس پر جمعیۃ نواب اکبر خان بگٹی شہید کی حکومت سے الگ ہوگئی۔ ۲۰۰۲ء میں یہ قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ انہوں نے قومی اسمبلی میں اسلامی نظام کا مسودہ پیش کیا اور بار بار اس کو زیر بحث لانے پر زور دیا۔ جب وہ مایوس ہوئے انہوں نے قومی اسمبلی کی نشست کو لات ماردی اور تحریک نفاذ شریعت قائم کی۔ وہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی ہمیشہ سرپرستی کرتے تھے۔ ہر اجلاس اور جلسے میں شامل ہوتے۔ وہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر تھے۔ ان کی امارت میں شناختی کارڈ میں اور ریڈ ایبل پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کی تحریک چلائی گئی۔ انہوں نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ ایم آر ڈی کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ بلوچستان میں علماء میں سب سے زیادہ مقدمے اور جیلیں انہوں نے کاٹیں۔ انتہائی سادہ، فقیر منش شخصیت کے مالک تھے۔ قافلہ صدق وصفا اور کارواں جہاد عزیمت کے جرنیل تھے۔ (مولانا عبدالعزیز لاشاری)

(۱۶۴۲)

نیک محمد رحمۃ اللہ علیہ (امرتسر)، مولانا

(وفات: ۶ر جنوری ۱۹۵۴ء)

مولانا نیک محمد رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۱۸۸۰ء کے پس وپیش ہوئی۔ آپ آزاد کشمیر کے ضلع میرپور کے ایک گاؤں ''سکیاں ون'' میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قرب وجوار سے حاصل کی۔ پھر کچھ عرصہ گوجرانوالہ میں پڑھنے کے بعد مدرسہ غزنویہ امرتسر تشریف لے گئے۔ یہیں کتب حدیث کی

تکمیل کی اور مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے سند فراغت حاصل کی۔ بعدازاں اساتذہ کے حکم پر مدرسہ غزنویہ تقویۃ الاسلام لاہور میں تدریس شروع کی اور مسجد قدس اہل حدیث لاہور میں خطابت کے فرائض سنبھالے۔ مسجد میں رہائش اختیار کی۔ ۳۲ برس تک اس مسجد کے خطیب رہے۔ مدرسہ غزنویہ میں تقسیم ہند تک تدریس کی۔ تقسیم کے بعد اہل وعیال سمیت راولپنڈی آ گئے۔

آپ نے مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد پر فتویٰ بھی دیا جو کہ فتویٰ تکفیر قادیان میں درج ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ: ’’مرزا قادیانی کا فتنہ اسلام میں آفات کبریٰ سے ہے۔ اس کا کفر علمائے ربانیین نے قدیماً وحدیثاً ثابت کیا ہوا ہے۔ اہل اسلام کے اس باب میں کئی کتب ورسائل واشتہارات موجود ہیں اور وہ اسی عقیدۂ کفریہ پر مر گیا ہے۔ اب بھی جو کوئی اسے نبی جانے اور اسی طرح کا عقیدہ رکھے وہ بھی بلاریب بموجب شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کافر ہے اور مؤمنہ سنیہ سے اس کا نکاح فسخ ہے۔ مؤمنہ سنیہ کا نکاح مرزائی سے باندھنا حرام ہے اور یہ نکاح باطل ہے۔‘‘ قال اللہ عزوجل: ’’لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن‘‘

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۳۷۸،۳۷۹)

(و)

(۱۶۴۳)

واجد علی شاہ فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت سید واجد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲، نمبر ۱۰۱ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۶۴۴)

وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (مقام دیوا ضلع لکھنؤ)، حضرت حاجی

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت حاجی وارث علی شاہ کو بھی انجام آتھم کے ص۷۱، نمبر ۸۷ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ

معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۶۴۵)

وجیہہ رحمۃ اللہ علیہ (حیدرآباد)، جناب مفتی محمد

(ولادت: ۳؍محرم ۱۳۴۳ھ ...... وفات: ۲۱؍مئی ۲۰۰۰ء)

قصبہ ٹانڈہ باولی ریاست رام پور میں مولانا محمد نبیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے قصبہ میں حاصل کی۔ مظاہر العلوم سہارنپور سے فراغت حاصل کی۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ تھانہ بھون، ہردوئی میں پڑھاتے رہے۔ پاکستان بننے کے بعد دارالعلوم ٹنڈوالہ یار خان سندھ میں پڑھاتے رہے۔ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ یہاں شیخ الحدیث بھی رہے۔ حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مسیح اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ سے مجاز تھے۔ حیدرآباد سندھ میں مظاہر العلوم کے نام پر اپنا ادارہ قائم کیا جو بڑے مدارس میں شمار ہوتا ہے۔ آپ کا فتویٰ ''حیات مسیح علیہ السلام فتویٰ'' میں درج ہے جس میں آپ نے فرمایا: ''الجواب موافق لاجماع الامة والسنة والکتاب ان مسیلمة الفنجاب ملحد کافر بلا ارتیاب، انه قد اختلق فی الدین فریة وانکر ما اخبر به خیر البریة ﷺ فحکمه حکم المرتدین بلا خلاف بین المسلمین'' العبد الاحقر: محمد وجیه غفرله

صدر مفتی دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار

جو جواب دیا گیا ہے وہ اجماع امت، سنت مطہرہ اور کتاب اللہ کے بالکل موافق ہے اور مسیلمہ پنجاب دجال بلاشک وشبہ ملحد اور کافر ہے۔ اس لئے کہ اس نے دین میں نئی چیزیں گھڑ کر داخل کر دی ہیں اور جس چیز کی خبر افضل البشر ﷺ نے دی ہے اس کا انکار کر دیا ہے تو مسلمانوں کے نزدیک اس کا حکم مرتدین کا سا حکم ہے۔

(۱۶۴۶)

وزیرالدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین مخدوم الور)، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت وزیرالدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۲، نمبر ۹۷ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا

یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۶۴۷)

وصی احمد سورتی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا وصی احمد رحمۃ اللہ علیہ حنفی سورت شہر میں پیدا ہوئے۔ علم فقہ اور کلام میں نمایاں نام پیدا کیا۔ کانپور سید محمد علی بن عبدالعلی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی لطف اللہ بن اسد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کوٹلی سے دینی علم حاصل کیا۔ سہارنپور بھی حصول علم کے لئے سفر کیا۔ پیلی بھیت، کانپور، مدرسہ الحدیث الدایرہ میں دوران تدریس مسلمانوں اور قادیانیوں کے رشتہ ناطہ کے متعلق آپ نے یہ فتویٰ جاری کیا:

''کہ مرزائی نکاح باطل محض زنائے خالص ہے کہ وہ مرتد ہے اور مرتد کا نکاح کسی قسم کی عورت کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ طلاق کی حاجت نکاح میں ہوتی ہے، نہ کہ زنا میں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:''ولا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرہ اصلیة''واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم،فقط!'' (عالمگیری ج۲ص۲۸۲)

حررہ الفقیر القادری وصی احمد

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۲۳)

(۱۶۴۸)

ولی احمد ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

(ولادت:۱۸۵۰ء ...... وفات:۱۹۱۶ء)

مولانا ولی احمد ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ موضع بانڈی عطائی خان ضلع ہزارہ میں حافظ محمد جی کے گھر پیدا ہوئے۔ والد صاحب سے قرآن حکیم کی تعلیم کے بعد ابتدائی کتب مولانا دردین رحمۃ اللہ علیہ قصبہ رجوعیہ سے پڑھیں۔ اعلیٰ تعلیم ہندوستان کے مختلف اساتذہ اور شیوخ سے حاصل کی۔ حضرت مولانا فضل حسن رامپوری رحمۃ اللہ علیہ سے سند فضیلت حاصل کی۔ کچھ عرصہ مدرسہ عالیہ رامپور میں تدریس کے بعد وطن واپس آئے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ملعون زمانہ مرزا قادیانی کی حقیقت حال کے معلوم کے لئے قادیان بھیجا۔ مولانا تین ماہ کے قیام کے بعد قادیان سے واپس آئے اور آپ کو مرزا قادیانی کی

علمی وعملی کیفیت اور دیگر معلومات سے آگاہی دی۔ جب آپ مرزا قادیانی سے مناظرہ کے لئے ۲۵/اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور تشریف لائے تو دیگر علماء کے ساتھ مولانا ولی احمد ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ کا شمار حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز خلفاء میں ہوتا ہے۔ ۶۵ برس کی عمر میں آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا اور بقیع میں آپ مدفون ہوئے۔

(۱۶۴۹)

ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (انّی والے)، مولانا

(وفات: ۹/نومبر ۱۹۷۳ء)

مولانا ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نامور محقق عالم دین تھے۔ معقولی ومنقولی علوم کے بے تاج صف اوّل کے مدرس تھے۔ مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات آپ کے شاگرد تھے۔ آپ کی ثقاہت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے شاگردوں کو بغیر امتحان کے دارالعلوم دیوبند میں مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ داخلہ لے دے دیا کرتے تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنے علاقہ میں ہمہ وقت مستعد رہے۔

(۱۶۵۰)

ولی النبی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (رامپور)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا ولی النبی کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۱، نمبر ۷۷ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۶۵۱)

ولی محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۱۹۱۵ء)

آپ جید عالم دین تھے۔ کئی علوم پر آپ کو دسترس حاصل تھی۔ آپ کو سرکار برطانیہ

نے ملک العلماء اور شمس العلماء کے خطابات دیئے تھے۔ آپ کے والد کا نام غلام بھیک چشتی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ مولانا نواب الدین ستکوہی رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا ولی محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے مثالی تعلقات تھے۔ فتویٰ ''قہریزدانی برجان دجال قادیانی'' پر آپ کے تائیدی دستخط ہیں۔
(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۰۵)

(۱۶۵۲)

ولی محمد شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، جناب سید

(ولادت: ۱۹۱۲ء ...... وفات: ۲۳؍جولائی ۱۹۸۶ء)

آپ شاہ آباد کرنال میں پیدا ہوئے۔ پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء میں سنہری خدمات سرانجام دیں۔ ملتان میں وصال ہوا۔ حسن پروانہ قبرستان میں پیوند خاک ہوئے۔

(۱۶۵۳)

وکیل احمد رحمۃ اللہ علیہ، جناب پروفیسر سید

(وفات: ۱۷؍اپریل ۲۰۱۶ء)

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند نسبتی ہم سب کے مخدوم، بزرگ رہنما اور غائبانہ دعا گو پروفیسر سید وکیل احمد شاہ۔

بہت ہی مرنجاں مرنج طبیعت کی شخصیت تھے۔ صاحب الرائے اور صائب الرائے، انتہائی کم گو، اجلی سیرت کے انسان تھے۔ بیعت کا تعلق حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ عمر بھر اپنے معمولات پر کاربند رہے۔ بڑی منظّم ومرتب، قابل رشک زندگی گزاری۔ کبھی جماعتی تنازعات میں حصہ نہ لیتے تھے۔ جب کوٹلہ تغلق میں قیام تھا، ہر روز پابندی سے اخبار کے مطالعہ کے لئے دفتر ختم نبوت کو تشریف آوری سے ممنون کرتے تھے۔

آپ ۱۹۳۰ء کو دین پور عبدالحکیم میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد سکول کی تعلیم حاصل کی۔ پھر پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم.اے کیا۔ پہلے اوکاڑہ پھر ملتان میں لیکچرار

مقرر ہوئے۔ اسسٹنٹ پروفیسر کے طور پر ریٹائرڈ ہوئے۔۱۹۵۲ء میں آپ کی شادی ہوئی۔ نکاح حضرت مولانا شاہ عبدالقادری رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا۔ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی احسان احمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ سے بہت ہی محبانہ دوستانہ تعلق تھا۔ اس وقت جامعہ قاسم العلوم ملتان کی شوریٰ کے رکن رکین تھے۔

آپ کی امانت ودیانت کا ایک زمانہ معترف ہے۔ ساری زندگی رزق حلال کمایا اور اسی پر آبرومندانہ وقت گزارا۔ جواں سال صاحبزادہ سید ذوالکفل مرحوم اور اہلیہ محترمہ مرحومہ کے وصال کے صدمات سہے، لیکن سراپا شکرگزار بندہ کے طور پر صبر ورضا کا نمونہ بنے رہے۔ غرض بہت ہی محبتوں والے انسان تھے۔ خوب وقت گزارا۔ حق تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ آمین!

(ک)

(۱۶۵۴)

کامران رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، جناب محمد

(پیدائش:۱۹۸۰ء ...... وفات:۱۵ر مئی ۲۰۰۸ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ کے بزرگ رہنما حاجی نعمت اللہ کے نوجوان فرزند، مجاہد ختم نبوت محمد کامران رحمۃ اللہ علیہ مختصر علالت کے بعد رحلت فرماگئے۔ حاجی نعمت اللہ صاحب کا آبائی وطن مردان ہے۔ ۱۹۶۰ء میں مردان سے مستقل طور پر کوئٹہ میں منتقل ہوگئے۔ حاجی نعمت اللہ بچپن سے صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں۔ علمائے دین سے محبت اور اہل حق سے تعلق ہی ان کو ۱۹۷۷ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں لے آیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ کی حیثیت سے مولانا نذیر احمد تونسوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تقرری کوئٹہ میں ہوئی تو ان کے اخلاص اور محبت کی بدولت حاجی نعمت اللہ اور دوسرے کئی ساتھی ختم نبوت کے کاز کے ساتھ منسلک ہوگئے۔ اس طرح حاجی نعمت اللہ کا مجلس میں شامل ہونا مولانا نذیر احمد تونسوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے کارناموں میں سے ہے۔ اس وقت لے کر آج تک ختم نبوت کے مشن کے لئے اپنی زندگی وقف کئے ہوئے ہیں۔ اللہ پاک نے ۱۹۸۰ء میں بطور

نعمت حاجی نعمت اللہ صاحب کو محمد کامران رحمۃ اللہ علیہ عطاء فرمایا۔ محمد کامران رحمۃ اللہ علیہ بچپن سے لے کر جوانی تک بہت لائق ثابت ہوا۔ بی.ایس.سی تک عصری تعلیم حاصل کر لی۔ گھر میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا ماحول پایا۔ ختم نبوت کے جلسوں، کانفرنسوں اور تقریبات میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ شرکت کرتا رہا۔ نماز، روزہ کا پابند تھا۔ تقویٰ و پرہیزگاری اور دوسروں کے ساتھ ہمدردی اور رحم دلی کے جذبات رکھتا تھا۔ تبلیغی جماعت کے ساتھ ان کا لگاؤ تھا۔ ختم نبوت کی جماعت میں تو وہ شمع ختم نبوت کا پروانہ تھا۔

مئی ۲۰۰۸ء میں ان کو اپنڈکس کی تکلیف ہوئی۔ طب کی دنیا میں اپنڈکس کا آپریشن کوئی بڑا آپریشن شمار نہیں کیا جاتا۔ مگر جب رب کی طرف سے بلاوا آجاتا ہے تو کوئی معمولی سی تکلیف بھی بہانہ بن جاتی ہے۔ ہسپتال میں زیرعلاج ہی تھا کہ رب کریم کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ اچانک وقت نزع شروع ہوگیا۔ ایسی حالت میں نہ جانے کیا ذہن میں آیا کہ بلند آواز سے کہا کہ: ''مرزاغلام احمد قادیانی لعنتی ہے، میں اس کا مقابلہ کروں گا۔'' اور کلمہ پڑھتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔ حالت نزع میں ایسے جملوں کی ادائیگی پر سب لوگ حیران تھے اور اسے ختم نبوت کے مسئلہ کے ساتھ محبت کی نشانی اور ختم نبوت کے ڈاکو مرزاغلام احمد قادیانی کے ساتھ بغض وعداوت کا اظہار خیال کر رہے تھے۔

کامران کی نماز جنازہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن اور مرکزی جامع مسجد کوئٹہ کے خطیب مولانا قاری انوارالحق حقانی نے پڑھائی۔ جس میں شہر بھر کے علماء کرام، طلباء، تاجر برادری اور دوسرے لوگوں نے شرکت کی اور کوئٹہ کے مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

(۱۶۵۵)

کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ (شاہ جہانپور)، حضرت مولانا محمد

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں مولانا محمد کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲، نمبر۱۰۵ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۶۵۶)

کرامت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

حضرت مولانا کرامت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نیک سیرت، فقیہ عالم دین تھے۔ علوم ومعارف کی دولت سے رب کریم نے آپ کو مالا مال کیا ہوا تھا۔ منطق وحکمت کے فنون مولانا عبدالعلی رام پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد حسن سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ، ریاضی کے فنون مولانا سدیدالدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ سید احمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، فقہ وحدیث کے علوم حضرت مولانا محمد یعقوب بن مملوک نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاسم بن اسد علی نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کئے۔ ۱۳۰۴ھ میں حرمین شریفین کے سفر مبارک کی سعادت حاصل کی۔ اصلاحی تعلق حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ آپ شعلہ نوا خطیب تھے اور اہل علاقہ آپ کی خطابت سے بے حد متأثر بھی تھے۔ عوام الناس کی باطنی اصلاح کے لئے بڑے متفکر تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بعد عصر درس مثنوی اور ہر جمعہ کو خصوصی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ مدرسہ امینیہ دہلی میں مدرس تھے تب آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ صادر کیا تھا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۱۴)

(۱۶۵۷)

کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ (جام پور)، مولانا

جام پور ضلع راجن پور کے مولانا کریم بخش زندگی بھر مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے۔

(۱۶۵۸)

کریم بخش سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۱۳۶۲ھ)

آپ سنبھل میں پیدا ہوئے۔ توسط درجہ کی کتب اپنے علاقہ میں پڑھ کر مولانا احمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں امروہہ پہنچے۔ بعد ازاں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۳۱۷ھ میں دورۂ حدیث شریف کیا۔ مختلف مدارس میں مدرس رہے۔ مدرسہ جامع العلوم

کانپور اور دار العلوم اعظم گڑھ میں صدر مدرس کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ آپ نے ایک فتویٰ میں مولانا عبدالرحمٰن البہاری کے جواب پر تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۰۵)

(۱۶۵۹)

کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ (چارسدہ)، جناب حاجی

(شہادت: ۱۹ر فروری ۲۰۱۷ء)

محترم جناب حاجی کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر پر تھے۔ مین گیٹ پر دستک ہوئی۔ مرحوم کا دس سالہ بیٹا دروازہ پر گیا تو دو موٹر سائیکل سواروں نے بیٹے کو کہا کہ اپنے ابو کو بلاؤ۔ بیٹے نے جاکر والد صاحب سے عرض کیا کہ اس طرح دروازہ پر دو آدمی آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ حاجی صاحب دروازہ پر گئے۔ علیک سلیک ہوئی۔ سکوٹر سواروں نے کہا پہلے پانی پلاؤ۔ حاجی صاحب نے بیٹے سے کہا پانی لاؤ۔ ان دونوں کو پانی پلایا۔ پانی پینے کے بعد انہوں نے حاجی کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر فائر کیا اور حضرت حاجی صاحب معصوم بیٹے کے سامنے اپنے گھر کی دہلیز پر ظلم کا نشانہ بن کر جاں بحق ہوگئے۔

حاجی مرحوم کی عمر بمشکل ۳۸ سال ہوگی۔ رعنا، جواں سال، کڑیل قد کے گھبرو صحت مند اور توانا خوبصورت، ہنس مکھ، دلآویز مسکراہٹوں کے ساتھ ہر دل عزیز شخصیت تھے۔ بعض لوگ دنیا میں صرف جنت کمانے کے لئے آتے ہیں۔ برادرم کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا وجود بھی انہیں لوگوں میں سے تھا۔ اپنے حلقہ احباب و برادری و جماعتی زندگی میں کوئی ایسا خیر کا کام نہیں ہوتا تھا جس میں حاجی کلیم اللہ مرحوم حصہ نہ لیتے ہوں۔ اس وقت وہ چارسدہ میں اپنی یونین کونسل کے جمعیت علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر تھے۔ مرحوم خود عالم دین نہ تھے۔ لیکن علماء کرام کی صحبت کی ہردم حاضر باش شخصیت تھے۔ چہرہ پر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی نورانی کیفیت تھی کہ پہلی بار ملنے والا شخص پہلی نظر دیکھتے ہی آپ کو عالم دین تصور کرتا۔ علماء حق کی سنگت نے آپ کو سراپا دین کا عامل بنادیا تھا۔ ابھی چند ماہ ہوئے عمرہ کر کے تشریف لائے۔ حق تعالیٰ جناب مرحوم کی تربت پر اپنی مغفرت کی سدا موسلا دھار بارش نازل فرمائے۔ ان کے جانے سے ان کے پورے حلقہ احباب و برادری اور رشتہ داروں میں ویرانی نے ڈیرے لگادیئے

ہیں۔ چہار سو اداسی چھا گئی ہے۔ مرحوم کیا گئے کہ بہت سارے ضروری امور یکدم متاثر ہو گئے۔ آپ کی شہادت نے تمام حلقہ پر سکتہ کا عالم طاری کر دیا۔ مرحوم ایسے کریم النفس تھے کہ بظاہر برادری، حلقہ احباب، حلقہ کاروبار میں کسی سے رنجش نہ تھی۔ نہ کوئی خاندانی پرانی مخاصمت کا سوال تھا۔ اچانک غیر متوقع طور پر یہ حادثہ ہوا اور چہار جانب کئی سوالات پیدا کر گیا۔ جمعیت علماء اسلام سے مرحوم کی دلی والہانہ وجذباتی وابستگی، قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمٰن سے مخلصانہ ونیاز مندانہ محبت ومودت کا تعلق مثالی تھا۔

شہادت سے چند دن پہلے دوستوں سے کہا کہ افسوس میں عالم دین نہ بن سکا۔ اللہ کریم نے ان کی یہ حسرت یوں پوری فرمادی کی آپ کی شہادت پر الیکٹرک اور پرنٹ میڈیا نے اپنی خبروں میں ان کو مولانا کلیم اللہ قرار دیا۔ کوئی بعید نہیں کہ علماء سے محبت اور ان کے نیک اعمال کے باعث اللہ تعالی آخرت میں انہیں زمرۂ علماء میں شمار فرمائیں۔ **وما ذالک علیٰ اللہ بعزیز.**

برادر کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ محبتوں کا مجموعہ تھے۔ سراپا محبت تھے۔ ہر ایک سے وہ محبت سے پیش آئے۔ گئے تو سب کو غمزدہ کر گئے۔ ان کی جدائی کا سناٹا چھا گیا۔ ان کی اس حادثاتی جدائی کا صدمہ اس وقت زیادہ گہرا ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے معصوم بیٹے کے سامنے شہید ہوئے۔ اس سے اس پھول کی اس نرم ونازک پتی پر کیا اثرات مرتب ہوں گے یہ صدمہ بہت ہی شدت کا احساس دلاتا ہے۔ جمعیت علماء اسلام چارسدہ کے ممتاز رہنما جناب حاجی عبدالرحمٰن اور حاجی کلیم اللہ مرحوم کی جوڑی تھی جن کا ہر موڑ پر ساتھ رہا۔ اب آپ وہاں چلے گئے جہاں ہم سب نے جانا ہے۔ جبکہ وہاں سے کسی نے ادھر نہیں آنا۔ حق تعالیٰ ان کی تربت کو سراپا مغفرت ونور بنائے۔ آمین!

(۱۶۶۰)

کنج بہاری لال عرف ربِ قادیان

کنج بہاری لال قادیان کا رہنے والا تھا۔ نہایت جوشیلا خوش بیان اور شعلہ نوا مقرر تھا۔ ذات کا برہمن تھا۔ مرزائیت کی مخالفت اس کی گھٹی میں پڑی تھی۔ مرزائیوں کی مخالفت کے باعث وہ ہمارے بہت قریب ہو گیا تھا۔ اس نے متحدہ پنجاب بھر کا دورہ کیا۔ مجمع اس کی تقریر کو بڑی دلچسپی سے سنتا تھا۔ وہ اپنی تقاریر میں کہتا تھا کہ: ''مرزا نبی ہے تو جیسا وہ جھوٹا نبی ہے ویسا ہی میں۔'' رب

قادیان ہوں اور وہ اسی نام سے مشہور ہوگیا۔ اس نے لاہور، لائل پور (فیصل آباد) کے عظیم اجتماعات میں تقاریر کر کے داد تحسین حاصل کی۔ اس نے قادیان میں مشکل کشا کے نام سے ایک ہفتہ وار اخبار کا اجراء کیا اور اس کا ایڈیٹر بابا عالم سیاہ پوش تھا۔ بابا عالم سیاہ پوش کی رہائش ہمارے دفتر میں تھی۔ دفتر کے اوقات میں مشکل کشا کے دفتر میں چلا جاتا تھا اور پھر ہمارے ہاں آجاتا تھا۔ کھانا بھی اس کا ہمارے ساتھ ہوا کرتا تھا۔ بڑا دلچسپ آدمی تھا۔ بہت اچھا ادبی ذوق رکھتا تھا اور پنجابی زبان کا بلند پایہ شاعر تھا۔ اخبار تھوڑا عرصہ چلا پھر گورنمنٹ نے اس کی اشاعت حکماً بند کر دی۔ کیونکہ اس میں مرزائیوں کی مقامی سیاست اور پالیسی کے خلاف بڑے زبردست مضامین شائع ہوا کرتے تھے۔ ایڈیٹوریل عموماً ماسٹر تاج الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ لکھا کرتے تھے۔ اخبار کے بند ہو جانے کے بعد بابا عالم قادیان سے چلے گئے۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

(مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۶۶۱)

کے. ایل گابا

جناب مسٹر کے. ایل گابا برصغیر کے نامور قانون دان تھے۔ آپ نے اسلام قبول کیا۔ آپ کی قابلیت کا سکہ ایک زمانہ مانتا تھا۔ بہاول پور میں غلام عائشہ خاتون مدعیہ کی جانب سے قادیانیوں کے خلاف مقدمہ درج ہوا۔ اس کا مقدمہ جناب اکبر خان ڈسٹرکٹ جج بہاول پور نے سنا۔ کیس کی سماعت مکمل ہوگئی۔ اس کے بعد قادیانیوں نے درخواست دی کہ عبدالرزاق قادیانی مدعا علیہ مر گیا ہے۔ کیس داخل دفتر کیا جائے۔ وکلاء نے بحث کی کہ ایسا کیس جس میں اہم قانونی مسائل فیصل ہونے ہوں تو بعد از مرگ مدعا علیہ بھی اس کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ سنا ہے کہ اس کی موت طبعی نہ تھی۔ قادیانیوں نے اس کو فیصلہ سے قبل مروا دیا تاکہ فیصلہ نہ سنانے کا عذر بن سکے۔ اس میں ناکام ہوئے تو اب جج صاحب کا بہاول پور سے بہاول نگر تبادلہ کرا دیا تاکہ دوسرا جج آکر پھر کیس کی سماعت کرے یا ختم کرے۔

قانونی نکتہ پیدا ہوا کہ تبادلہ کے باوجود جج جو سماعت مکمل کر چکا ہو وہ تبادلہ کے بعد بھی

اس کیس کا فیصلہ چاہے تو سنا سکتا ہے۔ چنانچہ اس نکتہ کی وضاحت کے مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے جناب کے ایل گابا کی خدمات حاصل کیں۔ گابا صاحب نے پیشکش کی کہ اپنے خرچہ پر ہوائی جہاز سے آؤں گا اور اس کیس میں شامل ہوں گا۔ لیکن جناب محمد اکبر خان جج نے تبادلہ کے باوجود قبول کر لیا کہ یہ فیصلہ میں لکھوں گا تو پھر گابا صاحب کو بلوانے کی ضرورت نہ رہی۔ ورنہ وہ بالکل تیار تھے۔“ (ملخص شخصیت وافکار مولانا غلام محمد گھوٹوی ص ۲۹۳)

(ہ)

(۱۶۶۲)

ہدایت حسین رحمۃ اللہ علیہ (ڈھاکہ)، مولانا

(وفات: ۱۹۷۶ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت ڈھاکہ کے ناظم اعلیٰ مولانا ہدایت حسین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ڈھاکہ میں مجلس کا ناظم مقرر کیا تھا۔ بہت ہی بہادر اور مخلص ایثار پیشہ عالم ربانی تھے۔

(ی)

(۱۶۶۳)

یٰسین جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص اور ایثار پیشہ کارکنوں میں سے ایک مولانا محمد یٰسین صاحب تھے جو اصلاً جھنگ کے تھے۔ پھر جامعہ قاسم العلوم ملتان کے سفیر مقرر ہوئے۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ سے مخلصانہ تعلق رکھتے تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام میں بھی بھرپور متحرک کردار ادا کیا۔ جامعہ قاسم العلوم ملتان کے حضرت مولانا فیض احمد رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدث کے بعد مہتمم مولانا محمد یٰسین رحمۃ اللہ علیہ مقرر ہوئے اور تادم زیست مہتمم رہے۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا قاری محمد طٰسین نے

اب ڈیرہ اڈا روڈ پر مدرسہ تحسین القرآن کے نام پر ادارہ قائم کیا ہوا ہے اور والد صاحب کی طرح جمعیۃ علماء اسلام میں بھی متحرک ہیں۔

مولانا محمد یٰسین خوب ذہین آدمی تھے۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر کے بہت سے واقعات کے راوی یا عینی شاہد تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے پیش پیش رہے۔

(۱۶۶۴)

یحییٰ بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی

(ولادت: ۱۲۷۸ھ ...... وفات: ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ)

مفتی یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ بھوپال میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی محمد ایوب رحمۃ اللہ علیہ، دادا کا نام قمرالدین رحمۃ اللہ علیہ، پردادا کا نام محمد انور صدیقی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ دس برس کی عمر میں قرآن پاک کا حفظ مکمل کیا۔ دینی تعلیم اپنے والد گرامی اور علامہ عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ حکمت بھی سیکھی۔ بھوپال کے آپ نائب مفتی تھے۔ تاہم والد کے انتقال کے بعد ریاست بھوپال کے مفتی کے عہدہ پر تقرری ہوئی۔ خواب کی تعبیر بتلانے کے ماہر تھے۔ تفسیر حدیث کے دروس میں وقت کے پابند تھے۔ شیخ ابواحمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں بیعت کی۔ فتویٰ تکفیر قادیان کے عنوان سے آپ کے پاس استفتاء آیا جس کا آپ نے مندرجہ ذیل جواب دیا:

''مندرجہ سوال ہذا میں متعدد ایسے اقوال ہیں جن کے کلمہ کفر ہونے میں تاویل بھی نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا جس شخص کے عقائد ایسے ہوں وہ بوجہ مخالفت اسلام کے جماعت اسلام سے جدا ہے اور مسلمان مرد و عورت کا نکاح ایسے خارج عن الاسلام سے درست نہیں۔''

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۶۴)

(۱۶۶۵)

یحییٰ سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

آپ کی ۱۳۱۸ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت ہوئی۔ فراغت کے بعد پہلے سہسرام

اورمظاہر العلوم سہارنپور میں کچھ عرصہ تدریس کی۔ پھر۱۳۲۷ھ میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں عربی زبان کے استاذ مقرر ہوئے اور ایک عرصہ گزارا۔ مشہور عالم اور ذی استعداد فاضل تھے۔ آپ نے ردقادیانیت پرفتویٰ ’’القول الصحیح فی مکائد المسیح ‘‘مرتبہ مولانا سہول خان رحمۃ اللہ علیہ میں درج ذیل عبارت تحریر فرمائی۔

’’مرزاغلام احمد متوفی کے بعض حوارین نے ایک اشتہار برائے اتمام حجت ہم مدرسین مدرسہ عالیہ کلکتہ کے نام بھی کچھ پہلے بھیجا تھا جس میں مرزا قادیانی کے دعویٰ مسیحیت ونبوت ورسالت کی تصریح تھی اور چونکہ ان دعاوی کا ماننا من جملہ ضروریات اسلام وایمان ظاہر کیا گیا تھا۔ جس سے صاف ظاہر تھا کہ نبوت ورسالت مستقلہ کا مرزا قادیانی مدعی تھا۔ لہٰذا اس کا اوراس کی جمیع امت کا، امت محمدی سے خارج ہونا یقینی معلوم ہوگیا تھا اور فاضل مجیب کی پرزور اور مدلل تحریر نے تو بالکل اسی متنبی مردود اوراس کے مؤمنین کی بے ایمانی کو اظہر من الشمس کر دیا ہے۔ فجزاکم اللہ خیر الجزاء!‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۵۴)

(۱۶۶۶)

یعقوب ربانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات:۷/اکتوبر۲۰۱۶ء)

ٹوبہ ٹیک سنگھ کا ایک اہم اڈہ ہے جسے پھلور کہتے ہیں۔ اس سے تھوڑا آگے جائیں تو جامعہ دارالعلوم ربانیہ ہے۔ جوملک عزیز کے نامور مدارس میں شمار ہوتا ہے۔ ہمارے ملک عزیز کے نامور علماء، شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث مولانا ظریف احمد رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید انور رحمۃ اللہ علیہ جیسے حضرات نے وہاں سے تعلیم حاصل کی ہے۔ انہی حضرات میں سے ایک مولانا محمد یعقوب ربانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ جنہوں نے دارالعلوم ربانیہ سے فراغت حاصل کی۔ ان کی تعلیم کے دوران ربانیہ کے شیخ الحدیث، حضرت مولانا رفیق کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ نے اپنے منظورنظر شاگرد مولانا یعقوب ربانی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ کے ضلع شیخوپورہ میں کوئی ایسا ادارہ نہیں جہاں دورہ حدیث ہوتا ہو۔ آپ اپنے علاقہ فاروق آباد میں جاکر دینی مدرسہ قائم کریں۔

چنانچہ یہاں پر آ کر مولانا یعقوب ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ اسلامیہ فاروق آباد کے نام سے ادارہ قائم کیا، جس کا حفظ وناظرہ سے آغاز کیا اور پھر اس ادارہ میں ایک یہ بھی وقت آیا کہ دورہ حدیث شریف ہونے لگا۔ مولانا یعقوب ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ایک اعلیٰ روایت قائم کی کہ اپنے طلباء دورہ حدیث شریف کی کلاس کے ذہین طلباء کو صحاحِ ستّہ کی مختلف کتابیں حفظ کراتے تھے۔ کسی کو بخاری شریف، کسی کو ترمذی شریف، کسی کو مسلم شریف اور کسی کو ابوداؤد شریف کے حفظ کرنے پر لگایا ہوا تھا۔ تھوڑا عرصہ یہ سلسلہ چلایا اور بڑی کامیابی سے چلایا۔

یہ دور جامعہ اسلامیہ کے عروج کا دور قرار دیا جاسکتا ہے۔ پھر یہاں پر بچیوں کا مدرسہ قائم کیا۔ اسے بھی دورہ حدیث شریف تک لے گئے۔ آپ نے اس ادارہ کے لئے خاصی جانگسل محنت کی۔ بڑی خوبصورت مسجد تعمیر کرائی۔ پھر ایسا وقت بھی آیا کہ مدرسہ سے آہستہ آہستہ بنین کی تعلیم کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ اس زمانے میں آپ نے تدریس کے لئے جامعۃ الحبیب چکوال کا رخ کیا۔ پھر واپس آئے۔ جیسے کیسے بنات کی تعلیم کا سلسلہ صحت کے زمانے تک جاری رکھا۔

ایک زمانہ تھا کہ سیّد امین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد عالم کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبداللطیف انور رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد یعقوب ربانی رحمۃ اللہ علیہ ضلع شیخوپورہ کی پہچان ہوا کرتے تھے۔ پہلے مقدم الذکر تینوں حضرات یکے بعد دیگرے چل دیئے۔ اب مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ بھی ان سے جاملے۔ ایک زمانہ تک مولانا یعقوب ربانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبداللطیف انور رحمۃ اللہ علیہ جمعیت علماء اسلام ضلع شیخوپورہ کے امیر اور ناظم اعلیٰ رہے۔ حافظ الحدیث حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ، مفکر اسلام مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، ضیغم اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، ولی ابن ولی مولانا عبیداللہ انور رحمۃ اللہ علیہ ایسی شخصیات کے ساتھ جمعیت علماء اسلام کی سربلندی کے لئے بھرپور محنت کی اور ایک مقام پیدا کیا۔

مولانا محمد یعقوب ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیعت کا تعلق خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ بڑے تسلسل کے ساتھ خانقاہ سراجیہ حاضری رہتی تھی۔ لاہور کے حضرت مولانا پیر نعیم اللہ فاروقی نے مولانا ربانی رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت سے نوازا تو پھر آپ نے بھی اپنی عنانِ توجہ پھیر لی۔ مولانا یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلا عقد کیا۔ اس سے نرینہ اولاد نہ ہوئی۔ پھر عقد ثانی کیا۔ یکے بعد دیگرے حق تعالیٰ نے محمود خان، مسعود خان، مشہود خان تین صاحبزادوں سے نوازا۔ مولانا یعقوب ربانی رحمۃ اللہ علیہ راجپوت برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ علمی گھرانہ تھا۔ آپ کے ایک بھائی مولانا حبیب اللہ جامعۃ العلوم

الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فارغ التحصیل اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ دونوں حضرات نے فاروق آباد میں خوب علم کے دیپ جلائے۔ اب اکیڈمیوں کا دوردورہ ہے۔ رہے نام اللہ کا۔

مولانا محمد یعقوب ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں اپنے ضلع میں مثالی کردار ادا کیا۔ پہلے چنیوٹ اور پھر چناب نگر سالانہ ختم نبوت کانفرنس پر بمع رفقاء وطلباء کے تشریف لانا آپ کے معمول کا حصہ تھا جس میں تخلف نہ کرتے۔ صحت کے زمانہ تک اس روایت کو تسلسل کے ساتھ نبھایا۔

فقیر نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء پر کتاب مرتب کرنا تھی۔ کہیں اشتہار یا اعلان پڑھ لیا۔ خط لکھا۔ فقیر، فاروق آباد حاضر ہوا تو تحریک کا جتنا اخباری ریکارڈ اور ضلع شیخوپورہ کی تحریک کا رجسٹر تھا۔ سارا میرے سپرد کر دیا۔ بہت ہی اعتماد والے تھے۔ محبت بھرا تعلق تھا۔ اعتماد باہمی کی فضا قائم رکھی۔

گزشتہ کچھ عرصہ سے مدرسہ کا نظم مضمحل ہوا۔ پھر رعشہ کی بیماری نے زور پکڑا، گرم سرد اور ارد گرد کی ہوا سے بھی متاثر ہوئے تو چارپائی سے لگ گئے۔ جب تک ہمت رہی کوئی نماز مسجد کی ترک نہ کی۔ سہارا سے، پھر ویل چیئر پر مسجد کی نماز باجماعت کا اہتمام رہا۔ جب صحت نے اس کا بھی نہ چھوڑا تو گھر پر ہی نماز کا اہتمام کرتے۔ خوب وقت گزارا۔ اپنے قائم کردہ ادارہ کی اپنی بنائی ہوئی جامع مسجد کے شمال کی جانب آخری آرام گاہ بنی۔ آپ چلے گئے۔ اب یادیں رہ گئیں۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

(۱۶۶۷)

یعقوب رحمۃ اللہ علیہ (ساکن بھانبڑی)، جناب محمد

مولانا عنایت اللہ چشتی لکھتے ہیں: کادیان کے قریب موضع بھانبڑی تھا۔ وہاں دو بھائی تھے جو ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ ابتدائی ایام تحریک میں انہوں نے ہمارے دامے درے بڑی امداد کی۔ دونوں بھائی مولوی تھے۔ مرزائیت کے خلاف خصوصی جذبہ رکھتے تھے۔ ایک کا نام محمد یعقوب تھا اور دوسرے کا نام ذہن سے اتر گیا ہے۔

یہ حضرات اہل حدیث مسلک کے تھے۔ شیخ برادری سے ان کا تعلق تھا۔ آبادی کی

تبدیلی میں لائل پور (فیصل آباد) آ گئے۔ اللہ نے ان پر بڑا احسان کیا۔ اب ان کا اعلیٰ کاروبار ہے۔ لاکھوں میں کھیل رہے ہیں اور ان کی اولاد اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے بڑے بڑے عہدہ جات پر فائز ہے۔ خوشی ہے۔ الحمدللہ! اللھم زد فزد! (مولانا عنایت اللہ چشتی)

آپ مشہور مبلغ اسلام مولانا امیر احمد بھانبڑی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ اچھے عالم دین اور مرزائیت کے خلاف پرخلوص جذبہ رکھتے تھے۔ اس زمانہ میں نواح قادیان میں رہائش پذیر کوئی بھی عالم مرزائیوں کی مخالفت کرنے والا موجود نہ تھا۔ اس زمانہ میں اکیلے مولوی یعقوب صاحب تھے جو علاقہ بھر میں دورہ کر کے عوام کو مرزائیت سے آگاہ کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ ان کی پشت پر کسی جماعت کا ہاتھ نہ تھا۔ وہ صرف اللہ پر بھروسا کر کے اکیلے بغیر تنخواہ وغیرہ کے لالچ کے للہ فریضۂ تبلیغ ادا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے کئی مناظرات بھی مرزائیوں سے کئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزائی اس علاقہ میں بہت کم لوگوں کو مرزائی بنانے میں کامیاب ہو سکے اور بحمداللہ علاقہ کی بھاری اکثریت جوں کی توں اپنے سابقہ سنی عقائد پر قائم رہی۔

جب ہم قادیان پہنچے تو انہوں نے ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کیا اور کہا کہ اب میری ڈیوٹی ختم ہوئی آج سے ڈیوٹی تمہاری ہے اور میں اپنا تعاون بدستور قائم رکھوں گا اور ایک مختصر سی دکان بھانبڑ میں کھول لی۔ دامے درمے ہمیشہ امداد کرتے رہے۔ تقسیم کے بعد لائل پور (فیصل آباد) آ گئے اور بدستور اپنی دکان چلاتے رہے۔ کام چل نکلا اور بفضلہ تعالیٰ لاکھوں میں کھیلتے تھے۔ کبھی فیصل آباد جانا ہوتا تو ملاقات ہوتی رہتی۔ بڑی عزت واحترام سے پیش آتے تھے۔

(مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۶۶۸)

یعقوب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد ختم نبوت محمد

گڑھی حبیب اللہ ضلع بالاکوٹ کے حضرت محمد یعقوب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ۱۹۷۰ء میں مدرسہ تعلیم الاسلام ٹنڈو غلام علی سندھ آ گئے۔ یہاں قرب وجوار میں قادیانیت کے اثرات تھے۔ آپ نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اڑان بھری تو مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ ہوئے اور پھر عمر بھر اسی کام کے علمبردار رہے۔ ۱۹۸۴ء میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سندھ کا

طویل سفر فرمایا۔ ٹنڈو غلام علی بھی تشریف لائے۔ قادیانیوں نے جلسہ کی تیاری میں رخنہ ڈالنا چاہا تو تنازعہ کھڑا ہوگیا۔ ختم نبوت کا جلسہ تو آب و تاب سے ہوگیا۔ لیکن ہمارے چار ساتھیوں جناب محمد یعقوب ہزاروی، حافظ زبیر احمد میمن، ڈاکٹر منصور احمد، جناب حبیب الرحمٰن قریشی نمائندہ نوائے وقت پر کیس ہوگیا۔

بعد میں مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم سندھ کے سفر پر تشریف لائے تو بدین کے ڈی.سی کو فرمانے پر کیس بھی ختم ہوگیا۔ جناب محمد یعقوب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ہفت روزہ ختم نبوت کی اشاعت کے لئے اس علاقہ میں بھرپور کوشاں رہے۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں ہمیشہ شرکت کا معمول رہا۔ کشمیر و بالاکوٹ کے شدید زلزلہ میں شہادت مطلوب و مقصود مومن سے سرفراز ہوئے۔

(۱۶۶۹)

یعقوب ہوشیار پوری رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، جناب شیخ محمد

ملتان کی معروف دینی و سیاسی شخصیت، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے دست راست اور مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے ملتان میں مشیر خاص، مجلس احرار، مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام میں بھرپور کام کیا۔ انتہائی متحرک اور تحریکی انسان تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار ہوئے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ بہت ہی ہلکے پھلکے اور چھریرے بدن کے پان دھان شخصیت تھے۔ نظریاتی اور خادم قوم کارکن تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام ملتان کی اپنے زمانہ میں پہچان تھے۔

(۱۶۷۰)

یوسف الحسینی رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، مولانا محمد

جامع مسجد کچہری بازار فیصل آباد کے امام حضرت مولانا محمد یوسف الحسینی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اس لئے الحسینی کا اپنے نام کے ساتھ لاحقہ استعمال کرتے تھے۔ آپ عرصہ تک جمعیۃ علماء اسلام فیصل آباد کے امیر رہے۔ بہت بھلے انسان تھے۔ طبیعت میں مسکنت تھی۔ ان کے صاحبزادے جناب زبیری تھے۔ گورنمنٹ ہائی

سکول میں ٹیچر تھے۔ خوب علمی ادبی آدمی تھے۔ مولانا محمد یوسف الحسینی رحمۃ اللہ علیہ بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مقدور بھر ساعی رہے۔ کبھی جی نہیں چرایا۔ یہی ان کی ایک خوبی لاکھوں خوبیوں پر بھاری ہے۔ الشیخ عبدالعزیز وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی کے حیات مسیح علیہ السلام کے فتویٰ کی توثیق بھی کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۷۰)

(۱۶۷۱)

یوسف السید ہاشم الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ (وزیر الدولۃ کویت)، فضیلۃ الشیخ

آپ نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ پر ایک فتویٰ تحریر فرمایا:

الجواب هو ما قوله فضيلة الشيخ عبدالعزيز بن عبدالله بن باز، ورفقائه علماء الملة المخلصون. يوسف السيد هاشم الرفاعي

وزير دولة الكويت

جو فتویٰ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز اور ان کے رفقاء مخلص علماء نے دیا ہے۔ وہی صحیح ہے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۴۳)

(۱۶۷۲)

یوسف خان کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(ولادت: ۱۹۲۰ء)

آپ پلندری سے دس میل کے فاصلہ پر ایک قصبہ ''منگ'' میں زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث کیا۔ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات آپ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ فراغت کے بعد وطن واپس آ گئے۔ ۱۹۴۷ء میں جنگ آزادی میں حصہ لیا۔ مہاجرین کی آبادی کے لئے بیت المال قائم کیا۔ جمعیۃ علماء آزاد کشمیر کے ناظم اعلیٰ رہے۔ دارالعلوم پلندری کے شیخ الحدیث بھی رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں نمایاں حصہ لیا اور گرفتار ہوئے۔

(۱۶۷۳)

یوسف رام پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

حضرت مولانا یوسف رامپوری رحمۃ اللہ علیہ علماء عاملین میں سے تھے۔ شیخ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ فضل حق رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا۔ پھر رام پور کا سفر کر کے مدرسہ عالیہ کے اساتذہ سے مستفید ہوئے۔ رام پور میں مفتی لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو فتاویٰ جات کی ذمہ داری سپرد کی اور اپنی بیٹی کے ساتھ عقد نکاح بھی کرایا۔ جب آپ مدرسہ انوار العلوم رام پور میں معلم و مہتمم تھے۔ تب آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف عربی میں استفتاء کا جواب کا جواب عنایت فرمایا جو ان الفاظ سے تھا۔

''ھذا ھوالجواب لانہ ادعی النبوۃ بعد ختم النّبیین ومن ادعیٰ فھو دجال، کذاب کما وردد فی الحدیث، فثبت کفرہ بلا تردد فلا یحوز معھم المناکحۃ والمشارکۃ فی الصلوٰۃ وغیرھا من امور الدین واللہ اعلم بالصواب!''

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۵۱)

(۱۶۷۴)

یوسف رحمانی رحمۃ اللہ علیہ (خانیوال)، مولانا محمد

(وفات:۲/نومبر ۲۰۱۶ء)

میاں چنوں ضلع خانیوال کی مکی مسجد کے بانی اور خطیب حضرت مولانا محمد یوسف رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے درس نظامی کی تکمیل کے بعد مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ اور فاتح قادیان مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کو رد قادیانیت اور رد عیسائیت پر بھرپور عبور حاصل تھا۔ آپ خود بھی مناظر اسلام تھے۔ حضرت مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تمام دینی تحریکات بالخصوص تحریکہائے ختم نبوت میں پیش پیش رہے۔ گرانقدر اور مثالی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کو اکابر کا اعتماد حاصل تھا۔

آپ جامعہ خالد بن ولید ٹھینگی کالونی وہاڑی میں پڑھاتے بھی رہے۔ حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ وہ بہت ہی خوبیوں کے حامل تھے۔ ان کے وصال سے دینی حلقوں میں بہت بڑا

خلاء واقع ہوگیا ہے۔حق تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائیں اور جنت میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائیں۔آمین!

(۱۶۷۵)

یوسف سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

آپ بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ بھی رہے۔فیصل آباد میں جھال خانوآنہ میں خطیب بھی رہے۔اوقاف کی بھی ملازمت کی۔تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں اپنے طور پر خوب حصہ لیا۔بہت مرنجاں مرنج انسان تھے۔حق تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔۱۱،۱۲؍فروری ۱۹۵۶ء کے اجلاس شوریٰ میں حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تقرری کی منظوری مرحمت فرمائی۔

(۱۶۷۶)

یوسف سیال رحمۃ اللہ علیہ، جناب حافظ محمد

(وفات: جولائی ۱۹۹۰ء)

جناب حافظ محمد یوسف سیال رحمۃ اللہ علیہ احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور کے باسی تھے۔آپ نے بی.اے اور پھر ایل.ایل.بی کی ڈگری حاصل کی۔مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ اور شیدائی تھے۔تحریک طلبہ اسلام کے نامور رہنما تھے۔تحریک سے ایک ماہواری رپورٹ بھی عرصہ تک شائع کی۔عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہمہ وقت مستعد تھے۔انتہائی شریف النفس اور درویش صفت قومی کارکن تھے۔

(۱۶۷۷)

یوسف ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حاجی محمد

آپ مولوی عبدالخالق کے ہاں موضع گیدڑ تحصیل مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ اور فاضل دارالعلوم دیوبند تھے۔تحصیل مانسہرہ میں آکر تدریسی خدمات سرانجام دیں اور تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

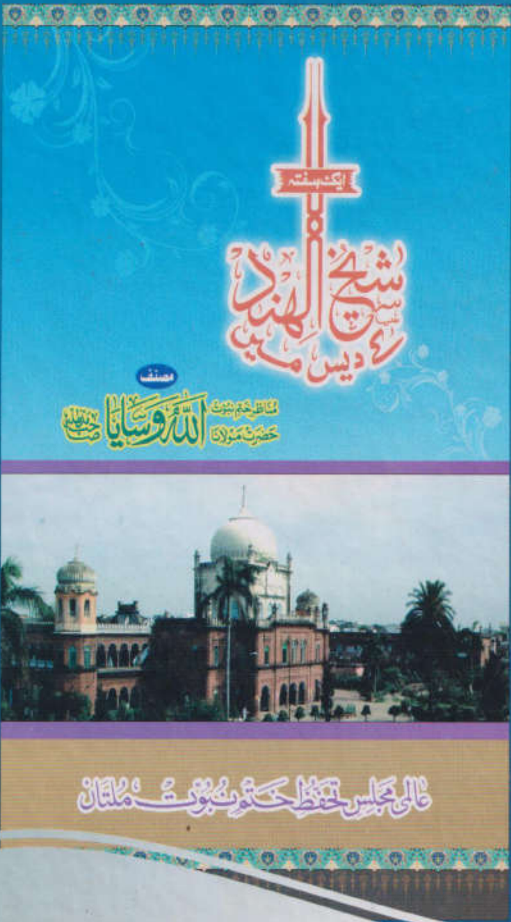

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
حضوری باغ روڈ، ملتان۔ 061-4783486